

تذکرہ علماء اہل سنت سیتامڑھی

۲۰۱۳ء

جلد اوّل

مؤلف
محمد الیاس مصباحی

باہتمام
حافظ محمد شمس الحق رضوی
بانی مجلس فکر رضا لدھیانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

تذکرہ علماء اہلسنّت سیتامڑھی

۲۰۱۳ء

جلد اوّل

مؤلف:
محمد الیاس مصباحی
شیخ الحدیث: مدرسہ خانم جان عربک اسکول،
اردلی بازار، وارانسی (یوپی)

طابع و ناشر
مجلسِ فکرِ رضا
۱۰۹۰، بستی جودھیوال، لدھیانہ (پنجاب)

نام کتاب : تذکرہ علماء اہلسنت سیتامڑھی
۲۰۱۳ء
مؤلف : محمد الیاس مصباحی
متوطن : موضع اندولی، وایاپریہار، سیتامڑھی (بہار)
باہتمام : حافظ محمد شمس الحق رضوی
متوطن : دھرہروا، وایاپریہار، ضلع سیتامڑھی (بہار)
پروف ریڈنگ : مولانا محمد اظہر القادری
نظر ثانی : مولانا محمد ارشاد عالم نعمانی
طابع وناشر : مجلسِ فکرِ رضا، ۱۰۹۰، بستی جودھیوال، لدھیانہ (پنجاب)
کمپوزنگ : احمد رضا صابری (احمد گرافکس، پٹنہ)
سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/نومبر ۲۰۱۳ء
صفحات : ۴۵۶
قیمت : Rs. 300/-

ملنے کا پتے

- مکتبہ جام نور، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶
- خواجہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶
- فیضی کتاب گھر، مہسول چوک، سیتامڑھی (بہار)
- رضوی منزل، دَھرہَروا، وایاپریہار، سیتامڑھی
- دینی کتاب گھر، راجوپٹی، ڈمرا روڈ، سیتامڑھی
- رضوی کتب خانہ، پوکھریرا، وایارائے پور، سیتامڑھی
- سرکار مجیب اکیڈمی، علی نگر، بسفی کمتول، مدھوبنی
- رضا بک ڈپو، پریہار، سیتامڑھی
- سنی نوری جامع مسجد، شیوپوری، لدھیانہ (پنجاب)
- نوری کتاب گھر، ازہری مارکیٹ، سیتامڑھی
- نوری کتب خانہ، غلہ منڈی، ئرسنڈ بازار، سیتامڑھی

شرفِ انتساب

آفتاب فلک رضویت، ماہتاب برج ولایت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم عالم اسلام، آقائی ومرشدی، آل الرحمٰن محمد مصطفی رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: ۱۳۱۰ھ، وصال: ۱۴۰۲ھ) کے نام جن کی نظر کیمیا اثر جس پر پڑی وہ ذیشان ہوگیا، صاحبِ کمال بلکہ صاحب نشان ہوگیا۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اور دعائے مفتی اعظم ہند، عطائے اعلیٰ حضرت، حضرت العلام الحاج الشاہ حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ رحمۃ الباری (ولادت: ۱۹۵۲ء، وفات: ۲۰۱۳ء) کی بارگاہ میں جن کی نگہ بلند اور فکر رسا نے نہ جانے کتنے ذرّوں کو ہمدوش ثریا کردیا۔

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

خاکپائے مرشد
محمد الیاس المصباحی
۵رمئی ۲۰۱۳ء

فہرست اصحابِ تذکرہ

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۞	انتساب	۳
۞	ذِکرِ اُن کا انجمن در انجمن: علامہ یٰسٓ اختر مصباحی	۱۳
۞	تاثرِ گرامی: پروفیسر فاروق احمد صدیقی	۱۶
۞	کلمۃ المجلس: حافظ محمد شمس الحق رضوی	۱۷
۞	تقدیم: ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد	۲۱
۞	تقریب: مولانا نور الہدیٰ فیضی	۳۳
۞	پیش لفظ: مولانا ارشاد عالم نعمانی	۳۶
۞	اپنی بات: محمد الیاس مصباحی	۴۱
۞	گزارش: محمد الیاس مصباحی	۴۶

(الف)

۱	حضرت مفتی ابرار الحسن نوری	باتھ اصلی	۴۷
۲	حضرت مولانا ابوالکلام اشرفی مصباحی	پر ادادن	۴۸
۳	حضرت محدّثِ اعظم بہار احسان علی	فیض پور	۵۰
۴	حضرت مولانا محمد احسان علی رضوی	دھرہروا	۵۶
۵	حضرت مفتی احسن رضا قادری	باتھ اصلی	۵۷
۶	حضرت مولانا اختر رضا نوری	بڑھمول	۵۹
۷	حضرت حافظ اخلاق احمد قادری	کھرساہا	۶۲
۸	حضرت مولانا محمد ادریس رضا نوری	کماٹولہ اسلام پور	۶۸

۹	حضرت مولانا صوفی محمد اسحاق رضا عظیمی	کنہواں	۷۰
۱۰	حضرت مولانا محمد اسلم القادری	مرغیا چک	۷۶
۱۱	حضرت مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی	باتھ اصلی	۷۸
۱۲	مولانا محمد اشفاق مصباحی	اِکڈنڈی	۸۳
۱۳	حضرت مولانا محمد اظہر القادری مصباحی برکاتی	سوتیہارا	۸۴
۱۴	حضرت مولانا الیاس رضوی	کھرساہا	۸۶
۱۵	حضرت مولانا الیف الرحمٰن نورانی مصباحی	پوکھریرا	۸۹
۱۶	حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ	گنگٹی	۹۲
۱۷	حضرت پروفیسر انجم کمالی	پوکھریرا	۹۸
۱۸	حضرت مولانا محمد انصار الحق (حافظ عربی)	پرسا	۱۰۱
۱۹	حضرت مولانا محمد انور علی نوری مظہر القادری	مہچٹی	۱۰۳
۲۰	حضرت مولانا محمد ایوب حامدی	باتھ اصلی	۱۰۴
۲۱	حضرت مولانا محمد ایوب رضوی	پنڈول بزرگ	۱۰۵

(ب)

۲۲	حضرت مفتی محمد بدر الدین رضوی	باتھ اصلی	۱۰۷

(ث)

۲۳	حضرت مولانا محمد ثناء اللہ ثناء القادری	مڑپا	۱۰۸
۲۴	حضرت مولانا قاری ثناء اللہ نوری امجدی	سُرسنڈ	۱۱۰

(ج)

۲۵	حضرت مولانا محمد جابر حسین منظری	باڑا	۱۱۳
۲۶	حضرت مولانا محمد جابر حسین عزیزی مصباحی	اندولی	۱۵
۲۷	حضرت مفتی محمد جان خان	کتاں	۱۱۷
۲۸	حضرت مولانا محمد جاوید عنبر مصباحی	حسن پور	۱۱۹
۲۹	حضرت قاری صوفی محمد جمشید عالم قادری	سرسی	۱۲۱
۳۰	حضرت حافظ و قاری محمد جمیل اختر	اندولی	۱۲۲

(ح)

۳۱	حضرت مولانا الحاج محمد حامد حسین	کنہواں	۱۲۳
۳۲	حضرت ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان	باتھ اصلی	۱۲۴
۳۳	حضرت مفتی حسن رضا نوری	باڑا	۱۲۸
۳۴	حضرت مولانا الحاج محمد حمید الرحمٰن قادری	پوکھریرا	۱۳۱
۳۵	حضرت مولانا قاری محمد حنیف رضوی	بلہیاں	۱۳۵

(د)

۳۶	حضرت مفتی داؤد عالم رضوی	باتھ اصلی	۱۳۹
۳۷	حضرت حافظ محمد داؤد قادری	ٹرسنڈ	۱۳۹

(ذ)

۳۸	حضرت مفتی محمد ذکاء اللہ مصباحی	مانک چوک	۱۴۷

(ر)

۳۹	حضرت مولانا غلام مصطفیٰ راحت	بشن پور	۱۵۰
۴۰	حضرت مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی	ٹرسنڈ	۱۵۱
۴۱	حضرت مفتی محمد رحیم بخش قادری	باتھ اصلی	۱۵۷
۴۲	حضرت مولانا محمد رضاء القادری مصباحی	کمتاں	۱۶۰
۴۳	حضرت مولانا قاری رضاء اللہ رضوی	براہی	۱۶۲

(س)

۴۴	حضرت مولانا سکندر علی شبنم القادری	بِہتا	۱۶۶
۴۵	حضرت مولانا سید الزماں حمدوی	پوکھریرا	۱۶۸

(ش)

۴۶	حضرت مولانا مصطفیٰ رضا شبنم کمالی	پوکھریرا	۱۷۱
۴۷	حضرت مفتی محمد شبیر احمد صابر القادری	اَندولی	۱۷۴
۴۸	حضرت مولانا شبیہ القادری	پوکھریرا	۱۷۹
۴۹	حضرت مفتی محمد شعیب رضوی	باڑا	۱۸۲

۵۰	حضرت مولانا محمد شفاء الرحمٰن قادری	پوکھریرا	۱۸۴
۵۱	حضرت مولانا الحاج محمد شمس الحق رضوی	باڑا	۱۸۶

(ص)

۵۲	حضرت مولانا محمد صابر القادری	باڑا	۱۸۹
۵۳	حضرت مولانا صابر رضا رہبر مصباحی	بسبٹہ	۱۹۱

(ض)

۵۴	حضرت مولانا ضمیر الدین رضوی برکاتی	سوتیہارا	۱۹۶

(ط)

۵۵	حضرت مولانا طیب عالم نوری	مرغیا چک	۱۹۹

(ظ)

۵۶	حضرت مولانا ظفر الحسن قادری حامدی	باتھ اصلی	۲۰۰
۵۷	حضرت مولانا الحاج ظفر الحسین قادری حامدی	پوکھریرا	۲۰۲
۵۸	حضرت مولانا محمد ظفر امام قادری	اندولی	۲۰۴

(ع)

۵۹	حضرت مولانا محمد عباس علی اشرفی	ردولی	۲۰۶
۶۰	حضرت مولانا محمد عباس نوری	کماٹولہ اسلام پور	۲۰۹
۶۱	حضرت مولانا عبد الجلیل حامدی	باتھ اصلی	۲۱۰
۶۲	حضرت مولانا عبد الجلیل رضوی	دھرروا	۲۱۱
۶۳	حضرت مولانا عبد الحق مصباحی	خیروا	۲۱۳
۶۴	حضرت مفتی عبد الحلیم اشرفی رضوی	ددری	۲۱۶
۶۵	حضرت مفتی عبد الحلیم شاکر	بکھری	۲۲۵
۶۶	حضرت حافظ عبد الحلیم	اندولی	۲۲۷
۶۷	حضرت مولانا عبد الحمید نوری	کنہواں	۲۲۸
۶۸	حضرت مولانا عبد السمیع مصباحی	سنگاچوری	۲۲۹
۶۹	حضرت حافظ مولانا عبد الشکور فیضی عزیزی	براہی	۲۳۰

۷۰	حضرت حافظ وقاری مولانا عبدالکریم رضوی	کمتاں	۲۳۲
۷۱	حضرت مولانا عبدالکریم صدیقی	باتھ اصلی	۲۳۴
۷۲	حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی	براہی	۲۳۵
۷۳	حضرت مولانا عبدالہادی خاں رضوی	کمتاں	۲۴۰
۷۴	حضرت مولانا محمد عتیق الرحمٰن صدیقی نوری	بھیمواں	۲۴۶
۷۵	حضرت مفتی محمد عثمان رضوی	مرغیاچک	۲۴۸
۷۶	حضرت مفتی محمد عثمان قادری	ٹرسنڈ	۲۵۰
۷۷	حضرت مفتی محمد عزرائیل	پٹھنپورہ	۲۵۵
۷۸	حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حامدی	فیض پور	۲۵۶
۷۹	حضرت حکیم عطاء الرحمٰن قادری	پوکھریرا	۲۶۰
۸۰	فاضل بہار حضرت مفتی عظیم الدین حامدی	پوکھریرا	۲۶۳
۸۱	حضرت مولانا عقیل الرحمٰن نعمانی مصباحی	پوکھریرا	۲۶۷
۸۲	حضرت مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی	پپرادادن	۲۶۹
۸۳	حضرت مولانا محمد علی حسن خاں رضوی	کمتاں	۲۷۷
۸۴	حضرت مولانا محمد عنایت اللہ رضوی مصباحی	سوتیہارا	۲۷۹
۸۵	حضرت مولانا محمد عیسیٰ رضوی مصباحی	بسبٹہ	۲۸۱

(غ)

۸۶	حضرت مولانا محمد غضنفر حسین رضوی	پوکھریرا	۲۸۴
۸۷	حضرت مولانا غلام جیلانی مصباحی	کھوکسی	۲۸۵
۸۸	حضرت مفتی غلام حیدر قادری، مصباحی، نقشبندی	اسلام پور	۲۸۶
۸۹	حضرت قاری غلام رسول اشرفی نیّر غزالی	کچور	۲۹۸
۹۰	حضرت مولانا غلام صابر حسین رضوانی	ناپنور	۳۰۰
۹۱	حضرت مولانا غلام مرتضیٰ تیغی یوسفی	محمد پور	۳۰۲
۹۲	حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری	ردولی	۳۰۴

(ف)

۹۳	حضرت پروفیسر فاروق احمد صدیقی	پوکھریرا	۳۰۷
۹۴	حضرت مولانا محمد فاروق احمد رضوی	گھردھن پور	۳۱۱
۹۵	حضرت مولانا فرحت صابری رضوی	اندولی	۳۱۳
۹۶	حضرت مولانا مفتی قاضی فضل کریم رضوی	فیض پور	۳۱۶

(ق)

۹۷	حضرت مولانا محمد قاسم رضوی	لہوریا	۳۲۰
۹۸	حضرت مولانا حافظ قمر الہدیٰ صدیقی	لہوریا	۳۲۱
۹۹	حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی	کمہرار	۳۲۵

(م)

۱۰۰	حضرت شاہ عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمۃ والرضوان	پوکھریرا	۳۲۸
۱۰۱	حضرت مفتی محبوب رضا روشن القادری	پوکھریرا	۳۳۶
۱۰۲	مفتی محمد محمود عالم خاں نوری رضوی	کماں	۳۳۸
۱۰۳	حضرت مولانا محمد محمود عالم نوری	موجولیا	۳۴۱
۱۰۴	حضرت مولانا مشتاق احمد اشرفی	کھرساہا	۳۴۲
۱۰۵	حضرت مفتی محمد مشتاق احمد رضوی	باتھ اصلی	۳۴۴
۱۰۶	حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن نوری	پوکھریرا	۳۴۵
۱۰۷	حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن نظامی	پرسونی	۳۴۶
۱۰۸	حضرت مولانا محمد مظہر الحق رضوی	جگدر	۳۴۸
۱۰۹	حضرت مولانا محمد مظہر الحق نوری	بتھا	۳۴۹
۱۱۰	حضرت مولانا محمد ملازم رضا مصباحی	اندولی	۳۵۱
۱۱۱	حضرت مفتی محمد منظور	بسوریا	۳۵۴

(ن)

۱۱۲	حضرت مولانا نثار احمد مصباحی	باتھ اصلی	۳۵۷

۱۱۳	حضرت مجذوبِ کامل نعمت اللہ شاہ عرف خاکی بابا	ددری	۳۵۹
۱۱۴	حضرت مولانا محمد نور الہدیٰ رضوی مصباحی	مرپا	۳۶۱
۱۱۵	حضرت مولانا نور محمد رضوی	پوکھریرا	۳۶۲

(و)

۱۱۶	حضرت مفتی محمد وجہ القمر رضوانی نوری	نانپور	۳۶۴
۱۱۷	حضرت شاہ وزارت حسین عرف رضوان اللہ شاہ	نانپور	۳۶۸
۱۱۸	حضرت مولانا محمد وصی حیدر رضوی مصباحی	بلوا، ڈومرا	۳۷۱
۱۱۹	حضرت مولانا ولی الرحمٰن ولی علیمی پوکھریروی	پوکھریرا	۳۷۳

ضمیمہ

بعض مشاہیر علمائے شمالی بہار و نیپال

جن کے علمی و روحانی اثرات براہ راست سیتامڑھی پر پڑے

(الف)

۱	حضرت شاہ محمد ابراہیم تیغی قدس سرہٗ	سُرکانہی شریف	۳۸۲
۲	حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی	بھیمری، نیپال	۳۸۳
۳	شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی	مہوارہ	۳۸۶
۴	حضرت مفتی اشرف القادری	مہوتری، نیپال	۳۸۹
۵	ابو سہیل حضرت مفتی محمد انیس عالم قادری	دربھنگہ	۳۹۰

(ت)

۶	شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی مظفر پوری	سرکانہی شریف	۳۹۲

(ج)

۷	حضرت مفتی محمد جیش صدیقی برکاتی	لہنہ	۳۹۴

(ح)

۸	حضرت مولانا حنیف القادری	بیلا اکڈارا	۴۰۰

(ر)

۹	حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین مظفر پوری	بھوانی پور	۴۰۲
۱۰	حضرت مولانا ریحان رضا انجم مصباحی	مدھوبنی	۴۰۴

(س)

۱۱	حضرت مولانا سعید حسن خاں مصباحی بستوی	بستی یوپی	۴۰۸

(ص)

۱۲	حضرت مولانا محمد صفی اللہ قادری	سسوا کٹیا	۴۱۰

(ظ)

۱۳	حضرت مولانا قاری ظہیر القادری	بسپٹی نیپال	۴۱۲

(ع)

۱۴	حضرت مفتی عبدالواجد نیرؔ قادری	دربھنگہ	۴۱۴
۱۵	حضرت مولانا عبدالوحید	سرلاہی	۴۲۶
۱۶	حضرت مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی	رحمن پور مہدیا	۴۲۶
۱۷	حضرت مولانا علی احمد جید القادری تیغی	سرکانہی شریف	۴۳۳

(م)

۱۸	حضرت مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری	کٹیا نیپال	۴۳۸

احوالِ مرتب وناشر

❁	حضرت حافظ شمس الحق رضوی ازقلم: مولانا محمد ارشاد عالم نعمانی، سرسی سیتامڑھی	دھرہروا	۴۳۸
❁	حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی اندولوی ازقلم: مولانا محمد رفیق احمد الحسینی، کھدی بکھاری سیتامڑھی	اندولی	۴۵۱

○○

ذِکراُن کا انجمن در انجمن

مفکرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی
(بانی وصدر: دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵)

اپنے اکابر واسلاف اور اہلِ علم وفضل کا ذکرِ خیر اور اُن کی خدمات کا تعارف وتذکرہ کرتے رہنا ہر عہد وعصر کی زندہ اقوام ومِلل کی اجتماعی زندگی کی واضح علامت اور ان کی کامیابی وترقی کی ایسی قابلِ اعتماد ضمانت ہے جسے کوئی بھی باشعور اور بیدار مغز انسان نہ کبھی انکار کرسکتا ہے اور نہ کبھی صرفِ نظر کر کے اپنی زندہ ضمیری کو معرضِ خطر میں لاسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اُن کے روشن کارناموں سے آنے والی نسل کو متعارف کرانے اور اُن سے سبق حاصل کرنے کے لیے اکابر ومشاہیر کی حیات وخدمات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اور صدیوں تک اسی طرح جاری رہے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ:

ع ضبط کن تاریخ را پائندہ شو

اور جو قومیں اور جماعتیں اپنے اسلاف واکابر اور اپنے اربابِ فضل وکمال سے غافل ہوجاتی ہیں وہ عموماً زوال وانحطاط کا شکار ہوکر پسماندگی اور گمنامی کے پردے میں چلی جاتی ہیں اور دوسروں کے لیے اُن کا وجود وعدم برابر ہوجاتا ہے۔

اسی فلسفۂ عروج وزوال کا ذکر کسی شاعر نے اپنے اس شعر کے ذریعے کیا ہے:

اپنے اسلاف کو جو قوم بھلا دیتی ہے
خود کو وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیتی ہے

تقسیمِ ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد کی تاریخ اہلِ سنّت وجماعت کا جائزہ لیجیے تو ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ ضلع مظفر پور، صوبۂ بہار کو اس سلسلے میں امتیاز واوّلیت حاصل ہے کہ ہندوستان کے علما ومشائخ اہلِ سنّت کا ایک مستند تذکرہ بنام 'تذکرۂ علمائے

اہلِ سنّت‘ (مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) سب سے پہلے حضرت مولانا محمود احمد قادری رفاقتی مظفر پوری نے لکھ کر قوم وملّت کے سامنے پیش کیا اور اب اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن بنام ’پاکانِ امت‘ جلد ہی منظرِ عام پر آنے والا ہے۔

اسی سلسلے کی دوسری کڑی اسی سرزمینِ مظفر پور (موجودہ ضلع سیتامڑھی) کے ایک فاضل جلیل مولانا محمد الیاس مصباحی اپنے ضلع کے معروف قدیم وجدید علما ومشائخِ کرام کے احوال وآثار پر مشتمل یہ تذکرہ بنام ’تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی‘ پیش فرما رہے ہیں۔

ضلع مظفر پور کے ایک بڑے حصّے کو اب ضلع سیتامڑھی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی ضلع کے علما ومشائخ کا اجمالی تعارف وتذکرہ اس کتاب میں شامل ہے۔

اس سوانحی کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہ مل سکا مگر جستہ جستہ جو کچھ دیکھا اس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہوا کہ فاضل مؤلف نے اس تعارف وتذکرہ کی تالیف میں کافی محنت وعرق ریزی کی ہے اور جہاں تک ممکن ہوا، مستند مواد اجمال واختصار کے ساتھ پیش کر کے ایک فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔

فاضل مؤلف مولانا محمد الیاس مصباحی اپنے عہدِ طالب علمی ہی سے علمی ذوق اور مثبت وتعمیری فکر ومزاج کے حامل رہے ہیں۔ باصلاحیت مدرس ہونے اور اپنے معاصرین کے درمیان امتیازی حیثیت رکھنے کے ساتھ دینی، علمی، دعوتی واصلاحی خدمات کا نہایت مخلصانہ جذبہ رکھتے ہیں۔

امید ہے کہ وہ یہ سلسلۂ تالیف اسی طرح باقی اور جاری رکھ کر آئندہ بھی اہلِ علم وفضل کی مجلس میں سرخ رُو اور قوم وملّت کے سامنے سرفراز ہوتے رہیں گے۔

اس خبر سے مسرّت ہوئی کہ زیرِ نظر کتاب کی طباعت واشاعت جناب حافظ شمس الحق رضوی اپنی ’مجلسِ فکرِ رضا‘ لدھیانہ، پنجاب کی جانب سے کر رہے ہیں اور آپ کا تعلق بھی اسی سرزمینِ سیتامڑھی سے ہے۔

حافظ شمس الحق رضوی اس وقت اپنی تجارت کے سلسلے میں شہر لدھیانہ میں مقیم ہیں۔ مگر ان کی پوری توجہ اسلام وسنّیت کے فروغ واستحکام کی جانب مرکوز رہتی ہے اور اپنی مقامی سرگرمیوں کے علاوہ لٹریچر کے ذریعہ بھی وہ مسلسل دینی ومذہبی خدمات انجام دے

رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیبِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں مؤلف وناشرِ کتاب کی عمر وصحت اور علم وفضل میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

بجاہِ حبیبِك سیّدِ المُرسلین علیه وعلیٰ آله و اصحابه الصلوٰۃ والتسلیم

یٰسٓ اختر مصباحی
دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

سہ شنبہ، ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
۲۶ر نومبر ۲۰۱۳ء

تأثرِ گرامی

پروفیسر فاروق احمد صدیقی
(سابق صدر شعبۂ اُردو و فارسی، بہار اُردو یونیورسٹی، مظفر پور)

اِن دنوں صوبائی و ضلعی دونوں سطحوں پر پورے ملک میں بڑے زور و شور سے علمی و تصنیفی کام ہو رہا ہے۔

پورے ملک کے تمام عالموں، ادیبوں اور شاعروں کی خدمات کا احاطہ کسی ایک کتاب میں ممکن نہیں لیکن کسی ایک خطہ و علاقے کے صاحبانِ کمال کے کارناموں پر ایک اجمالی نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ شاید اسی ضرورت کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر مولانا الیاس مصباحی اندولوی اور اُن کے اعوان و انصار نے 'تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی' مرتب کرنے کا مبارک فیصلہ کیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے عزائم کو بلند رکھے، آمین۔

مگر یاد رہے کہ علما کی فہرست ترتیب دیتے وقت ناقص و کامل میں امتیاز رکھنا بے حد ضروری ہے۔ یہ اصول پیشِ نظر رہے کہ ہر ڈگری یافتہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتا اور ہر تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ نہیں ہوتا۔ مقصود نگارش یہ ہے کہ کتاب کا ایک معیار ہونا چاہیے۔

ع اب آگے تیری رضا ہے جو سرفراز کرے

خیر اندیش

(پروفیسر) فاروق احمد صدیقی

۱۷ر نومبر ۲۰۱۳ء

کلمۃ المجلس

حافظ شمس الحق رضوی

اللہ ربّ العزت کا بے پایاں کرم واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خیرِ امّت امّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیدا فرمایا اور اس امّت میں بھی احادیث وآثار اور تعاملِ صحابہ و تابعین وتبع تابعین کی روشنی میں عمل پیرا خوش عقیدہ اور ناجی طبقہ اہلِ سنّت وجماعت میں رکھا۔

رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی سے پردہ فرماجانے کے بعد اس امّت کی ہدایت ورہنمائی کی پوری ذمہ داری نائبینِ رسول علمائے اسلام کے کاندھوں پر رکھی گئی، جو ہر دَور میں سلیم الفطرت مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت وصیانت کے لیے خاندانِ گیتی پر تشریف لاتے اور اپنے فکر وعمل کے ذریعے مسلمانوں کے اصلاحِ فکر واعتقاد کا گراں قدر فریضہ انجام دیتے رہے۔ اُن اخیارِ امّت کی حیات، خدمات اور کارنامے سے مسلمانوں کو واقف کرانا آج کے حالات میں کس قدر ضروری ہے، اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔

مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ (سالِ قیام: رجب المرجب ۱۴۳۱ھ/۶رجولائی ۲۰۱۰ء) اپنے روزِ آغاز ہی سے مسلمانوں کی اصلاح اور اُن کے اندر تحریک وعمل کے جذبے کو بیدار کرنے والی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں سرگرمِ عمل ہے اور اب تک اس کی جانب سے قلیل المدّت اشاعتی سفر میں متعدد کتابیں اشاعت پذیر ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں جس کے بڑے اچھے مثبت اور خوشگوار اثرات بھی سامنے آئے۔

قارئین پر مخفی نہیں ہوگا کہ صوبۂ پنجاب کا معروف شہر لدھیانہ آزادی سے قبل اہلِ سنّت وجماعت کے معتقدات اور معمولات کے پیروکاروں کی آماجگاہ رہا ہے، لیکن آزادی کے بعد مسلمانانِ اہلِ سنّت کی نقل مکانی کی وجہ سے یہاں دوسرے مکاتبِ فکر نے اپنی جڑیں بہت حد تک مضبوط کر لی تھیں مگر اب نہایت خوش آئند بات یہ ہے کہ یوپی وبہار سے بغرضِ ملازمت وتجارت آئے ہوئے مسلمانانِ اہلِ سنّت جگہ جگہ مساجد ومدارس کے ذریعے یہاں اشاعتِ مسلکِ اہلِ سنّت کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ البتہ فکری وقلمی

تحریک نہ ہونے کی وجہ سے اشاعتی سطح پر جو کمی محسوس کی جارہی تھی، پچھلے چار سالوں سے اس سمت میں مجلسِ فکرِ رضا اپنے مخلص اربابِ فکر و قلم اور اصحابِ علم و فضل کے قلمی و علمی تعاون سے اپنا اشاعتی و تحریکی سلسلۂ خیر و برکت جاری رکھے ہوئے ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی تنظیم و تحریک کو چلانے کے لیے ایک متحرک و فعال ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ چناں چہ ہم نے ابتدا ہی سے 'مجلسِ فکرِ رضا' کو منظم اور متحرک رکھنے کے لیے ایک فعال 'مرکزی کمیٹی' تشکیل دے رکھی ہے اور بحمد اللہ سبھی ارکان و وابستگان پوری دلچسپی سے مجلس سے وابستہ ہیں اور اس کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔

'مجلسِ فکرِ رضا' کی یہ خوش قسمتی کہی جائے گی کہ شروع ہی سے جماعت اہلِ سنّت کے مستند اربابِ فکر و قلم نے اس تنظیم کے قیام پر ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کیا اور مستند اربابِ فکر و قلم نے اس تنظیم کے قیام پر ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیا اور اپنی قیمتی ہدایات سے ادارے کو سرفراز فرمایا۔ اب تک جو کتابیں مجلس کے زیرِ اہتمام چھپ چکی ہیں اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) مبارک و نورانی راتوں کے فضائل و مسائل:

مؤلف: حافظ شمس الحق رضوی، صفحات ۱۲۸ (اُردو، ہندی) طبع اوّل ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء۔

یہ کتاب عوام الناس کے ذہن و معیار کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ترتیب دی گئی ہے۔ اس میں فضیلتِ یومِ عاشورہ، شبِ معراج، شبِ برأت، شبِ قدر، شبِ عیدین کے فضائل و معمولات اور وظائف و اوراد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ واقعات و فضائل اور معمولات کے ذکر میں حوالوں کا بھی التزام کیا گیا ہے۔

(۲) بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری:

مؤلف: علامہ یٰسین اختر مصباحی، صفحات ۱۲۰ (اُردو) طبع اوّل ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

اس کتاب میں عطائے رسول، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ سے مجددِ اعظم، امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ کی عقیدت و محبت اور وابستگی کو دستاویزی حقائق اور تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر پہلی تحقیقی کاوش ہے۔

(۳) سیرتِ رسول اور ہماری زندگی:

تصنیف: پروفیسر مسعود احمد نقشبندی ترتیب و تلخیص: حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی قادری،

صفحات ۶۰، طبع اوّل ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء (اُردو، ہندی)

اس کتاب میں سرکارِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حسنہ کو عصری اسلوب اور دلکش انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر نہایت منفرد ہے۔

(۴) مارہرہ سے بریلی تک (مجموعۂ مقالات):

ترتیب: مولانا محمد ارشاد عالم نعمانی، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، صفحات ۳۵۰ (اُردو، ہندی) ۲۰۱۱ء

۲۰۱۱ء میں ہندوستان کی دو عظیم خانقاہوں (۱) خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور (۲) کے خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کے مشائخ و مرشدان اور علما و فیض یافتگان کے درمیان دینی و علمی اور روحانی رشتہ اور روابط و تعلقات پر مشتمل یہ کتاب منظرِ عام پر لائی گئی۔ اس کتاب کو بھی ہندوستان گیر سطح پر مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی اور قارئین نے مجلس کی اس تاریخی پیشکش کو داد و تحسین سے نوازا۔ یہ کتاب دراصل ساداتِ مارہرہ مطہرہ و مشائخِ بریلی شریف کے روحانی روابط و تعلقات پر ہندوستان کے معروف اصحابِ فکر و قلم کے مقالات کا خوبصورت گلدستہ ہے۔

(۵) مراسمِ محرم اور اُن کے شرعی احکام:

مؤلف: حضرت مولانا عبد المبین نعمانی، صفحات ۶۴، طبع اوّل ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء (اُردو، ہندی)

یہ کتاب مراسمِ محرم اور ان کے شرعی احکام پر ایک علمی، تحقیقی اور اصلاحی تصنیف ہے، جس میں مروّجہ مراسمِ محرم کے تعلق سے تفصیلی شرعی احکام پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد ہے سانحۂ کربلا کے پس منظر میں مسلمانوں کے کیسے اعمال و افعال اور کیا رویہ ہونا چاہیے اس کے تعلق سے علمائے اہلِ سنّت کی گفتگو کو اجمال و اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

(۶) علمائے اہلِ سنّت کی بصیرت و قیادت:

مؤلف: علامہ یٰسٓ اختر مصباحی، صفحات ۲۳۲، طبع اوّل ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۲ء)

یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک تحقیقی، علمی اور تاریخی تصنیف ہے، جس میں اُنیسویں صدی کے ہندوستان میں جو افکار و تحریکات وجود پذیر ہوئیں اُن کے تعلق سے علمائے اہلِ سنّت کی بصیرت و استقامت کو تاریخی دستاویز کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ امام اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور ان کے خلفا و تلامذہ کی فکری اصابتِ رائے اور صحتِ موقف کو معاصر دلائل و شواہد کے آئینے میں اُجاگر کیا گیا ہے۔ یہ

قیمتی تصنیف اہلِ سنّت کے ذخیرۂ کتب میں بیش بہا اضافہ ہے۔

(۷) انوارِ تاج الشریعہ:

مؤلف: حافظ شمس الحق رضوی۔ صفحات ۱۱۲، طبع اوّل ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء

یہ کتاب آبروئے اہلِ سنّت، فخرِ ازہر، جانشینِ حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلّہٗ العالی کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

(۸) فریضۂ روزہ وزکوٰۃ:

مؤلف: حافظ شمس الحق رضوی۔ صفحات ۱۲۰ (اردو، ہندی)

اس کتاب میں اسلام کے دو بنیادی ارکان روزہ وزکوۃ کے احکام ومسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(۹) تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی: زیر نظر کتاب کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا الیاس مصباحی اَندولوی کی تصنیف وتالیف ہے، جو ۴۵۶ صفحات پر مشتمل ہے اور لگ بھگ ڈیڑھ سو علمائے سیتامڑھی کی سوانحی حالات اور خدمات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی پر پہلی کتاب ہے، جس کی اشاعت کا سہرا مجلسِ فکرِ رضا کے حصے میں آیا۔ راقم الحروف موصوف کو اس کے لیے تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور بارگاہِ ربّ ذوالمنن میں صمیم قلب سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو درازیِ عمر وصحتِ کاملہ کے ساتھ رکھے اور اسی طرح دین متین کی بیش بہا خدمات کی توفیق مرحمت فرماتا رہے۔ آمین۔

یہاں یہ ذکر بھی مناسب ہوگا کہ مجلس کے قیام اور سلسلۂ اشاعت کے آغاز ہی کے ساتھ شہر لدھیانہ میں فکرِ رضا کی اشاعت کی اس قلمی تحریک کے تعلق سے اربابِ فکر ونظر نے بڑے حوصلہ افزا تاثرات سے ہمیں سرفراز فرمایا۔ بزرگوں اور کرم فرماؤں کے ان حوصلہ افزا کلمات سے پوچھیے تو ہمیں یک گونہ اپنے کام پر اعتماد بڑھتا ہے۔ آپ حضرات سے مخلصانہ التماس ہے کہ اگر کچھ کمی محسوس فرمائیں یا فروگزاشت نظر آئے تو ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں۔ آپ کی اصلاح اور مفید مشوروں کی روشنی میں اِن شاء اللہ ہم اپنا کاروانِ اشاعت بڑھاتے رہیں گے۔

نیازمند

(حافظ) محمد شمس الحق رضوی

رضوی منزل، مقام وپوسٹ: دھرہروا

وایا پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

ڈائریکٹر: مجلسِ فکرِ رضا، لدھیانہ، پنجاب

تقدیم

□ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ
القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ

تذکرہ نگاری کی صنف قدیم بھی ہے عظیم بھی۔ قرآن مقدس میں انبیائے کرام اور بنی اسرائیل کے افراد کا تذکرہ جس انداز میں ہوا ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اس کے ساتھ ہی بار بار غور وفکر کرنے کی تعلیم اور تدبر کی تاکید اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ قرآن میں موجود تذکرہ کی بڑی اہمیت ہے اور اس میں ہمارے لیے بہت کچھ ہے۔ یہ تذکرے صرف تذکرے نہیں بلکہ تعمیر شخصیت کے مجسم نقوش ہیں جس میں بنی نوع انسان کی بہبودی کے راز مضمر ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو قرآن غور وفکر کی تعلیم اس شدّت سے نہیں دیتا۔

قرآنی تذکرے کی بنیاد پر ہی عربوں میں تذکرہ نویسی کا شعور پیدا ہوا، اور پھر مختلف طبقات کے عرفاء، علماء، اُدباء، کے تذکرے معرض وجود میں آگئے۔ عربوں کے ساتھ غیر عرب تذکرہ نگاروں نے بھی عربی میں مختلف جہتوں سے تذکرے کی کتابیں قلمبند کیں۔ ہاں! یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عربی میں تذکرہ نگاری کے لیے جو اصطلاحیں مروج ہیں، وہ اردو اور فارسی سے الگ ہیں۔ عربی میں لوگوں کے احوال مرتب کرنے کی تین اصطلاحیں ہیں:

(۱) طبقات (۲) انساب (۳) معجم

طبقات میں لوگوں کے حالات طبقہ بطبقہ اور قرن بقرن قلمبند ہوتے ہیں جیسے:

- طبقات الصوفیہ — ابواسمٰعیل عبداللہ انصاری
- طبقات الاولیاء
- طبقات الادباء — کمال الدین ابی البرکات عبدالرحمٰن
- طبقات الشعراء — ابی بلغان البصری

قیمتی تصنیف اہلِ سنّت کے ذخیرۂ کتب میں بیش بہا اضافہ ہے۔

(۷) انوارِ تاج الشریعہ:

مؤلف: حافظ شمس الحق رضوی۔ صفحات ۱۱۲، طبع اوّل ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء

یہ کتاب آبروئے اہلِ سنّت، فخرِ ازہر، جانشینِ حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

(۸) فریضۂ روزہ وزکوٰۃ:

مؤلف: حافظ شمس الحق رضوی۔ صفحات ۱۲۰ (اردو، ہندی)

اس کتاب میں اسلام کے دو بنیادی ارکان روزہ وزکوٰۃ کے احکام ومسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(۹) تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی: زیر نظر کتاب کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا الیاس مصباحی آندولوی کی تصنیف وتالیف ہے، جو ۴۵۶ صفحات پر مشتمل ہے اور لگ بھگ ڈیڑھ سو علمائے سیتامڑھی کی سوانحی حالات اور خدمات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی پر پہلی کتاب ہے، جس کی اشاعت کا سہرا مجلسِ فکرِ رضا کے حصے میں آیا۔ راقم الحروف موصوف کو اس کے لیے تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور بارگاہِ ربّ ذوالمنن میں صمیم قلب سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو درازیِ عمر وصحتِ کاملہ کے ساتھ رکھے اور اسی طرح دین متین کی بیش بہا خدمات کی توفیق مرحمت فرماتا رہے۔ آمین۔

یہاں یہ ذکر بھی مناسب ہوگا کہ مجلس کے قیام اور سلسلۂ اشاعت کے آغاز ہی کے ساتھ شہر لدھیانہ میں فکرِ رضا کی اشاعت کی اس قلمی تحریک کے تعلق سے اربابِ فکر ونظر نے بڑے حوصلہ افزا تاثرات سے ہمیں سرفراز فرمایا۔ بزرگوں اور کرم فرماؤں کے ان حوصلہ افزا کلمات سے پوچھیے تو ہمیں یک گونہ اپنے کام پر اعتماد بڑھتا ہے۔ آپ حضرات سے مخلصانہ التماس ہے کہ اگر کچھ کمی محسوس فرمائیں یا فروگزاشت نظر آئے تو ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں۔ آپ کی اصلاح اور مفید مشوروں کی روشنی میں اِن شاءاللہ ہم اپنا کاروانِ اشاعت بڑھاتے رہیں گے۔

نیاز مند

(حافظ) محمد شمس الحق رضوی

ڈائریکٹر: مجلسِ فکرِ رضا، لدھیانہ، پنجاب

رضوی منزل، مقام وپوسٹ: دھرہروا

وایا پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

تقدیم

□ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ
القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ

تذکرہ نگاری کی صنف قدیم بھی ہے عظیم بھی۔ قرآن مقدس میں انبیائے کرام اور بنی اسرائیل کے افراد کا تذکرہ جس انداز میں ہوا ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اس کے ساتھ ہی بار بار غور وفکر کرنے کی تعلیم اور تدبر کی تاکید اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ قرآن میں موجود تذکرہ کی بڑی اہمیت ہے اور اس میں ہمارے لیے بہت کچھ ہے۔ یہ تذکرے صرف تذکرے نہیں بلکہ تعمیر شخصیت کے مجسم نقوش ہیں جس میں بنی نوع انسان کی بہبودی کے راز مضمر ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو قرآن غور وفکر کی تعلیم اس شدّت سے نہیں دیتا۔

قرآنی تذکرے کی بنیاد پر ہی عربوں میں تذکرہ نویسی کا شعور پیدا ہوا، اور پھر مختلف طبقات کے عرفاء، علماء، اُدباء، کے تذکرے معرض وجود میں آگئے۔ عربوں کے ساتھ غیر عرب تذکرہ نگاروں نے بھی عربی میں مختلف جہتوں سے تذکرے کی کتابیں قلمبند کیں۔ ہاں! یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عربی میں تذکرہ نگاری کے لیے جو اصطلاحیں مروج ہیں، وہ اردو اور فارسی سے الگ ہیں۔ عربی میں لوگوں کے احوال مرتب کرنے کی تین اصطلاحیں ہیں:

(۱) طبقات (۲) انساب (۳) معجم

طبقات میں لوگوں کے حالات طبقہ بطبقہ اور قرن بقرن قلمبند ہوتے ہیں جیسے:

- طبقات الصوفیہ — ابواسمٰعیل عبداللہ انصاری
- طبقات الاولیاء
- طبقات الادباء — کمال الدین ابی البرکات عبدالرحمٰن
- طبقات الشعراء — ابی بلغان البصری

- طبقات سلمی
- طبقات ناصری ابو عمر منہاج الدین

انساب میں انساب کی اہمیت، اور مختلف خاندانوں کے نسبی احوال لکھے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسب کے بارے میں فرمایا: تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَکُمْ۔ اسی لیے خاندانی شجراتِ نسب کی ترتیب بزرگوں کا بھی معمول رہا ہے جیسے:

- بحر الانساب سید محمد بن جعفر حسنی مکی
- تحفۃ الانساب میر سید علی ہمدانی
- دیوان نسب
- کنز الانساب سید مرتضی الملقب بہ علم الہدیٰ
- مرأۃ الانساب ضیاء الدین احمد علوی
- منبع الانساب (قلمی) سید معین الحق جھونسوی
- انساب سمعانی
- گذشتہ پیوستہ سید ذکی ہاشمی (بہار)
- اشرف الانساب ابو ہریرہ وراثت رسول

اور معجم میں حروف تہجی کے اعتبار سے مختلف ادوار اور مختلف لوگوں کے حالات لکھے جاتے ہیں جیسے:

- معجم الادباء مؤلفہٗ یاقوت حموی
- معجم المؤمنین مؤلفہٗ عمر رضا

مگر ترتیب احوال اور جمع کوائف کے لیے زیادہ موزوں لفظ تذکرہ ہی ہے۔ کہ اس میں طبقات، انساب اور معجم کی پوری تفصیلات ضم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے فارسی یا اردو میں یہی لفظ مقبول ہوا، اور باضابطہ ایک صنف کی حیثیت سے یہ اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

دیگر فنون کی طرح تذکرہ نگاری کے بھی موضوع، اغراض و مقاصد اور خصوصیات ہیں۔ جس کی پاسداری ضروری بھی ہے۔ اور تذکرہ نگاری کے معیار کو دوآتشہ کرنے کے لیے مناسب بھی۔

تذکرہ نگاری کے ڈاکٹر منصور عالم کے بقول چار عناصر ترکیبی ہیں:

(۱) احوال افراد (۲) اصلی نقوش

(۳) نمونۂ نگارشات (۴) (تبصرہ وتنقید)

احوال چونکہ تذکرے کا بنیادی حصہ ہے، اس لیے تذکرہ نگاری میں اسے اوّلیت دی گئی۔ احوال افراد میں عصری نقوش بھی لازمی حصہ ہے کہ حالات سے افراد کا متاثر ہونا فطری امر ہے۔ لہٰذا اگر تذکرے میں عصری نقوش سے پہلو تہی برتی جائے تو افراد کا تذکرہ مکمل متصور نہیں ہوگا۔ تذکرے میں نمونۂ نگارشات کی حیثیت بھی مسلم ہے۔ مگر یہ شعراء اور نثر نگاروں کے تذکرہ سے متعلق ہے۔ اگر صاحب تذکرہ شاعر و مصنف نہیں تو وہاں نمونۂ نگارشات کا مطالبہ تکلیف مالا یطاق کے سوا کچھ نہیں۔ رہ گئی بات تبصرہ وتنقید کی تو یہ تذکرہ نگار کی ذمہ داری ہے۔ اپنے تذکرے کو تنقید کے میزان پہ تول لے تا کہ تذکرہ فنی اور اصولی اعتبار سے مکمل ہو جائے۔

ابتداً تذکرہ نگاری کا فن صرف شعراء کے تذکرے تک محدود تھا۔ مگر موضوع کی وسعت کا تقاضا تھا کہ ماضی وحال کو مختلف جہتوں سے مربوط کرنے والا یہ فن شعراء کی قید بلا صید سے آزاد ہو۔ چنانچہ تذکرہ نگاری میں موضوعی وسعت پیدا ہوئی اور اس میں علماء و مشائخ کے تذکرے بھی شامل ہو گئے۔ جیسے یہ چند کتابیں:

• تذکرۃ الاولیا	فرید الدین عطار
• سیر الاولیا	سید خورد مبارک کرمانی
• تذکرہ حضرات اقدس	خواجہ بدر الدین (خلیفہ مجدد الف ثانی
• سفینۃ الاولیا	شہزادہ دارا شکوہ
• سکینۃ الاولیا	شہزادہ دارا شکوہ
• نزہۃ الخواطر	حکیم عبد الحی
• تذکرہ علمائے ہند (فارسی)	مولانا رحمٰن علی
• تذکرہ کامل	سید فرقان وحید ہاشمی
• تذکرہ علمائے اہلِ سنّت	مفتی محمود احمد رفاقتی
• پاکان امت (قلمی)	مفتی محمود احمد رفاقتی

- تذکرہ اکابر اہلِ سنّت پاکستان   مولانا عبدالحکیم شرف قادری
- تذکرہ علمائے اہلِ سنّت لاہور   پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
- تذکرہ اکابر علمائے اہلِ سنّت   مفتی شفیق احمد شریفی

یہ عمومی تذکرے کی مثالیں ہیں جب کہ بعض تذکرے مخصوص موضوعات جیسے جہاد، فقہ وافتا، خلفا، تلامذہ اور مجاہدین آزادی پر بھی لکھے گئے۔ ان تذکروں کی اپنی ایک اہمیت ہے کہ اس سے مختلف ادوار کے علماء ومشائخ اور مجاہدین کے حالات، ان کی خدمات اور اس عہد کے سیاسی وسماجی ماحول سے ہمیں آشنائی ہو جاتی ہے جیسے:

- اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد: غلام رسول مہر
- جنگ آزادی 1857 واقعات وشخصیات: ایوب قادری
- علمائے ہند کا شاندار ماضی: سید محمد میاں
- ۱۸۵۷ منظر پس منظر: مولانا یٰسین اختر مصباحی
- چند ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء   〃 〃 〃
- جنگ آزادی اور وطن کے جانباز   مولانا عبدالمالک مصباحی
- تذکرہ مشائخ کاکوروی: محمد علی حیدر کاکوروی
- برصغیر کے علمائے معقولات اور ان کی تصنیفات: عبدالسلام خاں
- خلفائے محدث بریلوی: پروفیسر مسعود احمد مظہری
- خلفائے امام احمد رضا: مولانا عبدالستار طاہر   (وغیرہ)

اس فہرست سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اسلاف کے پاکیزہ نقوش کو محفوظ رکھنے کا سلسلہ ہمارے یہاں موجود ہے اور یہی عمل دراصل زندگی کی علامت ہے۔

صوبۂ بہار اپنی علمی زرخیزی کے سبب خطۂ ہند میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ مذہب سے لے کر ادب تک اور تصوف سے لے کر سیاست تک ہر شعبہ میں اہل بہار کی خدمات نے انہیں تاریخی اعتبار سے مفتخر ومعظم بنایا ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں اہل بہار نے اپنی علمی لیاقت وصلاحیت اور عظمت وشوکت کا جھنڈا نصب نہ کیا ہو۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی دیانت پسند انکار نہیں کرسکتا۔ اس علمی لیاقت کے ساتھ انکساری کی خو بھی اہل بہار کا خاصہ ہے اور یہ تصوف میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے

کہ علم اور تصوف دونوں اعتبار سے بہار امتیازی وصف کا حامل ہے۔
بہار کے علماء و مشائخ اور ارباب ادب کے تذکرے پر مشتمل کئی کتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جیسے:

- تذکرہ مشائخ بہار — طیب ابدالی
- تذکرۃ الصالحین — مولوی حبیب اللہ عمادی
- بہار میں صوفی پرمپرا (ہندی) — مجموعہ مقالات
- مرآۃ الکونین — غلام نبی فردوسی
- تذکرہ شورش — میر غلام حسین شروش
- گلزارِ ابراہیم — نواب علی ابراہیم خاں
- تذکرۂ عشقی — شیخ وجیہ الدین
- تذکرہ شاگردانِ صفیر — سید فرزند احمد صفیر بلگرامی
- فکر بلیغ — شاد عظیم آبادی
- گلشن حیات — سید معین احمد رضوی
- تاریخ شعرائے بہار — سید عزیز الدین بلخی
- تذکرہ ہندو شعرائے بہار، وغیرہ

ان کتابوں میں صوبائی طور پر علما و مشائخ اور شعرا کا تذکرہ ہوا ہے جب کہ علاقائی اور ضلعی طور پر بھی تذکرہ کی کئی کتابیں منظر عام پہ آئی ہیں جیسے:

- تذکرہ بزم شمال — شاداں فاروقی
- آئینۂ ترہت
- کاملان پورنیہ — مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
- نقوش کارواں — صاحب گنج کے ۲۵ شعرا کا تذکرہ
- حیات دوام — گیا کے شعرا کا تذکرہ

تذکرہ پر مشتمل یہ کتابیں اس بات کی علامت ہے کہ اسلاف شناسی کا جذبۂ گرانمایہ ہمارے اندر موجود ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جو انسان کو سرگرم عمل رکھتا ہے۔ جو قوم اپنی تاریخ بھول جائے وہ مرجاتی ہے۔ تاریخ ہمیں صدیوں کے فاصلہ کے باوجود زمانہ گزشتہ

کے حالات وافکار اور تہذیب روایات سے قریب کر دیتی ہے۔ ہم اوراق پہ بکھری تحریروں کے ذریعہ مختلف ممالک، مختلف اشخاص اور مختلف امور کی فضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر یہ تاریخ ہمارے بزرگوں کے حالات، ان کے ولولہ انگیز کارنامے اور مجاہدانہ زندگی سے متعلق ہوتی ہے تو اس کے مطالعہ سے ہمارے اندر جوش وجذبہ پیدا ہوتا ہے، خودی کا جوہر نمایاں ہوتا ہے، ہماری ساکت زندگی تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی مگر متحرک ہوجاتی ہے، یہی بات کہی معروف تاریخ نویس اکبر شاہ نجیب آبادی نے کہ:

"تاریخ کا مطالعہ حوصلے کو بلند کرتا ہے، ہمت کو بڑھاتا ہے، نیکیوں کی ترغیب دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے دانائی وبصیرت میں ترقی ہوتی ہے، دوراندیشی بڑھتی ہے، حزم اور احتیاط کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ دل سے رنج وغم دور ہوکر مسرت وخوشی میسر ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں میں احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے صبر واستقلال کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل ودماغ میں ہر وقت تازگی اور نشو ونمائی کی کیفیت موجود رہتی ہے۔ غرض کہ علم تاریخ ہزاروں واعظوں کا ایک وعظ اور عبرت آموزی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ انسان ہر وقت اپنے آپ کو بادشاہوں، فاتحوں، رسولوں، ولیوں، حکیموں، عالموں اور باکمالوں کی مجلس میں موجود دیکھتا ہے اور ان تمام معززین سے استفادہ کرتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں، سپہ سالاروں اور حکیموں سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں، یہ ان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ کوئی علم ایسا نہیں جس کے مطالعہ کو انسان اس قدر مسرت اور شادمانی کے ساتھ بلا کسی قسم کی کوفت برداشت کیے ہوئے جاری رکھ سکے، جیسا کہ تاریخ کو جاری رکھ سکتا ہے۔" (۳ تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، ۷)

بہر حال تذکرہ سے متعلق لکھی کتابیں اس پاکیزہ ذہنیت کی غماز ہیں کہ اسلاف واخلاف کی خدمات عظیمہ کی جڑیں ہمارے ذہن ودل میں پیوست ہیں۔ ہماری خوش عقیدگی، ذہنی بالیدگی، اخلاقی اقدار اور مذہبی افکار کی بنیاد دراصل انہیں بزرگوں کے خون جگر کی لہلہاتی فصلیں ہیں۔ خدانخواستہ اگر شجرِ رحمت اثر سے ہمارا رشتہ ٹوٹ گیا ہوتا تو اوروں کی طرح ہم بھی

جب تعلق ہی نہیں شاخ سے باقی اس کا
برگ آوارہ کو جس سمت ہوا لے جائے

کے مصداق ٹوٹ کر بکھر گئے ہوتے مگر ہم نے

ع وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

کے پیغام پر عمل کیا نتیجہ ہماری زندگیِ بے ثبات کو ثبات واستحکام مل گیا۔

'تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی' بھی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی ہے جس میں سیتامڑھی کے ماضی وحال کے صاحبان علم وفضل کی حیات وخدمات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ گویا آسمان علم وفضل کے چاند سورج ستارے سب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ان میں عارف بھی ہیں معارف بھی، عالم بھی عامل بھی، عابد بھی ہیں زاہد بھی، جاہد بھی ہیں مجاہد بھی، شاہد بھی ہیں مشاہد بھی، صوفی ہیں صافی بھی، ماتن بھی ہیں شارح بھی، مدرس بھی ہیں محدث بھی، مصنف بھی ہیں مؤلف بھی، مقرر بھی ہیں مفسّر بھی، حاجی بھی ہیں حافظ بھی، مفتی بھی ہیں قاضی بھی اور مدیر بھی ہیں مشیر بھی، غرض

ع سب کچھ ہے اپنے پاس خدا کا دیا ہوا

اس جلد میں جتنے علما کا تذکرہ شامل ہے ان کی خدمات کی متنوع جہتیں ہیں جیسے تصنیفی خدمات، تدریسی خدمات، ادبی خدمات، تردیدی خدمات اور فروغ رضویات میں کردار، ان موضوعات پہ تفصیلی تذکرہ کی ضرورت ہے۔

قدیم وجدید علمائے کرام کی تصنیفی خدمات کا احاطہ آسان نہیں کہ اب تک سارے علماء کے حالات دستیاب نہیں ہو پائے، بعض حضرات کے حالات دستیاب ہیں تو ان سے مکمل زندگی کا احاطہ نہیں ہوتا۔ اس لیے عہد رضا اور اس سے ماقبل علماء کی تصنیفات کے حوالے سے کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ زیر نظر کتاب اس موضوع پر مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی روشنی میں علمائے سیتامڑھی کی تصنیفی خدمات کی جھلک ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے:

تصنیفی خدمات

○ **مولانا شاہ عبدالرحمٰن سرکار محبیؒ:** • نور الطلاب فی علم الانساب • تعلیم تفسیر محبی • ترجمہ مجبی شرح نسائی • نور الاسلام • نور الہدیٰ فی ترجمۃ المجتبیٰ • اثبات تقلید

شرعی • چہک بلبل ناداں • نور الجمعہ، تمسک اقویٰ باحادیث نبی الانبیاء • انفع الشواہد لمن یخرج الوہابیین عن المساجد • الجواب المستحسن فی ردّ ہفوات مرتضیٰ حسن • دیور بھاؤج • نور المغیب • نور کلید عظیم • ثبات بحیات حبیب • نجم المیلاد • نور الحجاب • تعلیمات مرغوب محبیؒ • خطبہ عید الفطر • خطبہ عید الاضحیٰ • نور السلام • معلومات محبیؒ • قند طفلاں • شمع شبستاں • دستور السواک • ترجمہ قرآن بزبان فارسی۔

○ **مولانا ولی الرحمٰن قادری:** • توضیح المصادر

○ **مولانا الیف الرحمٰن نورانی:** • رہنمائے فارسی • لمعان حدیث • بیان الاوقات • اسلامی نماز • بزم نور۔

○ **قاضی فضل کریم حامدی:** • فتاویٰ شرعیہ (دو جلدیں، مطبوعہ) • رسم المفتی، دستور قضا۔

○ **مولانا سید حامد حسین:** • عظیم القواعد

○ **مفتی محمد جان خاں:** • التقریر الکافی لشرح التفسیر البیضاوی • التدریب لشرح التہذیب • الوافیہ لحل الکافیہ

○ **علامہ شبنم کمالی:** • قیام میلادی • کمال الصرف • کمال النحو • آئینہ جمال مصطفیٰ • شمع ولایت • فقہ اور امام اعظم • صحرا بھی گلزار لگے۔

○ **مفتی عبد الحلیم رضوی** (ناگپور): • اسلام میں داڑھی کا مقام • مسلمانوں کی بیماریاں اور اس کا علاج • اقامت کے وقت کھڑے ہونے کا حکم۔

○ **مولانا قاری حنیف رضوی:** • منار التجوید

○ **مفتی عبد المنان کلیمی:** • کافر کون؟

○ **مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان:** • فقیہ اسلام، پاسبان ملت

○ **مولانا محبوب رضا روشن القادری:** • اعجاز محبوب خدا • عین العروض • علم الفرائض، بشریٰ • سیف براں • نماز و نیاز • نغمات روشن۔

○ **علامہ شبیہ القادری:** • الدراسۃ العربیہ • اصول حدیث • لمعات حدیث • عربی بولو • فسادی کون؟ • خلاصۃ النحو • میزان عدل • دفاعی مورچہ • سید نور (نعتیہ مجموعہ)

○ **ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری:** • امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ • امام احمد رضا اور اصول تحقیق • عشق علم • عمل • وہ باتیں جن سے زندگی سنورتی ہیں۔

○ **مفتی وجه القمر رضوانی:** • مقصدِ حسین • ضیائے حرم • حج تمتع • رسول امین • امام اہلِ سنّت۔

○ **مفتی اشرف رضا قادری:** • اشرف الفتاویٰ • القول الشرف • حبیب الحج و الزیارہ • معراج مصطفیٰ • نوری ترجمہ قدوری • چمنستاں ترجمہ گلستاں • ضوفشاں ترجمہ بوستاں۔

○ **مفتی حسن رضا نوری:** • دیہات میں جمعہ کا مسئلہ • اخلاق کی خوشبو • فتاویٰ نوریہ • اصولیات رضا • فتاویٰ علامہ ارشد القادری۔

○ **مولانا محمود عالم:** • مسائل نوریہ • دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر • تحقیقی مسائل

○ **مولانا محمد قمر الزماں مصباحی:** • امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ • انوار خاکی • معارف محسن ملت • مظہر مفتی اعظم شخص وعکس • آفتاب و ماہتاب • جو آنکھوں نے دیکھا • مثل تو نہ شد (نعتیہ مجموعہ)

○ **مولانا الیاس مصباحی:** • مصباح الادب • لطائف اعظمی • مناقب بخشش • یہودی قرآن کی نظر میں • تحفۂ مرضیہ شرح ہدیہ سعیدیہ • ترجمہ معلقہ امرأ القیس • مصباح الاربعین • تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی۔

○ **مفتی ذکاء اللہ مصباحی:** • فقہی اصول • فلسفۂ حقوق • نورانی فتاویٰ • فیضان شریعت • مسلک اعلیٰ حضرت • طریقت یا یزیدیت۔

○ **ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد:** • امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں • امام احمد رضا اور بہار • امام احمد رضا اور عظیم آباد • امام احمد رضا اور سلسلہ فردوسیہ • امام احمد رضا اور بہار کی خانقاہیں • منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ (فتاویٰ رضویہ کے بعض مسائل کا انتخاب) • کلیات رضا (عربی فارسی اردو، مکمل مجموعہ کلام) • ارمغان رضا (امام احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب وترجمہ) • لفظیات رضا (حدائق بخشش کی موضوعاتی ترتیب) • بیاض رضا (کتب رضا میں شامل اشعار کی ترتیب) • غزلیات رضا (مع تقدیم وترتیب) • قصائد رضا (مع تقدیم وترتیب) • رباعیات رضا (مع تقدیم وترتیب) • فرہنگ کلیات رضا

(عربی فارسی اردو مکمل کلام رضا کی فرہنگ) • عرفان ادب • میزان ادب • لمعان ادب • وادئ نور کا سفر • ماہنامہ 'تحفہ حنفیہ' تحقیقی جائزہ واشاریہ • قصیدہ آمال لابرار تحقیق وتقدیم • دربار حق وہدایت • تحقیق وتجزیہ • تحریک ندوہ • تاریخی وتنقیدی جائزہ • نعتیہ شاعری کے آداب • کا تنقیدی مطالعہ • پیمانہ حجاز • درد ہے ہم سفر • جلوہ شان حق • تحائف بخشش • محبوب الاکابر۔

○ **مفتی علاء الدین رضوی:** • ناقابل معافی جرم • شعبان کے لیل ونہار • بد مذہبوں سے میل جول۔

○ **مفتی احسن رضا:** • افشائے راز

○ **صابر رضا رہبر مصباحی:** • اسلام اور مغربی تہذیب • تذکرہ حضرت رابعہ بصریہ • جہیز اور عصرِ جدید • اسلام کا نظامِ طلاق • تذکرہ حضرت شیر بیشۂ اہلِ سنّت

○ **حافظ شمس الحق رضوی:** • فضائل ومسائل • فریضۂ روزہ وزکوٰۃ • انوارِ تاج الشریعہ

رضویاتی خدمات

رضویاتی ادب کے فروغ میں بھی علما ودانشوران سیتامڑھی کی خدمات قابل رشک بلکہ آبِ زر سے لکھی جانے کے لائق ہے۔ اس حوالے سے یہ بات یقیناً اہمیت کی حامل ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی حیات وخدمات پر عالمی سطح پر پہلی پی ایچ ڈی اشرف بھی اسی ضلع کے معروف دانشور مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان کو حاصل ہے۔ یونیورسٹی سطح پر رضویات کے حوالے سے یہ پہلا تحقیقی کام تھا جس پر پٹنہ یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹریٹ کی سند تفویض کی۔ اسی پی ایچ، ڈی سے یونیورسٹی میں رضویات پہ تسلسل اور معیار واقدار کے ساتھ کام کرنے کا شوق بیدار ہوا۔ اب تک رضویات پر تقریباً ۴۰ پی ایچ ڈی ہو چکی ہے جس میں ۱۵ سے زائد پی ایچ، ڈی صرف بہار میں ہوئی، اس میں بھی سیتامڑھی کے علما ودانشور کا بڑا رول رہا۔ ۱۵ میں سے تین پی ایچ ڈی علمائے سیتامڑھی کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

• امام احمد رضا کی فقہی خدمات ڈاکٹر حسن رضا خان، باتھ اصلی، سیتامڑھی

- امام احمد رضا کا تصورِ عشق — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، رُدولی، سیتامڑھی
- امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں — ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ، رضا باغ گنگٹی، سیتامڑھی

اسی طرح رضویات پہ سب سے زیادہ پی ایچ ڈی سیتامڑھی کے ہی دانشور محترم پروفیسر فاروق احمد صدیقی کے زیر نگرانی ہوئی جس میں ان کا اخلاص، جذبہ، حب رضا اور پیہم جدوجہد سبھی کچھ شامل ہے۔ صدیقی صاحب کے زیر نگرانی رضویات پہ پی ایچ ڈی کے کتنے اہم مقالے لکھے گئے ذیل کی تفصیلات سے اندازہ لگائیں:

- امام احمد رضا: بحیثیت محدث — مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم پی کے (کیرالا)
- امام احمد رضا: بحیثیت مفسّر — مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی (اندور)
- امام احمد رضا کی مکتوب نگاری — مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی (پورنیہ)
- امام احمد رضا بحیثیت شاعر نعت — ڈاکٹر امام الدین جوہر شفیع آبادی (گوپال گنج)
- مولانا حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر تحسین فاطمہ بنت ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
- مولانا حسن بریلوی کی غزلیہ شاعری — ڈاکٹر عبدالستار (چھپرہ)
- مولانا سید سلیمان اشرف بہاری: حیات وخدمات — ڈاکٹر شکیل احمد (سیتامڑھی)
- ڈاکٹر مسعود احمد مظہری: حیات وخدمات — ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی (کٹیہار)

ترجمان فکر رضا کی حیثیت سے بہار عہد رضا سے اب تک ممتاز و منفرد کوششیں انجام دیتا رہا (جس کی تفصیل میری کتاب 'امام احمد رضا اور علمائے بہار' میں آرہی ہے) اس سلسلہ میں تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، ماہنامہ رفاقت (پٹنہ)، نورِ مصطفیٰ (پٹنہ)، نور القمر (مظفر پور)، الخضریٰ (مظفر پور)، فیضان (جمشید پور)، الکوثر (سہسرام) کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص رضویات کے فروغ واستحکام میں سیتامڑھی کے علما نے دو رسالے:

(۱) رضا بک ریویو — پٹنہ — چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ
(۲) پیغام رضا — ممبئی — چیف ایڈیٹر: مولانا رحمت اللہ صدیقی

نے جو تاریخی کردار ادا کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔

ان تفصیلات سے کتاب ''تذکرہ علمائے سیتامڑھی'' کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہ کتاب بیک وقت تذکرہ بھی ہے اور خدمات کے حوالے سے ''اشاریاتی ڈکشنری''

بھی، کتاب کی زبان مختلف لہجہ کا مرکب ضرور ہے مگر مشمولات ومندرجات کے اعتبار سے یہ کتاب اتنی معیاری ہے کہ اسے ماخذ کا درجہ حاصل ہوگا۔ محققین کے لیے یہ انمول سرمایہ ہے:

ع آج دنیا کچھ کہے میں شاعر آئندہ ہوں

کی طرح جیسے جیسے یہ کتاب پرانی ہوتی جائے گی اس کی اہمیت دوچند ہوتی جائے گی۔

یہ کتاب اپنے موضوع پہ پہلی کتاب ہے۔ اس لیے مؤلف کتاب اس کی ترتیب میں جن دشوار گھاٹیوں سے گذرے ہوں گے اس کا اندازہ اہل علم وفن لگا سکتے ہیں۔ میں اس کتاب کی ترتیب پہ صاحب کتاب حضرت مولانا الیاس مصباحی صاحب کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مولانا موصوف خود صاحب قرطاس وقلم ہیں، کامیاب اور باصلاحیت مدرس ہیں، سینکڑوں تلامذہ آپ کی علمی اور عملی زندگی کا نمونہ بن کر ربط عالم پہ چھائے ہوئے ہیں اور اس پہ طرہ یہ کہ متشرّع اور صاحب کردار ہیں۔ زندہ رہنے اور آخرت میں غلام احمد مختار کا تمغہ لینے کے لیے یہ خدمت یقیناً قابل رشک ہے۔ خدا کرے ان کی یہ سعی بھی مشکور ہو۔ ہزار ہا مصروفیتوں کے باوجود انہوں نے اس اہم موضوع کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اور بڑی اہم کتاب لکھ کر ایک بڑی کمی کا ازالہ کردیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

اس کتاب کے شائع کرنے والے مجاہد رضویت محترم حافظ شمس الحق رضوی صاحب بھی مبارک باد اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے جذبہ ایثار سے یہ کتاب منظر عام پہ آرہی ہے۔ خدائے تعالیٰ مؤلف کتاب سے لے کر جملہ معاونین کو اس خدمت کا بہترین بدل عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عام بنائے۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین، جلد اول کے مطالعہ کے بعد جلد دوم کا مطالبہ ضرور کریں گے۔ اسی طرح مجھے یہ بھی یقین ہے کہ مؤلف کتاب اپنے قاری کے جذبہ کا احترام کریں گے۔

محمد امجد رضا امجد

القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ

۳؍ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۲۰۱۳ء

تقریب

□ حضرت مولانا نور الہدیٰ رضوی مصباحی
فیضی کتاب گھر، مہسول چوک، سیتامڑھی (بہار)

سیتامڑھی صوبہ بہار کا ایک مشہور و معروف ضلع ہے جس کی آبادی چھبیس لاکھ، بیاسی ہزار، سات سو بیس (۲۶۸۲۷۲۰) ہے اور رقبہ بائیس سو چورانوے (۲۲۹۴) کلومیٹر ہے۔

سیتامڑھی ضلع کی شمالی سرحد نیپال سے ملتی ہے جب کہ جنوبی سرحد مظفر پور ضلع سے اور مغربی سرحد شیوہر اور مشرقی چمپارن سے اور مشرقی سرحد مدھوبنی اور دربھنگہ ضلع سے ملتی ہے۔ سیتامڑھی ضلع کا شمار مسلم اکثریتی ضلع میں ہوتا ہے یہاں مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ اڑسٹھ ہزار نو سو بانوے (۵۶۸۹۹۲) ہے۔ سیتامڑھی ضلع پہلے مظفر پور ضلع ہی کا ایک حصہ تھا مگر ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو مظفر پور سے کٹ کر الگ ضلع بنا۔ اس ضلع میں ایک پارلیمانی سیٹ اور آٹھ اسمبلی سیٹیں ہیں۔ تین سب ڈویزن، ۱۷ر بلاک، ۲۷۳ر پنچایت، ۸۳۵ر گاؤں، ۱۱۱۷ر بینک، ۲۶۶ر اسپتال، اور ۱۸ر تھانے ہیں۔ تعلیمی اداروں کی تعداد کچھ اس طرح ہیں۔ کالج ۲۵، ہائی اسکول ۸۱،، مڈل اسکول ۶۱۹ اور پرائمری اسکول ۱۴۷۹ ہیں۔ مدارس ومکاتب کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ بلکہ کسی کسی گاؤں میں تو دو دو تین تین ادارے ہیں۔ ضلع کے کچھ مشہور مدارس جن میں بیرونی طلبہ کے طعام و قیام اور عمدہ تعلیم کا انتظام ہے۔

(۱) اسلامی یتیم خانہ، پُریہار (۲) جامعہ امام ابو حنیفہ، پتاہی
(۳) مدرسہ انوار العلوم، سُوتیہارا (۴) دار العلوم برکات غوث و رضا، بلسنڈ
(۵) مدرسہ حامدیہ رضویہ، جگدر (۶) الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں
(۷) رضا دار القرت، کچور (۸) دار العلوم رضائے مصطفیٰ، مچھپکونی
(۹) مدرسہ رضائے مصطفیٰ، منیاڈیہہ (۱۰) مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا

(۱۱) مدرسہ رحمانیہ حامدیہ، پوکھریرا شریف	(۱۲) مدرسہ رحمانیہ اسلامیہ، مڑپا
(۱۳) جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ڈوری	(۱۴) مدرسہ طاہر العلوم، شمشیر پور
(۱۵) دائرالعلوم فیض الرسول، لہوریا	(۱۶) دائرالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک
(۱۷) دارالعلوم قادریہ مدینۃ العلوم، اَندولی	(۱۸) مدرسہ گلشن بغداد، سنگھا چوری
(۱۹) مدرسہ گلشن خاکی، پنڈول	(۲۰) جامعہ مصطفویہ رضویہ، گہر دھن پور
(۲۱) مدرسہ نورالھدیٰ، پوکھریرا	(۲۲) مدرسہ نورُالعلوم، کما
(۲۳) جامعہ امام احمد رضا، اسلام پور	(۲۴) جامعہ نوریہ بدرالاسلام، بتھا
(۲۵) مدرسہ نوریہ محفوظ العلوم، بنارا	(۲۶) دارالعلوم نظامیہ، قصبہ سُرسنڈ

اور دو نیشنل ہائیوے ہے۔ ایک این، ایچ 77 حاجی پور سے سون برسا تک اور دوسرا این، ایچ 104 موتیہاری سے لے کر بھٹا موڑ تک ہے۔ اس ضلع کی خاص ندیاں چار ہیں۔ باگھمتی، لکھندئی، لال بکیا، اور ادھوار اسموہ کی ندیاں۔ یہاں کے ریلوے اسٹیشن کو ماڈل ریلوے اسٹیشن کے طور پر منظور کیا گیا ہے جہاں سات پلیٹ فارم بنیں گے۔

یہ ضلع ہندوؤں کے لیے بڑی متبرک جگہ ہے۔ کیوں کہ سیتامڑھی شہر سے متصل پونو رادھام سیتا کی جائے پیدائش ہے۔ بقول ہندوؤں کے آج سے نو لاکھ سال پہلے راجا جنک نے جنک پور سے سیتامڑھی تک ہل چلایا تھا اسی دوران پونو رادھام کے مقام پر راجا جنک کے ہل کے پھارا سے زمین سے سیتا نکلی تھی۔ اسی جگہ پر بطور یادگار کٹڑی یعنی گھاس پھوس کی جھونپڑی بنائی گئی جو ''سیتامڑئی'' کے نام سے مشہور ہوئی اور بعد میں سیتامڑھی ہوگئی (بحوالہ 'درپن' سیتامڑھی ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۹ء ص ۱۴، ماخوذ از مضمون سریش پرساد سنگھ)۔

یہاں نیپال اور ہندوستان کے اکثر صوبوں سے کثیر تعداد میں ہندو زائرین آتے ہیں اس ضلع میں مسلمانوں کے بھی کئی متبرک مقامات ہیں۔ جن میں پوکھریرا شریف، پنڈول بزرگ، مبارک پور، ناپنور اور باڑا و بروا شریف وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

پوکھریرا شریف سرکار مجتبیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: ۱۲۷۲ھ وصال: ۱۳۵۱ھ) کا مولد و مدفن ہے، جو اعلیٰ حضرت کے معاصرین اور دوستوں میں گذرے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے زمانے میں اتری بہار میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

عربی اردو کے علاوہ زبان فارسی میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے جس کا ثبوت آپ کا فارسی میں ترجمۂ قرآن ہے جو ہنوز تشنہ طباعت اور المماری کی زینت بنا ہوا ہے۔

پنڈول بزرگ، مجذوب کامل، مست بادۂ الست، صاحب کشف وکرامت حضرت الحاج الشاہ نعمت علی عرف خاکی بابا علیہ الرحمہ کا پیدائشی وطن ہے۔ آپ کا مزار شریف تو مہنار شریف (ضلع حاجی پور) میں ہے مگر عرس وہاں بھی ہوتا ہے اور پنڈول بزرگ میں بھی ہوتا ہے۔ پندول بزرگ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مقدس کا نقش مبارک والا پتھر بھی ہے جس کی عرس کے موقع پر عام زیارت کرائی جاتی ہے۔

مبارکپور نزد فتح پور (سیتامڑھی) ولی کامل حضرت بابا صبا شاہ علیہ الرحمہ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کے درجنوں کشف وکرامات کا تذکرہ آج بھی علاقہ کے عوام کی زبان پر ہے۔ نان پور عارف باللہ داتا شاہ حضرت وزارت حسین رضوان اللہ برکاتی علیہ الرحمہ (وصال: ۱۳۸۳ھ) کا مولد ومدفن اور زیارت گاہ عام وخاص ہے۔

باڑا لہوریا، شمس الاولیاء حضرت علامہ ومولانا محمد شمس الحق علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: ۱۹۳۳ء، وصال: ۲۰۰۱ء) کا مولد ومدفن ہے۔ آپ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفی رضا قادری بریلوی قدس سرّہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ عابد شب زندہ دار ولی تھے۔ آپ سے قریب رہنے والے لوگوں کا بیان ہے کہ میں نے رات کے جس حصہ میں بھی دیکھا تو حضرت کو نماز پڑھتے دیکھا۔

محمد نورالہدیٰ خاں قادری مصباحی

فیضی کتاب گھر، مہسولی چوک، سیتامڑھی (بہار)

۹رمئی ۲۰۱۳ھ بمطابق ۲۹ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

پیش لفظ

مولانا محمد ارشاد عالم نعمانی

مرکزِ علم وفن سیتامڑھی (سابق ضلع مظفرپور) ہمیشہ سے علما و مشائخ کا گہوارہ رہا ہے۔ یہ سرزمین ہر عہد و عصر میں ایسے نامور شخصیات و رجال سے آباد رہی ہے جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں اسلام و سنّیت کے لیے نمایاں، قابلِ فخر اور عہد آفریں خدمات انجام دیں، لیکن اب تک ان اصحابِ علم و فضل اور اربابِ علم و دانش کی حیات و خدمات پر کوئی قابلِ ذکر کتاب نہیں تھی۔

محبِّ گرامی حافظ شمس الحق رضوی (ڈائریکٹر مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ، پنجاب) کے ذریعے سال ۲۰۱۳ء کے آغاز ہی میں یہ اطلاعِ مسرت ملی کہ حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی اَندولوی، سیتامڑھی زید مجدہٗ (شیخ الحدیث، مدرسہ خانم جان اَردلی بازار، بنارس، یوپی) علمائے سیتامڑھی کی سوانح و حالات پر ایک ضخیم کتاب بنام 'تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی' ترتیب دے رہے ہیں اور میں نے اپنی قلمی و فکری تحریک 'مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ' سے اس کی اشاعت کے لیے کہہ دیا ہے۔ اس پُرمسرت خبر سے میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی قدردانی کی وجہ سے اِن شاءاللہ اب یہ کام ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ کیوں کہ اس کام کی اطلاع ماہ نامہ 'اشرفیہ' کے ذریعے ۱۹۹۷ء میں عہد طالب علمی ہی میں مجھے ہو چکی تھی اور ہم لوگ اسی وقت سے اس کتاب کے منتظر ہیں۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی عرض کیا کہ آپ اُن سے مسلسل رابطہ میں رہیے اور اُن کی حوصلہ افزائی کیجیے تاکہ وہ پوری طبیعت کے ساتھ اس کی تکمیل جلد سے جلد کریں۔ پچھلے تین سالوں سے اہلِ سنّت و جماعت میں 'اسلاف شناسی' کی تحریک زوروں پر ہے۔ ہند و پاک کے مختلف خطّے و اطراف سے اس تحریک کا خیر مقدم ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے اُن شخصیات و رجال اور اعاظم و افاضلِ روزگار سے ہماری نئی نسل واقف ہو رہی ہے، جن کے نام سے ہماری غالب

اکثریت کے کان نا آشنا تھے۔ اس تحریک کی سر پرستی وقیادت مفکرِ اہلِ سنّت حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی (بانی وصدر دارالقلم، دہلی) کے سر ہے، جنھوں نے بڑی منصوبہ بند طریقے سے ۲۰۱۱ء میں باضابطہ اس تحریک کا آغاز کیا اور اب دھیرے دھیرے ہندوستان کے مختلف علاقوں و اطراف سے اس کی پُر جوش تائید اور خیر مقدم ہو رہا ہے۔ علمائے سیتامڑھی کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل یہ کتاب مجلسِ فکرِ رضالدھیانہ کے زیر اہتمام چھپ جاتی ہے تو مجلس کی جانب سے یہ ایک اہم کام ہوگا۔ چنانچہ حسبِ گفتگو انھوں نے پوری دل چسپی کے ساتھ صاحبِ کتاب سے رابطہ کیا اور کتاب کی تکمیل کے لیے گزارشات کرتے رہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی زید مجدہٗ کے ذریعے ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کے پہلے ہفتے میں یہ خوش خبری ملی کہ کتاب کی جلد اوّل مکمل ہو چکی ہے اور یہ اِن شاءاللہ دو تین روز میں آپ کے پاس جارہی ہے اور ساتھ ہی انھوں نے از راہِ کرمِ خسروانہ یہ حکم بھی دے دیا کہ اس پر آپ کو پہلے نظرِ ثانی کرنی ہے، پھر فائنل کاپی آپ طباعت کے لیے بھیجیں گے۔ ہر چند کہ میں اس کام کا اہل نہیں لیکن اُن کا حکم واصرار تھا کہ بغیر آپ کی نظرِ ثانی کے کتاب چھپنے کے لیے نہیں جائے گی۔ بالآخر ان کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اپنی کچھ ضروری مصروفیات کی وجہ سے تقریباً تین ہفتے میں اس کی نظرِ ثانی مکمل کی، اس کے معاً بعد یہ خیال آیا کہ حضرت سے بالمشافہ گفتگو کر کے اس کے تعلق سے تبادلۂ خیال کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے آپ کی مصروفیات کا شیڈول معلوم کیا اور ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو میں پوری کتاب کمپوز شدہ کاپی لے کر بنارس حاضر ہوا اور پورا دن حضرت کی صحبتِ بافیض سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ اسی سال آپ سے بذریعۂ فون کتاب ہی کے تعلق سے گفتگو کا چند بار موقع بھی ملا تھا۔ لیکن بالمشافہ آپ سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ میرا خیال تھا کہ آپ لگ بھگ پینتیس چالیس سال کی عمر کے ہوں گے، لیکن بعد ملاقات میرا اندازہ یکسر غلط نکلا۔ الحمدللہ آپ زندگی کی پچاس بہاریں طے کر کے چھٹی دہائی کی تکمیل کے قریب ہیں۔ لیکن ابھی بھی عزم وحوصلہ، محنت و جدوجہد کے اعتبار سے کسی جواں سال سے کم نہیں۔ آپ کی شخصیت علم وعمل کا حسین سنگم ہے۔ آپ کے معمولات ومشاغل کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ آپ بلاشبہ نمونۂ اسلاف ہیں۔

درس وتدریس کے ساتھ تحریر وقلم کی دولت بھی آپ کو مبدأ فیاض نے بڑی فیاضی

کے ساتھ عطا فرمائی ہے۔ زبان وادب خصوصاً عربی ادب میں آپ کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ عربی زبان وادب میں آپ کی صلاحیت کا اندازہ عربی مقالات پر مشتمل آپ کی مطبوعہ کتابیں ہیں۔ کچھ کتابیں ہنوز تشنۂ طباعت ہیں۔ اسی طرح آپ کی متعدد کتابیں جو مختلف موضوع پر ہیں کئی ایک چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں، جب کہ متعدد تصانیف اشاعت کی منتظر ہیں۔ ایک اہم خصوصیت آپ کی یہ بھی ہے کہ استخراجِ تاریخ میں بھی آپ کو مہارت حاصل ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر کتاب 'تذکرہ علمائے اہلِ سنّت' بھی تاریخی نام سے ہی چھپ رہی ہے جس سے ۲۰۱۳ء کا عدد برآمد ہوتا ہے۔

اس مختصر سی ملاقات میں آپ نے ماضی کی مختلف یادوں اور مصروفیات سے راقم الحروف کے استفسار پر پردہ ہٹایا۔ آپ نے عہد طالب علمی اور زمانۂ تدریس کے اپنے اور دیگر احبابِ درس کے تعلق سے بہت سی دل چسپ یادداشتوں سے بھی ہمیں روشناس کرایا۔

آپ کی شخصیت کی عظمت کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں خیال آیا کہ سیتامڑھی کی سرزمین اصحابِ علم وفضل کی پیداوار میں جس قدر آگے ہے اُسی طرح انھیں دفن کرنے میں بھی بڑی بے رحم واقع ہوئی ہے۔ بے شمار شخصیات جو اپنی جگہ آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتی ہیں ان کے نام سے بھی اہلِ سیتامڑھی واقف نہیں چہ جائیکہ ان کی یادگار کو محفوظ رکھنے کے سامان کر سکے۔ یہ صرف میری رائے نہیں بلکہ دیگر اربابِ علم ودانش بھی اس تعلق سے واحسرتا! کی صدا بلند کر چکے ہیں۔ ذیل میں ایک چشم کشا تحریر آپ بھی پڑھیے۔ ادیبِ لبیب حضرت مولانا وارث جمال قادری مصباحی ممبئی ایک جگہ علمائے سیتامڑھی کی اس غفلت شعاری کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

> ''مگر کتنی عجیب بات ہے کہ کچھ گراں قدر شخصیتیں ایسی ہیں جنھیں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے بڑا قرب حاصل تھا۔ وہ آپ سے نسبتِ خصوصی بھی رکھتی تھیں مگر ذکرِ رضا کے ضمن میں ان کا نام دُور دُور تک کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر باتھ اصلی (ضلع سیتامڑھی) کے حضرت مولانا رحیم بخش صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ہی کو لے لیجیے جو باتھ اصلی ہی میں آسودۂ خاک ہیں۔ راقم الحروف (وارث جمال قادری) نے اُن کے مزارِ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے نہ صرف

تلمیذِ خصوصی ہیں بلکہ شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں فرزند اکبر و جانشینِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ہم جماعت و رفیقِ درس بھی تھے۔ سیتامڑھی سے متصل ایک مشہور گاؤں پوکھریرا ہے جہاں سینکڑوں علما ہیں۔ حضرت محبیؒ کا مزار بھی وہیں ہے۔ میرے رفیقِ دیرینہ قاری اطہر حسین اور مشہور ادبی شخصیت شین مظفر پوری اور ممبئی کی معروف شخصیت مولانا قاضی مفتی اشرف رضا بھی اسی گاؤں کے ہیں۔ مولانا اظہار الحسن صاحب آپ کے بیٹے تھے جن کا ایک سال پہلے انتقال ہوگیا۔ سیتامڑھی آبادی کے اعتبار سے بہت بڑا گاؤں (ضلع) ہے جہاں کئی ہزار ووٹر ہیں۔ وہ علاقہ بہت دُور تک رضوی بیلٹ بھی کہلاتا ہے۔ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اس علاقے کے 'بڑے مولانا' کہلاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے خصوصی نسبتِ تلمذ اور اپنے تقویٰ و پرہیزگاری اور علم و فضل کی بنیاد پر علاقے بھر میں محترم تھے اور پورے علاقے کو رضوی بیلٹ بنانے میں ان کا کردار بنیادی تھا۔ مگر واحسرتا! ذکرِ رضا کے ضمن میں آگے پیچھے اعلیٰ حضرت کے تعلق سے کہیں بھی اُن کا نام نہیں ملتا۔ وہاں کے درجنوں قابلِ ذکر علما کیا اس کے ذمہ دار نہیں؟''

(ص ۲۱، تقدیم 'سوانح مقبولی'، مرتب مولانا اسماعیل مقبولی، ناشر مقبول اکیڈمی ہانگل شریف، کرناٹک، طبع اوّل ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

سیتامڑھی کے اعاظم رجال و اساطین علم و صاحبانِ فضل و کمال کے تعلق سے یہ ایک ضمنی تذکرہ تھا جو مولانا قادری کے زیرِ تحریر آگیا۔ ورنہ اس طرح کی سینکڑوں شخصیات ہیں جن کے احوال و آثار سے اب تک ہم ناواقف ہیں۔ بیشتر شخصیات ایسی ہیں کہ جن کا محض نام باقی رہ گیا ہے اور اب ان کے تعلق سے تحصیلِ مواد کے ذرائع بھی محفوظ نہیں۔

دیر ہی سے سہی پہلی بار اس سمت میں کوشش کا باضابطہ سہرا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی اندولوی دام ظلہٗ (سیتامڑھی) کے نام نکلا۔ انھوں نے تدریس، تحریر، خطابت اور تبلیغ و وعظ کی گوناگوں مصروفیات و مشاغل کے باوجود اس سلسلے میں پیش قدمی فرمائی اور علمائے سیتامڑھی کے احوال و آثار پر اپنی نوعیت کی یہ اوّلین تصنیف آپ کی خدمت میں

پیش کرنے میں کامیاب ہوئے، جس کے لیے وہ اہلِ سنّت و جماعت خصوصاً اہلِ سیتامڑھی کی جانب سے شکریے، مبارک باد اور دعاؤں کے مستحق ہیں کہ انھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد اکابر ومشائخ وعلمائے اہلِ سنّت نیز درجنوں متحرک وفعال نوجوان علما واصحابِ قلم کے حالات وکوائف اور احوال و آثار کو اجمال و اختصار کے ساتھ مرتب فرمایا۔ ان اصحابِ تذکرہ میں خصوصی اہمیت اور قابلِ توجہ وہ شخصیات ہیں جن کے وصال کو ایک عرصہ بیت گیا اور اب ان سے استفادہ کرنے والے بھی خال خال باقی ہیں، بلکہ کچھ حضرات تو ایسے بھی ہیں جن کی تیسری پیڑھی میدانِ عمل میں ہے لیکن اُن حضرات سے بھی لوگ اب تک واقف نہیں ہیں۔ ان کے احوال وخدمات پہلی بار حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی صاحب قارئین کے سامنے لانے میں کامیاب ہوئے جن کے لیے وہ خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ وہ اصحابِ علم وفضل جن کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جاچکا ہو اُن کے تعلق سے لکھنا تو زیادہ مشکل نہیں ہے مگر جن کے تعلق سے بالکل آگاہی نہ ہو وہاں اتنا ہی اُجالا بہت ہے:

بہار آئے تو کانٹے بھی مسکراتے ہیں
خزاں میں پھول کھلاؤ تو کوئی بات بنے

'تذکرہ علمائے اہلِ سنّت سیتامڑھی' اکابر ومشائخ وعلمائے اہلِ سنّت کے احوال و آثار، حیات وخدمات کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے جس کی پذیرائی ہونی چاہیے۔ اس کے ذریعے مستقبل کے اہلِ قلم کو یہاں کے علما ومشائخ اور اربابِ علم و دانش کی تفصیلی تاریخ مرتب کرنے میں ہمیشہ رہنمائی ہوتی رہے گی۔

رضا ہوزری لدھیانہ کی قلمی وفکری تحریک 'مجلسِ فکر رضا' کے زیر اہتمام اس کی اشاعت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہاں کے اہلِ قلم اگر یہاں کے علما کی علمی خدمات، اُن کے احوال و آثار پر کوئی وقیع تصنیف قلم بند فرماتے ہیں تو مجلسِ فکر رضا اس کی اشاعت میں خندہ پیشانی کے ساتھ اپنا تعاون پیش کرے گی۔

خاکپائے علما و مشائخ

محمد ارشاد عالم نعمانی

● دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

● مقام وپوسٹ: سرسی، وایا نان پور، ضلع سیتامڑھی (بہار)

بروز جمعۃ المبارکہ

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ ۱۵ر نومبر ۲۰۱۳

اپنی بات

□ محمد الیاس مصباحی

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

اس کتاب کی ابتدا ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء میں ہوئی اور حتی الوسع علما و مشائخ سے رابطے قائم کیے گئے جن میں سے کئی حضرات نے اس زمانے میں اپنے حالات رقم فرما کر دیئے اور راقم الحروف کے لیے دعائے خیر بھی کی۔ حقیر ان حضرات کی کرم فرمائیوں کا شکر گذار ہے۔ لیکن دیگر بہت سے علما نے خاموش بیٹھ جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور کافی جد وجہد کے بعد بھی ان کے حالات ہمیں دستیاب نہ ہو سکے۔ اس سرد مہری کا سرد اثر مجھ پر بھی ہوا، اور مکتوبہ مسودہ غفلت کی نذر ہو گیا۔ تقریباً دس بارہ سالوں تک مسودہ یوں ہی پڑا رہا۔ اس دوران گاہے بہ گاہے احباب و مخلصین کا تقاضا ہوتا رہا بلکہ بعض حضرات نے موصول شدہ احوال کو جلد اول کے طور پر شائع کرنے کا مشورہ دیا۔

سال گذشتہ یہ مسودہ میں نے مولانا نور الہدیٰ خاں مصباحی فیضی کتاب گھر، سیتامڑھی کے حوالے کر دیا کہ آپ سیتامڑھی کے مرکزی مقام پر رہتے ہیں آپ کے توسط سے کچھ لوگوں کے حالات مزید کتاب کی زینت بن جائیں، لیکن سال بھر کے بعد بھی نتیجہ صفر رہا۔ ابھی چند ماہ قبل مولانا مفتی ذکاء اللہ مصباحی مانک چوک، نے فیضی کتاب گھر سے مسودہ لے کر یہ بیڑا اٹھایا کہ چند اور لوگوں کے حالات حاصل کر کے اس کو شائع کر دیا جائے گا۔ مگر کئی ماہ یہ مسودہ ان کی بھی الماری کی زینت بنا رہا اور زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔

سال گذشتہ ۲۰۱۲ء میں عوام اہلِ سنّت لگاتار کئی صدمات سے دوچار ہوئی۔ پہلے تو شیرِ بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال سے عظیم علمی نقصان و ملی خسران ہوا۔ پھر اس صدمہ سے مسلم عوام پورے طور پر سنبھل بھی نہ پائی تھی کہ مبارکپور میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے وصال کی شکل میں دوسرا بڑا سانحہ ہوا۔ پھر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد مشہور و معروف خطیب قاری رضی اللہ دیوریا اور خطیب شہیر، عمی الکریم حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ ان پے درپے صدمات و نقصانات نے پوری قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

چنانچہ آخر الذکر شخصیت کے عرس چہلم کے موقع پر ۵؍فروری ۲۰۱۳ء کو ڈاکٹر امجد رضا امجد سے اس کتاب کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ انھوں نے مسودہ دیکھنے کی فرمائش کی اور تفصیلی گفتگو کے لیے پٹنہ بلایا۔ میں مسودہ کے ساتھ ۲۲؍مارچ ۲۰۱۳ کو پٹنہ حاضر ہوا۔ کچھ گفت و شنید اور مشاورت کے بعد اس کام نے زور پکڑا اور نتیجہ کے طور پر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسے حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ کی کرامت و تصرف ہی شمار کیا جائے گا کہ آپ کے عرس چہلم (۵؍فروری ۲۰۱۳ء) میں اس کتاب کی اشاعت کا کامل خیال راقم الحروف کے دل میں آیا اور عزم بالجزم لے کر بیٹھا کہ اس کتاب کی تکمیل کر کے ہی دَم لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے روحانی تصرف اور فیضانِ باطنی نے اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کی توفیق بخشی اور یہ کتاب اب طباعت کے لیے پریس جارہی ہے۔ جیسا کہ آپ اپنی ظاہری حیات میں اپنے مفید مشورہ جات اور دوررس احکامات سے ہم جیسے ہزاروں کو منزلِ مقصود سے ہم کنار فرمایا کرتے تھے۔ اب بعد وصال آپ کا فیض باطنی ابرِ باراں بن کر ہم طالبانِ طریقت پر برس رہا ہے۔ اللہ ربّ العزت ان کا روحانی فیضان یوں ہی جاری و ساری فرمائے۔ آمین۔ سچ ہی فرمایا کسی نے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

بلاشبہ سیتامڑھی قدیم زمانہ سے اب تک علماء و مشائخ کا مخزن رہا ہے اور یہ سرزمین علم و فضل کی نامور ہستیوں سے ہمیشہ آباد رہی ہے۔ بلکہ سیتامڑھی کے کچھ مواضع ایسے ہیں

جن میں علما و دانشوروں کا شمار بھی مشکل ہے۔ ان اہم قصبات و مواضعات میں پوکھریرا، فیض پور، باتھ اصلی، باڑا، کمّاں اور اَندولی کو بطورِ خاص پیش کیا جا سکتا ہے، جن کی زمینیں نہایت ہی مردم خیز واقع ہوئی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ شمالی بہار میں مسلک اعلیٰ حضرت کی خشت اول کی حیثیت سے جانی جانے والی شخصیت، وحید عصر، فرید دہر، یکتائے روزگار، عاشق اعلیٰ حضرت، حضرت شاہ عبد الرحمٰن محبّیؔ پوکھریروی علیہ الرحمہ والرضوان کی ہے۔ سرزمینِ پوکھریرا کی زرخیزی و شادابی سے ابھرنے والی عظیم ہستیوں میں حضرت مفتی عظیم الدین فاضل بہاری کا علمی قد بھی کافی بلند و بالا ہے۔ صوفیِ باصفا مولانا سید الزماں حمدوی کو کون بھول سکتا ہے۔ مولانا شبنم کمالی اپنی ایک الگ و منفرد شناخت و شخصیت کے مالک عالم و ادیب گزرے ہیں۔ یہ سب سرزمینِ پوکھریرا کی پیداوار ہیں۔

باتھ اصلی اور فیض پور کی بافیض سرزمین محدثِ اعظم بہار مولانا احسان علی فیض پوری، خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا رحیم بخش باتھوی اور مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن فیض پوری جیسی قد آور شخصیات کا مولد و مسکن اور مدفن یہی دونوں مقدس سرزمین ہیں جو اپنی گود میں سینکڑوں آفتاب و ماہتاب اور ہیرے جواہرات پالنے کا شرف رکھتی ہیں۔

باڑا میں شمس الاولیاء مولانا شمس الحق نوری اور حضرت مولانا صابر القادری کی شخصیتیں مرکزِ عقیدت ہیں، تو اندولی میں خطیبِ شہیر حضرت مفتی شبیر احمد زیر مزار ہیں، یوں ہی کمّاں اور کنہواں بھی اپنی زرخیزی کے لیے بے مثال ولاجواب ہیں۔

مجموعی طور پر قدیم وجدید علمائے سیتامڑھی کی فہرست ہزار سے متجاوز ہے۔ تاہم جلد اوّل جو اس سلسلے کا نقشِ اوّل ہے تقریباً ڈیڑھ سو اربابِ علم و دانش کا تذکرہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جلد دوم کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ بہت سے افراد جن کا تذکرہ ہمیں جلد اول میں کرنا تھا مگر کافی جستجو کے بعد بھی ہم حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ اگلی جلد میں ہم انھیں شامل اشاعت کریں گے۔

کتابوں کی تلاش، کتابوں میں درج حالات کو ڈھونڈ نکالنا اور حوالہ جات سے لکھ لینا نسبتاً آسان ہے۔ لیکن سینوں میں دفن حالات کو یکجا کرنا کافی مشکل ہے۔ اس پریشانی سے جو لوگ دو چار ہو چکے ہیں وہی ان کے آزار سے واقف ہیں۔ اس لیے اس موقع پر اپنی

پریشانیوں کا تذکرہ بے سود ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان کرم ہے کہ یہ غیر معمولی کام مجھ جیسے معمولی بے بضاعت شخص سے انجام پا سکا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کام میں مندرجہ ذیل حضرات شامل نہ ہوئے ہوتے اور ہر طرح سے میرا تعاون نہ کیا ہوتا تو گذشتہ ۱۵ رسالوں کی طرح اب بھی یہ کام طاقِ نسیاں کی زینت ہی ہوتا۔ وہ حضرات یہ ہیں جن کے شکریہ کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں:

(۱) مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ

(۲) مولانا اظہر القادری مصباحی سوتیہار ا سیتامڑھی

(۳) مولانا ارشاد عالم نعمانی دہلی

(۴) مولانا صابر رضا رہبر مصباحی پٹنہ

(۵) مولانا مفتی اشرف رضا قادری مہاراشٹر

(۶) مولانا مفتی علاء الدین قادری ممبئی

(۷) حافظ محمد شمس الحق رضوی لدھیانہ

(۸) مفتی محمد ذکاء اللہ رضوی پرتاپ گڑھ

(۹) مولانا ریحان رضا انجم بسفی، مدھوبنی

(۱۰) عزیزم مولانا احمد رضا صابری اندولوی (احمد گرافکس، پٹنہ)

پندرہ سال بعد کتاب کی اشاعت وطباعت کے اعلان سے بہت سے چہرے کھل اٹھے اور ہر چہار جانب سے اس کی پذیرائی ہوئی۔ کئی حلقوں سے تشجیعی کلمات موصول ہوئے اور بہت سے احباب نے دامے، درمے اس میں اپنی شمولیت کی پیش کش کی۔ ان سب کے تذکرے طویل ہو جائیں گے، راقم ان تمام حضرات کا شکر گذار ہے۔ البتہ محبّ محترم ہمدرد قوم وملّت حضرت حافظ محمد شمس الحق رضوی زید حبہٗ بانی و ڈائریکٹر مجلس فکر رضا، لدھیانہ کا ذکر نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی جنھوں نے کتاب کی ترتیب واشاعت کی خبر سن کر مسرت وشادمانی کا ایسے جذباتی انداز میں اظہار کیا جس کی عکاسی نہیں کی جا سکتی، نہ ان جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔ حتی کہ انھوں نے اس کی طباعت کا پورا صرفہ اٹھانے اور قلمی وفکری تحریک مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ کی طرف سے شائع کرنے کی پیش کش کی

ڈالی۔ چنانچہ کتاب انھیں کے خصوصی تعاون سے مجلس فکر رضا کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہورہی ہے۔ مولائے قدیر سے دعا ہے کہ وہ حافظ صاحب موصوف، ان کے والدین کریمین و جملہ برادران اور مجلس کے جملہ ارکان کو دونوں جہان میں سرخروئی و سربلندی عطا فرمائے۔ اور جملہ مقاصد دینی و دنیوی میں کامیابی و کامرانی بخشے۔ آمین، یارب العلمین۔

محبِّ مکرم ڈاکٹر امجد رضا امجد، عزیز گرامی مولانا ارشاد عالم نعمانی مصباحی مدیر مجلسِ فکرِ رضا، مولانا نور الہدیٰ مصباحی اور حافظ شمس الحق رضوی کی تحریریں بھی زینت کتاب ہیں، جس کے لیے وہ ہماری جانب سے شکریے کے مستحق ہیں۔

کتاب کی ترتیب کے تعلق سے کئی چیزیں راقمِ سطور کی نگاہ میں تھیں۔ لیکن اخیر میں طبیعت اسی جانب مائل ہوئی کہ ترتیبِ کتاب کے لیے حروفِ تہجی کا اعتبار کیا جانا مناسب ہے۔ چنانچہ ترتیب میں حروفِ تہجی کا ہی لحاظ رکھا گیا ہے تا کہ فرق مراتب کی گنجائش نہ رہے۔ کمپوز شدہ مواد اور اغلاطِ کتابت کی تصحیح پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور متعدد بار تصحیح کی گئی ہے۔ حتیٰ الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کمپوزنگ کی غلطی نہ رہنے پائے لیکن اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَ النِّسْیَان کے بموجب پھر بھی خطا کا احتمال باقی ہے۔ قارئینِ کرام! اگر معنوی یا لفظی کوئی غلطی پائیں تو برائے کرم براہِ راست صاحبِ کتاب سے رابطہ فرما کر اغلاط کی نشان دہی فرمائیں، اگلے ایڈیشن میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

وَالسَّلام مَعَ الاکرام

محمد الیاس مصباحی اندولی، سیتامڑھی

شیخ الحدیث: مدرسہ خانم جان عربک اسکول، اردلی بازار، وارانسی، (یوپی)

وضاحت: س کتاب میں آپ کو دو طرح کے مضامین ملیں گے۔ ایک تو وہ تذکرے جن میں ہمیں صرف زبانی روایات اور شواہد و واقعات فراہم کیے گئے اور ہم نے اُنھیں الفاظ و عبارات کا جامہ پہنایا اور یہ زیادہ تر ہیں۔ مگر کچھ تذکرے ہمیں ایسے بھی موصول ہوئے جنھیں صاحب تذکرہ نے خود تحریر کیا یا کسی سے تحریر کروایا اور کمپوز کر کے ارسال کیا۔ ہم نے اُن تحریروں میں ضروری حذف و اضافے کے بعد بعینہٖ شائع کر دیا ہے اور اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ (مصباحی)

گزارش

اس کتاب کی تاخیر طباعت کا سبب ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اب جب کہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یقیناً اسے ملاحظہ کر کے کچھ نظریں شادماں ہوں گی۔ جب کہ کچھ لبوں پر حرف شکایت آئے گا، اور یہ شکایت بھی بجا ہوگی۔ کیونکہ بہت سے حضرات جن کا تذکرہ ہمیں اس جلد میں شامل کرنا تھا لیکن وقت پر موصول نہ ہونے کے سبب ہم شاملِ اشاعت نہیں کر سکے ہیں۔ لیکن تلافی مافات کے لیے وہ تمام تذکرے وحالات جو ہمیں تاخیر سے موصول ہوئے یا اب موصول ہو رہے ہے، جن کی ضنامت تقریباً اتنے ہی صفحات پر مشتمل ہوگی عنقریب وہ جلد دوم بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی اور امید ہے کہ نقشِ ثانی، نقشِ اوّل سے کہیں بہتر ہوگا۔

اس سلسلے میں آپ سے مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ کے تعلق وروابطے میں ایسے عالم دین جن کا تذکرہ آپ کی دانست میں شامل اشاعت ہونا چاہیے اُن کے حالات معلوم کر کے مندرجہ ذیل تفصیلات کی روشنی میں ہمیں ارسال کر دیں، تاکہ یہ تاریخی دستاویز ہر طرح سے جامع اور مانع ہو۔

سوانحی خاکہ اس طرح مرتب کریں: • نام ونسب • تاریخ ولادت ومکمل پتہ • ابتدائی تعلیم تا انتہائی تعلیم • مع تاریخ فراغت • مخصوص اساتذہ اور ممتاز تلامذہ کے نام • بیعت وخلافت مع سن • تصنیف وتالیف • تدریسی وتعمیری وتنظیمی خدمات کی تفصیل مع تاریخ وسن • دیگر قابلِ ذکر کارنامے۔

اخیر میں اپنے اُن تمام اکابر واصاغر علمائے کرام (سیتامڑھی) سے دست بستہ عرض کریں گے کہ تذکرہ کے دوران اگر علمائے کرام کے القاب وخطابات میں کچھ تقصیر واقع ہوئی ہو، یا کوئی جملہ شان عالی کے مناسب نہ ہو تو عفو وصفح سے کام لیں گے اور کہیں اغلاط نظر آئیں تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں گے تاکہ اس کا تدارک کیا جاسکے۔

عرض گزار

محمد الیاس مصباحی

۴رشعبان المعظم ۱۴۳۴ھ/ ۱۳رمئی ۲۰۱۳ء

موبائل: 09984263892

الف

مفتی ابرار الحسن نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۴۶ء — وصال: ۱۴۳۰ھ)

ولادت و شجرۂ نسب: ابرار العلماء حضرت مولانا ابرار الحسن بن مولانا ظفر الحسن بن محمد اسماعیل کی ولادت ۲۰ رمئی ۱۹۴۶ء میں پوکھریرا شریف میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے اور دار العلوم رحمانیہ کے مؤقر اساتذۂ کرام سے پوکھریرا میں حاصل کی۔ پھر چند ماہ دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور، مظفر پور، بہار میں رہے۔ بعدہ اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف چلے گئے جہاں اجلہ علمائے کرام سے اپنی علمی تشنگی کی سیرابی حاصل کی اور اکابر علماء اہلسنّت کے ہاتھوں سے ۱۹۶۶ء میں دستار سے نوازے گئے اور سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔

اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذۂ کرام میں مفسرِ اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں، بحر العلوم سید افضل حسین مونگیری (سابق صدر المدرسین: دار العلوم مظفر اسلام، بریلی شریف)، محدث احسان علی مظفر پوری (سابق شیخ الحدیث: دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف)، مولانا جہانگیر رضوی، مفتی محمد سلیمان قادری ابراھیمی، مفتی کاظم علی بستوی (سابق ناظمِ اعلیٰ: دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، مظفر پور، بہار)، حافظ امان اللہ رحمانی، اور امین شریعت مفتی عبد الواجد قادری شامل ہیں۔

فراغت کے بعد ایک سال تک تحقیق و افتاء کی مشق و تدریب کی، پھر درس و تدریس سے منسلک ہوئے۔ تحقیق و افتا، درس و تدریس اور تقریر و خطابت میں اہلِ علم کے درمیان نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کچھ سالوں تک دار العلوم حامدیہ رحمانیہ پوکھریرا میں تدریس و افتا کی خدمت انجام دی۔ پھر ۱۹۷۴ء میں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں سرکاری ملازم ہو گئے۔

۱۹۷۹ء میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۲۰۰۸ء میں اسی عہدے پر رہتے ہوئے ریٹائر ہوئے۔

موصوف نے اپنے علاقہ وجوار میں خدمتِ دین، اشاعتِ سنیت، تحفظِ افکار و عقائد اہلِ سنّت اور اصلاحِ امت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کرر کھا تھا۔ ہر ایک کی دینی ضرورتوں میں کام آتے اور اوراد و وظائف کے بڑے پابند تھے۔ دعا و تعویذ نویسی میں بڑا اثر تھا۔ حج وزیارت کا عزم بالجزم اور پرشوق تیاری کر رہے تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا اور ۲؍ستمبر ۱۴۳۰ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اپنے محلہ کی مسجد کے جوار میں والد گرامی کے پہلو میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کے سب بچے ماشاء اللہ عالمِ دین ہیں اور خدمتِ اسلام وسنّیت کا جذبہ پیکر رکھتے ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان میں مفتی محمد احسن رضا قادری، فاضلِ درسِ نظامی، دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف بہترین عالم، عمدہ خطیب، مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا کے مفتی اور ساتھ ہی مدرسہ کی کمیٹی کے صدرِ اعلیٰ کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

بیعت و خلافت: تاجدار اہلسنّت حضور مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت رکھتے تھے جب کہ خلافت واجازت حضرت مولانا حافظ حمید الرحمٰن پوکھریروی سجادہ نشین آستانہ سرکار محبّی پوکھریرا شریف اور حضرت مولانا شاہ سبحان رضا سبحانی میاں سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ رضویہ بریلی شریف سے تفویض ہوئی تھی۔

مولانا ابوالکلام اشرفی مصباحی

(ولادت: ۱۹۷۲ء)

نام و نسب: مولانا محمد ابوالکلام اشرفی ابن محمد نبی جان رضوی ابن محمد ولی حسین ابن محمد حبیب مرحوم۔

ولادت: آپ ۲؍اپریل ۱۹۷۲ء کو موضع پپرادادن، تھانہ کنہولی، تحصیل سونبرسا، ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے دو کیلومیٹر جنوب میں واقع موضع

سرور پور کے پرائمری اسکول سے شروع کی۔ جہاں مولوی محمد سلیمان صاحب نے آپ کو بسم اللہ خوانی کرائی۔ پھر مدرسہ رحمانیہ مرپا میں مکتب کی تعلیم حاصل کی۔

فارسی کی بیشتر کتابیں مدرسہ رضویہ عین العلوم، کھٹونہ اور مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا، دھرمپور میں پڑھیں۔ ۱۹۸۳ء میں مولانا محمد علی اور مولانا محمد علاء الدین صاحبان کے توسط سے دار العلوم حنفیہ غریب نواز، بکاروا اسٹیل سٹی پہنچے اور ۱۹۸۶ء کے اوائل تک وہیں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۸۶ء کے وسط میں اہلِ سنت کی مشہور درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا رخ کیا۔ مگر متعینہ تاریخ امتحان تک نہ پہنچنے کے سبب جامعہ میں داخلہ نہ ہوسکا۔ آخرش مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم، خیرآباد چلے گئے اور سال بھر وہیں اساتذہ کرام سے مستفیض ہوئے۔ اور پھر ۱۹۸۷ء میں دوبارہ مبارکپور پہنچے اور داخلہ لینے کے بعد مسلسل پانچ سال تک چمنستانِ حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی خوشہ چینی کی۔ ۹/دسمبر ۱۹۹۱ء بموقعہ عرس حافظ ملت عدستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

رمضان المبارک میں جب گھر پہنچے تو والد گرامی کی خواہش ہوئی کہ ان کے پیر و مرشد حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں بھی حصول برکت کے لیے جائیں، چنانچہ شوال ۱۴۱۲ھ میں بارگاہِ رضا میں پہنچ کر جامعہ مظہرِ اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء بموقع عرس حامدی جیلانی دستار و سند تفویض ہوئی۔

درس و تدریس: مولانا ابوالکلام اشرفی ابھی دار العلوم منظر اسلام میں زیر تعلیم و تربیت ہی تھے کہ تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لیے فراغت سے کئی ماہ قبل حضرت مولانا نعیم اللہ خان (سابق صدر المدرسین: جامعہ منظرِ اسلام بریلی شریف) کے حکم اور حضرت مولانا احسن علی صاحب کے اصرار پر دار العلوم غوثیہ، نیوریا، حسین پور، پیلی بھیت تشریف لے گئے جہاں آپ نے ملاحسن، سراجی، شرح عقائد جیسی اپنے فن کی مشکل و منتہی کتابوں کا درس دیا۔

تعطیل میں گھر پہنچے تو والد گرامی کے ضعف و نقاہت اور وطن۔ سے دوری کی وجہ سے دوبارہ وہاں نہیں گئے۔ ایک اہم وجہ مولانا محمد یوسف صاحب کا جامعہ رضویہ سندر پور میں تدریس کے لیے اصرارِ پیہم بھی تھی جس کی وجہ سے پیلی بھیت واپسی نہ ہوسکی۔ شوال ۱۴۱۳ھ سے جامعہ رضویہ سندر پور میں آپ کی تقرری ہوئی اور ابھی دو سال ہی ہوئے تھے

کہ مدرسہ مذکور مالی بحران ودیگر کئی خلفشار کا شکار ہوا جس کے نتیجے میں ۱۴۱۵ھ میں سابقہ کئی مدرسین کے ہمراہ مولانا ابوالکلام بھی مستعفی ہوگئے۔

پھر کالج کی ملازمت کے لیے آپ نے تگ ودو شروع کی، جس کے نتیجے میں ۱۹۹۴ء کے اواخر میں ایم۔ کے کالج، مدھوبن، بھوتہی، ضلع سیتامڑھی میں بحیثیت لیکچرر، ملازمت مل گئی۔ جہاں ہفتہ میں چند ایام کالج کی ذمہ داری نبھاتے ساتھ ہی دارُالعلوم اسلامیہ رضویہ، مَلنکوا میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ ۷؍اپریل ۲۰۱۳ء سے مدرسہ خانم جان عربی اسکول، اَردلی بازار، وارانسی (یوپی) میں پرنسپل کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔

تعلیمی اسناد: فضیلت: الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، فاضلِ درسِ نظامی: دارُالعلوم منظرِ اسلام بریلی، عربی فارسی بورڈ اتر پردیش سے منشی، عالم اور فاضل، جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل، معلم، بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے وسطانیہ تا فاضل اور بی۔ آر۔ امبیڈکر بہار یونیورسٹی مظفر پور سے ایم۔ اے۔ فارسی وغیرہ۔ اِن اسناد سے آپ کے علمی ذوق وشوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اوصاف و خصوصیات: مولانا محمد ابوالکلام اشرفی کے اندر تعمیری جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ مذہبی امور میں پیش پیش رہتے ہیں۔ بہت متحرک، نہایت فعال ذہن ودماغ کے مالک ہیں۔ اپنے گاؤں پرادَادَن میں پھیلی ہوئی بہت سی گمراہیوں کا سدِّباب کرنا، مسلمانوں کے اندر ہندوانہ رسم ورواج کو مٹانا نیز اشرفی مسجد، پرادادن کی تعمیر آپ کا مثالی کارنامہ ہے۔ ایک درجن سے زیادہ مفید مضامین آپ کی یادگار ہیں۔

بیعت و وار دات: مخدوم الملّت سید شاہ محمد مختار اشرف سجادہ نشیں سرکار کلاں سے ۱۹۸۵ء میں بیعت ہوئے۔

محدّثِ اعظم بہار علامہ احسان علی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۳۱۶ھ — وصال: ۱۴۰۲/ ۱۹۸۲ء)

آپ ضلع سیتامڑھی کے مردم خیز بافیض علاقہ فیض پور کی عظیم پیداوار ہیں۔ واضح رہے کہ یہ گاؤں ۱۹۷۲ء میں سیتامڑھی کے ضلع بننے سے پہلے مظفر پور ضلع میں شامل تھا، اسی بنا پر

آپ ''محدث احسان علی مظفر پوری'' سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سن ولادت ۱۳۱۶ھ ہے۔

ابتدائی تعلیم کے لیے ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں داخلہ لیا اور حضرت علامہ ولی الرحمٰن ولی علیمی پوکھریروی جانشین حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ سے کافیہ، قدوری تک کی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۳۳۳ھ میں دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذۂ ماہرین حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری، حجۃ الاسلام حضرت مفتی حامد رضا قادری بریلوی، صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی اور حضرت نور الحسین فاروقی رامپوری علیہم الرحمہ والرضوان سے کتب درسیات پڑھیں اور اکتساب فیض کیا۔

آپ نے اس قدر محنت ولگن، کدوکاوش اور جانفشانی کے ساتھ تحصیل علم فرمایا کہ کچھ ہی عرصہ میں آپ اساتذۂ کرام کے منظور نظر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ علمی ذوق وشوق، اعلیٰ ذہانت، فہم وفراست اور شوق مطالعہ کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے ایک بار اپنی بارگاہ میں شرفیابی کی اجازت بخشی اور اپنے سر کا مقدس عمامہ اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر باندھا۔ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین وملت، امام احمد رضا قادری قدس سرّہٗ کے عرسِ چہلم کے موقع پر باوقار علما وصاحبانِ فضل وکمال اساتذہ کے مقدس ہاتھوں آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ آپ کے رفقائے درس میں شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت علامہ حشمت علی خان پیلی بھیت، مجاہد آزادئ ہند حضرت مفتی حامد علی فاروقی الہ آبادی کے اسمائے گرامی زیادہ نمایاں ہیں۔

فراغت کے معاً بعد اپنے مادرِ علمی دار العلوم منظر اسلام میں ۵/روپے ماہانہ تنخواہ پر مدرس ہوئے۔ اور تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک وہیں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ کی تدریسی صلاحیتوں کا شہرہ سن کر طالبان علوم نبویہ کشاں کشاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ درسگاہ کے علاوہ طلبہ آپ کی قیامگاہ پر بھی بھیڑ لگائے ہوئے رہتے۔ اور اپنے علم کا فیضان بانٹتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے کم وبیش ۵۰/سال تک مسند تدریس کو زینت بخشی جس میں تقریباً چالیس سال تک دار العلوم منظرِ اسلام کے ایک اہم علمی منصب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے اور قابل فخر یگانہ روزگار اور نادرِ دہر علماء کی جماعت پیدا کی۔

محدثِ اعظم بہار کی علمی اور تدریسی مہارت ولیاقت کے سلسلے میں دارُ العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے سابق مہتمم حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں رضوی (بانی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) کی مندرجہ ذیل تحریر خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے۔ جو انہوں نے ۱۴ر شوال ۱۳۶۴ھ کو محدّثِ اعظم بہار کی خدمات دینی وعلمی کے اعتراف میں سندو اعزاز کے طور پر قلم بند فرمایا تھا۔ مفتی تقدس علی خاں رضوی سابق مہتمم منظر اسلام تحریر فرماتے ہیں:

”باسمہ وسبحانہ!

میں آج مولوی احسان علی صاحب صدیقی مظفر پوری کو اُن کے حسن خدمات کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں کہ ان کے بائیس سالہ مدت ملازمت میں کوئی شکایت مسموع نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی ماہرانہ تعلیم سے کارکنان ہمیشہ خوش رہے۔ مولوی موصوف فنون متداولہ کے عالم ہی نہیں بلکہ ماہر بھی ہیں۔ اس دارُ العلوم میں عرصہ تک صدارت کے فرائض انجام دے چکے ہیں اور ان کا تدبّر، حسنِ انتظام قابلِ تعریف رہا۔ تعلیمی تجربہ نہایت عمدہ اور چال چلن بہت بہتر ہے۔“

تقدس علی خان رضوی

مہتمم: مدرسہ اہلِ سنت وجماعت دارُ العلوم منظر اسلام بریلی،

مورخہ ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۶۴ھ

(مضمون ’محدثِ بہار: احوال ومکتوبات‘ از: محمد ریحان رضا انجم مصباحی)

علمائے اہلِ سنّت میں پختہ مشق، صاحبِ درس، کثیر التلامذہ علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ سادہ وضع اور پرانی روایات کے اپنے عہد میں نمونہ تھے۔ درمیان میں ایک سال کے لیے مظفر پور کے مدرسہ انوار العلوم علیمیہ داموور پور میں صدر مدرس رہے۔ پھر حضرت مفسّر اعظم مولانا ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں کے اصرار پر منظر اسلام بریلی شریف واپس تشریف لے گئے اور تاحین حیات یہیں حدیث وتفسیر کی کتابوں کا درس دیتے رہے۔ آپ کے مشاہیر تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔ کچھ مخصوص تلامذہ اور فیض

یافتگان کی ایک مختصر فہرست تحریر کی جارہی ہے، جس پر نظر ڈالنے سے آپ کی جلالتِ علمی اور قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے:

۱۔ مفسّرِ اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں بریلوی (تجلیات تاج الشریعہ ص ۱۲۱)
۲۔ حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں، بریلی شریف (تجلیات تاج الشریعہ ص ۱۲۴)
۳۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری میاں، بریلی شریف (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۴۔ حضرت مولانا منان رضا خان منانی میاں، بریلی شریف (آفتاب وماہتاب، ص ۶۲۴)
۵۔ بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری (تجلیات تاج الشریعہ، ص ۱۲۲)
۶۔ حضرت مفتی محمد جہانگیر خان اعظمی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۷۔ حضرت مولانا مفتی انور علی بہرائچی (تجلیاتِ تاج الشریعہ، ص ۶۲۷)
۸۔ بلبلِ ہند حضرت مفتی رجب علی، نانپاروی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۹۔ خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۰۔ مبلغِ اسلام حضرت علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۱۔ فقیہِ اسلام حضرت مفتی عبدالواجد قادری دربھنگوی، ہالینڈ (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۲۔ حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی، نانپارہ (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۳۔ معمارِ ملّت حضرت مولانا شبیہ القادری، پوکھریرا، سیتامڑھی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۴۔ شمس الاولیاء حضرت علامہ شمس الحق باڑاوی، سیتامڑھی (مکتوب بنام مرتب)
۱۵۔ شیرِ بہار مفتی محمد اسلم رضوی، مقصود پور، مظفر پور (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۶۔ خطیبِ شہیر حضرت علامہ مفتی شبیر احمد صابر القادری، اندول، سیتامڑھی (مہد سے لحد تک، ص ۲۳)
۱۷۔ مفتی گجرات مولانا مفتی عزیز الرحمٰن حامدی فیض پوری (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)
۱۸۔ فقیہِ ملّت حضرت مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی ناگپوری (مکتوب بنام مرتب)
۱۹۔ شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، پاکستان (تذکرۂ علمائے اہلِ سنّت
۲۰۔ حضرت مولانا مظہر حسین رضوی، بدایوں (تجلیاتِ تاج الشریعہ، ص ۶۰۷)
۲۱۔ حضرت مولانا ملک محمد عارف اللہ بستوی (تذکرۂ علماء بستی، ص ۱۴۸)
۲۲۔ صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی (آفتاب وماہتاب، ص ۸۱)

۲۳۔ قاضی شریعت حضرت علامہ قاضی فضل کریم رضوی فیض پوری (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۱)

۲۴۔ حضرت علامہ مفتی انیس عالم سیوانی (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۱)

۲۵۔ حضرت مولانا نسیم الدین رضوی، مقصود پور، مظفر پور (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۲)

۲۶۔ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ انجم القادری، رودولی، سیتامڑھی (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۲)

۲۷۔ حضرت مفتی وجہ القمر رضوانی نانپوری، کٹک، اڑیسہ (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۲)

۲۸۔ حضرت مولانا مطیع الرحمٰن رضوی، کمہاروی (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۲)

۲۹۔ صاحبزادۂ محدث بہار حضرت مولانا فیضان علی رضوی فیض پوری، سیتامڑھی (آفتاب و ماہتاب، ص ۸۲)

۳۰۔ حضرت مولانا محمد شعیب رضوی باڑاوی، سیتامڑھی (مکتوب بنام مرتب)

۳۱۔ حضرت مولانا حافظ قمر الہدیٰ قائل رضوی، لہوریا، سیتامڑھی (مکتوب بنام مرتب)

۳۲۔ حضرت مولانا محمد جابر حسین، باڑا، سیتامڑھی (مکتوب بنام مرتب)

۳۳۔ حضرت مولانا محمد عباس اشرفی رودولوی (مکتوب مفتی اشرف رضا قادری)

حجۃ الاسلام حضرت مفتی حامد رضا قادری قدس سرہ سے آپ کو بیعت وخلافت اور تحریری اجازت نامہ حاصل تھا۔ محدثِ اعظم بہار اپنی بیعت کا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''دل میں خواہش تھی کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل کروں۔ مگر طالب علمی کا زمانہ بس یہ سوچ کر کے کہ حضرت کے ادارے میں زیر تعلیم ہیں، جب چاہیں گے یہ سعادت حاصل کرلیں گے کہ اُسی اثنا میں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا وصال ہوگیا۔ غم سے نڈھال بستر پر سویا، نیند آگئی۔ اعلیٰ حضرت سرکار خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: مغموم کیوں ہو، جاؤ میرے نائب حامد رضا سے بیعت ہوجاؤ، ان سے بیعت ہونا مجھ سے ہی بیعت ہونا ہے۔ جب خواب میں اعلیٰ حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تو دل کو حد درجہ تسلّی ہوئی۔ صبح اُٹھا اور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے ہاتھوں اپنے آپ کو بیچ دیا۔ مشفق ومہربان استاذ تو پہلے ہی سے تھے اب

روحانی مربی بھی ہو گئے۔'' (ص ۹۷، آفتاب و ماہتاب، از مولانا قمر الزماں مصباحی)

آپ کے دو صاحبزادے مولانا فیضان علی رضوی، جناب حفظان علی اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبِ کشف و کرامت بزرگ، مجذوب صفت درویش حضرت خاکی بابا مہنار شریف سے آپ کے بڑے اچھے مراسم تھے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور خاکی بابا کے مابین جو راہ و رسم، تحائف کا لین دین، استفتاء کی ترسیل و ایصال اور دونوں بزرگوں کے درمیان جو مراسلت ہوتی تو آپ ہی ان دونوں شخصیات کے بیچ تعلقات و روابط کی کڑی ہوا کرتے تھے۔

آپ کا وصال رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت مفتی محمد نسیم الدین رضوی نائب مہتمم جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور نے پڑھائی۔ آبائی وطن فیض پور میں گھر سے متصل ہی آپ کا مزار پر انوار بنا۔ ہر سال ۱۰ ر شوال کو عرس پاک کی تقریبات منائی جاتی ہیں۔ اور خلق خدا کی کثیر تعداد اکتساب فیض کر کے لوٹتی ہے۔

آپ کی تصنیف کا راقم الحروف کو کوئی علم نہیں ہو سکا۔ البتہ آپ تعویذ نویسی کا کام خوب کیا کرتے تھے اور اس میں کافی درک حاصل تھا۔ آپ کی بارگاہ کے ایک حاضر باش مولانا محمد انور علی نوری مجھٹی، سیتامڑھی نے راقم سطور سے بیان کیا کہ میں نے ایک سال مکمل حضرت محدث صاحب کی خدمت میں گزارا۔ اس درمیان میں نے دیکھا کہ حضرت کی نوشتہ ایک موٹی سی ذاتی بیاض تھی، جس میں عاملین و کاملین کے مخصوص اوراد و وظائف اور ہزار ہا عملیات و نقوش تھے۔ خصوصاً مجموعۂ اعمال اعلیٰ حضرت و مستخرجات مفتی اعظم ہند قدس سرہما اور خود اپنے مستخرجات آپ نے جمع کر رکھی تھی۔ اور حسب ضرورت اس سے افادہ عوام و خواص فرماتے تھے۔ صوفی اقبال احمد نوری صاحب، شمع شبستانِ رضا کے تحریر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''۶۴ ر استخارہ از علم الاعداد نقل از مجموعہ اعمال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عطا فرمودہ حضرت محدث احسان علی صاحب مدظلہ، مدرس مدرسہ منظر اسلام، بریلی۔'' (ص ۳۸، شمع شبستان رضا، حصہ دوم)

مولانا محمد احسان علی رضوی

(ولادت: ۷ رمئی ۱۹۵۸)

مولانا احسان علی رضوی کی پیدائش غالباً ۷ رمئی ۱۹۵۸ء کو ضلع سیتامڑھی کے ایک معروف گاؤں 'دھرہروا' میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم، قرآن کریم ناظرہ وغیرہ گاؤں کے مکتب میں مولانا محمد نورالہدیٰ شاہ پوری سے حاصل کی اور ابتدائی فارسی وعربی کی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم سسواکٹیا میں حضرت حنیفِ ملّت علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی ہوئی۔ بعدہٗ کچھ دنوں مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں رہ کر مولانا محبوب رضا روشن القادری، مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ اور سعدیِ زماں مولانا حامد حسین علیہ الرحمہ سے کسبِ فیض کیا اور متوسطات کی تعلیم مدرسہ فیض الغرباء آرہ میں مولانا ابراہیم و مولانا اسماعیل صاحبان سے حاصل کی۔ پھر بریلی شریف دار العلوم منظرِ اسلام مسجد بی بی جی میں داخلہ لیا اور مولانا تحسین رضا، مولانا مبین الدین امروہوی، مولانا محمد اعظم اور مولانا محمد ہاشم پورنوی جیسے کاملانِ فن سے استفادہ کیا۔ دورۂ حدیث کے سال آخر میں دار العلوم منظرِ اسلام میں داخلہ لے کر محدث احسان علی مظفر پوری، مولانا بلال احمد پورنوی اور تاج الشریعہ حضرت مولانا اختر رضا قادری ازہری سے بھی اخذ علم وفیض کر کے عرسِ حامدی کے موقع پر مجاہدِ ملّت و مفتی اعظم ہند قدس سرہما کی موجودگی میں دستارِ فضیلت و سندِ وقار و عزت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد مضافاتِ بریلی شریف کے ایک گاؤں میں تدریس وخطابت اور امامت سے منسلک ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد راجستھان کے ضلع جھالاواڑ، قصبہ ڈگ میں مسجد ومدرسہ کی خدمت پر مامور ہوئے۔

اسی دوران عرسِ رضوی میں بریلی شریف حاضر ہوئے جہاں سے مولانا غیاث الدین سہرساوی کے ایما پر کوسی کلاں چلے گئے اور منڈاولی مسجد میں خطیب وامام مقرر ہوئے۔ لیکن وہاں کا ماحول اچھا نہیں تھا۔ سنیت دَم توڑ رہی تھی، بد مذہبیت کا زور تھا۔ ہر مسجد میں تبلیغی

جماعت کا دھڑلے سے ورود ہوتا۔ اگر سنّی عوام کسی جلسے، جلوس کا اہتمام بھی کرتے تو بدمذہب اسے سبوتاژ کردیتے۔ لیکن مولانا موصوف نے چند سنّی احباب کی مدد سے اگلے سال ربیع النور شریف کے موقع پر شاندار جلسے کا اہتمام کیا اور جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد ڈالی۔ متعدد رُکاوٹوں اور ہزار مخالفتوں کے باوجود آپ نے کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد تو ہر سال ہی جلوس و جلسے کا اہتمام و انتظام بڑھتا گیا جو ہنوز جاری ہے۔ بلکہ اب تو پچاسوں ہزار کی تعداد میں عوام و خواص شریکِ جلوسِ محمدی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوسی کلاں و قرب و جوار میں اہلِ سنّت و جماعت کی اکثریت ہے۔

فی الوقت دسیوں مساجد میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مبلغین سنّی امام ہیں حالاں کہ اس راہ میں کئی بار آپ کو بڑی پریشانیاں بھی جھیلنی پڑیں، لیکن بہر حال حق کو سربلندی حاصل ہوئی اور اہلِ حق کو غلبہ ملا۔ یہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

مولانا احسان علی رضوی بڑے بے تکلف، ملنسار اور بامروّت انسان ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے سے تواضع و انکساری کا معاملہ فرماتے ہیں۔ آپ فی الوقت مدرسہ مصباح العلوم مجولیا بازار، ضلع سیتامڑھی میں نورِ علم بکھیر رہے ہیں۔

موصوف کو بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا موقع نصیب ہوا اور وہیں آپ کی غلامی میں داخل ہوئے۔

مفتی محمد احسن رضا قادری

(ولادت: ۱۹۷۶ء)

ولادت و شجرہ، نسب: مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری ابن مفتی ابرار الحسن نوری ابن مولانا ظفر الحسن ابن محمد اسمٰعیل ابن فرزند علی متوطن ''کاشانہ ابرار'' باتھ اصلی، وایا رائے پور ضلع، سیتامڑھی، اپنے نانیہال موضع بیلا بیرار ضلع سیتامڑھی میں ۱۱ر فروری ۱۹۷۶ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: بسم اللہ خوانی کی رسم اپنے دروازہ پر جملہ بااثر اہل خاندان بشمول والد ماجد کی موجودگی میں جدِّ کریم حضرت مولانا ظفر الحسن قادری کے پاس ادا فرمائی۔ گھر پر ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں وہاں کے اساتذہ وشیوخ سے مشکوٰۃ شریف، جلالین تک پڑھا۔ پھر دارُ العلوم علیمیہ انوارُ العلوم مظفر پور اس کے بعد دارُ العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف پہنچے اور درسِ نظامی کی منتہی کتابوں کی تحصیل و تکمیل کی۔ منظرِ اسلام بریلی شریف ہی سے ۱۹۹۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

پھر ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۵ء اپنے والد ماجد سے افتاء کی تربیت لی اور اس کے بعد تین سال ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۸ء ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں رہ کر فقید النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر پورنوی سے فقہ وافتاء کی باریکیاں سیکھیں۔

درس و تدریس: درس وتدریس کا آغاز مدرسہ محمدیہ رضویہ مدھوبن ضلع مشرقی چمپارن سے کیا۔ پھر باتھ اصلی کے مدرسہ رحیمیہ اقبالیہ میں چند سال تدریسی خدمات انجام دیں اور اب مدرسہ نورُ الہدیٰ پوکھریرا میں بحیثیت مفتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ نیز مدرسہ نور الہدیٰ کی کمیٹی کے صدر اعلیٰ کے منصب جلیل پر بھی فائز ہیں۔

وعظ و خطابت: مفتی احسن رضا قادری نوجوان علما میں فقہ سے خصوصی دلچسپی کے ساتھ دیگر کئی علوم وفنون میں اچھی معلومات رکھتے ہیں۔ خطابت وزور بیانی بہت عمدہ ہے۔ ملک کے طول وعرض میں تبلیغی جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کر کے دعوت وتبلیغ کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دے رہے ہیں۔

تحریر و قلم: تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ کئی مفید مضامین ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف وغیرہ میں شائع ہوئے نیز رد بدعقیدگی پر انکشافِ حق کے طور پر آپ کی کتاب ''افشائے راز'' آپ کی تحریری خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بیعت و خلافت: تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری بریلی شریف سے بیعت ہیں جب کہ پیرِ طریقت حضرت مولانا قادری پوکھریروی سے جملہ سلاسل مقدسہ کی خلافت واجازت مورخہ ۱۹؍اپریل ۲۰۱۲ء کو دارُ العلوم قادریہ پوکھر ٹولہ بسفی، مدھوبنی بہ موقع ''عظمتِ مصطفیٰ کانفرنس'' میں تفویض ہوئی۔

مولانا اختر رضا نوری

(ولادت: ۱۹۵۹ء)

نام و نسب: مولانا اختر رضا نوری ابن محمد عابد حسین ابن گلاب میاں ابن محمد منگل ابن موسیٰ میاں مرحوم کی ولادت سیتامڑھی، نانپور کے بلاک کے ایک معروف موضع 'برھمول' میں ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔ آپ کا ننہال موضع بنول، سیتامڑھی ہے۔ آپ کے نانا حاجی عبدالحلیم مرحوم علاقے کے بااثر شخصیت میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت: رسم بسم اللہ خوانی اپنے آبائی گاؤں ہی میں دادا میاں جناب محمد گلاب میاں کے ذریعے ہوئی۔ پھر علاقے کے مختلف مکاتب و مدارس میں تحصیلِ علم کے بعد مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں داخلہ لیا، جہاں فوقانیہ تک حضرت مفتی مطیع الرحمٰن نوری علیہ الرحمہ پوکھریروی، مفتی سلیمان علیہ الرحمہ باتھ اصلی کے زیر درس تعلیم و تربیت کا حصول کیا۔ یہاں آپ کے احباب میں مفتی اشرف رضا مصباحی (باتھ اصلی)، مولانا علی حسن رضوی (موہنی)، مولانا غلام مرتضیٰ رضوی (محمد پور)، مولانا وجہ القمر رضوی (قاضی کٹک، اڑیسہ)، مولانا غلام مصطفیٰ انجم القادری (بنگلور) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پھر درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے آپ مرکزِ اہلِ سنّت بریلی شریف میں دارالعلوم منظرِ اسلام میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے مندرجہ ذیل اساتذۂ علم وفن واساطینِ درس وتدریس کی بارگاہِ بافیض میں زانوئے تلمذ تہہ کیا:

(۱) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ، (۲) فاضلِ معقولات و منقولات حضرت مفتی جہاں گیر فتح پوری اعظمی علیہ الرحمہ (۳) علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری، بریلی شریف (۴) حضرت مفتی محمد صالح رضوی علیہ الرحمۃ (۵) استاذ الفقہاء حضرت قاضی عبدالرحیم بستوی (سابق صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف) (۶) حضرت مولانا بلال احمد نوری پورنوی (۷) حضرت مولانا سید عارف حسین رضوی نانپوری (۸) شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ قادری، موجودہ صدر المدرّسین مرکز الدراسات جامعۃ الرضا، بریلی شریف وغیرہ۔ اسی مرکزِ علم وفن سے ۳؍مارچ ۱۹۸۳ء کو آپ

نے "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" کا خلعتِ افتخار اور دستارِ علم وفضیلت حاصل کیا۔

درس و تدریس: تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد آپ نے مختلف جگہوں پر درس وتدریس کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی کثیر ہے لیکن ان کا ریکارڈ محفوظ نہیں ہے۔ آپ نے جن اداروں میں تدریسی ذمہ داریاں انجام دیں ان کے نام بالترتیب یہ ہیں:

(۱) ظہیر المدارس، اُدے پور، راجستھان (۲) عزیز العلوم، قصبہ ارنودھ، ضلع چتوڑگڑھ (۳) مدرسہ اصلاح المسلمین، جان پور (۴) مدرسہ غوثیہ انوار العلوم، منیر آباد، جان پور (۵) مدرسہ تعلیم القرآن، شریف گنج، گوری، سیتامڑھی۔ فی الحال اپنے ہی گاؤں کے ادارے مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین برڈھمول میں ۲۰۱۲ء سے سکریٹری کے عہدے پر فائز ہیں اور اس ادارے کی تعمیر وترقی اور ساتھ ہی 'رضا مسجد' کی تعمیر وترقی کے لیے تگ و دو فرما رہے ہیں۔ اللہ ان کے عزم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔

بیعت و اجازت: دار العلوم منظرِ اسلام میں تحصیلِ علم کے دوران مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفی رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر ۱۴؍ مارچ ۱۹۷۸ء کو بیعت ہوئے۔ مفتی اعظم ہند آپ سے بے پناہ محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے پیر و مرشد سے والہانہ وابستگی ہے۔ جب بھی آپ اپنے مرشد گرامی کا ذکر کرتے ہیں ایک عجیب اُنسیت ومحبت اور عقیدت ووارفتگی کی کیفیت سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ پیر و مرشد نے آپ کو مختلف اوراد و وظائف اور دلائل الخیرات شریف کی تحریری اجازت بھی عطا فرمائی۔

عقدِ مسنون: ۱۹۷۵ء میں سوتیا کٹیا، ضلع دربھنگہ میں محمد محسن صاحب کی دخترِ نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا، جن سے آٹھ اولادیں ہیں۔ پانچ صاحبزادے، تین صاحبزادیاں۔ صاحبزادوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: (۱) محمد رضا برکاتی (۲) احمد رضا (۳) حامد رضا (۴) شاہد رضا (۵) مشاہد رضا۔

بڑے صاحبزادے حافظ و قاری محمد رضا قادری برکاتی (ولادت: ۷؍ اگست ۱۹۴۸ء) باضابطہ حافظ وقاری اور مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی سے بی اے پاس ہیں۔ انھوں نے جامعہ ضیائیہ فیض الرضا دوری، سیتامڑھی سے ۱۹۹۷ء میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر

جامعۃ الغوثیہ خواجہ غریب نواز اندور سے ۱۹۹۹ء میں قرأت کی تکمیل کی۔ اس کے بعد حیدر آباد گئے اور یہاں مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی سے ۲۰۰۸ء میں بی اے اُردو کا کورس کیا۔ مختلف جگہ تدریس و امامت کے فرائض انجام دینے کے بعد فی الحال مرکزی سنی نوری جامع مسجد شیو پوری، لدھیانہ میں نائب امام کے عہدے پر فائز ہیں اور اسی مسجد سے متصل ادارے دار العلوم رضویہ مجددیہ، شیو پوری، لدھیانہ میں تدریس سے بھی وابستہ ہیں۔ خانقاہِ عالیہ برکاتیہ کے صاحبِ سجادہ حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہیں۔

ان کے علاوہ دو صاحبزادے برسرِ روزگار ہیں، جب کہ باقی دو صاحبزادے ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔

اکابرین اہلِ سنّت کی زیارت: آپ نے جن اکابرینِ اہلِ سنّت کی زیارت کی ہے اور جن سے مختلف مواقع پر استفادہ فرمایا اُن کے اسما حسبِ ذیل ہیں:

- مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفی قادری، بریلی شریف
- مفتی مالوہ حضرت مولانا حبیب یار خاں، اِندور
- حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز محدث مراد آبادی
- برہانِ ملّت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری
- خطیبِ مشرق حضرت مولانا مشتاق نظامی، الہ آباد
- مجاہدِ دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی
- بلبلِ ہند حضرت مولانا رجب علی نان پاروی
- مشاہدِ ملت حضرت مولانا مشاہد رضا خاں، پیلی بھیت
- پیرِ طریقت حضرت مولانا کلیم اشرف جائسی
- ریحانِ ملّت حضرت مولانا ریحان رضا قادری، بریلی شریف
- مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری، اڑیسہ
- قائدِ اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری

خصوصیات: آپ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند اور حسنِ اخلاق کے پیکر ہیں۔

ایک عرصے سے آپ نے خدمتِ دین اور اشاعتِ سنّیت کے لیے اپنے علاقہ کو منتخب فرمایا ہوا ہے۔ علاقے کی تعلیمی پسماندگی کو دُور کرنے میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اپنے وطن موضع بڑھمول اور مضافات میں آج جو سنّیت محفوظ ہے اس میں دیگر علما کے ساتھ آپ کا کردار زرّیں حروف سے قلمبند کیے جانے کے لائق ہے۔

وعظ و خطابت: اشاعتِ سنّیت و مسلکِ اعلیٰ حضرت سے آپ کو دلی لگاؤ ہے۔ چناں چہ اس کے لیے آپ ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں۔ علاقہ و قرب و جوار میں جہاں بھی آپ کو کسی دینی ضرورت کے لیے مدعو کیا جاتا ہے آپ پوری خندہ پیشانی کے ساتھ وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ علاقے میں آپ کی مقبولیت، عزت اور شہرت بھی قابلِ رشک ہے۔ آپ کے وعظ و خطابت میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ تاثیر عطا فرمائی ہے۔ مجلسِ وعظ میں آپ کی گفتگو کی متانت اور لہجے کی سنجیدگی آپ کی گفتگو کی جاذبیت میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ جس موضوع پر خطاب کرتے ہیں اس کے جملہ پہلوؤں کو سامعین کے گوش گزار کرتے ہیں۔ آپ کی گفتگو کے دوران سامعین و ناظرین مکمل طور سے محوِ سماعت ہوتے ہیں۔ آپ کی ہر دل عزیزی کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ بیشتر پروگرام میں مدعو کیے جاتے ہیں اور آپ کی تقریر محفل کی آخری تقریر ہوتی ہے۔ آپ کی تقریر کا خصوصی ہدف اصلاحِ معاشرہ ہوتا ہے۔ معاشرے میں پھیلی بے راہ روی کی اصلاح ہی پر آپ کی پوری گفتگو مرکوز ہوتی ہے۔ اس کے لیے آپ قرآن و حدیث کے ساتھ بزرگانِ دین و اسلافِ کرام کے سبق آموز واقعات و حکایات کو بھی بڑے دل نشیں انداز میں پیش فرماتے ہیں۔

حافظ اخلاق احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۵۲-۱۹۵۱ — وصال: ۱۸ رشوال ۱۴۲۹ھ)

ولادت و شجرۂ نسب: ضلع سیتامڑھی کی غیر معروف بستی کھرساہا پوسٹ لہوریا میں طبیبِ ملّت حضرت حافظ اخلاق احمد قادری علیہ الرحمہ والرضوان بیسویں صدی کے نصف آخر میں پیدا ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق ۵۲-۱۹۵۱ء میں حضرت طبیبِ ملّت حافظ اخلاق احمد بن حافظ اسحاق احمد بن صوفی چولھائی میاں بن مراد میاں کی

ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت: حضرت طبیبِ ملّت کی ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کے کچھ پارے کا حفظ والد بزرگوار ہی کے پاس ہوئی۔ پھر آپ تکمیلِ حفظ کے لیے ضلع سیتامڑھی کے معروف ومشہور ادارے جامعہ اسلامیہ رضاء العلوم کنہواں تشریف لے گئے اور حفظ کی دستار اسی دار العلوم سے حاصل کی۔ کثرتِ مشاغل اور خاندانی ذمہ داریوں کے سبب اور سر سے والد بزرگوار کا سایہ اُٹھ جانے کے باعث آپ درسِ نظامی مکمل نہیں کر سکے، لیکن چونکہ فطرتاً محققانہ ذوق رکھتے تھے اس لیے تدریسی خدمت کے ساتھ کثرتِ مطالعہ کے ذریعہ مسائلِ شرعیہ کی واقفیت حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ علما کی مجلسوں میں علمی گفتگو کرتے اور بسا اوقات سوال کرتے تو لوگ حیرت زدہ رہ جاتے، مگر خود اخیر میں اس کا جواب مرحمت فرماتے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ تزکیۂ نفس کی بنا پر رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک کو علومِ ظاہری وباطنی کا مخزن بنا دیا تھا۔

درس و تدریس: آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۷۱ء میں مدرسہ راجپور مغربی چمپارن بہار سے ہوا۔ آپ کے طریقۂ تدریس کی شہرت پورے مدرسہ میں اس قدر پھیلی کہ مدرسہ کے جملہ طلبہ کی یہی خواہش ہوتی کہ کاش میرا بھی درس حافظ اخلاق احمد کے یہاں ہوتا۔ پورے علاقہ میں آپ کی تدریسی لیاقت کا شہرہ پھیل گیا اور دور دراز مقامات سے طلبہ آنے لگے، مگر کچھ ناگزیر اسباب کی بنا پر آپ کو یہاں سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپ نے مہن پور ضلع مظفر پور میں اپنے انوکھے انداز میں درس کا سلسلہ شروع کیا، جہاں شراب نوشی کا یہ عالم تھا کہ لوگ شراب میں میں مثل دودھ روٹیاں ڈبو کر کھا۔تے تھے۔ مگر آپ نے تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ کا کام اس قدر مستحکم انداز میں انجام دیا کہ بھٹکے ہوئے لوگ راہِ راست پر آ گئے۔ لیکن پھر نامساعد حالات سے دوچار ہو کر سمرا ضلع مظفر پور آ گئے اور ''دار العلوم ملّتِ اسلامیہ'' قائم کر کے تاحیات تدرس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے اور اس ادارہ کی تعلیمی اور تعمیری ترقی کے لیے کوشاں رہے۔

دین کا درد آپ کے قلبِ مبارک میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تمام تر مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود آپ دینی خدمت سے سرِ مو منحرف نہیں ہوئے اور

زندگی کی آخری سانس تک درس و تدریس اور اصلاحِ معاشرہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایک ایسے علاقے میں جہاں جہالت تھی وہاں آپ نے ۱۹۸۱ء میں دار العلوم ملّت اسلامیہ سمرا مظفر پور قائم کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے یہ عظیم ادارہ ایسی جگہ قائم کیا جو واقعی اللہ تبارک و تعالیٰ کا منتخب کیا ہوا تھا۔ اس علاقے میں برائیاں اس قدر رواج پا چکی تھیں کہ بلا کراہت و ندامت لوگ کبائر و صغائر انجام دیا کرتے تھے۔ بات بات پر زبان سے کفریہ کلمات نکالنا اور کثرتِ شراب نوشی ان کا معمول تھا۔ پورا معاشرہ جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دور دور تک کوئی عالم یا حافظ دیکھنے تک کو نہیں ملتے۔ لوگ دینی تعلیم سے اس قدر بے تعلق ہو گئے تھے کہ عالم، حافظ کی اصطلاح تک نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت طبیبِ ملّت خود بیان کرتے ہیں کہ:

جب علاقہ میں تعلیمی دورہ کرتا اور لوگوں کے بچوں کو مدرسہ میں پکڑ کر لاتا تو ان کے والدین کہتے حضرت! آپ میرے بچے کو کیوں لے جا رہے ہیں، تو آپ ان کی تسکینِ قلب کے لیے فرماتے آپ کا لڑکا پڑھ لکھ کر حافظ، قاری، عالم بنے گا، تو وہ بڑی سادگی سے عرض کرتے کہ یہ عالم اور حافظ کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ انھیں بڑی محبت سے دینی تعلیم اور علما و حفاظ کی اہمیت سمجھاتے۔ یہاں کثیر اختلاف کے باوجود آپ نے ہمّت نہیں ہاری اور مدرسہ کی علمی و تعمیری ترقی میں بغیر ذاتی مفاد کے ہمہ تن مصروف رہے۔ اس مدرسہ میں جماعت سادسہ تک کی تعلیم مع قیام و طعام حسنِ نظم و نسق کے ساتھ اتنی منظم اور باقاعدہ ہونے لگی کہ یہ مدرسہ ریاست بہار میں بڑی امتیازی خصوصیت کا ادارہ بن گیا اور اس کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی جس کے نتیجے میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور نیپال تک کے تشنگانِ علومِ نبویہ کا ازدہام دار العلوم میں امنڈ پڑا۔ کچھ عرصہ بعد دار العلوم کے مختصر کمرے ان طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے تنگ پڑنے لگے جس کے سبب بہت سے متعلمین کو مجبوراً واپس جانا پڑتا تھا۔ یہ حضرت طبیبِ ملّت کی رات دن کی محنت و مشقت اور خلوص کا ثمرہ ہی ہے کہ اس علاقے میں آج کثیر تعداد میں علما و حفاظ نظر آتے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ حضرت طبیبِ ملّت کے انتقال کے بعد یہ ادارہ ذاتی مفادات اور گندی سیاست کا شکار ہو گیا اور بہت سے مخلص اساتذہ نے اس ادارے سے خود کو دستبردار کر لیا۔

بیعت و خلافت: والد بزرگوار نے آپ کو ایامِ طفولیت میں ہی پابندِ شرع بنا دیا تھا۔ آپ ابتدا سے ہی صوفیانہ مزاج رکھتے تھے۔ لوگوں کی اصلاح کی خاطر پوری زندگی وقف کردی۔ کسی کے غلط فعل پر اصلاح فوری کیا کرتے تھے اگرچہ کم عقل لوگ آپ کے اس طرزِ عمل سے نالاں رہا کرتے تھے، مگر آپ شریعت کے اس قدر پابند تھے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی کو خلافِ شرع کوئی عمل کرتے برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بااثر گفتگو سے نوازا تھا۔ جب بھی کسی کو خلافِ شرع کام سے روکتے، آپ کے پرتاثیر انداز کی وجہ سے مثبت نتیجہ برآمد ہوتا۔

خاندانی روایات کے مطابق آپ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی طرف گامزن ہوئے اور ۱۹۶۹ء میں بسڈیلہ ضلع بستی میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اوائل میں باطنی علوم کا اکتساب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہی کیا، بعد ازاں سفر کی طوالت کی وجہ سے مفتی صاحب کے اجازت نامہ کے ساتھ سرکار سرکانہی کے مقرب خلیفہ شیخ طریقت الحاج الشاہ یوسف علی تیغی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کو اجازت تو مل گئی ہے مگر مجھے بالمشافہ نہیں ملی ہے۔ اسی دوران کلکتہ کی ایک کانفرنس میں دونوں عظیم شخصیات مجتمع ہوئیں تو شاہ یوسف علی تیغی نے اُس اجازت نامہ کے متعلق مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے تصدیق چاہی۔ آپ نے تصدیق کے ساتھ مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

بابو حافظ اخلاق کے علاوہ آپ ہمارے تمام مریدین اور خلفا کو جو اس علاقہ کے باشندے ہیں، انھیں علومِ باطنی دے کر اجازت مرحمت کرسکتے ہیں۔

اس بالمشافہ اجازت کے بعد جلالۃ المشائخ نے طبیبِ ملّت کو مزید علومِ باطنی دے کر خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت طبیبِ ملّت کو خلافت ۱۹۸۴ء اور اجازت ۱۹۸۶ء میں عطا ہوئی۔ بعدِ اجازت آپ اپنے مریدین اور متوسلین کو تزکیۂ نفس اور صفائے قلب کا باطنی درس تاحیات دیتے رہے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد ہے جو مظفرپور، سمستی پور، ویشالی، سیتامڑھی اور نیپال کے علاوہ ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

زندگی کی آخری سانس تک درس و تدریس اور اصلاحِ معاشرہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایک ایسے علاقے میں جہاں جہالت تھی وہاں آپ نے ۱۹۸۱ء میں دار العلوم ملّت اسلامیہ سمرا مظفر پور قائم کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے یہ عظیم ادارہ ایسی جگہ قائم کیا جو واقعی اللہ تبارک و تعالیٰ کا منتخب کیا ہوا تھا۔ اس علاقے میں برائیاں اس قدر رواج پا چکی تھیں کہ بلا کراہت و ندامت لوگ کبائر و صغائر انجام دیا کرتے تھے۔ بات بات پر زبان سے کفریہ کلمات نکالنا اور کثرتِ شراب نوشی ان کا معمول تھا۔ پورا معاشرہ جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دور دور تک کوئی عالم یا حافظ دیکھنے تک کو نہیں ملتے۔ لوگ دینی تعلیم سے اس قدر بے تعلق ہو گئے تھے کہ عالم، حافظ کی اصطلاح تک نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت طبیبِ ملّت خود بیان کرتے ہیں کہ:

جب علاقہ میں تعلیمی دورہ کرتا اور لوگوں کے بچوں کو مدرسہ میں پکڑ کر لاتا تو ان کے والدین کہتے حضرت! آپ میرے بچے کو کیوں لے جا رہے ہیں، تو آپ ان کی تسکینِ قلب کے لیے فرماتے آپ کا لڑکا پڑھ لکھ کر حافظ، قاری، عالم بنے گا، تو وہ بڑی سادگی سے عرض کرتے کہ یہ عالم اور حافظ کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ انھیں بڑی محبت سے دینی تعلیم اور علما و حفاظ کی اہمیت سمجھاتے۔ یہاں کثیر اختلاف کے باوجود آپ نے ہمّت نہیں ہاری اور مدرسہ کی علمی و تعمیری ترقی میں بغیر ذاتی مفاد کے ہمہ تن مصروف رہے۔ اس مدرسہ میں جماعت سادسہ تک کی تعلیم مع قیام و طعام حسنِ نظم و نسق کے ساتھ اتنی منظم اور باقاعدہ ہونے لگی کہ یہ مدرسہ ریاست بہار میں بڑی امتیازی خصوصیت کا ادارہ بن گیا اور اس کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی جس کے نتیجے میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور نیپال تک کے تشنگانِ علومِ نبویہ کا ازدہام دار العلوم میں امنڈ پڑا۔ کچھ عرصہ بعد دار العلوم کے مختصر کمرے ان طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے تنگ پڑنے لگے جس کے سبب بہت سے متعلمین کو مجبوراً واپس جانا پڑتا تھا۔ یہ حضرت طبیبِ ملّت کی رات دن کی محنت و مشقت اور خلوص کا ثمرہ ہی ہے کہ اس علاقے میں آج کثیر تعداد میں علما و حفاظ نظر آتے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ حضرت طبیبِ ملّت کے انتقال کے بعد یہ ادارہ ذاتی مفادات اور گندی سیاست کا شکار ہو گیا اور بہت سے مخلص اساتذہ نے اس ادارے سے خود کو دستبردار کر لیا۔

بیعت و خلافت: والد بزرگوار نے آپ کو ایامِ طفولیت میں ہی پابندِ شرع بنا دیا تھا۔ آپ ابتدا سے ہی صوفیانہ مزاج رکھتے تھے۔ لوگوں کی اصلاح کی خاطر پوری زندگی وقف کردی۔ کسی کے غلط فعل پر اصلاح فوری کیا کرتے تھے اگرچہ کم عقل لوگ آپ کے اس طرزِ عمل سے نالاں رہا کرتے تھے، مگر آپ شریعت کے اس قدر پابند تھے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی کو خلافِ شرع کوئی عمل کرتے برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بااثر گفتگو سے نوازا تھا۔ جب بھی کسی کو خلافِ شرع کام سے روکتے، آپ کے پرتاثیر انداز کی وجہ سے مثبت نتیجہ برآمد ہوتا۔

خاندانی روایات کے مطابق آپ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی طرف گامزن ہوئے اور ۱۹۶۹ء میں بسڈیلہ ضلع بستی میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اوائل میں باطنی علوم کا اکتساب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہی کیا، بعد ازاں سفر کی طوالت کی وجہ سے مفتی صاحب کے اجازت نامہ کے ساتھ سرکار سرکانہی کے مقرب خلیفہ شیخ طریقت الحاج الشاہ یوسف علی تیغی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کو اجازت تو مل گئی ہے مگر مجھے بالمشافہ نہیں ملی ہے۔ اسی دوران کلکتہ کی ایک کانفرنس میں دونوں عظیم شخصیات مجتمع ہوئیں تو شاہ یوسف علی تیغی نے اُس اجازت نامہ کے متعلق مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے تصدیق چاہی۔ آپ نے تصدیق کے ساتھ مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

بابو حافظ اخلاق کے علاوہ آپ ہمارے تمام مریدین اور خلفا کو جو اس علاقہ کے باشندے ہیں، انھیں علومِ باطنی دے کر اجازت مرحمت کرسکتے ہیں۔

اس بالمشافہ اجازت کے بعد جلالۃ المشائخ نے طبیبِ ملّت کو مزید علومِ باطنی دے کر خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت طبیبِ ملّت کو خلافت ۱۹۸۴ء اور اجازت ۱۹۸۶ء میں عطا ہوئی۔ بعدِ اجازت آپ اپنے مریدین اور متوسلین کو تزکیۂ نفس اور صفائے قلب کا باطنی درس تاحیات دیتے رہے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد ہے جو مظفرپور، سمستی پور، ویشالی، سیتامڑھی اور نیپال کے علاوہ ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

عند الشیخ اہمیت: جلالۃ المشائخ حضرت طبیبِ ملّت الحاج الشاہ یوسف علی تیغی علیہ الرحمہ کے تمام خلفا میں حضرت طبیبِ ملّت اقرب ترین تھے اور عند الشیخ جو اہمیت آپ کی تھی وہ کسی اور خلیفہ کو نہ تھی۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگ حضرت شاہ یوسف علی تیغی کے پاس بیعت ہونے کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے اور بیعت کی درخواست کی تو آپ نے ان لوگوں کو حضرت طبیبِ ملّت سے مرید ہونے کے لیے فرمایا۔ اس پر چند لوگ نے جن میں حضرت شاہ یوسف کے خلفا بھی تھے آپ سے عرض کیا کہ: حضور یہ لوگ خاص آپ سے مرید ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: آپ لوگ حافظ اخلاق سے مرید ہو جائیں، ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت طبیبِ ملّت سے لوگوں کو مرید کروانا اور مزید مذکورہ بالا قول سے عند الشیخ آپ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہ جناب حاجی صفدر علی ساکن رتوارہ مظفر پور ہیں۔

طبیبِ ملّت: آپ اپنے ذاتی نام ''اخلاق'' سے اسم بامسمّٰی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے معروف خطاب ''طبیبِ ملّت'' کے بھی صحیح مصداق تھے۔ آپ ہومیو پیتھک کے ماہر ڈاکٹر ہونے کے ساتھ روحانی طبیب بھی تھے۔ جب آپ دوائیں تجویز کرتے تو ہومیو پیتھک کے بڑے بڑے ڈاکٹر متحیر رہ جاتے تھے۔ آپ لاعلاج مریضوں کو معمولی جڑی بوٹیوں سے تندرست کر دیتے تھے۔ یہ بھی آپ پر رب تعالیٰ کا عظیم احسان تھا کہ اس علاقہ کے ڈاکٹر خود اپنے مریضوں کو دعا کی درخواست لے کر بھیجتے تھے۔ کئی بار کا مشاہدہ ہے کہ مہیناتھ پور، ضلع مظفر پور جو آپ کے دار العلوم سے کچھ ہی فاصلے پر واقع ہے۔ ایک مرتبہ اُس گاؤں کے ایک ایسے مریض کو لایا گیا جو بے حس و حرکت بمثل مردہ ہو چکا تھا، یہاں تک کہ کچھ لوگ اُس کو مردہ قرار دے کر تجہیز و تکفین کی بات کرنے لگے تھے، لیکن جب آپ کے پاس اُسے لایا گیا تو پہلے آپ نے اُسے ہومیو پیتھی کی چند دواؤں کے قطرے اُس کے منہ میں ڈالے، پھر اس کے بعد پانی پڑھ کر اُس کے چہرے پر چھڑکا گیا۔ وہ شخص فوراً ہوش میں آ گیا اور کلام کرنے پر قادر ہو گیا۔ وہاں موجود بہت سارے لوگوں نے اس واقعہ کا اپنے چشم سر سے مشاہدہ کیا۔

احترامِ سلاسل: آپ صوفی مزاج اور عشقِ نبوی میں سرشار تھے۔ آپ تمام

سلاسل کے سبھی مشائخ سے محبت و الفت اور عقیدت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو سرکارِ کلاں حضرت علامہ سید مختار اشرف علیہ الرحمہ کچھوچھوی سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ اشرفی سلسلہ سے بھی منسلک تھے اور ساتھ میں مفتی اعظم ہند سے بھی مرید و بیعت تھے جس کی بنا پر اپنے نام کے ساتھ ''رضوی'' لگاتے تھے اور اپنا تخلص ''نوری'' اختیار فرمایا تھا۔ لیکن سلاسلِ طریقت میں آپ پر سلسلۂ تیغیہ کا رنگ زیادہ نمایاں تھا، چنانچہ آپ اسی سلسلے میں لوگوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل فرماتے۔

سفرِ آخرت: وفات سے دو سال قبل آپ کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا۔ مظفر پور، دربھنگہ، پٹنہ، دہلی کئی جگہوں پر آپ نے علاج کرایا لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ اخیر عمر میں ضعف و نقاہت کا غلبہ زیادہ تھا اور نمازیں بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اسلام و سنیت کا یہ بے لوث خادم بالآخر ۱۸ر شوال ۱۴۲۹ھ بروز سہ شنبہ دو بجکر ۳۵ منٹ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں نیپال، سیتامڑھی، مظفر پور اور قرب و جوار کے بے شمار اہلِ عقیدت نے شرکت کی، پھر آپ کو آپ کے قائم کردہ ادارہ بمقام کھرساہا، سیتامڑھی کے صحن میں سپردِ خاک کیا گیا، جہاں آج بھی آپ کا روضہ مرجعِ خلائق ہے۔ ۲ر مئی کو صاحبِ سجادہ کی سرپرستی میں ہر سال عرس کی تقاریب کا اہتمام ہوتا ہے۔

اولاد و احفاد: آپ کی شادی قصبہ مجولیا، سیتامڑھی کے ایک نیک اور دین دار گھرانے میں صوفی حاجی نور محمد مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوئی، جن سے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک بچی اور پانچ صاحبزادے۔ بچی کا وصال کمسنی ہی میں ہوگیا تھا، لیکن آپ کے پانچوں صاحبزادگان باحیات ہیں اور علم و عمل سے آراستہ ہیں اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۔ مولانا حافظ و قاری اختر رضا اخلاقی قادری

۲۔ مولانا امجد رضا نوری

۳۔ مولانا احمد رضا امجدی

۴۔ مولانا ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی

۵۔ حافظ اصدق رضا اخلاقی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور طبیبِ ملّت کے خانوادے کو ایمانی حرارت اور دین کی

خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

اہم خلفا:

۱۔ مولانا صوفی ذاکر حسین یوسفی القادری، سیتامڑھی

۲۔ مفتی ظہیر الدین مصباحی سیتامڑھی

۳۔ استاذ العلما مولانا محمود رضوی، سیتامڑھی

۴۔ مولانا احسان رضوی، سیتامڑھی

۵۔ صوفی محمد علی مظفر پوری

۶۔ مولانا حافظ وقاری اختر رضا اخلاقی قادری

ایک اہم تصنیف: آپ فنِ تصوف میں بہت درک رکھتے تھے۔ آپ کا خطاب اکثر متصوفانہ اور عمیق ہوتا تھا۔ آپ کی پوری زندگی خدمت خلق کا نمونہ تھی۔ آپ نے اپنے شیخ طریقت جلالۃ المشائخ علیہ الرحمہ کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے ایک ضخیم کتاب فن تصوف میں ''کتاب التصوف'' کے عنوان سے تصنیف کی جو ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

مولانا محمد ادریس رضا نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۵؍ستمبر ۱۹۳۵ء — وصال: ۲۳؍شعبان ۲۰۰۴ء)

ولادت و نسب: سیتامڑھی ضلع کے صدر مقام سے تقریباً ۱۵؍کلومیٹر دور سرزمین کمتاں سے متصل سرسنڈ روڈ پر واقع کمتاں ٹولہ اسلام پور تھانہ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی یہ جائے ولادت ہے مولانا محمد ادریس رضا نوری ابن حاجی محمد اسماعیل بن محمد بھولا بن محمد کمال الدین بن شیخ محمد فخر الدین کی، جہاں آپ ۱۵؍ستمبر ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے وطن عزیز کے مدرسہ انوار العلوم سوتیہارا میں قاعدہ و ناظرہ کی تعلیم پائی۔ پھر اردو وعربی اور فارسی کی تعلیم کے لیے مدرسہ نور العلوم رضا چوک کمتاں جانے لگے جہاں حضرت مولانا شرف الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر ابتدائی عربی وفارسی کی تحصیل کی۔ آپ کی خداداد ذہانت، علم دین سے رغبت اور تعلیم سے دلچسپی اور لگاؤ کو دیکھ کر استاذ گرامی نے منظر اسلام بریلی شریف جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے حسب الحکم

بریلی شریف کا سفر کیا اور دیار اعلیٰ حضرت کی نورانی فضاؤں میں رہ کر درسیات کی تکمیل کی اور دستار وسند سے نوازے گئے۔

مخصوص اساتذہ: بریلی شریف کے زمانۂ طالب علمی میں اکابر علما و مشائخ اہلِ سنّت سے اخذ علم واکتساب فیض کیا۔ بالخصوص شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے تو خوب خوب برکات اور کسبِ فیض کیا۔ اور ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محدث احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ کے بحر علم سے بھی اپنی علمی تشنگی خوب بجھائی۔

خدمتِ علم: فراغت کے بعد آپ کئی اداروں سے منسلک ہوئے اور جہاں بھی رہے اپنی پیہم کوششوں سے ادارہ کو بام ثریا تک پہنچایا ساتھ ہی کئی ادارے آپ نے قائم کیے اور کئی مساجد بھی آپ کی یادگار ہیں۔ سندر پور نیپال میں مدرسہ بنات المسلمین اور رانی گنج کے دارالعلوم میں مدرس اول کے عہدے پر فائض رہے۔ پھر موضع بھانڑسر ضلع سیتامڑھی کے مدرسہ میں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دی۔ جس کے نتیجے میں سندر پور کے علاقوں میں پچاسوں علما آپ کے شاگرد ہیں۔

اخلاق و اوصاف: مولانا موصوف بڑے خوش اخلاق ملنسار اور پاکیزہ کردار کے حامل، اچھی اور عمدہ صلاحیت ولیاقت کے مالک شخص تھے۔ قوم مسلم کی فلاح و بہبود، مذہب اسلام کے فروغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری اور خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہما اکابر آپ کی دینی خدمات کے معترف اور قدر شناسوں میں سے تھے۔ حضرت مفتی اعظم ہند بھی آپ کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ایک بار ضلع کے کسی پروگرام سے واپسی کے بعد حضرت مفتیِ اعظم کماں ٹولہ اسلام پور آپ کے گھر بھی تشریف لائے اُسی وقت آپ نے سبھی اہلِ خانہ کو اپنے دستِ مقدس پر بیعت کروائی اور سلسلۂ رضویہ سے منسلک کیا۔

تصلّب و حق گوئی: حضرت موصوف عقیدہ کے معاملے میں حد درجہ متصلب تھے۔ بدعقیدوں سے نفرت وبیزاری اس قدر تھی کہ آخروقت میں اعلان کردیا کہ میری نماز جنازہ میں کوئی بدعقیدہ شامل نہ ہو حتی کہ ایک صلبی لڑکا جو صلح کلی مزاج رکھتا تھا۔

اس کے بارے میں سخت الفاظ میں فرمایا کہ خاص کر میرا وہ لڑکا جو بدعقیدہ ہے وہ جنازہ کی نماز نہ پڑھے اور نہ پڑھائے۔ مولانا موصوف ۱۹۸۲ء میں حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ ۲۳ر شعبان المعظم ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کیا آپ کے برادر زادے مولانا مصلح الدین نوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے آبائی وطن کے قدیمی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (ماخوذ از مکتوب محمد غلام ربانی کماں)

مولانا صوفی محمد اسحاق رضا عظیمی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۳ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۱ر فروری ۲۰۰۸ء)

ولادت و نسب: مولانا محمد اسحاق بن محمد یعقوب کا آبائی وطن کنہواں، ضلع سیتامڑھی اور جائے پیدائش موضع پرساد یواڈ، نیپال ہے جوان کی نانیہال تھی۔ وہیں طفولیت کے ایام بھی گذارے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم سے متوسطات تک گاؤں کے مدرسہ رضاء العلوم (کنہواں) میں حضرت مولانا عظیم الدین فاضل بہار اور نامور استاذ مولانا منظور احمد بسوریاوی سے حاصل کی۔ اول الذکر نے مولانا اسحاق کے جوہر کو پہچان کر اپنا مخصوص شاگرد بنالیا تھا اور انہیں کی نسبت سے موصوف نے اپنے نام کے آگے ''عظیمی'' بڑھایا، جب کہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت حاصل کر کے اپنے نام میں لفظ ''رضا'' کا اضافہ کیا۔ پورا نام محمد اسحاق رضا عظیمی لکھا کرتے تھے۔ رضاء العلوم، کنہواں کے بعد آپ نے ضلع چمپارن کے ایک مدرسے میں منتہی کتابوں کی تعلیم پائی۔

درس و امامت: ابتداءً ڑنگا مجولیا کے مدرسے سے تدریسی کام کا آغاز کیا لیکن یہاں آپ کی طبیعت نہ جمی تو کنہواں واپس آئے اور ذریعۂ معاش کے طور پر ایک کرانے کی دُکان کرلی۔ دُکان اچھی چل رہی تھی کہ اُسی دوران ایک بار حضرت مولانا عظیم الدین فاضلِ بہار کا اُس راستے سے گزر ہوا اور اُن کو دُکان پر بیٹھے دیکھ کر بولے: ''مولانا اسحاق! تمہارے لیے کرانہ کی دُکان مناسب نہیں ہے۔ تم بمبئی جاؤ'' بالآخر استاذ محترم کے حکم پر

عمل کرتے ہوئے آپ بمبئی پہنچ گئے۔

بمبئی جہاں آپ کا کوئی شناسائی نہیں تھا۔لیکن تائید الٰہی شامل حال تھی، زیادہ بھٹکنا نہیں پڑا اور سنی دار العلوم محمدیہ میں تعلیم سے منسلک ہو گئے تقریباً دو سال تک وہاں رہنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں کچھ دنوں اندھیری ویسٹ، جوہو گلی کی اِرلا مسجد میں امامت کی۔ پھر بمبئی وی ٹی میں واقع بابا بہاء الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بھی آپ کو عرصہ تک امامت وخطابت کا شرف ملا۔اور کچھ دنوں کے لیے کلکتہ بھی گئے۔لیکن پھر دوبارہ آپ بمبئی تشریف لائے۔

عبادت و ریاضت: دوسری بار ممبئی تشریف لائے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ممبئی سینٹرل میں بلاسس روڈ عربی مسجد کے پیچھے ایک حجرے میں اپنا مستقر بنالیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ذوقِ عبادت اور تعلق باللہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ ۱۹۹۰ء میں عمرہ ادا کرنے کے بعد اُن پر کچھ جذب کی کیفیت طاری ہوئی، اہل خانہ سے بھی تعلقات منقطع کر لیے اور صرف عبادت و ریاضت میں صبح و مسا مشغول ہو گئے۔ مذکورہ مسجد چونکہ دیوبندیوں کے قبضے میں ہے اس لیے اپنی پنجگانہ نمازیں اُسی حجرے میں ادا کرتے۔ ظاہری مشغلہ یہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے اور اس کی آمدنی سے خود اپنے ہاتھوں دو روٹیاں پکاتے ایک روٹی دن میں اور ایک رات میں کھاتے۔ تعویذات ودعاؤں کے ذریعے بھی خدمت خلق کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تعویذات برائے کاروبار وحصول اولاد بڑی کارآمد اور تیر بہدف ہوا کرتی تھیں۔

تطہیرِ نفس: وفات سے چند سال قبل ۲۰۰۵ء میں ان کی صاحبزادی فاطمہ بیگم اور داماد فخر عالم صاحب اُن کو بہلا لانے کی غرض سے بمبئی گئے۔ لانے کے مقاصد یہ تھے کہ ضعف ونقاہت طاری ہوگئی ہے، اس لیے انہیں ضروری خدمات کی حاجت ہوگی۔ اور دیارِ بعید کی پریشانیاں ختم ہوں گی، نیز یہ کہ ان کی اکلوتی نواسی کا رشتہ انہیں کی مرضی سے طے کریں گے۔لیکن یہ دونوں حضرات اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور کسی بھی صورت میں وہ گھر آنے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فرمایا کہ گھر پر جانے سے عبادات میں خلل اور ریاضات میں کوتاہی ہوگی۔ جب کہ یہاں بمبئی کی گوشۂ تنہائی میرے علوِ مراتب کے لیے ممد ومعاون ہے۔ اور نواسی کی شادی کے بارے میں فرمایا کہ جاؤ! شادی ہوگی اور عمدہ

ہوگی، غریب گھر میں کرنا، مگر سنی بریلوی گھرانا ہو۔ چنانچہ ان کی نواسی انجم آرا بنت فاطمہ بیگم کی شادی ان کی روحانی منشا کے مطابق اُسی سال ۲۰۰۵ء میں راقم سطور (الیاس مصباحی) کے صاحبزادے محمد وسیم اختر سلمہ، کے ہمراہ ہوئی۔

بمبئی کے قیام کے دوران دونوں حضرات دھاراوی (جہاں اُن لوگوں کا قیام تھا) سے ہر دوسرے تیسرے روز مولانا صاحب کی خدمت میں بمبئی سنٹرل جاتے اور وہاں سے حاجی علی درگاہ پر حاضری دیتے ہوئے واپس آتے، جہاں حاضری کے لیے انہوں نے تاکید فرمادیا تھا۔ اور یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ مزار پر پہنچ کر یہ بول دیا کرنا کہ ہم کو مولانا اسحاق صاحب نے بھیجا ہے۔ اور باادب ہوکر جانا اور آنا۔ چنانچہ اُن لوگوں نے واپسی کا یہی معمول بنالیا تھا۔

آپ کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ ایک دن ملاقات کے دوران انہوں نے فرمایا کہ: تم لوگ جب بھی یہاں آنا تو خالی ہاتھ نہ آنا، چنانچہ ہم لوگ اس کے بعد کچھ فروٹ، کھانے کی چیزیں لے کر جانے لگے۔ تو ایک دن بولے "یہ سب مت لایا کرو!" اِس پر اُن کا حکم یاد دلایا، کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ خالی ہاتھ نہ آیا کرو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میری مراد دنیاوی مال ومتاع سے نہیں تھی، بلکہ مقصد کہنے کا یہ تھا کہ جب بھی یہاں آیا کرو تو کچھ نیک مقاصد دل میں متعین کر کے آیا کرو کہ فقیر دلوں کی مراد جانتا ہے اور حتی الوسع اُسے پوری کر دیتا ہے۔

بندگانِ خاص علام الغیوب
فاحذروهم جواسیس القلوب

بہر کیف دونوں حضرات مولانا موصوف کو واپس لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکے البتہ ان کی درویشی، خدارسیدگی اور مقام ومرتبہ سے بے حد خوش ہوئے اور اپنے صاحبزادگان حافظ گلزار احمد و محمد کوثر کو جو ممبئی، دھاراوی میں قیام پذیر ہیں، سخت تاکید کردی کہ اپنے نانا کا ہر طرح سے خیال رکھنا اور ان کی خدمت میں کوئی کمی نہ کرنا، چنانچہ ان بچوں نے ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔

وصال پُر ملال: بالآخر ۳؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۱؍فروری ۲۰۰۸ء پیر کی شب میں ۱۲؍بج کر ۳۵؍منٹ پر آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے بعد آپ کے متروکات

وتجہیز و تکفین وغیرہ کو لے کر کافی رسہ کشی رہی اور ماحول ہنگامہ خیز رہا۔ اہل محلہ انہیں بمبئی میں ہی دفنانا چاہتے تھے اور بعد عصر اُن کی نمازِ جنازہ کا اعلان بھی کر چکے تھے، تاہم کافی گفت وشنید کے بعد خاص کر ان کی صاحبزادی کے اصرار پر آخر کار ان کی لاش کو وطن لانے فیصلہ ہوا اور آپ کا جسد خاکی بذریعۂ ہوائی جہاز بتھا (ضلع سیتامڑھی) لایا گیا۔

جنازہ کو غسل دینے کی وصیت آپ نے اپنے نواسے حافظ گلزار احمد اور بھانجے محمد عزرائیل پرساوی کو کر رکھی تھی، مگر بروقت محمد عزرائیل کی عدم موجودگی میں گلزار احمد کے ہمراہ آپ کے ایک بڑے ہی عقیدت مند محمد الیاس بتھاوی نے غسل دیا، جن کو آپ نے اشارتاً غسل دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ حضرت حافظ قمر الہدیٰ قائل رضوی لہوریاوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہزاروں افراد نے آپ کے جنازے میں شرکت کی اور بتھا کے مشہور قبرستان میں جانب مشرق 'جامعہ نوریہ بدرالاسلام' سے جانب مغرب سڑک سے متصلاً مدفون ہوئے۔ واضح ہو کہ بتھا میں آپ کی سسرال ہے جہاں آپ کا مکان اور اہل خانہ آباد ہیں۔

آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے۔ البتہ کئی لڑکیاں بچپن ہی میں وفات پا گئیں صرف ایک صاحبزادی فاطمہ بیگم تاہنوز حیات ہیں۔

ایک اہم تصنیف: آپ کی ایک تصنیف کا علم مولانا ریحان رضا انجم مصباحی مدھوبنی کے توسط سے ہوا، جس کا نام 'سوانح حیات محبوبِ کائنات' ہے۔ یہ کتاب سیرت کے موضوع پر ہے۔ یہ مختصر و جامع رسالہ بمبئی سے آپ کی حیات میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

مولانا مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی میرا روڈ ممبئی کے توسط سے مولانا اسحاق صاحب کی ایک اور تحریر مجھے موصول ہوئی، جس کی ابتدا ڈاکٹر اقبال کے ان چار مصرعوں سے ہے ؎

ہاتھ ہے اللہ کا اُس بندۂ مومن کا ہاتھ
خاک تن، نوری نہاد و بندۂ مولیٰ صفات
غالب و کار آفرین و کار کشا و کارساز
ہر دو جہاں سے ہے غنی اُس کا دلِ بے نیاز

اس کے بعد کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے بمبئی سینٹر، بلاسس روڈ علاقہ کی ایک مسجد کے باہری گوشے میں تقریباً ۴۰ رسال کا عرصہ گزارا، وقتاً فوقتاً کچھ عرصہ کے لیے باہر

بھی جاتے آتے رہے، پھر اُسی جگہ مقیم ہوئے، اِس طویل عرصے میں نہ تو آپ سے کوئی ہم کلام ہوا، نہ ہم نوا، نہ ہم نشیں۔ وہاں کے مقامی حضرات آپ کو اجنبی و بیگانہ سمجھتے رہے۔ کسی نے بھی آپ سے قریب ہونا یا سلام دُعا کرنا پسند نہ کیا۔ دنیا کے تمام مراسم معدوم ہو گئے اور رب یزدانی کی توجہات کا راستہ ہموار ہوتا گیا۔ یہ آپ کے لیے بہتر بھی تھا کہ آپ کو خاموشی وتنہائی اور عوام سے دوری زیادہ پسند تھی۔ یہ تمام اُمور آپ کی مجذوبانہ زندگی کے مصداق تھے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک وسعادت مند بندوں کی شناخت کے طور پر ولایت کی تاریخ میں مذکور ہیں۔

عمرہ وزیارت: ۱۹۹۰ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ عمرہ وزیارتِ روضۂ رسول ﷺ سے واپسی کے بعد آپ کی ظاہری وباطنی حالات میں بے حد تبدیلی آئی بلکہ آخر ایام کے دس برس اس طرح گذرے کہ رات بھر کی بیداری، آہ وفغانِ صبح گاہی آپ کا معمول بن گیا۔ ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھنا، تہجد گزاری، نوافل واذکار، استغراق واعتکاف یہی سب آپ کے مشاغل حیات ہو گئے۔

انجمن میں بھی ہوئی اُن کو میسر خلوت — شمع محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفیق
مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادیٔ مرگ — ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر وسیم

(ڈاکٹر اقبال)

آپ اپنی تحریر میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

"طریقہ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شان درویشی

بفضلہ تعالیٰ وحبیبہ المصطفیٰ ﷺ آج تک ہم نے ہمہ شما، اپنے یا غیر سے، دو چار دس روپے وطن میں یا سفر میں یا مقامی جگہ میں لینا دینا پسند نہ کیا۔ مدرسہ ہذا میں عربی تعلیم کے لیے نہایت قلیل تنخواہ پر شاندار گزارا ہوتا رہا۔ اپنے اعمال کی بنیاد پر رب یزدانی کا خفیہ انعام واکرام ہوتا رہا۔ اپنے مخصوص بندوں کے لیے رب تعالیٰ نے حکم جاری فرمادیا ہے، کہ تم کو ہم ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔"

رب تبارک وتعالیٰ کے اُسی انعام واکرام نے اطمینان وسکون وراحت قلب وسینہ کے خفیہ اسباب آپ کے لیے پیدا فرمادیا تھا۔ چنانچہ آپ میں قطعاً کسی طرح کا حرص وہوس نہ تھا اور نہ کبھی آپ کو شکوہ وشکایت، غیبت وبدگوئی کرتے سنا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت پاک وصاف وپاکیزہ زندگی عطا فرمائی تھی۔ آپ کی پرہیز گاری وتقویٰ شعاری کے بہت سارے واقعات قریبی احباب بیان کرتے ہیں۔

کرامات:

- اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کی دی ہوئی توانائی سے جو حکم فرماتے ہیں اللہ رب العزت قبول فرماتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وطن اقامت 'بہتا' میں آپ کے قریبی رشتے کی ایک خاتون نے اولاد کے لیے دُعا کی درخواست کی، تو آپ نے خلافِ عادت فرمادیا: "جاؤ! تم کو اللہ تعالیٰ اولاد دے گا، اُس کا نام رکھنا، غلام مصطفیٰ۔ (چنانچہ ایسا ہوا) جب دوسرا سال آیا تو شب برأت کے موقع سے اُسی خاتون نے دوسری اولاد کی تمنا ظاہر کردی تو آپ نے پھر خلاف عادت کہہ دیا: "جاؤ! دوسری اولاد ہو تو اُس کا نام غلام مرتضیٰ رکھنا اور لڑکی کی تمنامت کرنا" معلوم ہوتا تھا کہ لوح محفوظ آپ کے پیش نظر تھا، دیکھتے رہے اور اولاد کی بشارت دیتے رہے، پیدائش کے قبل نام بھی رکھ دیے اور لڑکی کے مطالبہ کو مسترد فرمادیا۔ واضح ہو کہ مذکورہ دونوں بھائی ابھی بھی باحیات ہیں۔
- مفتی محمد علاء الدین قادری میرا روڈ ممبئی بیان کرتے ہیں کہ میری شادی کو عرصہ ہو چکا تھا۔ مگر میں اولاد سے محروم تھا، اپنی اہلیہ پر بغرض اولاد ۲۰ ہزار روپیہ ڈاکٹری علاج میں خرچ کر چکا تھا، پھر بھی ناکامی ومحرومی رہی، ایک بار حضرت مولانا اسحاق رضا عظیمی علیہ الرحمہ سے اولاد سے محرومی کی شکایت پیش کی، تو آپ نے فرمایا کہ: "آپ کو اولاد ہوگی" اور دَم کیا ہوا پانی دیا ساتھ ہی پندرہ دن کا ایک وظیفہ مقرر فرمادیا۔ یہ ایک حیلہ تھا حقیقت وہی تھی جو آپ نے فرمادیا تھا۔ شان قدرت دیکھیے کہ دوسرے مہینے میں ہی ہم کو اولاد کی بشارت مل گئی۔ اور فی الوقت ۵ اولاد ذکور واناث موجود ہیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

- آپ کی صاحبزادی فاطمہ بیگم کا بیان ہے کہ: ممبئی میں ملاقات کے دوران ایک بار ابّو جان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے سونگھایا تو اُس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جو بیان سے باہر ہے۔ حالانکہ خرابیٔ صحت کی بنا پر کئی مہینے سے آپ نے غسل نہیں کیا تھا۔ بلکہ گیلے کپڑے سے بدن پونچھ لیا کرتے تھے۔ جب آپ کی لاش مبارک بہتا لائی گئی تو بدن کے کپڑے سے وہی خوشبو آ رہی تھی جو میں نے ابا کے ہاتھ میں کئی برس پہلے محسوس کی تھی۔
- انہیں خاتون کا بیان ہے کہ: ابو جان کو بہتا میں جو زمین جائداد ملی تھی اس کے بارے میں انہوں نے بہت ساری ہدایات دیں اور فرمایا کہ اس میں وہ لوگ کچھ مشکلات پیدا کریں گے۔ (اُن کا اشارہ دوسرے فریق کی طرف تھا)۔ اگر ایسا ہو تو آپ لوگ تھانے میں ایک درخواست دے دینا، سب حل ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد کے واقعات اُسی طرح پیش آئے جیسا آپ نے فرمایا تھا۔
- اِسی طرح کا ایک اور واقعہ فاطمہ بیگم بیان کرتی ہیں کہ: میرے بچپن کے زمانے میں ایک بار ابو جان نے بہتا قبرستان کے اُس حصے کی طرف اشارہ کر کے جہاں آج ان کا مزار ہے فرمایا کہ میرا آخری مقام یہی ہے۔ جب کہ وہاں اُس وقت گڈھا تا جس میں گندا پانی بھرا تھا۔ تو میری والدہ نے عرض کیا کہ ایسی گندی زمین کو اپنا آخری مقام بتا رہے ہیں! تو آپ نے فرمایا کہ وقت آنے پر بدل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سچ فرمایا کسی اہل دل نے: ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔''

مولانا محمد اسلم القاری

(ولادت: ۱۴/اپریل ۱۹۶۲ء)

ولادت و تعلیم: مولانا محمد اسلم القادری بن جناب محمد یوسف صاحب متوطن قادری گلی یوسف نگر، مرغیا چک، ضلع سیتامڑھی ۱۴/اپریل ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ دارُالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک سے تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ پھر دانش کدۂ علم و حکمت جامعہ قادریہ مقصود پور میں متوسطات کی تعلیم پائی۔ بعدہ علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے دارُالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کا رُخ کیا اور بریلی شریف کے نورانی و روحانی ماحول میں خوب خوب کسب فیض کیا۔ ۱۸

جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ، ۲۰ر فروری ۱۹۸۴ء میں دستار و سند فضیلت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: فراغت کے معاً بعد یکم اگست ۱۹۸۴ء کو دارالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کی تقرری ہوئی، جہاں گذشتہ ۲۹ ر سال سے تادم تحریر منصب صدارت پر فائز ہوکر علم و حکمت کے گوہر نایاب بکھیر رہے ہیں اور ساتھ ہی قاضی شرع سیتامڑھی کا منصب جلیل بھی آپ ہی کے سپرد ہے۔ آپ کی محنت شاقہ کا ثمرہ ہے کہ دارالسلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک ضلع کے معیاری اداروں میں شمار ہوتا ہے۔

بیعت و خلافت: ۱۳ر ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ، ۳ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو جانشین مفتی اعظم ہند حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور درج ذیل رہبران راہِ شریعت سے اجازت و خلافت پائی:

۱۔ پیرِ طریقت حضرت مولانا توصیف رضا خان (مورخہ ۱۹ر محرم ۱۴۲۰ھ، ۶ر مئی ۱۹۹۹ء)

۲۔ رہبر راہ شریعت حضرت سبحان رضا خاں سبحانی میاں (مورخہ ۲۷ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ بمقام بریلی شریف)

۳۔ شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی رحمۃ القوی (جنہوں نے ۱۴ر محرم ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۰ء کی شب میں جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی میں منعقدہ عرس حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقع پر جملہ سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور کثیر دعاؤں سے نوازا۔

منصب قضا: صوبۂ بہار میں کثیر آبادی کے سبب اس کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کثیر مسائل قضا کے پیش نظر ضلعی سطح پر قاضی شرع کے تعین کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ قاضی بہار حضرت مفتی عبدالواجد قادری مفتی اعظم ہالینڈ نے آپ کو "قاضی شرع سیتامڑھی" کے لیے نامزد فرمایا اور بتاریخ ۲۴ر جنوری ۲۰۱۲ء، بموقع "فیضان شیر بہار کانفرنس" بمقام دارالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک حضرت مفتی حسن رضا نوری (مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ) اور حضرت سید غلام احمد رضا صاحب (ناظم اعلیٰ ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ) نے حضرت مفتی عبدالواحد قادری (امین شریعت و مفتی اعظم ہالینڈ) کے نمائندے کی حیثیت سے آپ کے سر پر دستار قضا باندھ کر شرعی فیصلے کی عام اجازت مرحمت

فرمائی۔ واضح ہو کہ اس مجمع عام میں بے شمار علمائے کرام ومفتیان عظام موجود تھے، جنھوں نے اس نامزدگی کی تحسین کی۔

اوصاف و خصوصیات: مولانا محمد اسلم القادری زید مجدہ ایک سنجیدہ متین اور مؤقر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ متحرک وفعال شخصیت کے مالک ہیں۔ دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ مسلمین کا مخلصانہ جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ نے دارُالعلوم قادریہ غوثیہ کو تعلیمی وتعمیری ترقی دے کر مرکزی ادارہ کی حیثیت سے پورے علاقے میں متعارف کرایا، ساتھ ہی دارُالافتاء ودارُالقضاء قائم کرکے اس کی کلاہ افتخار میں چار چاند لگائے ہیں۔ سیتامڑھی اور اس کے قرب وجوار میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

علاقے واطراف میں متعدد مقامات پر مساجد ومکاتب کی تعمیر بھی آپ کا قابلِ ذکر کارنامہ ہے۔ ۱۲ ربیع النور کے موقع پر شاندار جلوسِ محمدی آپ ہی کی قیادت میں نکلتا ہے جس میں مرغیا چک واطراف کے کثیر سنّی مسلمان شریک ہوتے ہیں اور اپنے آقا ﷺ کی ولادت کا جشن مناتے اور پیغامِ رسول کو عام کرتے ہیں۔ نیز تقریر وتحریر کے ذریعہ اصلاح عوام آپ کا نمایاں وصف ہے۔ اس پر مستزاد کہ سینکڑوں تلامذہ جن کو آپ نے زیورِ علم سے مزین کرکے دور دراز مقامات میں پھیلایا ہے ان کے ذریعے علم کی نشر واشاعت اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح درس مل رہا ہے۔

درس وتدریس، تقریر وتحریر کے علاوہ مقالہ نگاری اور امور قضاء میں بھی مولانا موصوف کو یدطولیٰ حاصل ہے۔

مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی

(ولادت: غالباً ۱۹۶۰ء)

نام ونسب: محمد اشرف رضا قادری بن شیخ محمد منصور بن محمد ولی الرحمٰن صدیقی۔ غالباً ۱۹۶۰ء میں موضع باتھ اصلی، ضلع سیتامڑھی بہار میں ولادت ہوئی۔

خاندانی حالات: سب بنیادی ودینی تعلیم سے آراستہ وکاشت کار ہیں۔ اُسی خانوادے کے "بڑے مولانا" حضرت مفتی محمد رحیم بخش قادری مظفرپوری امام اہلِ سنّت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی کے تلمیذ رشید وخلیفہ اجل تھے۔ بڑے مولانا علیہ الرحمہ کی محبت وقربت کے سبب خاندان ہی نہیں بلکہ گاؤں وعلاقہ بفضلہ تعالیٰ سنی صحیح العقیدہ ہے۔ ہر طرح کی تعلیم سے لوگ آراستہ ہیں۔ خصوصاً دینی تعلیم کا غلبہ ہے۔ سینکڑوں علما وحفاظ ہیں جن میں چند ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔

تعلیم و تربیت: بسم اللہ خوانی وحرف شناسی، ناظرۂ قرآن مجید کے چند پارے، ابتدائی اردو اور خطاطی کی تعلیم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد اقبال حسین رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے مکتب وگھر پر محلہ میں حاصل کیا۔ پھر اپنے چچازاد ماموں مولانا ابوالخیر اشرفی ساکن بیشی مظفر پور کی تحریک پر مدرسہ نورالہدیٰ، پوکھریرا میں داخلہ لیا۔ اُن سے قرآن حکیم کا ناظرہ ختم کیا، اردو ودینیات کی کتابیں پڑھیں، درجہ تحتانیہ سے فوقانیہ تک ہر درجہ کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں۔ مولانا عبدالمتین بہاری کی اسلامی تعلیم کے پانچوں حصے، کنزالایمان کے دونوں حصے کی سطر سطر حفظ کر کے مولانا محمد سلیمان استاذ فارسی مدرسہ نوالہدیٰ، پوکھریرا کو سنایا۔ انہیں سے فارسی کی کل تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی صرف ونحو اور عربی ادب مثلاً ہدایۃ النحو، کافیہ، کتاب الصرف، نورالایضاح، قدوری، قصیدہ بردہ، اخوان الصفا، آثارالسنن وغیرہم استاذ العلماء مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری ومولانا محمد رضا اور پروفیسر انجم کمالی سے پڑھا۔ وسطانیہ، فوقانیہ پھر مولوی، عالم، فاضل فارسی کا امتحان مدرسہ بورڈ بہار سے دے کر اچھے نمبرات حاصل کیے۔ ۱۹۷۷ء میں ایک سال دارُالعلوم اسحاقیہ، جودھپور میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۸ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جماعت ثالثہ میں داخلہ لیا۔ اور یہاں کے باوقار اساتذۂ کرام سے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۴ء میں دستار وسندِ فضیلت سے نوازے گئے۔ ۶۳ رعلماء کی دستار ہوئی ان میں مولانا شمس الہدیٰ مصباحی، مولانا محمد قاسم مصباحی مونگیری، مولانا حفیظ الدین پورنوی مصباحی، مولانا قاری عبدالرشید رحمانی مصباحی ممبئی، مفتی محمد ابوطالب مصباحی گونڈوی وغیرہم تھے۔

اساتذۂ کرام:

۱۔ عارف باللہ مولانا محمد اقبال حسین باتھوی

۲۔ مولانا محمد ابوالخیر اشرفی ،بیشی مظفر پوری ،مدرسہ نورالہدیٰ ،پوکھریرا
۳۔ مولانا محمد سلیمان سنی پوکھریروی
۴۔ مولانا محمد رضا پروفیسر انجم کمالی
۵۔ مفتی مطیع الرحمٰن نوری ،نبیرۂ سرکار محبیؒ
۶۔ مفتی اعظم راجستھان مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی ، دارالعلوم اسحاقیہ، جودھپور

تمام اساتذۂ الجامعۃ الاشرفیہ بالخصوص:

۷۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری
۸۔ بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی
۹۔ رئیس التحریر علامہ یٰسں اختر مصباحی
۱۰۔ علامہ محمد شفیق ناظم اعلیٰ
۱۱۔ شمس العلماء مولانا مفتی محمد نظام الدین حبیبی ،الٰہ آبادی

شرف بیعت: جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تحصیلِ علم کے دوران ابوالبرکات محی الدین ال رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا نوری مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

خلافت واجازت:

۱۔ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری جانشین حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف
۲۔ مظہر مفتی اعظم ہند مولانا تحسین رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ
۳۔ ہم شبیہ مفتی اعظم ہند مولانا سبطین رضا خان قبلہ رائے پور
۴۔ پیر طریقت مفتی عبدالحلیم اشرفی ورضوی ، بانی جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری
۵۔ عمدۃ الفقہاء مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۶۔ مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی ، جودھپور
۷۔ خواجۂ علم وفن مفتی خواجہ مظفر حسین رضوی ، پورنوی
۸۔ نمونۂ سلف قاری سید مقبول حسین حبیبی الٰہ آبادی
۹۔ نصیرِ ملّت مولانا نصیر الدین عزیزی پلاموی
۱۰۔ ضیغم ملّت حضرت مولانا محمد حسن علی ، میلسی

۱۱۔ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انھوں نے آپ کو فقہ واحادیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔

افتا و قضا: فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۸۴ء میں ماہر رضویات ڈاکٹر محمد حسن رضا خاں صاحب کی کوشش وخواہش پر ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ میں نائب قاضی شریعت کی خدمت تفویض ہوئی۔ قاضی شریعت مفتی محمد فضل کریم حامدی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قضاء کے مبادی واصول بتادیے۔ اور اس موقع پر اپنی ایک غیر مطبوعہ تالیف کا مسودہ استفادہ کے لیے عطا فرمایا۔ اور آپ نے خود وہاں دائر اب تک کے مختلف النوع تمام مقدمات کی فائل ریکارڈ اور کارروائیوں کا بغور مطالعہ کیا۔ دعویٰ، نوٹس، جرم، رفع الزام، فیصلوں سے ضروری یادداشت اپنے لیے تیار کرتے رہے۔ اس طرح بہت جلد امورِ قضا پر دسترس حاصل ہوگئی۔ فریقین کے بیانات کی روشنی میں نوٹس تیار کر کے قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے۔ سوائے فیصلہ کے ہر امور انجام دینے لگے۔ جو فائل برسوں سے معرض التواء میں تھی اُس کی بھی کارروائی جاری کردی۔ پورا محکمہ متحرک ہوگیا۔ روز دس بارہ نوٹس جاری کرتے، بیان مرافعہ کی روشنی میں مدّعیہ سے جواب طلب کرتے۔ قاضی صاحب کا بہت سا بوجھ آپ نے ہلکا کردیا۔ یہ سب حضرت کی سرپرستی میں کرتے رہے۔ ان کارگزاریوں کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہوگیا۔ اب فیصلہ کی ذمہ داری بھی انہوں نے آپ کے ذمہ کردیا۔ آپ فیصلہ لکھتے رہے اور اُس پر حضرت قاضی صاحب دستخط ثبت فرماتے رہے۔

انہیں ایام میں مفتیِ اعظم ہالینڈ مفتی عبد الواجد صاحب (سابق صدر مفتی ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ) کی تیاری میں تھے۔ قائد اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری سربراہِ اعلیٰ ادارہ شرعیہ بہار نے افتاء کی خدمت بھی آپ کے ذمہ سونپ دی۔ ہر سوالات کے جوابات لکھ کر حضرت قاضی صاحب کو دکھاتے، سناتے، اصلاح لیتے، پھر استفتاء پر لکھ کر بھیج دیتے۔ چند مہینے مسلسل ایسا کرتے رہے۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے آپ کے جوابات کو ملاحظہ فرما کر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اِدھر حضرت قاضی صاحب بھی مطمئن ہوگئے۔ پندرہ روزہ رفاقت میں آپ کے فتاویٰ چھپنے لگے۔ حضرت قاضی صاحب و مفتی صاحب کے فتاویٰ کی تبویب بھی علامہ نے آپ ہی کے ذمہ سونپ دی۔

خطیب مشرق پاسبان ملّت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ نے ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، کرناٹک قائم فرمایا۔ اور اس کا صدر مقام بمبئی میں مقرر فرمایا۔ اب یہاں ایک مستقل مفتی وقاضی کی انہیں ضرورت ہوئی۔ ڈاکٹر حسن رضا خان کی نشاندہی ومشورہ پر علامہ نظامی نے آپ کو بمبئی مدعو کیا۔ بلایا اور علما ومشائخ کی موجودگی میں یہاں کے افتاء وقضا کی ذمہ داری سونپ دی۔ بمبئی کے مختلف علاقوں میں آپ کا تعارف کروایا۔ شفقت وہمت افزائی فرمائی۔ اکابرین مثلاً شارح بخاری فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری، علامہ تحسین رضا محدث بریلوی، مفتی اعظم گجرات، مفتی عزیز الرحمٰن، احمد آباد وغیرہم سے تائید وحمایت کروائی۔ ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی کا کام بڑھتا رہا۔ فتاویٰ، شرعی فیصلوں کے لیے رجوع عام ہوتا رہا۔ ملک کے کونے کونے سے علما ومشائخ عروس البلاد، ممبئی آتے رہتے ہیں، انہیں ادارہ میں مدعو کیا جاتا ہے۔ وہ فتاویٰ وفیصلوں کو ملاحظہ فرما کر تائید وتصدیق فرمارہے ہیں۔ اب تک تین سو پندرہ مقدمات مندرج ہوئے جن کی باضابطہ کارروائی وتحقیقات کے بعد اکثر کے فیصلے صادر کیے گئے۔ وقتی ومجلسی فیصلوں کی تعداد چھ سو سے زیادہ ہیں۔ اب تک یہاں سے جو فتاویٰ صادر وجاری ہوئے۔ ان کی تبویب ہو چکی ہے۔ چھ جلدیں پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔

تدریس: ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی کے ساتھ دار العلوم امام احمد رضا مدینہ مسجد، موسیٰ قلعہ دار اسٹریٹ بائیکلہ، ممبئی نمبر ۱۱ میں حفظ وقرأت کے ساتھ درجہ فضیلت تک تعلیم پہنچ گئی تھی۔ مشکوٰۃ، جلالین، مدارک، صحیح بخاری، زیر تدریس تھی۔ اب دار العلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ ممبئی کے شعبۂ عالمیت کی ذمہ داری بھی نبھارہے ہیں۔

حج وزیارت: ۱۹۹۰ء میں فریضۂ حج وحاضری دربارِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ پھر ۱۹۹۱ء میں مؤتمر عالم اسلامی بغداد مقدس میں صدر صدام حسین کی دعوت پر حاضر ہوئے۔ اسی موقع سے عراق کے تمام مقامات مقدسہ کی زیارتیں حاصل ہوئیں۔ ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲ء سے مسلسل حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی بارگاہ اکرم کی حاضری وعمرہ کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔

تصنیف و تالیف: درس وتدریس، وافتا وقضا، تقریری وتبلیغی دوروں کے

ساتھ تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی بکرمہ تعالیٰ جاری ہے۔آپ کی تصانیفِ مطبوعہ وغیر مطبوعہ کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) اشرف الفتاویٰ (العطایا القادریہ فی الفتاوی الشرعیہ، چھ جلدیں) (۲) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل (۳) فتاویٰ برکاتِ مصطفیٰ (۴) القول الشرف (۵) فوائد قادریہ (۶) مخزن الاعمال (۷) حبیب الحج والزیارہ (۸) انوارِ درود وسلام (۹) معراجِ مصطفیٰ (۱۰) مناقب غوث الوریٰ (۱۱) مناقب واوراد غریب نواز (۱۲) ذکر مفتی اعظم (۱۳) اربعین درود وسلام (۱۴) نوری ترجمہ قدوری (۱۵) چمنستان ترجمہ گلستاں (۱۶) ضوفشاں ترجمہ بوستاں

عقدِ مسنون: فقیہِ اسلام حضرت مفتی محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی کی برادر زادی نعیمہ اختری بنت الحاج محمد تسلیم رضوی سے ۱۱رمئی ۱۹۸۴ء کو نکاح ہوا۔ تین لڑکیاں اور دو صاحبزادے ہیں: (۱) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری مصباحی (۲) ابوالحسن علی جیلانی محمد عظیم الدین صدیقی ہیں۔ دونواسی: (۱) حجن سعدیہ فاطمہ (۲) جمال فاطمہ۔

مولانا محمد اشفاق مصباحی:

(ولادت: ۸رجولائی ۱۹۸۶ء)

ولادت ونسبت: محمد اشفاق مصباحی بن محمد عظیم الدین بن عبدالغفور بن محمد خلیل مرحوم۔ ۸رجولائی ۱۹۸۶ء بمقام اکڈنڈی، پوسٹ پریہار ضلع سیتامڑھی میں ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: مدرسہ فروغِ اہلِ سنّت پریہار اور جامعہ مخدومیہ رضویہ امین پورہ جھوڑیا بلرام پور یوپی میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ پھر دارالعلوم باز اشہب قصبہ غریب نواز نگر برئی کنڈہ پرتاپ گڑھ یوپی میں متوسطات کی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔یہیں سے مورخہ یکم جمادی الآخر ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۷رجون ۲۰۰۷ء بروز اتوار دستارِ فضیلت وسندِ فراغت پائی۔

عالمیت فضیلت اشرفیہ مبارک پور کے ساتھ وسطانیہ فوقانیہ مولوی بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے، بی اے، ایم اے، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی حیدرآباد، دو سالہ عربی ڈپلومہ، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان سے کیا۔

مخصوص اساتذہ: محدثِ جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی (شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)، محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی (صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)، علامہ محمد احمد مصباحی پرنسپل اشرفیہ مبارکپور، مولانا محمد امام الدین قادری پرتاپ گڑھ، مولانا محمد فاروق مصباحی جھوڑیا، قاری ظہیر القادری اور مولانا محمد نظام الدین قادری پریہار۔

تدریسی خدمات: مدرسہ فروغ اہلِ سنّت پریہار ۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۰ء اور صوبائی مڈل اسکول اردو جھپہا پریہار، سیتامڑھی میں از ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۷ء تا حال خدمت درس انجام دے رہے ہیں۔

عہدے و مناصب: مندرجہ ذیل اہم اداروں کی رکنیت اور ان کے اہم عہدے و مناصب پر بھی آپ فائز ہیں:

- بحیثیت جنرل سکریٹری سنی علما کونسل پریہار (۵؍ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ سے تا حال)
- بحیثیت ناظم اعلیٰ مدرسہ گلشن رضا مشرقی محلہ اکڈنڈی (۲۰۰۸ء سے تا حال)
- بحیثیت ناظم تعلیمات مدرسہ گلشن رضا مغربی محلہ جھپہا پریہار (۲۰۱۲ء سے تا حال)

شرفِ بیعت: جانشینِ حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری بریلی شریف سے بموقع "تحفظ سنیت کانفرنس" پرسا پریہار سیتامڑھی مورخہ ۳۰؍اپریل ۲۰۰۰ء کو بیعت ہوئے۔

مولانا اظہر القادری مصباحی برکاتی

(ولادت: ۶؍جولائی ۱۹۸۰ء)

نام و شجرۂ نسب: مولانا محمد اظہر القادری مصباحی برکاتی ابن محمد زبیر عالم صدیقی ابن عبدالحکیم بن سخاوت حسین بن محمد مصاحب شیخ۔

ولادت: مورخہ ۶؍جون ۱۹۸۰ء کو سیتامڑھی ضلع کی مشہور آبادی سوتیہارا گوٹ میں ایک شیخ صدیقی خانوادے میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم سوتیہارا کے مدرسہ انوار العلوم میں حاصل کی۔ پھر

حضرت مولانا محمد ضمیر الدین سوتیہاروی (تلمیذ راقم الحروف الیاس مصباحی) کی نگہداشت میں فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ مراد العلوم، چندرہ، مئو میں پائی۔ اس کے بعد ضلع مئو کے معروف قصبہ ادری میں واقع مدرسہ ضیاء العلوم میں داخلہ لیا، جہاں باصلاحیت اساتذہ کے زیر سایہ متوسطات کی ٹھوس تعلیم پائی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کے شہرہ آفاق اساتذہ سے علمی تشنگی بجھائی اور جلالۃ العلم حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ کے بٹتے ہوئے علم کے باڑے سے بھرپور حصہ لے کر ۲۰۰۱ء میں عرس حافظ ملّت کے موقع پر دستار فضیلت وسند علم سے نوازے گئے۔ دورانِ تعلیم ۲۰۰۰ء میں جامعہ اشرفیہ میں منعقدہ ''جشن شارح بخاری'' میں مولانا موصوف کو تقریری مقابلہ میں اول انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔ یہ پہلا انعام تھا جو آپ کو دورِ طالب علمی میں حاصل ہوا۔

درس و تدریس: فراغت کے معاً بعد ضلع فیض آباد کے مشہور قصبہ ''چندرہ مئو'' کے مدرسہ اشرفیہ مراد العلوم میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی، جو آپ کا مادرِ علمی بھی رہا ہے۔ وہاں آپ نے پانچ سال تک تدریسی خدمات کے ساتھ تعمیری و تنظیمی خدمات بھی اس حسن وخوبی سے انجام دی کہ اراکینِ ادارہ اور علاقہ کے عوام آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کی محنت شاقہ وحرکت وعمل کی داد دینے لگے۔

اسی دوران سرشتۂ تعلیم لکھنؤ سے ملحق ادارہ مدرسہ خانم جان اَرولی بازار، وارانسی میں ایک ہونہار عربی وفارسی مدرس کی ضرورت پڑی اور حضرت مولانا عبد الہادی خان تو حضرت مولانا مفتی محمود عالم خاں مصباحی کے ایما پر آپ بنارس آ گئے اور ۲۰۰۶ء سے تا حال اسی ادارہ میں منتہی طلبہ کی تعلیم وتدریس پر مامور ہیں۔ مدرسہ کے تعلیمی معیار کی بلندی باصلاحیت مدرّس، فعال استاد اور قابلِ قدر عالم کی حیثیت سے شب و روز کوشاں ہیں۔ تعلیمی وتدریسی امور میں مخلصانہ جدوجہد کی وجہ سے آپ اہلِ محلّہ وعہدیداران مدرسہ کے بے حد منظور نظر ہیں۔

قابلِ ذکر دینی خدمات: مولانا اظہر القادری ایک مخلص داعی، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے خادم اور کثرت کار وہجوم افکار میں ہمت نہ ہارنے والے مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل ہیں۔ دینی وعصری علوم کے ساتھ ساتھ آفس کے امور اور بینکنگ کی گہری معلومات

بھی رکھتے ہیں۔ جس کی بنا پر حاجت مندوں کی بھیڑ ہمیشہ ان کے اِردگرد منڈلاتی رہتی ہے۔ مولانا موصوف کی جدوجہد و پیہم سعی کے مندرجہ ذیل کارنامے گواہ ہیں اور انتھک کوششوں کے منہ بولتے ثبوت بھی:

۱۔ سوتیہارا میں شایانِ شان ''رضا جامع مسجد'' کی تعمیر جدید اور فلک بوس مینارے۔

۲۔ گاؤں کے مکتب کی تعمیر و ترقی۔

۳۔ رحم علی ٹولہ پر نونہالانِ اسلام کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مکتب کی تعمیر۔

۴۔ اول الذکر مسجد جامع کا رکھ رکھاؤ اور اس کے امام کی تنخواہ کا انتظام و انصرام۔

۵۔ گاؤں کے مکتب و دیگر کئی مکاتب و مدارس کا انتظام و انصرام اور ان کے اساتذہ کی تنخواہوں کی اہم ذمہ داری۔

عقد مسنون: آپ کی شادی ۲۱ر نومبر ۲۰۰۴ء میں ہوئی۔ اب تک آپ کے تین صاحبزادے محمد فرحان رضا عثمانی، محمد حسان رضا عثمانی اور عدنان رضا عثمانی بقید حیات اپنی تعلیم میں مصروف ہیں۔

شرفِ بیعت: مولانا موصوف کو امینِ ملّت حضرت سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی (سجادہ نشین خانقاہِ علمیہ مارہرہ مطہر، ایٹہ، یوپی) سے ۱۹۹۹ء میں شرف بیعت حاصل ہوا۔

مولانا الیاس رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

نام و نسب: محدثِ جلیل حضرت مولانا الیاس رضوی بن حافظ الشاہ اسحاق احمد چشتی بن صوفی چولہائی میاں بن چھتن میاں بن مراد میاں علیہم الرحمہ،

آپ کی ولادت کے تعلق سے مجھے اچھی طرح معلوم نہ ہوسکا، آپ کا وطن مالوف خرساہا پوسٹ لہوریا ضلع سیتامڑھی ہے۔ ان شخصیات میں جنھوں نے اس گاؤں کو علمی دینی اعتبار سے ایک مقام عطا کیا ان میں آپ کے والد گرامی فنافی الشیخ حافظ الشاہ اسحاق احمد چشتی علیہ الرحمہ اور آپ کے چھوٹے بھائی حافظ الشاہ مولانا اخلاق احمد نوری یوسفی تیغی (معروف بہ طبیب ملت) علیہما الرحمہ سرفہرست ہیں۔ ۷۰ر۸۰ سال قبل اس پس ماندہ علاقے میں تعلیم و تعلم کے میدان میں آپ کے آباؤ اجداد نے جو انقلاب پیدا کیا وہ ناقابل

فراموش ہے غربا کی امداد اور مہمان نوازی کے لیے شروع سے آپ کا خاندان پیش پیش رہا اور اب تک اس طرزِ حسن کو اس خاندان کے افراد قائم کیے ہوئے ہیں۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم کے تعلق سے تفصیل معلوم نہ ہوسکی البتہ اعلیٰ تعلیم آپ صوبہ بہار کے عظیم ادارہ 'دار العلوم علیمیہ' دامودر پور، مظفر پور (بانی سرکار سرکانہی علیہ الرحمہ) سے حاصل کی۔ دامودر پور کے اساتذہ میں شیخ القرآن مولانا عبداللہ خاں عزیزی، مولانا کاظم علی عزیزی بستوی، مولانا آفاق احمد مصباحی بستوی، مولانا شفیق حسن گھوسی اعظمی، مولانا قاری ظہیر ادری اعظمی علیہم الرحمہ قابل ذکر ہیں، پھر آپ بریلی شریف تشریف لے گئے اور وہیں سے دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ بریلی شریف کے اساتذہ میں مفتی اعظم ہند مفتی مصطفی رضا خاں، محدثِ بہار علامہ احسان رضوی مظفر پوری، علامہ یوسف مصری علیہم الرحمہ کے علاوہ دیگر علما، فضلا جو اس وقت منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے قابلِ ذکر ہیں۔

واضح رہے کہ درس نظامی آپ نے مکرر پڑھا ہے واقعہ یوں ہے جب آپ فراغت کے بعد گھر تشریف لائے تو والد گرامی (جو خدا رسیدہ بزرگ اور جید حافظ قرآن تھے) نے کچھ سوالات کیے آپ جواب نہ دے سکے بایں وجہ آپ کے والد گرامی نے دوبارہ تحصیل تعلیم کے لیے اجازت دی پھر آپ دوبارہ درس نظامی کی مخصوص کتابیں پڑھیں۔

تدریسی خدمات: علاقہ میں آپ نے ضلع سیتامڑھی کا مشہور ادارہ 'مدرسہ شمس العلوم' باڑا (بانی شیخ التفسیر علامہ سید ظہور الحسن سیوانی خلیفہ مفتی اعظم ہند) میں برسوں تک علمی گوہر لٹاتے رہے اس درمیاں آپ نے علما، فضلاء اور محققین کی ایک لمبی ٹیم تیار کی جو مستقبل کے لیے علاقے میں اکابر علما سے گردانے گئے۔ جب آپ مدرسہ شمس العلوم باڑا میں تدریسی خدمات کے لیے مامور کیے گئے تو اس وقت ابتدائی تعلیم ہی اس ادارہ میں ہوا کرتی آپ اپنی خداداد صلاحیت اور پے ہم جان فشانی سے اس ادارہ کو تعلیمی میدان میں ایک حیثیت و وقار عطا کیا۔ پھر آپ صوبۂ بہار کے معروف و مرکزی ادارہ 'دار العلوم علیمیہ' دامودر پور، مظفر پور میں برسوں تک شیخ الحدیث کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہے اور اس درمیان بے شمار لوگوں کو زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ مظفر پور، ویشالی، سمستی پور، دربھنگہ، مدھوبنی، سیتامڑھی اور ترائی نیپال کے علاوہ دیگر جگہوں میں بے شمار جید علما، فضلا اور مفتیانِ عظام آپ کے

تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ درس وتدریس کی دنیا میں اس وقت آپ ایک انقلابی شخصیت سے متعارف ہوئے جب مدرسہ علیمیہ دامودر پور برسوں شیخ الحدیث کی خدمت پر فائز رہ کر بیش بہا علم کے نایاب موتیوں کو تشنگان علوم دینیہ میں تقسیم کرتے رہے اسی علمی اور تدریسی خدمات کا نتیجہ تھا کہ آپ استاذ العلماء اور محدث جلیل جیسے عظیم لقب سے متعارف ہوئے۔

روحانی سفر: اس وقت کے اکابر علما مثلاً حافظِ ملت، مجاہدِ ملت، سرکار تیغِ علی، محدث اعظم ہند علیہم الرحمہ سے آپ کو حد درجہ لگاؤ و قربت تھی مگر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے زیادہ قربت حاصل تھی آپ مفتی اعظم ہند کے مقبول بارگاہ بھی تھے آپ درس نظامی کی تکمیل کے بعد درس باطنی مفتی اعظم ہند ہی سے لینا شروع کر دیا تھا مگر افسوس مفتی اعظم ہند کا انتقال پر ملال ہو گیا جو اہل سنّت کے لیے نا قابل تلافی نقصان تھا پھر اس کے بعد صوفی الحاج یوسف علی تیغی چاند پور فتح، ویشالی کے میکدہ میں حاضر ہوئے اور اُن سے پوری تعلیم باطنی حاصل کی اور انھوں نے آپ کو خلافت و اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ شاہ صوفی یوسف علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اول تھے اور جتنی قدر و منزلت اُن کے خلفا میں آپ کو حاصل تھی کسی کو نہ تھا جس کی ظاہر وجہ اعلیٰ علمی لیاقت تھی، روحانیت کی دنیا میں بھی آپ نے انقلاب عظیم برپا کیا جس طرح درس وتدریس کی دنیا میں، آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے بے شمار تلامذہ پیدا کیے۔ اسی طرح آپ نے روحانیت کے میدان میں بھی بے شمار آسیبی و ناگہانی مریضوں کو شفایابی بخشی۔ مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے صدر مفتی مولانا حسن رضا سے نوری کا بیان ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: دوران طالب علمی ایک مرتبہ مجھے سحر کا لاحقہ ہوا کافی کمزوری اور ناتوانی ہوئی عالم یہ تھا کہ اب میں زندگی سے مایوس ہو چلا تھا مگر علامہ الیاس علیہ الرحمہ نے کچھ قرآنی ترکیبیں بطور دعا اور دوا کی۔ الحمد للہ میں صحت یاب ہو گیا۔ آپ ایک شیخ کامل بھی تھے لیکن حلقہ ارادت کو مضبوط نہ کر کے آپ نے حلقہ درس کو وسیع کیا جس کے سبب علاقائی سطح پر درس وتدریس کے میدان میں ایک عظیم مقام آپ کو حاصل ہوا،

چند تلامذہ: (۱) مفتی حسن رضا باڑاوی (صدر مفتی مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ) (۲) مفتی شمیم القادری قاضی شرع مظفر پور (۳) مفتی محمد عثمان رضوی نیپال (۴) مولانا

مفتی ممتاز باڑاوی (۵) حافظ غلام جیلانی (سجادہ نشین آستانہ مفتی شمس الحق باڑاوی) (۶) مولانا عبد الجلیل باڑاوی (۷) مولانا خلیل سمستی پوری (۸) مولانا اختر حسین دربھنگہ (۹) مفتی اشرف نیپال (۱۰) مولانا عبد القیوم باڑاوی (۱۱) مولانا عبد الجبار باڑاوی (۱۲) مفتی عبد الحفیظ تیغی (خلیفہ سرکار سرکانہی) (۱۳) مولانا عبد المصطفیٰ باڑاوی (۱۴) مفتی مصلح الدین کٹیا نیپال (۱۵) مولانا عبد العزیز نیپال (۱۶) مفتی اسرائیل رضوی نیپال (۱۷) مولانا حبیب اللہ نیپال (۱۸) مولانا عباس باڑاوی (۲۰) مولانا ابراہیم کھرساہا (۲۱) مولانا قلب حسین کھرساہا وغیرہ۔

معاصرین: (۱) مفتی اسلم رضوی علیہ الرحمہ (شیر بہار) (۲) علامہ کلیم الدین علیہ الرحمہ دارا پٹی (۳) حنیفِ ملّت مولانا حنیف القادری نیپال (۴) علامہ مفتی عظیم الدین محدث آروی۔

مولانا الیف الرحمٰن نورانی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۲۲؍ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ — وصال: ۲۵؍رمضان ۱۴۱۸ھ)

ولادت و نسب: چمنستانِ سرکار محبّیٰ علیہ الرحمہ کے گل خوش رنگ، حضرت مولانا محمد الیف الرحمٰن نورانی مصباحی کی شخصیت منفرد المثال تھی۔ آپ حضرت محبیؒ کے پوتے اور حافظ محمد شریف الرحمٰن صاحبزادۂ محبیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۲؍ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ بروز شنبہ آپ کے نانیہال موضع پوکھر ٹولہ بسفی ضلع دربھنگہ (موجودہ ضلع مدھوبنی) میں ہوئی

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد کے مدرسہ نور الہدیٰ میں حاصل کی جہاں ابتداء سے شرح جامی تک کی تعلیم پائی۔ اُن دنوں مدرسہ نور الہدیٰ میں حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن علیمی، مولانا حکیم عطاء الرحمٰن قادری، مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن وغیرھم مسند تدریس کو زینت بخش رہے تھے۔ آپ نے انھیں مشاہیر علم وفن سے اکتسابِ علم وفن کیا۔

پھر ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۸ء جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار میں حضرت مولانا عبد اللہ صاحب، مولانا مشتاق احمد، مولانا محمد یوسف اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے گلستان علم سے خوشہ چینی کی۔ وہاں آپ کی تعلیم

ہدایہ آخرین تک پہنچی تھی کہ دیار اعلیٰ حضرت کی محبت لیے ۱۹۵۹ء میں منظر اسلام بریلی شریف پہنچ گئے اور صرف ایک سال رہ کران کتابوں کی تعلیم حاصل کی جو ماسبق مدرسہ میں داخل نصاب نہیں تھیں۔

بریلی شریف میں جن پاکیزہ ہستیوں سے آپ نے اکتسابِ علم کیاان میں بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری (سابق صدر المدرّسین وصدر مفتی)، علامہ احسان علی مظفرپوری (شیخ الحدیث)، مفتی محمد جہانگیر فتح پوری اعظمی اور حضرت مولانا بلال احمد پورنوی شامل ہیں۔

پھر آپ کے تعلیمی سفر کا آخری پڑاؤ تھامدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، جہاں ۱۹۶۰ء سے تقریباً ۴ رسال رہ کر درسیات کی منتہی کتابوں کی تحصیل کی۔ یہاں آپ نے جن اساتذۂ علم وفضل سے اکتسابِ علم وفیض کیا اُن میں یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکرہیں:

- حافظِ ملّت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ
- حافظ عبدالرؤف بلیاوی، نائب شیخ الحدیث
- مفتی عبدالمنان اعظمی، مفتی اشرفیہ
- مولانا محمد شفیع اعظمی ا
- ناظفرادیبی مبارک پوری

۱۹۶۲ء میں دستار فضیلت وسند تفویض ہوئی، مگر فراغت کے بعد بھی ایک سال جامعہ میں گذارااور معقولات میں تخصص کیا۔

درس و تدریس: ۱۹۶۴ء سے تدریس و تعلیم کا آغاز کیا اور بہار، بنگال، اور یوپی کے مختلف اداروں میں ابتدائی فارسی سے ابوداؤد و مسلم تک کی تدریسی خدمات انجام دیئے۔ جن میں سب سے زیادہ مدت تک سلطان المناظرین علامہ مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ احسن المدارس کانپور میں گذارا۔ پھر ۱۹۷۳ء میں دارُالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان تشریف لے گئے اور یہاں تدریسی فرائض انجام دیے۔ ۱۹۷۶ء میں ''برنپور'' آسنسول مغربی بنگال کے ''بوائز ہائی اسکول'' میں اردو فارسی کے معلم کی حیثیت سے آپ کی تقرری ہوئی، جہاں قیام کے دوران برن پور کی جامع مسجد وعیدگاہ کی امامت وخطابت تاحیات فرماتے رہے۔

تصانیف: آپ نے مندرجہ ذیل تصنیفات اور تحریری یادگاریں چھوڑی ہیں:
(۱) رہنمائے فارسی غیر مطبوعہ (۲) طریقہ نماز مطبوعہ (۳) لمعان حدیث (صحیح البہاری سے طہارت وصلوٰۃ کے متعلق منتخب احادیث کا اردو ترجمہ) (۴) بیان الاوقات مطبوعہ (۵) اسلامی نماز مطبوعہ (۶) رسالہ بزم نور۔

شعر و سخن: آپ نے فن شاعری میں بھی ملکہ ومہارت وراثت میں پایا تھا۔ کلام میں سلاست و روانی، قافیہ بندی اور ندرت بیانی حد درجہ موجود ہوتی۔ آپ کے مندرجہ ذیل شعر کی روانی ملاحظہ کیجیے۔ آپ فرماتے ہیں:

کم نصیبی سے میسر ہو نہ گر طیبہ کی خاک
مجھ کو دفنا دینا سرکار محبیؒ کے قریب

عقد مسنون: آپ کی شادی پوکھر ٹولہ بسفی ضلع مدھوبنی میں ماموں جناب حبیب الرحمٰن مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفی رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ سے ۱۹۶۱ء میں بیعت ہوئے۔ مفتی اعظم ہند نے آپ کو اعمال واوراد کی اجازت زبانی طور پر ۱۹۷۲ء میں عطا فرمائی اور ۷ رشعبان المعظم ۱۴۰۱ھ کو مفتی اعظم ہند نے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی باضابطہ خلافت عطا فرمائی اور تحریری سند سے بھی نوازا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ ہی اپنی خاص نوازشات سے سرفراز فرماتے رہے۔

وصال: آپ کا وصال تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں برنپور، آسنسول میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ نصف شب یکشنبہ کو ہوا۔ جسد خاکی بذریعۂ ایمبولینس پوکھریرا (سیتامڑھی) لایا گیا۔ پہلی نماز جنازہ آسنسول میں برادر مکرم قاری لطیف الرحمٰن نے پڑھائی جب کہ دوسری بار پوکھریرا میں مولانا فیض الرحمٰن اشرفی شیخ الحدیث دار العلوم اہلِ سنّت جبل پور کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور اپنے جد کریم حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کے آستانہ کے قریب مدفون ہوئے اس طرح آپ کی دیرینہ آرزو اور دلی تمنا پوری ہوگئی کہ:

کم نصیبی سے میسر ہو نہ گر طیبہ کی خاک
مجھ کو دفنا دینا سرکار محبیؒ کے قریب

مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ

(ولادت: ۶؍جون ۱۹۷۲ء)

ولادت و جائے پیدائش: ڈاکٹر امجد رضا کی پیدائش ۶؍جون ۱۹۷۲ء میں ان کے آبائی گاؤں رضا باغ گنگٹی واقع سیتامڑھی بہار میں ہوئی۔ یہ گاؤں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان کے علاوہ شہر محبت بریلی کے تقریباً تمام بزرگوں کی جلوہ گاہ رہا ہے۔ خود ڈاکٹر صاحب کے والد جناب گماشتہ عبدالغفور خاں مرحوم حجۃ الاسلام مفتیشاہ حامد رضا قادریعلیہ الرحمہ والرضوان کے چہیتے مرید تھے۔ جب بھی حجۃ الاسلام یہاں تشریف لاتے اپنی بے پناہ مصروفیات کے بعد بھی یہاں آپ دس اور پندرہ دن تک قیام فرماتے تھے۔ آپ کے بعد مفسّرِ اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا زمانہ آیا تو مہینہ بھر تک آپ کا قیام اس گاؤں میں ہوتا اور یہی گھرانہ ان کا مہمان نواز ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کی والدہ مرحومہ حضور جیلانی میاں سے ہی بیعت تھیں۔ جنہیں حضور حجۃ الاسلام اور حضور جیلانی میاں علیہم االرحمہ کی دعائیں سمیٹنے کا بھرپور موقع ملا۔

ظاہر ہے ایسے دیندار اور محبت رضا سے سرشار گھرانہ میں جس کی پیدائش ہوگی وہ ایمان وعقیدے کی خوشبو سے معطر ہوگا۔ اس کی فکر پاکیزہ ہوگی، وہ بزرگوں کی بارگاہ کا ادب شناس، بڑوں کے احترام کے جذبے سے آشنا، علم وادب سے مزین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی فکر کا مبلغ وترجمان ہوگا۔ ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ اس میزان پہ پورا اترتے ہیں۔

تعلیم و تربیت: ان کا تعلیمی سفر اپنے گاؤں ہی سے شروع ہوا۔ جہاں انہوں نے مولانا سلطان رضا قادری اور مولانا حافظ وقاری عبدالجبار اشرفی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۹۸۲ء میں پاسبان ملّت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد تشریف لے گئے۔ ایک سال وہاں رہنے کے بعد گھر سے دوری کے سبب انہیں قریب ہی کے مدرسہ جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی ضلع مظفر پور میں داخل کرایا گیا۔ یہاں شیر بہار حضرت مفتی اسلم رضوی (بانی جامعہ قادریہ مقصود پور) نے تعلیم اور عقائد کی پختگی کا بہت اچھا ماحول بنایا تھا۔ یہیں پہلی بار مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ

رضوی، مولانا حاجی نسیم رضوی، مولانا فیاض احمد رضوی سے پڑھنے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول: ان کی تعلیم کا سب سے مصروف ترین دور یہی تھا اور ان کے استاذِ مکرم مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رضوی (جو ابھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر پی ایچ ڈی کرنے کے سبب ڈاکٹر اور شاعری کا ذوق رکھنے کے سبب نجم القادری کے نام سے متعارف ہیں) نے انہیں خصوصی توجہ سے پڑھایا انہیں کے ساتھ وہ دار العلوم قادریہ غوثیہ، سیتامڑھی بھی گئے۔ اور صرف ونحو وادب کی بنیادی کتابیں بڑی محنت سے پڑھیں۔ گویا ۱۹۸۳ سے ۱۹۸۴ء تک کا عرصہ ان ہی کی خدمت میں گزرا۔ یہاں کے بعد آپ بعض دوستوں کی تحریک پہ دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام چلے گئے جہاں حضرت مولانا ظل الرحمٰن رضوی، مولانا عبدالعزیز رضوی، مولانا فضیل احمد، مولانا خورشید احمد (اساتذۂ دار العلوم خیریہ نظامیہ) سے آپ نے سال بھر تک تعلیم حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی تعلیم کا آخری پڑاؤ دار العلوم امجدیہ ناگپور تھا۔ یہاں آپ حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب رضوی کے توسط سے ۱۹۸۶ء میں داخل ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں فراغت پائی۔ آپ نے یہاں حضرت مفتی غلام محمد خاں رضوی ناگپوری، حضرت مفتی مجیب اشرف ناگپوری، حضرت مولانا سید محمد حسینی ناگپوری، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب، حضرت مفتی منصور احمد صاحب، حضرت مفتی محمد ابوالقیس صاحب، حضرت مولانا محمد اقبال، حضرت قاری مطلوب احمد سے درجہ بہ درجہ دورۂ حدیث تک، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ادب، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ تدریس کے بعد کے اوقات میں آپ نے یہیں جناب ایوب انصاری کے مرکز کتابت میں فن کتابت بھی سیکھی۔ اور ناگپور ہی کے تعلیمی سال کے درمیان تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں قادری سے آپ نے شرفِ بیعت حاصل کیا۔

فراغت کے بعد آپ بہار کی راجدھانی پٹنہ آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ پٹنہ میں آپ کی زندگی کا آغاز الجامعۃ الرضویہ کی تدریسی خدمات سے ہوا۔ پھر آپ کے ذوق طلب نے آپ کا رخ کالج کی طرف کیا تو آپ نے جین کالج آرہ سے ۱۹۹۴ء میں ایم اے کیا اور پھر ایم اے کے بعد پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ صاحب کی نگرانی میں اعلیٰ حضرت کی تنقید نگاری پہ پی ایچ ڈی کی۔ جب پہلے پہل مرکزی ادارہ شرعیہ میں شعبہ تربیت

افتا قائم ہوا اور فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی صاحب ادارہ شرعیہ میں صدر شعبہ ہو کر تشریف لائے تو آپ اس شعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت مفتی صاحب کی صحبت میں آپ نے افتا کا کورس مکمل کیا اور ممتاز قرار دیے گئے۔ آپ کی زندگی کا یہ انتہائی قیمتی دور تھا اس میں آپ کو حضرت مفتی صاحب سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ مفتی صاحب نے بھی آپ کو بڑی شفقت سے سنوارا۔ اسی لیے مفتی صاحب قبلہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے قابلِ ذکر تلامذہ میں شمار کرتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے لیے یقینا فخر کی بات ہے۔

تحریر و قلم: ڈاکٹر امجد رضا نے ناگپور میں تعلیمی سفر کے دوران ہی مضمون لکھنے کی شروعات کی تھی پھر ان کا شہوار قلم چلتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندو پاک اور امریکہ تک اس کی گونج سنائی دینے لگی۔ آپ کی اسی صلاحیت کے سبب ادارہ شرعیہ کے علمی فکری ترجمان ''سہ ماہی رفاقت'' کا انہیں ایڈیٹر بنایا گیا پھر رضویات کے موضوع پر آپ نے رضا اکیڈمی کے تعاون سے خود اپنا رسالہ ''رضا بک ریویو'' جاری کیا جس نے علمی، ادبی اور رضویاتی محققین کے درمیان آپ کی نئی پہچان بنائی۔ یہ مقبولیت اس وقت اور مستند ہوئی جب مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی (جانشینِ قائد اہلِ سنّت) نے امریکہ سے رسالہ نکالنے کا اردہ کیا تو آپ ہی کو اس کا ایڈیٹر بنایا جس نے پوری دنیا میں آپ کو متعارف کرایا۔ اسی درمیان ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے نکلنے والے انٹرنیشنل انگریزی میگزین (معارف رضا، انگلش) کا باضابطہ اجازت لے کر مدیر اعزازی بنایا گیا۔ ان حقائق سے ڈاکٹر امجد رضا کی مقبولیت اور ان کی تحریروں پر اعتماد کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔

شعر و سخن: ڈاکٹر امجد رضا امجد شاعر بھی ہیں اور خوش گلو بھی۔ پٹنہ کی بزم ثاقب' سے باضابطہ اپنی شاعری کا سلسلہ شروع کرنے والے امجدؔ پختہ گو شاعر ہیں۔ غزل کہنے کا سلسلہ اگرچہ آپ نے ترک کر دیا ہے اور نعت پاک کو توشۂ آخرت سمجھ کر اسی سے وابستہ ہیں مگر ابتدائی دور کی غزلیں ان کے اچھے شاعر ہونے کی دلیل ضرور فراہم کرتی ہیں۔ اب انہوں نے نعت پاک سے اپنا رشتہ قائم کر رکھا ہے، وہ نعتیں کہتے ہیں اور بہت عمدہ کہتے ہیں اور جتنا عمدہ کہتے ہیں اتنا ہی عمدہ پڑھتے بھی ہیں۔ مثلاً ان کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ کریں:

مرے جذب شوق جنون کو، کہوں کیا کہاں کی تلاش ہے

جہاں سرنگوں ہیں بلندیاں، اسی آستاں کی تلاش ہے
غم عشق میری اساس ہے یہی اک عمل ہے جو پاس ہے
جسے نذر کرسکوں نقد جاں، اسی جان جاں کی تلاش ہے

مدینہ میں ذرا رکھنا بھرم اے آگہی میری
ہوا جاتا ہوں خود سے بے خبر آہستہ آہستہ
منقش پتلیوں میں ہے شبیہ گنبد خضریٰ
ملی مجھ کو یہ معراج نظر آہستہ آہستہ

دل چاہتا ہے نعت حبیب خدا لکھوں
لیکن یہ سوچتا ہوں کہ بندہ ہوں کیا لکھوں
عکس جمالِ حق لکھوں یا آئینہ لکھوں
یا کچھ بھی لکھ نہ پاؤں تو سرِّ خدا لکھوں
اچھا یہی ہے رب کا ہی لکھا ہوا لکھوں
اپنی کہاں بساط کہ ان کی ثنا لکھوں

کام آخر مرا اضطراب آگیا
آنکھ جھپکی مدینے کا خواب آگیا
پرسش غم کو آئی جو یاد نبی
ٹوٹتے حوصلوں میں شباب آگیا

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی تازہ اور شاید تاحیات مصروفیات رضویات سے وابستہ ہیں۔ میں انہیں ہر دم مصروف دیکھتا ہوں وہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں یا اوروں سے رضویات پہ کچھ کرانے کے خاکے بناتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان پہ تحقیقی کاموں کا جو منصوبہ بنا رکھا ہے اس کے لیے انہیں افراد کی بھی ضرورت ہے اور وسائل کی بھی۔ خدا کرے کہ وہ دن آئے اور وہ اپنے منصوبے کے مطابق رضویات پر منظم اور منصوبہ بند کام کرنے کا خواب پورا کرسکیں۔

انہوں نے اب تک مختلف موضوعات بالخصوص رضویات پہ جو کام کیے ہیں ان میں بعض مطبوعہ ہیں بعض غیر مطبوعہ، بعض کی کمپوزنگ ہو چکی ہے۔ بعض تکمیل کے مرحلہ میں ہے اور بعض کا مسودہ تیار رکھا ہے۔ اس طرح کے کاموں کا بڑا ذخیرہ ان کے دفتر القلم فاؤنڈیشن (پٹنہ) میں بکھرا پڑا ہے۔ خدا کرے وہ بھی منضبط ہو جائے۔

۲۰۱۲ء تک کی خدمات ایک نظر میں

تدریسی خدمات:

- الجامعۃ الرضویہ پٹنہ (درس نظامیہ)
- ادارہ شرعیہ بہار (شعبہ تربیت افتا،)
- اسلامیہ ڈگری کالج مظفر پور (دینیات)

قلمی خدمات

تصانیف و تالیف:

- امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں
- امام احمد رضا اور بہار
- امام احمد رضا اور عظیم آباد
- امام احمد رضا اور سلسلہ فردوسیہ
- امام احمد رضا اور بہار کی خانقاہیں

ترتیب:

- منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ (فتاویٰ رضویہ کے بعض مسائل کا انتخاب)
- کلیات رضا (عربی فارسی اردو، مکمل مجموعہ کلام)
- ارمغانِ رضا (امام احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب و ترجمہ)
- لفظیات رضا (حدائق بخشش کی موضوعاتی ترتیب)
- بیاض رضا (کتب رضا میں شامل اشعار کی ترتیب)
- غزلیات رضا مع (مع تقدیم و ترتیب)
- قصائد رضا، (مع تقدیم و ترتیب)
- رباعیات رضا (معتقدیم و ترتیب)
- سیمای فارسی (برائے درجہ ششم) (تیار کردہ این سی ای آر ٹی، پٹنہ)

تحقیقات:

- ماہنامہ 'تحفہ حنفیہ': تحقیقی جائزہ واشاریہ

- قصیدہ آمال لابرار: تحقیق وتقدیم
- دربارِ حق وہدایت: تحقیق وتجزیہ
- تحریک ندوہ، تاریخی وتنقیدی جائزہ
- 'نعتیہ شاعری کے آداب' کا تنقیدی مطالعہ

مجموعہ مقالات ومضامین:

- مطالعہ رضویات — رضویات پر علمی، تنقیدی مقالات
- عرفانِ ادب — علمی وادبی مقالات
- میزانِ ادب — تبصراتی مضامین
- لمعانِ ادب — مذہبی مضامین
- وادیِ نور کا سفر — تاثراتی سفرنامہ حج
- پیمانہ حجاز — نعتیہ مجموعہ
- درد ہے ہم سفر — غزلوں کا مجموعہ
- جلوۂ شانِ حق — شیر بہار حضرت مفتی اسلم رضوی پر مضامین کا مجموعہ
- تحائف بخشش — حجۃ الاسلام کے منتخب کلام کا مجموعہ
- محبوب الاکابر — حضرت الحاج غلام رضا عرف منے میاں کے حالات زندگی پر تاثرات کا مجموعہ
- وقارِ ملّت — حضرت مولانا جمال احمد خاں قادری کے حالات وتاثرات کا مجموعہ
- فرہنگِ کلیات رضا — (عربی فارسی اردو مکمل کلام رضا کی فرہنگ)

صحافت:

- ایڈیٹر: سہ ماہی ''رفاقت'' ادارہ شرعیہ بہار
- ایڈیٹر: سہ ماہی ''آیات'' امریکہ
- چیف ایڈیٹر: سہ ماہی ''رضا بک ریویو'' پٹنہ
- چیف ایڈیٹر: پندرہ روزہ ''ندائے بہار'' (اردو ہندی اخبار)
- مدیر اعزازی: معارف رضا، کراچی (انگلش میگزین)

فاؤنڈیشن:

- القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ
- پندروزہ اردو ہندی اخبار ''ندائے بہار'' پٹنہ
- رضا بک ریویو، پٹنہ
- مدینہ مسجد، (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار
- قادری مسافرخانہ، (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار (نزد پوپری اسٹیشن)
- امام احمد رضا لائبریری (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار
- صفہ اکیڈمی (رضا کمپلیکس) پوپری، سیتامڑھی بہار

ایوارڈ:

- اعلیٰ حضرت پی ایچ ڈی ایوارڈ خانقاہ رضویہ بریلی شریف
- امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
- غلام سرور ادبی اور صحافتی ایوارڈ، علمی مجلس بہار پٹنہ

پروفیسر انجم کمالی

(ولادت: ۲۲؍جون ۱۹۴۷ء)

معروف نعت خواں مشہور شاعر، جانا پہچانا نام پروفیسر انجم کمالی، اسی فضل وکمال والی سرزمین کی عمدہ پیداوار ہیں جس کو پوکھریرا کہا جاتا ہے۔ سید ابونصر شاہ کمال الدین قدس سرہٗ سے ملے فیض بے پایاں نے پورے خانوادہ کو اسیر کمال بنادیا اس لیے ''کمالی'' کے لفظ کو بقیہ دیگر افراد کی طرح ہی تتمہ ورسم کے طور پر استعمال کرتے اور ''انجم کمالی'' کہلاتے ہیں۔

ولادت ونسب: شجرۂ نسب اس طرح ہے: محمد رضا عرف انجم کمالی بن مولوی حسن رضا کمالی ابن منشی عبد الحق ابن محمد شمشیر علی بن غلام حسین۔ تاریخ ولادت ۲۲؍جنوری ۱۹۴۷ء اور مولد ومسکن ''آشیانۂ انجم'' پوکھریرا، پوسٹ رائے پور ضلع سیتامڑھی ہے۔

پانچ سال کی عمر میں والد گرامی نے گھر پر محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرکے جناب مولانا مظہر الحق رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ بسم اللہ خوانی ادا کرائی۔ حاضرین علماء میں حکیم محمد رفیق صاحب آپ کے پھوپھا جان مولوی عثمان صاحب اور علامہ سید الزماں حمدوی اور دادا جان

منشی عبدالحق بھی موجود تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے پھوپھا مولوی محمد عثمان سے اور اپنے والد محترم سے حاصل کی جو باتھ اصلی کے ایک پرائمری اسکول میں پڑھاتے تھے۔ کچھ دنوں بعد دمہ کی بیماری میں ایسا مبتلا ہوئے کہ تقریباً دس برس تک اس آزار سے نبرد آزما رہے۔ مجبور ہو کر تعلیم بند کر دی اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ جب عمر ۱۵ رسال کی ہوئی ایک دن سخت دھوپ میں کھیتی کا کام کر رہے تھے کہ برادر اکبر حضرت علامہ شبنم کمالی سامنے ظاہر ہوئے اور ایسی حالت پر آنکھوں میں آنسو بھر کر بولے کیا تو پڑھے گا نہیں؟ آپ نے کہا کہ میں نے پڑھنے سے کب انکار کیا؟

اس کے بعد والد گرامی سے اجازت لے کر برادرِ گرامی کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ چھپھوا پہنچے اور تعلیم شروع کر دی۔ وسطانیہ تا مولوی وہیں زیر تعلیم رہے۔ پھر برادر گرامی کے ساتھ مدرسہ وحیدیہ ضلع تارا چلے گئے اور درسیات کی کتابیں جلالین، ہدایہ، شرح وقایہ، دیوان متنبیؔ، دیوان الحماسہ اور قرآن مجید کی مکمل تفسیر اپنے برادر گرامی سے سبقاً سبقاً پڑھی جنھوں نے بھائی ہونے کے ساتھ استاذ، مربی اور محسن ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اسی دوران مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا سے پرائیوٹ طریقہ پر فضیلت کی تکمیل کی اور اسکول و کالج کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ بی، اے، اور ایم اے فارسی سے کیا۔ اس طرح ۱۹۶۵ میں آپ کا سفر تعلیم اختتام کو پہونچا۔

تدریسی خدمات: اولاً مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں نائب صدر مدرس کے عہدے پر بحال ہوئے اور تقریباً دس سال یہاں خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۷۶ء میں جنگ بہادر سنگھ بکوچی کالج کٹرہ مظفر پور میں صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے مستقل بحالی ہوئی اور پھر ترقی کر کے ۲۰۱۰ء میں اس کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اور اسی عہدہ سے ۳۱ر مارچ ۲۰۱۳ء کو ریٹائر ہوئے۔

شعر وشاعری: کہتے ہیں کہ شاعری کا شوق قدرت کا عطیہ ہے جو کسی کسی کو مرحمت ہوتا ہے۔ اور مذہبی شاعری تو اس سے بھی بڑھ کر انعام ہے۔ جس میں شاعر کبھی حمد الٰہی کر کے اپنے خالق و مالک کی ثنا میں رطب اللسان ہوتا ہے تو کبھی جانِ جاناں کی نعت و منقبت کر کے اپنی غلامی کو معراج کمال بخشتا ہے۔ پروفیسر انجم کمالی بھی اپنی نعتیہ شاعری میں اپنی انفرادیت کی وجہ سے کافی مقبول و معروف ہیں۔ اس فن سے ان کا تعلق ۱۹۶۴ سے

باضابطہ طور سے ہوا اور تاہنوز مشق سخن جاری وساری ہے۔ اسی اور نوے کی دہائیوں میں نہ صرف ضلع میں بلکہ شمالی بہار میں انجم کمالی صاحب اسٹیج کی دنیا کے بے تاج بادشاہ تھے۔

ایک مرتبہ عم محترم خطیبِ شہیر حضرت علامہ مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ (ولادت: ۱۹۳۳ء، وصال: ۲۰۱۲ء) مشرقی سیتامڑھی کے کسی جلسہ سے اپنے گھر اندولی واپس ہوئے تو انجم کمالی صاحب کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہوئے:

”انجم کمالی واقعی کمال کے سحر انگیز خوش گلو شاعر ہیں۔ پورے جلسہ میں انجم کمالی چھائے رہے۔ نہ کوئی مقرر چلا اور نہ شاعر“

آپ کے کلام کے درج ذیل چار مجموعے شائع ہو کر مقبول انام ہو چکے ہیں (۱) فردوس نظر (۲) فردوس خیال (۳) گلشن مصطفیٰ (۴) گلشن طیبہ۔ بقیہ کلام منتشر غیر مطبوعہ ہے۔

پروفیسر انجم کمالی کی شاعری میں ندرت بیانی، جدت طرازی، اور حد درجہ سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔ برادر محترم حضرت علامہ شبنم کمالی علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات پر آپ نے ایک پرسوز مرثیہ تحریر کیا۔ اس کے چند بند نمونۂ کلام کے طور پر ملاحظہ کریں۔

جنت الفردوس میں وہ سو گیا
آج سے انجم اکیلا ہو گیا

شبنم افشاں ہو گئے ہیں بھائی جاں ۔۔۔ آ گیا صحن و چمن میں اب خزاں
آج رخصت ہو گئے ہیں بھائی جاں ۔۔۔ گھر ہمارا بن گیا ماتم کناں

قصر جنت کا مکیں وہ ہو گیا
آج سے انجم اکیلا ہو گیا

وارث علم نبی شیریں مقال ۔۔۔ عالمِ دیں صاحبِ فضل و کمال
نیک صورت، نیک سیرت، خوش خصال ۔۔۔ دور تک جس کی نہیں ملتی مثال

جا کے وہ خلد بریں میں سو گیا
آج سے انجم اکیلا ہو گیا!

وہ مدرس تاجدارِ علم و فن ۔۔۔ جس کے دم سے رونقِ بزم سخن
وہ اکیلا تھا مگر تھا انجمن ۔۔۔ الفت سرکار جس کا پیرہن

محو عشقِ مصطفیٰ وہ ہوگیا
آج سے انجم اکیلا ہوگیا

۱۹۶۵ء میں عقد مسنون ہوا۔ نکاح خواں تھے آپ کے پھوپھا استاذ گرامی حضرت مولوی محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ۱۹۷۳ء میں جامعہ قادریہ مقصود پور میں ایک جلسہ کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز سے بیعت کا شرف پایا اور دوبار حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ طیبہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ پہلی بار ۲۰۰۰ء میں اور دوسری بار اپنی اہلیہ کے ہمراہ ۲۰۰۴ء میں۔

مولانا محمد انصار الحق عرف (حافظ عربی)

(ولادت: ۳ر مئی ۱۹۷۳ء)

لمبا قد، دوہرا بدن، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی، چمکتی آنکھیں، درخشاں رنگ، مزاج میں سنجیدگی، اعضا میں صلابت، گفتگو میں حلاوت، انتہائی درجہ خلیق، یہ ہیں مولانا مفتی محمد انصار الحق پرساوی جنھیں عرف عام میں ''حافظ عربی'' سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

نام و نسب: محمد انصار الحق بن محمد مظہر الحق بن محمد عین الحق والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھنے کے بعد کفالت کی ذمہ داری والدہ کریمہ محترمہ کنیز فاطمہ نے نبھایا۔ والد بزرگوار کی طرح والدہ کریمہ بھی ایک سلجھی ہوئی خاتون ہیں۔ موصوف اپنے تین بھائیوں اور تین بہنوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔

ولادت: مولانا موصوف کی ولادت تخمیناً ۳ر مئی ۱۹۷۸ء کو آبائی گھر مقام پرسا، پوسٹ کمہاں، وایا سرسنڈ، ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔ گھریلو ماحول پر شرعی رنگ وروغن چڑھا تھا جس کا نمایاں عکس آپ کی شخصیت پر نظر آتا ہے۔

تعلیم و تربیت: بسم اللہ خوانی گھر میں ہی انجام پائی، پرائمری سطح کی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں پرسا کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر اہل خانہ نے آپ کی رغبت اور ذوق وشوق کو بھانپتے ہوئے ۱۹۸۴ء کو دار العلوم رضائے مصطفیٰ مچکونی ضلع سیتامڑھی میں داخل کر دیا۔ جہاں آپ نے ۱۹۸۸ء تک وسطانیہ معیار کی تعلیم حاصل کی اور حفظ قرآن کریم کے

ابتدائی مراحل بھی طے کیے جن کی تکمیل جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی ضلع مظفر پور میں ۱۹۹۰ء میں ہوئی، یہاں آپ نے تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری (جانشین مفتی اعظم ہند بریلی شریف) کے دست مقدس سے دستار و سند حفظ وقرأت سے سرفراز ہوئے۔ تکمیلِ حفظ کے بعد آپ نے مروجہ درجات نظامی کی تحصیل جامعہ قادریہ ہی میں ۱۹۹۴ء تک کی۔ پھر عالمیت کے لیے ضیاء العلوم ادری ضلع مئو یوپی میں داخلہ لیا۔ جہاں آپ نے ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۷ء تک تحصیلِ علم میں مصروف رہے۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا جہاں سے ۲۰۰۰ء میں عرس عزیزی کی پر بہار فضا میں دستار بندی سے ہمکنار ہوئے۔ پھر ۲۰۰۱ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے فضیلت سال آخر کی تکمیل کر کے سند و دستار سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد اہل خانہ کی خواہش سے تخصص فی الفقہ کا دوسالہ نصاب مکمل کیا اور ۲۰۰۳ء میں فراغت حاصل کی اور تحقیق فی الفقہ کی سند سے سرفراز ہوئے۔

بیعت و ارادت: تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری (جانشینِ مفتیِ اعظم ہند) سے بیعت وارادت کا شرف بھی حاصل کیا اور اسی مناسبت سے ''رضوی'' کہلاتے ہیں۔

اساتذہ و مشائخ: آپ نے جن اساتذۂ علم وفن سے استفادہ واکتسابِ علوم وفنون فرمایا ان کی فہرست طویل ہے۔ تاہم چند مخصوص اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (بانی جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور)
- محدث کبیر مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور)
- بقیۃ السلف علامہ شاہ عبدالشکور عزیزی مصباحی
- خیر الاذکیا مولانا محمد احمد مصباحی (موجودہ صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور)
- محققِ مسائلِ جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی (صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور)
- الحاج محمد نسیم الدین صاحب رضوی (ناظمِ اعلیٰ جامعہ قادریہ مقصود پور

تعلیمی وتدریسی خدمات: موصوف کی تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات ان کے سفر تحصیل علوم وفنون کی طرح ہی طویل اور وسیع ہے چنانچہ آپ نے اب تک اندرون ملک متعدد مقامات کو زینت بخشی ہے اس حوالے سے بیگوسرائے، ہرتھا، مظفر پور، کرناٹک کے مدارس اور دار العلوم کے تعلیمی وتدریسی خدمات آپ نے سرانجام دیے جب کہ جنگل شاہ درگاہ سورت گجرات کی جامع مسجد کی امامت کا فریضہ بھی کئی سالوں تک آپ

نے نبھایا۔ دور دراز خطہ میں اپنی دینی و تبلیغی و سرگرمیاں پوری کر کے فی الحال اپنے آبائی قریہ پرسا ضلع سیتامڑھی میں، وہاں کی دینی و ملی اور اخلاقی و معاشرتی ضرورت کی تکمیل کی خاطر آپ نے "جامعہ رضویہ مظہر اسلام" کے نام سے ایک ادارہ کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اور ان دنوں اسی حوالے سے اپنی مذہبی و منصبی ذمہ داریوں کے تئیں ہمہ تن مصروف کار ہیں۔

عقد مسنون: آپ کا عقد مسنون ۲۰۰۶ء میں ہوا۔ فی الحال چار صاحبزادیاں مروجہ دینی و خانگی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو رہی ہیں۔

شخصی خصوصیات: آپ کی شخصیت میں دینی حمیت و نصرت بدرجہ اتم موجود ہے۔ مدارس و مساجد کی خدمات کا حسین جذبہ رکھتے ہیں۔ مزاج میں سادگی، متانت اور سنجیدگی ہے۔ حلیہ تصوفانہ بود و باش رکھتا ہے۔

مولانا انور علی نوری مظہر القادری

(ولادت: ۱۹۵۸ء)

ولادت و نسب: مولانا محمد انور علی نوری ابن شیخ عبدالحلیم ابن روشن محمد مرحوم نسباً شیخ صدیقی، مشرباً و مسلکاً نوری، اپنے آبائی وطن مہچٹی، پوسٹ پرادادن، ضلع سیتامڑھی میں ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ناظرہ اور اردو وغیرہ کی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب اور پڑوس کے گاؤں بگہا میں حاصل کیا۔ پھر تقریباً ۱۹۷۰ء کے اوائل میں علاقہ کے مشہور ادارہ فیض الغرباء دھرمپور، بھانڑ سر نیپال میں داخلہ لیا اور فارسی کی پہلی، گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا اور ابتدائی عربی کی تعلیم مخزن المدرسین حضرت علامہ مولانا عبدالوحید صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی حاصل کی۔ اور تقریباً پانچ سال وہاں رہنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں دارُالعلوم علیمیہ انوارُ العلوم دامودر پور، مظفر پور پہنچ کر جماعت ثانیہ میں داخلہ لیا۔ لیکن کچھ نامساعد حالات کے پیش نظر وہاں صرف چھ ماہ تک رہ سکے۔

بعد ازاں ۱۹۷۵ء کے اواخر میں مرکز اہلِ سنّت دارُالعلوم مظہر اسلام میں داخل ہو کر مروجہ نصاب کی پوری تعلیم حاصل کی اور ۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں علمائے اہلِ سنّت بالخصوص سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت حاصل ہوئی۔ دورانِ طالب

علمی ۱۹۷۹ء میں بہار ایجوکیشن بورڈ سے فوقانیہ اور الہ آباد بورڈ سے عالم کے امتحانات پاس کیے۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد بریلی شریف کے اطراف میں تقریباً تین سال تک ابتدائی تعلیم اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو دارالعلوم اہلِ سنّت صدر العلوم، سسوا بازار، ضلع بستی آگئے جہاں مولانا محمد شمیم قادری نیپالی کی معیت میں تقریباً چھ سال درس و تدریس سے منسلک رہے۔ پھر راقم الحروف کی دعوت پر ۶ر اگست ۱۹۸۸ء سے دارالعلوم حمایت العلوم، گجپور، گرنٹ آگئے اور شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر یہاں سے الگ ہو کر فتحپور ضلع سیتامڑھی (بہار) ایلر املک ڈیہہ، ضلع گونڈہ (یوپی) اور مدرسہ انوار العلوم، رامپور، ارنا میں تدریس سے متعلق رہے۔

تحریر و قلم: تصنیف و تالیف اور تحریر و قلم سے بھی موصوف کو اچھی دل چسپی ہے۔ ۱۹۸۹ء میں فیض الادب ثانی کی ترکیب و تشریح بنام 'نور الادب' اور ۱۹۹۴ء میں ایک اصلاحی کتابچہ 'پیغام روح پرور' انجمن غلامان رضا، رضا نگر سے شائع ہو چکی ہے جو مولانا کی قلمی دل چسپی کو واضح کرتی ہے۔

بیعت و ارادت: ۱۹۷۵ء کے اواخر میں عید سعید کے دن بعد نماز عصر رضا مسجد سوداگران بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۲۰۱۳ء میں حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہونے کے لیے عزم بالجزم کر چکے ہیں، فارم پاس ہو چکا ہے، تیاری مکمل ہے۔ آج کل کچور میں رضا دار القرأت میں اپنے علوم و فنون کی جوت جگا رہے ہیں۔

مولانا محمد ایوب حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت و وصال: نامعلوم)

متوطن باتھ اصلی ضلع سیتامڑھی، آپ نے اپنے والد صوفی عبد الرحمٰن شیخ و مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ اسلامیات کا مطالعہ گہرا تھا۔ سیاست حاضرہ پر عمیق نظر تھی، عملی طور پر سیاست میں حصہ لیتے تھے۔ بڑے ذہین، مدبّر اور حافظہ بلا کا تھا۔ اکابرین کی بارگاہ کے حد درجہ مؤدب تھے۔ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مرید اور مفسرِ اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے۔ علاقہ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ بارعب شخصیت تھی۔ شریعت و سنت کے

پابند تھے۔ بزرگوں کے واقعات اوران کی مجلسی گفتگو کو کچھ اس انداز سے بیان فرماتے کہ ایسا لگتا کہ ہم بھی ان کے ساتھ اس مجلس میں حاضر و مستفید ہو رہے ہیں۔ وہابی، دیوبندی، مودودی، تبلیغی بددینوں سے حد درجہ متنفر تھے۔ گاندھیائی فکر و نظریہ کے بڑے مخالف تھے۔ ان کے دروازہ پر ایک کتیا تھی۔ اس کا نام اندرا رکھا تھا۔ اسی نام سے اسے پکارتے وہ بھاگتی دوڑتی آپ کے قدموں میں آجاتی۔ مجلسی گفتگو میں مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو ایسے مدلل و معقول انداز سے بیان فرماتے کہ بڑے سے بڑے مخالفین کو بھی سرِ تسلیم خم کیے بغیر چارہ نہ رہ جاتا۔ سامعین خوب محظوظ و متاثر ہوتے۔ اندازِ تکلّم و طرز ادا بڑا دل آویز ہوتا، ایسا لگتا جیسے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ طویل عمر پائی کثیر الاولاد اور صابر و شاکر تھے۔ باتھ اصلی کے جنوبی قبرستان میں ان کی قبر شریف ہے۔ (مکتوب مفتی اشرف رضا قادری بنام راقم الحروف)

مولانا محمد ایوب رضوی

(ولادت: ۵؍نومبر ۱۹۴۹ء)

مولانا محمد ایوب رضوی ابن شفیع احمد مرحوم موضع پنڈول، ضلع سیتامڑھی میں ۵؍نومبر ۱۹۴۹ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی جائے پیدائش پنڈول بزرگ کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر فارسی تعلیم متصل موضع پوکھریرا کے مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب سے چند مہینہ حاصل کی اور جب حضرت مولانا محمد سلیمان عرف بدو علیہ الرحمہ کی تقرری مدرسہ نوالہدیٰ پوکھریرا میں ہوگئی تو آپ نے بھی انہیں کے ہمراہ اپنا تعلیمی رشتہ نورالہدیٰ سے منسلک کرلیا۔ جو دن میں مدرسہ نورالہدیٰ میں پڑھاتے اور شب میں مولانا موصوف کے گاؤں پنڈول بزرگ میں قیام کرتے اور بچوں کو تعلیم دیتے۔ مذکورہ مواضع کے درمیان ایک دریا حائل ہے، جس میں برسات کے موسم میں پانی کافی تیز بہاؤ پر ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ استاذ و شاگرد کے تعلیم و تعلّم کی راہ میں کبھی حائل نہ ہوتا۔ ایک عرصے تک محنتی، مشفق اور فارسی کے بہترین ماہر استاذ سے آپ نے بڑے ہی لگن کے ساتھ اپنا تعلیمی سلسلہ استوار رکھا جس کا اچھا ثمرہ برآمد ہوا۔

اس درمیان کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ کچھ مہینوں کے لیے آپ کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا لیکن منظور الٰہی کچھ اور تھا اور اسباب یوں پیدا ہوئے کہ حضرت مولانا عبدالحلیم

صاحب رضوی بانی دارُ العلوم فیض الرضا دوری کے ہمراہ دارُ العلوم نعیمیہ، چھپرہ پہنچ گئے اور ۱۹۶۵ء میں وہاں داخلہ لے کر میزان، پنج گنج، شرح مأۃ عامل، نورالایضاح اور ہدایۃ النحو کی تعلیم حاصل کی۔ اور دو سال وہاں قیام کیا۔ جب مدرسہ میں انتشار اور بدنظمی کی وجہ سے دارُ العلوم قبل از وقت بند ہو گیا۔ تو شوال ۱۹۶۷ء میں دارُ العلوم فیض الرسول براؤں شریف آئے اور کافیہ وغیرہ متوسطات کی تعلیم پائی اور سال بھر گزارنے کے بعد جب شاہ صوفی یار علی علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا اور حالات کچھ ناساز گار ہوئے تو آپ کی طبیعت وہاں سے اُکتا گئی تو بریلی شریف حاضر ہوئے اور وہاں سے ۱۹۶۸ء میں دارُ العلومنظرحق ٹانڈہ پہنچ کر شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ مشغول تعلیم و تربیت ہوئے اور مسلسل پانچ سال تک حضرت علامہ اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا محمد طیب خاں علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مفتی قدرت اللہ علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا کبیر الدین کے گلستانِ علم کی خوشہ چینی کرنے کے بعد ستمبر ۱۹۷۲ء میں سند فراغت و دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

فراغت کے بعد کچھ دنوں دارُ العلوم نعیمیہ چھپرہ میں تدریسی خدمت انجام دی۔ پھر ۱۹ /رجون ۱۹۷۳ء سے تادم تحریر اپنے مادرِ علمی دارُ العلومنظرحق، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر یوپی میں اپنے علم و فضل سے طالبانِ علومِ نبویہ کو فیض یاب و سیراب کر رہے ہیں۔

موصوف اپنے اساتذہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، حضرت علامہ بدرالدین احمد رضوی اور مولانا مفتی قدرت اللہ علیہم الرحمۃ کے اندازِ تدریس سے بے حد متاثر ہیں۔ درس و تدریس میں ان پر بھی انہیں اساطینِ اہلِ سنّت کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

(مکتوب مولانا محمد ایوب رضوی بنام مرتب عفی عنہ)

○○

ب

مفتی محمد بدرالدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت ووصال: نامعلوم)

خلیفہ مفتیِ اعظم ہند حضرت مفتی محمد بدرالدین رضوی کا تعلق باتھ اصلی سے تھا۔ ابتدائی وفارسی کی اعلیٰ تعلیم اپنے گاؤں ہی میں استاد العلماء مولانا عبدالکریم رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ حضرت نے اپنی خلافت واجازت سے بھی آپ کو مشرف فرمایا تھا۔ بڑے مولانا مفتی رحیم بخش رضوی علیہ الرحمہ کے آپ داماد تھے۔ برے مولانا کے بعد ڈمٹی، علاقہ اسلام پور بنگال میں آپ خدمت دین کے لیے تشریف لے گئے۔ اس علاقہ میں آپ نے دین متین کی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ آپ اپنے عہد کے جلیل القدر اور جید عالمِ دین اور باکمال خطیب تھے۔ مثنوی مولانا روم کے اشعار لحن کے ساتھ بڑے پاٹ دار آواز میں پڑھتے، گھنٹوں اس کی تشریح بیان فرماتے، کثرت مطالعہ کے سبب اخیر عمر میں بینائی ختم ہو چکی تھی۔ جلال و جمال بھری شخصیت تھی۔ ڈمٹی (بنگال) میں آپ کا وصال ہوا۔ وہیں آپ کا مزار شریف ہے۔ سنا ہے کہ بڑے دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے صوفی محمد رضا اور آپ کی ایک صاحبزادی نے ڈمٹی بنگال ہی میں سکونت اختیار کرلیا ہے۔ آپ کے ایک نواسے مولانا محمد اسلم آزاد مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فراغت کے بعد یہیں شعبۂ تحقیق وتربیتِ افتا کا خصوصی کورس کررہے ہیں۔ اللہ نے کے ذریعے مرحوم کے فیضانِ علمی کو عام وتام فرمائے، آمین۔

OO

ث

مولانا محمد ثناء اللہ ثناء القادری

(ولادت: ۸؍جون ۱۹۵۹ء)

ولادت و تعلیم: حضرت پیر طریقت مولانا محمد ثناء اللہ خاں ابن محمد اسماعیل خاں، ضلع سیتامڑھی کے ایک معروف گاؤں مڑپا میں ۸؍جون ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم کی ابتدا گاؤں کے مدرسہ رحمانیہ سے ہوئی۔ متمول خانوادہ کے فرد تھے اسی لیے عصری و انگریزی تعلیم کو فوقیت دی گئی اور میٹرک کا امتحان سیتامڑھی میں پچھی ہائی اسکول سے پاس کیا۔ اعلیٰ عصری تعلیم کی تحصیل کے لیے دہلی یونیورسٹی کا رُخ کیا اور وہاں راجدھانی کالج سے بی۔ اے (ہسٹری آنرس) کیا۔ تاہم اسی دوران مذہبی و دینی تعلیم سے بھی روشناس ہوتے رہے۔ اپنے آبائی مکان پر ہی حضرت مولانا سلیمان صاحب باتھوی علیہ الرحمہ سے مذہبی تعلیم پاتے رہے اور کچھ کتابیں حضرت مولانا شمس الحق صاحب باڑادی علیہ الرحمہ سے اکتسابِ علم کیا جس سے آپ کے اندر کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ زیادہ تر علوم تفسیر و حدیث فقہ و فتاویٰ، تصوف و سلوک اور تاریخ و سیر کی کتابیں اپنے ذوق مطالعہ اور خداداد ذہانت سے حاصل کیے اور تشنگیٔ علم کی سیرابی کے لیے علما و فضلا سے مراجعت بھی کرلیتے۔ رفتہ رفتہ علم میں پختگی آتی گئی۔ اس طرح موصوف کو عصری علوم و فنون کے ساتھ دینی و مذہبی علوم کا غواص کہا جائے تو بےجا نہ ہوگا۔

اجازت و خلافت: ۱۹۷۳ء میں مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفیٰ رضا قادری بریلی شریف سے شرفِ بیعت حاصل ہوا۔ جب کہ خلافت و اجازت درج ذیل اساطین ولایت سے پائی:

(۱) حضرت علامہ مفتی سلیمان صاحب باتھوی (۲) شمس الاولیا حضرت علامہ شمس الحق علیہ الرحمہ، باڑاوی (۳) حضرت مولانا توصیف رضا خاں، بریلی شریف (۴) شیرِ بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی، مقصود پور (۵) فقیہ ملّت حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ (۶) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں، بریلی شریف۔

اِن صاحبانِ فضل وکمال سے تفویضِ خلافت کے بعد موصوف سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل سلسلہ کرتے ہیں۔ اب تک ہزاروں لوگوں کو جو گم گشتگانِ راہ تھے اُنہیں منزل مقصود سے ہمکنار کر چکے ہیں اور سینکڑوں آپ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوکر مذہب مسلک اعلیٰ حضرت کے سلسلۃ الذہب سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

خلفا: آپ نے کئی علماء کو خلافت واجازت بھی تفویض کی ہے۔ آپ کے اہم خلفا میں مولانا شمس الحق کھٹونوی اور مولانا مفتی علاء الدین رضوی مقیم حال میرا روڈ، ممبئی شامل ہیں۔

تصنیف وتالیف: تصنیف وتالیف کے میدان سے بھی آپ کو خاصی دل چسپی ہے۔ گیارہ کتابیں اب تک آپ کے نوکِ قلم سے تحریر پذیر ہو چکی ہیں۔ ان کتابوں میں صرف ایک کتاب 'انوار الوضوٗ' کے نام سے طبع ہوئی ہے۔ بقیہ ابھی تشنہ طباعت ہیں۔ اگر یہ کتابیں بھی طبع ہو جائیں تو یہ عوام خواص کے لیے مفید وقابلِ استفادہ ہوں گی۔

عقد مسنون: ۱۲؍اگست ۱۹۸۱ء کو مرحوم عبد الحق خان موضع بشنپورہ، ضلع مظفر پور کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ جن سے دولڑکے محب اللہ خان، ولی اللہ خان اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

اصلاح معاشرہ: پیرِ طریقت حضرت مولانا ثناء القادری ایک متحرک مبلغ اور بہترین داعی و مصلح کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ اپنے گاؤں مڑپا میں اصلاح معاشرہ اور ذکر واذکار کے لیے 'حلقہ محمدیہ' کے نام سے ایک اصلاحی ودعوتی تنظیم بھی قائم کی ہے، جس کے زیر نگرانی درج ذیل امور پابندی سے انجام دیے جاتے ہیں:

- داڑھی نہ رکھنے والے مسلمانوں کو داڑھی رکھنے کی ترغیب دینا۔

- بے نمازیوں کو نماز کی تبلیغ کر کے نمازی بنانا۔
- سودخوروں کی نشاندہی کے بعد، اُن کو سودخوری سے توبہ ورجوع اِلی اللہ کا درس دینا۔
- شراب ونشہ کے عادی لوگوں کو پند ونصائح کے ذریعہ خوش اسلوبی کے ساتھ شراب و جواوغیرہ سے توبہ کرانا۔
- ہر ہفتہ درود خوانی اور صلوٰۃ وسلام برروحِ خیر الانام کا اہتمام۔

یہ آخر الذکر عمل تو اس قدر مقبول ہوا کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے گھروں پر بھی اس کارِ خیر کا اہتمام کر کے فیوض وبرکاتِ نور سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

دار العلوم امجدیہ ثناء المصطفیٰ کا قیام۔آپ کا دوسرا بڑا کارنامہ دارُالعلوم امجدیہ ثناء المصطفیٰ کا قیام ہے، جو آپ نے نونہالانِ اسلام کی تعلیم و تربیت کی غرض سے ۱۹۸۲ء میں قائم فرمایا۔

ہر سال گیارہویں شریف کے موقع پر جلوسِ غوثیہ اور توشہ ولنگر قادری کا انتظام، ۱۲ر ربیع النور کے موقع پر جلوس محمدی ﷺ کا اہتمام، موقع بہ موقع مذہبی جلسے وکانفرنس کا انعقاد، دارُالافتاء کا قیام اور تحریری وزبانی فتاویٰ دینا جاری کرنا آپ کی اہم دینی وملی مصروفیات واشغال ہیں۔

مولانا قاری ثناء اللہ نوری امجدی

(۱۰ر جنوری ۱۹۷۶ء)

ولادت و تعلیم: مولانا قاری ثناء اللہ نوری امجدی کی ولادت ۱۰ر جنوری ۱۹۷۶ء کو قصبہ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والدِ گرامی حضرت حافظ محمد داؤد کے پاس حاصل کی، پھر حفظ کے لیے دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا یوپی میں داخلہ لیا اور یہاں سے دار العلوم اشرفیہ نواده خاص قصبہ سٹھی مبارکپور گئے اور یہاں سے ۱۱ر فروری ۱۹۹۲ء کو حفظِ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ ۱۹۹۴ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے قرأت حفص کورس مکمل کیا۔ درسِ نظامی کی تحصیل کے لیے جامعہ امجدیہ قصبہ گھوسی، ضلع مئو میں داخلہ لیا اور یہاں سے ۱۰ر شعبان ۱۴۲۲ھ/ ۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کو عالمیت کی تکمیل کی۔ الہ آباد بو

کے سارے امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ ۲۰۰۶ء میں فاضلِ دینیات کی تکمیل کی۔

اساتذہ:

- **شعبہ حفظ:** (۱) مولانا قاری عثمان صاحب قادری (۲) قاری نظام الدین قادری سرسنڈ، سابق استاذ شعبۂ حفظ دار العلوم اشرفیہ نواده خاص (۳) حافظ کلیم اللہ صاحب، سابق استاذ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور، بلیا، یوپی۔
- **شعبۂ قرأت:** (۱) قاری جلال الدین صاحب، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۲) قاری ابوالحسن صاحب، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۳) قاری نورالحق صاحب، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔
- **درسِ نظامی:** (۱) اساتذۂ جامعہ امجدیہ رضویہ بالخصوص مولانا مفتی آلِ مصطفی مصباحی، مولانا محمد صدیق مصباحی، مولانا عبدالرحمٰن مصباحی، مولانا شمشاد احمد مصباحی (۲) اساتذۂ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا۔ مولانا الیاس نوری کٹیا نیپال، مولانا ذاکر حسین لطیفی کٹیہار، مولانا عبدالغفار اعظمی مئو، مولانا سجاد احمد رشیدی، سکندر پور بلیا وغیرہ۔

بیعت: تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری ازہری کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہیں۔

تدریس و امامت: تعلیم کی تکمیل کے بعد پہلے پہل دار العلوم سلطان الہند فتح پور شیخاواٹی ضلع سیکر، راجستھان میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر یہیں سے مسجد شہر قاضیان فتح پور میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ فی الحال مدرسہ اسلامیہ عربیہ و جامع مسجد، چھوٹی بیری، ضلع ناگور، راجستھان میں امامت وخطابت کے منصب پر فائز ہیں۔

تلامذہ: حافظ محمد احمد الہ آباد، حافظ محمد شمشاد الہ آباد، حافظ محمد ایوب راجستھان وغیرہ۔

عقد مسنون: آپ کی شادی خانہ آبادی قصبہ کما ضلع سیتامڑھی کے ایک معزز گھرانے میں ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ فی الحال دو بچیاں اور ایک صاحبزادے ہیں، جن کا نام آپ نے احمد رضا رکھا ہے۔

تعویذ نویسی: آپ کی زبانِ مبارک میں اللہ نے بے پناہ تاثیر رکھی ہے۔

جس کے لیے آپ دعا فرماتے ہیں اللہ ان کے مقاصد میں برکتیں عطا فرماتا ہے۔ مسائل کے حل کے لیے خلقِ خدا کا رجوع آپ کی جانب [illegible] ہوتا ہے۔ بہت سارے حضرات اپنے مسائل و مشکلات کے۔لیے آپ کی جانب کامل یقین و اعتماد سے رجوع کرتے ہیں۔ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے آپ کے چہرے پر کوئی شکن نہیں آتی۔ آپ ہر کس و ناکس کی بات پوری خندہ پیشانی اور دلجمعی سے سنتے اور ان کے مسائل کا شافی و تسلی بخش حل پیش کرتے ہیں۔

اوصافِ حمیدہ: آپ کی شخصی خصوصیات میں حق گوئی اور تصلّب فی الدین، محنت و جفاکشی، احترامِ اکابر، بچوں سے محبت و پیار نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حالات سے آپ نے کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ عقیدہ کے معاملے میں کسی طرح کی مداہنت کو روا نہیں رکھتے۔ حق بات خواہ وہ کتنی ہی کڑوی گزرے اس کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ محنت و جفاکشی آپ کا امتیازی وصف ہے۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی بھی قابلِ رشک ہے۔ محنت و مطالعۂ کتب کے تعلق بھی آپ کی شخصیت موجودہ عہد میں طلبہ کے آئیڈیل ہے۔ دورانِ طالب علمی ان کی طلبِ علم سے دلچسپی کا واقعہ خصوصیت کے ساتھ نقل کیے جانے کے لائق ہے کہ اساتذۂ کرام انھیں رات میں دیکھتے کہ وہ سویا یا نہیں؟ اکثر و بیشتر انھیں شب بیداری اور مطالعہ میں مصروف پاتے تو عموماً اساتذہ انھیں صحت کے تحفظ اور سونے کے لیے زجر و توبیخ کرتے۔ تعلیمی زندگی میں آپ کا یہ وصف بڑا مشہور تھا۔

○○

ج

مولانا محمد جابر حسین منظری

(ولادت: ۲۱ر فروری ۱۹۴۸ء)

ولادت و نسب: مولانا محمد جابر حسین ابن مولانا محمد اسحاق ابن محمد نصر الدین (ناصر) ابن غلام صمدانی ابن محمد وارث علی ابن محمد دانش علی ابن محمد فقیر علی ابن بدھو، گہوارۂ علم ودانش موضع باڑا میں ۲۱ر فروری ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم والد گرامی حضرت مولانا اسحاق مرحوم سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا، سیتامڑھی میں ابتدائی فارسی عربی کی تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی میں داخلہ لیا اور متوسطات تک پڑھنے کے بعد ۶۴-۱۹۶۳ء میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور اس دور کے صاحب درس علماء حضرت علامہ احسان علی محدّث مظفر پوری، بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، حضرت مولانا محمد احمد جہانگیر فتحپور، اعظم گڑھ، امام المنطق خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، حضرت مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی اور حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی نان پاروی کے فیوض وبرکاتِ درس سے مستفیض ہوئے۔ آپ بڑے ہی ذکی الطبع اور ذہن ثاقب کے مالک تھے، اس لیے ہمیشہ آپ اساتذۂ ذوی الاحترام کے منظور نظر اور اپنی جماعت میں ممتاز رہے اور ہر امتحان میں فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوتے اور ممتاز پوزیشن سے سرفراز ہوتے۔

سال فراغت: ۲۵ر جولائی ۱۹۷۰ء بمطابق ۱۳۹۰ھ میں علوم مروجہ کی تکمیل کی اور عرس حامدی کے موقع پر سند و دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ مجیبیہ بسوریا میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور تقریباً ایک سال قیام کرنے کے بعد مقامی ادارہ مدرسہ رضویہ

شمس العلوم باڑا تشریف لے آئے۔ دو سال کے بعد آپ کی تقرری مدرسہ امانیہ امان الخائفین، علی پٹی نیپال میں ہوئی۔ وہاں چھ سال تک اپنے فکروفن کا جادو جگایا۔ پھر ماہ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ میں دوبارہ اپنے مادرِ علمی مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں یہاں کے اراکین کی خواہش و اصرار پر تشریف لائے اور یہاں ایک طویل عرصہ تک علمِ دین کی ترویج و اشاعت اور نونہالانِ ملّت کی دینی تربیت میں ایک ماہرِ فن مدرّس اور مخلص مربی کا کردار ادا کیا۔ دو سال قبل اپریل ۲۰۱۰ء میں آپ یہاں سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

فارسی زبان و ادب میں مہارت: یوں تو مولانا جابر محمد جابر حسین صاحب اپنی ظاہری شخصیت کے لحاظ سے پستہ قد ہیں، مگر اپنی جودتِ طبع وذہانت وذکاوت، خوش کلامی وخوش گفتاری اور باطنی علوم میں بہت سے بڑے قدوقامت والے پر آپ کی شخصیت بھاری ہے۔ آپ کی دلچسپی فارسی ادب وقواعد میں ہمیشہ رہی ہے اور زبان فارسی میں اپنے رفیق ہمدم حضرت مولانا شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمۃ سے فارسی زبان میں گھنٹوں باتیں کرتے دیکھے گئے۔

۱۹۶۶ء میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت کا شرف پایا۔

خصوصی تلامذہ: آپ کے تلامذہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں جو خدمتِ دین اور اشاعتِ سنّیت میں مصروف ہیں۔ اُن میں چند قابلِ ذکر نام یہ ہیں:

مولانا عظیم الدین آگے پوری (شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ پردیش)، مولانا عبدالصمد (پرنسپل اُمگاؤں بلوک، مدھوبنی) مولانا شفیق الرحمٰن (صدر مدرس مدرسہ اسٹھروا)، مولانا رفیق احمد (اسٹھروا)، مولانا حبیب الرحمٰن (پھولہر پرسا)، مولانا ایوب صاحب (اُمگاؤں، مدھوبنی)، مولانا سعادت حسین (علی پٹی) اور راقم الحروف محمد الیاس مصباحی عفی عنہ اور مولانا ضیاء المصطفیٰ وکاشف رضا (صاحبزادگان صاحبِ تذکرہ)

عقدِ مسنون: مولانا محمد جابر حسین مدظلہ کا عقد مسنون ۱۹۶۵ء میں اپنی چچازاد بہن سے ہوا۔ جن سے تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی راقم الحروف کے برادرِ اصغر شاعر اسلام مولانا نسیم اختر فرحتؔ صابری اندولوی سے ہوئی۔

بڑے صاحبزادے مولوی ضیاء المصطفیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل ذی استعداد عالم دین ہیں، جب کہ چھوٹے صاحبزادے کاشف رضا سلمہ آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پاکر اب کاروبار سے منسلک ہیں۔

زیارتِ حرمین: ۲۰۰۴ء میں اپنی اہلیہ اور ایک ہمشیرہ کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

مولانا جابر حسین عزیزی مصباحی

(ولادت: ۱۹۵۱ء)

شیخ فوجدار علی مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، حافظ محمد جمیل اختر و مفتی شبیر احمد صابر القادری کے برادرِ اصغر، حضرت مولانا جابر حسین عزیزی مصباحی کی پیدائش ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مکتب کے قدیم استاذ حافظ عبد الجلیل مرحوم سے حاصل کرنے کے بعد خاندانی روایات کے برخلاف انگریزی تعلیم کی تحصیل کے لیے اسکول میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۷ء تک درجہ ہشتم پاس کرنے کے بعد پھر دینی علوم کی طرف راجع ہوئے۔ پہلے تو پڑھائی چھوڑنے کا خیال ہوا اور تقریباً سال بھر اسی میں گذر گئے۔ پھر قسمت نے یاوری کی اور ۱۹۶۹ء میں مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے زیر سایہ پہنچ کر مظہر اسلام، بریلی شریف میں داخلہ لیا اور کتب فارسی، گلستاں، بوستاں و ابتدائی عربی نحو میر، پنج گنج کی تعلیم پائی۔ پھر برادر کبیر حضرت مفتی شبیر احمد قادری کے مشورہ سے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم، گولہ بازار، مبارکپور، اعظم گڑھ پہنچے، جہاں آپ نے ہدایت النحو سے درس نظامی کا باضابطہ آغاز کیا اور پھر یہیں سے فراغت بھی پائی۔ جامعہ اشرفیہ میں آپ نے اساتذہ سے جن علوم و فنون کی تحصیل کی اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مولانا اعجاز احمد مبارکپوری سے فارسی ادب، حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی اور مولانا افتخار احمد قادری سے عربی ادب، مفتی عبد المنان اعظمی اور علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری سے حدیث و اصولِ حدیث، مولانا عبد اللہ خاں عزیزی اور قاضی شمس الدین جعفری جونپوری

سے تفسیر و معقولات، مولانا نصیر الدین پلاموی، مولانا اسرار احمد گجرولی اور مولانا عبد الشکور گیاوی سے فقہ و اصولِ فقہ، مولانا محمد شفیع اعظمی و مولانا ظفر ادیبی سے معقولات، مولانا علی احمد مبارکپوری سے فرائض، قاری محمد یحییٰ اور قاری ابو الحسن سے تجوید قرأت اور ماسٹر آفتاب صاحب سے انگریزی زبان و ادب پڑھی۔

۱۹۷۷ء مطابق ۱۳۹۷ھ میں درسیات کی تکمیل اور اسی سال بموقع سالانہ عرس عزیزی اکابر علمائے اہلِ سنّت کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت تفویض ہوئی۔ عربی فارسی بورڈ اتر پردیش سے بھی امتحانات عالم و فاضل پاس کیے۔

درس و تدریس: تدریس کی ابتداء فراغت سے چھ ماہ قبل ہی شروع کر دی تھی کہ اساتذہ کے مشورہ سے مارچ ۱۹۷۷ء میں مدرسہ انوار العلوم قصبہ گولہ بازار ضلع گورکھپور تدریس کے لیے تشریف لے گئے، پھر دستار کے موقع پر مبارکپور تشریف لائے اور بعد دستار و سند فراغت صوبۂ بہار کے ضلع اورنگ آباد مدرسہ محمدیہ امجھر شریف میں بحالی ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ سال وہاں قیام پذیر رہنے کے بعد ۱۹۷۹ء کے اوائل میں مدرسہ کریمیہ موضع سہسرواں ضلع مدھوبنی تشریف لے گئے اور تادم تحریر نائب عالیہ کے عہدے پر اسی مدرسہ کے زلف برہم کو سنوار رہے ہیں۔

خصوصیات: آپ حق گو، حق پسند اور سادہ انسان ہیں۔ مزاج میں قدرے سختی ہے، اس لیے خلاف شرع اور مخالف طبع ناگوار باتوں کو برداشت نہیں کر پاتے۔

عقدِ مسنون: ۱۹۷۳ء میں عالیجناب محمد اسرائیل ساکن بھلہی، ضلع سیتامڑھی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی راقم سطور (الیاس مصباحی) کے برادرِ اصغر محمد کلیم اختر کے عقد میں ہیں اور آپ کے منجھلے صاحبزادے مولانا محمد رضوان امجدی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی سے فارغ التحصیل باصلاحیت عالم دین ہیں اور فی الوقت مدرسہ گلشن بغداد، سنگاچوری، ضلع سیتامڑھی میں مدرس نائب ہیں۔

بیعت و ارادت: ماہ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں آقائے نعمت حافظ ملّت حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہوا، اسی لیے آپ اپنے نام کے ساتھ بڑے فخر سے 'عزیزی' نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا مفتی محمد جان خان علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۰۵ء — وصال: ۱۹۶۳ء)

ولادت و نسب: محمد جان خان ولد مولوی محمد فرزند خان ابن محمد یعقوب علی خان ۷ار جولائی ۱۹۰۵ء کو ضلع سیتامڑھی کی مردم خیز سرزمین کمتا میں ایک سرمایہ دار مشہور علمی و دینی خاندان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے تعلیم کا آغاز اپنے وطن مالوف میں معروف دینی درسگاہ نور العلوم، رضا چوک، کمتا سے کیا۔ یہاں مایہ ناز اساتذہ بالخصوص مولانا حافظ عبد الکریم، مولانا محمد شرف الدین علیہما الرحمۃ والرضوان سے درسِ نظامی میں مروجہ علومِ نقلیہ و عقلیہ کا درس لیا۔ آپ نہایت ذکی و ذہین اور فہیم و فطین تھے۔ طبیعت اخاذ تھی، اس لیے جو رموز علمیہ و کنوز فکریہ اساتذہ سے پاتے اپنی خداداد ذہانت سے اُسے فوراً گلستان دماغ میں سجا لیتے اور جس وقت چاہتے بیان کر دیتے۔ تحصیل علوم و فنون سے آپ کو گہرا شغف تھا۔ آپ عموماً پوری رات مطالعہ میں گزار دیتے۔ کثرتِ انہماک اور ذوقِ مطالعہ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ بھی آپ کے مداح تھے۔

مجاہدِ ملّت سے خصوصی علمی استفادہ: مدرسہ نور العلوم سے تکمیلِ علم کے بعد مزید تشنگی علم کی سیرابی کے لیے مجاہد ملّت حضرت مفتی محمد حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ (وصال: ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کی بارگاہ میں علم و فضل میں ان کی شہرتِ علمیہ سن کر مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد حاضر ہوئے اور بارگاہِ مجاہد ملّت میں اپنی حیات کے دو سال گزارے۔ دورانِ طالب علمی مجاہدِ ملّت علیہ الرحمۃ کے ہمراہ کئی مناظروں میں بھی آپ نے شرکت کی بلکہ متعدد جگہوں پر حضرت مجاہدِ ملّت کی موجودگی میں آپ مناظر مقرر ہوئے اور کامیاب و کامران ہوئے۔ آپ کی ان علمی کارکردگیوں سے مجاہدِ ملّت بے حد خوش ہوئے، دعائیں دیں اور اعزازی اسناد سے بھی نوازا۔

بیعت و اجازت: دورِ طالب علمی میں عارف باللہ حضرت شاہ عین الحق علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ پیر و مرشد نے اپنے سلسلے کے جملہ اوراد و وظائف کی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی اور فن تعویذات کی پوری تعلیم استخراج و نقوش پر کرنے کے بہت سے طریقے

سکھا دیئے اور فن تعویذ کا ایسا ماہر بنا دیا کہ آپ جس مرض یا سحر کے لیے تعویذ لکھ دیتے تیز بہدف ثابت ہوتا۔ مشہور ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ آفت ناگہانی وشیطانی سے حفاظت کے لیے کمتا کا محاصرہ فرما دیا تھا جس کے اثرات اب بھی ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ کچھ دنوں الٰہ آباد کے مدرسہ انوار العلوم میں مدرس رہے۔ لیکن وطن سے دوری اور گھریلو مجبوری کے تحت وہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور کچھ دنوں مدرسہ رحمانیہ مرپا کچور میں بحیثیت صدر المدرسین تدریسی خدمات انجام دی۔ لیکن اہل قریہ کی مسلسل فرمائش اور پیہم اصرار پر کمتا لوٹ آئے۔ اور مادرِ علمی مدرسہ نور العلوم کے مسند صدارت پر فائز ہوئے اور تاحین حیات اس منصب کو زینت بخشتے رہے۔ اس درمیان آپ سے کثرت سے طالبانِ علومِ نبویہ نے تحصیلِ علوم وفنون کیا جو مختلف علاقوں میں خدمتِ دین پر مامور ہیں۔

تصنیف وتالیف: آپ کی تصنیفی خدمات کے بہت سے قیمتی سرمایے دست بردِ زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ چند غیر مطبوعہ تصانیف حضرت مولانا عبد الہادی خان مصباحی زیدہ مجدہ کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ تصانیف درسِ نظامی کی اہم کتب کی شرح، تلخیص اور توضیح پر مشتمل ہے۔ اگر اس کی تبییض وترتیب کے بعد کوئی صاحب منظرِ عام پر لے آتے ہیں تو یہ طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہوگا۔

۱۔ التقریر الکافی لشرح التفسیر البیضاوی: بیضاوی شریف کی شرح جو نامکمل رہی۔

۲۔ التدریب لشرح التھذیب: شرح تہذیب کی تلخیص وتشریح

۳۔ الوافیہ بحل الکافیہ: کافیہ ابن حاجب کی مکمل شرح وتوضیح

حضرت مفتی محمد جان علیہ الرحمہ نہ صرف جید عالم دین بلکہ بہترین حکیم، اعلیٰ نقاش، پیمائش زمین کے عمدہ ماہر اور اہل قریہ بشمول مسلم وغیر مسلم کے مشہور امین بھی تھے۔ اور ایسے بلا کے ذہین تھے کہ چند گھنٹے گھڑی ساز کی دُکان پہ بیٹھے اور پوری گھڑی سازی سیکھ لی۔

وصال پُر ملال: آخر کار یہ علوم وہنر کا سنگم اپنے پیچھے بہت سی یادگاریں چھوڑ کر مارچ ۱۹۶۳ء میں مرض فالج میں راہیٔ ملک عدم ہوا۔ اپنے وطن مالوف کمتا میں آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد جاوید عنبر مصباحی

(ولادت: ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء)

ولادت و نسب: مولانا محمد جاوید احمد بن عمیر احمد بن سیٹھ صغیر احمد بن محمد نصیر الدین بن محمد کی تاریخ ولادت ۹ رصفر المظفر ۱۴۱۰ھ/ ۱۱ رستمبر ۱۹۸۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ ہے۔ جائے پیدائش ملّت نگر کسیا پٹی پوسٹ حسن پور برھروا، وایا باچپٹی ضلع سیتامڑھی ہے۔

تحصیلِ علم: ابتدائی تعلیم از قاعدہ بغدادی تا ابتدائی کتب نیز حفظ پارہ اول مدرسہ اسلامیہ فیض القرآن ملّت نگر کسیا پٹی میں حاصل کی۔ پھر جولائی ۲۰۰۰ء تا اکتوبر ۲۰۰۳ء دارُ العلوم غریب نواز رضا چوک ناندیڑ مہاراشٹر میں اعدادیہ تا رابعہ کی تعلیم پائی۔ اس کے بعد طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو آ گئے جہاں دو سال قیام رہا اور عالمیت کی سند پا کر شوال ۱۴۲۶ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور تقریباً چار سال رہ کر فیضان حافظِ ملّت سے مستفیض ہوئے اور فضیلت کے بعد دو سال شعبہ تقابلِ ادیان اور مطالعہ مذاہب میں تخصص کیا۔ اگست ۲۰۰۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی حیدر آباد سے ۲۰۱۲ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

تدریس اور تنظیمی خدمات: فراغت کے بعد تقریباً تین ماہ تک دارُ العلوم امام احمد رضا، رتنا گیری مہاراشٹر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر کنز الایمان ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ، گلبرگہ کرناٹک میں بحیثیت ڈائرکٹر چند ماہ گذار کر شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور، کشمیر میں بحیثیت وائس پرنسپل دارُ العلوم شاہ ہمدان و ایڈیٹر ماہنامہ ’’المصباح‘‘ مورخہ ۲۱ر مارچ ۲۰۱۰ء میں آپ کی تقرری ہوئی۔ جولائی ۲۰۱۲ء میں دارُ العلوم شاہ ہمدان کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۲ر تک خدمات انجام دیں۔ فی الوقت مرکز پبلک انگلش میڈیم اسکول مرکز نگر و مبرلی گنج ساؤتھ انڈمان انڈیا، میں ۸ر اکتوبر ۲۰۱۲ء سے بحیثیت پرنسپل خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف: تدریسی و تنظیمی خدمات کے ساتھ ہی متعدد تصنیفات کے ساتھ پچاس سے زائد مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔ حال ہی میں شائع شدہ کتاب ’’بائبل

سکھا دیئے اور فن تعویذ کا ایسا ماہر بنا دیا کہ آپ جس مرض یا سحر کے لیے تعویذ لکھ دیتے تیر بہدف ثابت ہوتا۔ مشہور ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ آفت ناگہانی و شیطانی سے حفاظت کے لیے کمتا کا محاصرہ فرما دیا تھا جس کے اثرات اب بھی ہیں۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد آپ کچھ دنوں الٰہ آباد کے مدرسہ انوار العلوم میں مدرس رہے۔ لیکن وطن سے دوری اور گھریلو مجبوری کے تحت وہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور کچھ دنوں مدرسہ رحمانیہ مرپا کچور میں بحیثیت صدر المدرسین تدریسی خدمات انجام دی۔ لیکن اہل قریہ کی مسلسل فرمائش اور پیہم اصرار پر کمتا لوٹ آئے۔ اور مادرِ علمی مدرسہ نور العلوم کے مسند صدارت پر فائز ہوئے اور تاحین حیات اس منصب کو زینت بخشتے رہے۔ اس درمیان آپ سے کثرت سے طالبانِ علومِ نبویہ نے تحصیلِ علوم و فنون کیا جو مختلف علاقوں میں خدمتِ دین پر مامور ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ کی تصنیفی خدمات کے بہت سے قیمتی سرمایے دست بردِ زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ چند غیر مطبوعہ تصانیف حضرت مولانا عبدالہادی خان مصباحی زیدہ مجدہ کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ تصانیف درسِ نظامی کی اہم کتب کی شرح، تلخیص اور توضیح پر مشتمل ہے۔ اگر اس کی تبییض و ترتیب کے بعد کوئی صاحب منظرِ عام پر لے آتے ہیں تو یہ طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہوگا۔

۱۔ التقریر الکافی لشرح التفسیر البیضاوی: بیضاوی شریف کی شرح جو نامکمل رہی۔

۲۔ التدریب لشرح التھذیب: شرح تہذیب کی تلخیص و تشریح

۳۔ الوافیہ بحل الکافیہ: کافیہ ابن حاجب کی مکمل شرح و توضیح

حضرت مفتی محمد جان علیہ الرحمہ نہ صرف جید عالم دین بلکہ بہترین حکیم، اعلیٰ نقاش، پیمائش زمین کے عمدہ ماہر اور اہل قریہ بشمول مسلم و غیر مسلم کے مشہور امین بھی تھے۔ اور ایسے بلا کے ذہین تھے کہ چند گھنٹے گھڑی ساز کی دُکان پہ بیٹھے اور پوری گھڑی سازی سیکھ لی۔

وصال پُر ملال: آخر کار یہ علوم و ہنر کا سنگم اپنے پیچھے بہت سی یادگاریں چھوڑ کر مارچ ۱۹۶۳ء میں مرض فالج میں راہیٔ ملک عدم ہوا۔ اپنے وطن مالوف کمتا میں آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد جاوید عنبر مصباحی

(ولادت: ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء)

ولادت و نسب: مولانا محمد جاوید احمد بن عمیر احمد بن سیٹھ صغیر احمد بن محمد نصیر الدین بن محمد کی تاریخ ولادت ۹ رصفر المظفر ۱۴۱۰ھ/۱۱ر ستمبر ۱۹۸۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ ہے۔ جائے پیدائش ملّت نگر کسیا پٹی پوسٹ حسن پور برھروا، وایا باجپٹی ضلع سیتامڑھی ہے۔

تحصیلِ علم: ابتدائی تعلیم از قاعدہ بغدادی تا ابتدائی کتب نیز حفظ پارہ اول مدرسہ اسلامیہ فیض القرآن ملّت نگر کسیا پٹی میں حاصل کی۔ پھر جولائی ۲۰۰۰ء تا اکتوبر ۲۰۰۳ء دارُ العلوم غریب نواز رضا چوک ناندیڑ مہاراشٹر میں اعدادیہ تا رابعہ کی تعلیم پائی۔ اس کے بعد طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو آگئے جہاں دو سال قیام رہا اور عالمیت کی سند پا کر شوال ۱۴۲۶ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور تقریباً چار سال رہ کر فیضان حافظِ ملّت سے مستفیض ہوئے اور فضیلت کے بعد دو سال شعبہ تقابلِ ادیان اور مطالعہ مذاہب میں تخصص کیا۔ اگست ۲۰۰۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی حیدر آباد سے ۲۰۱۲ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

تدریس اور و تنظیمی خدمات: فراغت کے بعد تقریباً تین ماہ تک دارُ العلوم امام احمد رضا، رتنا گیری مہاراشٹر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر کنز الایمان ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ، گلبر گہ کرناٹک میں بحیثیت ڈائرکٹر چند ماہ گذار کر شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور، کشمیر میں بحیثیت وائس پرنسپل دارُ العلوم شاہ ہمدان و ایڈیٹر ماہنامہ ''المصباح'' مورخہ ۲۱ر مارچ ۲۰۱۰ء میں آپ کی تقرری ہوئی۔ جولائی ۲۰۱۲ء میں دارُ العلوم شاہ ہمدان کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۲ر تک خدمات انجام دیں۔ فی الوقت مرکز پبلک انگلش میڈیم اسکول مرکز نگر و مبر لی گنج ساؤتھ انڈمان انڈیا، میں ۸ر اکتوبر ۲۰۱۲ء سے بحیثیت پرنسپل خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف: تدریسی و تنظیمی خدمات کے ساتھ ہی متعدد تصنیفات کے ساتھ پچاس سے زائد مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔ حال ہی میں شائع شدہ کتاب ''بائبل

میں نقوش محمدی" کے ص ۳۳ پر حضرت مفتی عبد الحلیم رضوی اشرفی دام ظلہ اپنے دعائیہ کلمات کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"مفتی جاوید عنبر مصباحی نئے قلم کاروں میں الگ شناخت لے کر اُبھرے ہیں۔ تقابل ادیان ان کا خاص موضوع ہے۔ اس پر کافی عبور حاصل ہے۔ اس سے قبل ان کی پہلی تصنیف "اسلام اور عیسائیت ایک تقابلی مطالعہ" اہلِ علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔" (نقوش محمدی ص ۳۳)

اور مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تحریر کرتے ہیں:

"عزیز گرامی حضرت مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی نے شعبان ۱۴۲۸ھ /۲۰۰۷ء میں برصغیر کی عظیم ترین درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے مرحلۂ فضیلت اعلیٰ درجہ سے پاس کیا پھر دو سال تک یہیں رہ کر شعبہ تقابل ادیان کا نصاب مکمل کیا اس درمیان یہودیت، عیسائیت، استشراق، مستشرقین کے ساتھ ہی اسلام کے فرق ضالہ کی تاریخ اور افکار و عقائد سے متعلق شامل نصاب مواد و مضامین کا اچھا خاصہ مطالعہ کیا۔ اور شعبان ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں اس شعبہ سے اعلیٰ پوزیشن کے ساتھ فراغت حاصل کی۔

موصوف نے ذہانت کے ساتھ اخاذ طبیعت بھی پائی ہے۔ ذوق مطالعہ اور شوق جستجو نے اس میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے یہ اظہار مافی الضمیر پر قدرت کے ساتھ جرأت اظہار کی دولت سے بھی بہرہ مند ہیں۔ اور ان تمام اوصاف و محاسن کے ساتھ تعمیری ذہن اور خدمت دین وعلم کا جذبہ فراواں بھی رکھتے ہیں اسی لیے الجامعۃ الاشرفیہ سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے برابر اپنا قلمی سفر جاری رکھا اور مختلف اہم موضوعات پر پچاس سے زائد اہم مقالے لکھے۔" (نقوش محمدی، ص ۴۰)

مولانا محترم جاوید احمد عنبر مصباحی اُبھرتے ہوئے ایک نوجوان عالم مگر علمی پختگی رکھنے والے کہنہ مشق قلمکار، اور تلاش و جستجو اور تحقیق و تفتیش میں تقابلِ ادیان اور مطالعۂ مذاہب کے موضوع پر اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔

قاری صوفی محمد جمشید عالم قادری

(ولادت: ۱۹۸۳ء)

قاری صوفی محمد جمشید عالم ابن محمد احمد حسین ابن صاحب جان کی ولادت ۱۹۸۳ء میں موضع سرسی، وایا نان پور، ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے مدرسہ تعلیم القرآن میں حاصل کی، پھر حفظ کی تکمیل کے لیے دار العلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ مظفر پور میں ۱۹۹۵ء میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد مدرسہ مصباح العلوم بشنی پور، بلیا (یوپی) گئے جہاں مولانا قاری عثمان صاحب سے قراءت حفص کی تعلیم حاصل کی اور حفظ کی تکمیل مدرسہ فیضانِ حبیب نینی شاہ جی کا پورہ سے کیا۔ اس کے بعد مانده خاص الہ آباد میں کچھ عرصہ امامت کے فرائض انجام دینے کے بعد اپنے ہی گاؤں کے ایک ادارے مدرسہ گلشنِ مدینہ کے سکریٹری ہیں اور اس ادارے کی تعلیم و ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور تواضع وانکساری میں اپنے معاصرین میں ثانی نہیں رکھتے۔ اپنے احباب میں یہاں تک کہ اساتذہ کی نظر میں بھی آپ کا یہ وصف بہت مقبول وممدوح ہے۔ فطرتاً سلیم الطبع واقع ہوئے ہیں۔

آپ کی قیادت میں ۱۴/اگست ۲۰۰۹ء/ ۲۱/شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ کو عالی جناب محمد نوشاد علی ابن محمد ہابیل مرحوم، محمد امین، مطیع الرحمن، اصغر علی، افسر علی، محمد عارف وصلاح الدین صاحبان کی کوششوں سے دار العلوم گلشنِ مدینہ غوثیہ محلہ سرسی کا قیام عمل میں آیا۔ جن مرحومین کے نام سے ان کے صاحبزادگان نے مدرسہ مذکور کے علاوہ 'رضا مسجد' کے لیے زمینیں وقف کی یہ ہیں:

(۱) عبد الجلیل صاحب (۲) محمد ہارون صاحب (۳) نبی حسن صاحب (۴) عبد الجبار صاحب (۵) محمد لیاقت صاحب (۶) صدیق صاحب (۷) شفیق صاحب (۸) محمد سلیمان صاحب (۹) صاحب جان صاحب (۱۰) محمد زین الحق صاحب (۱۱) محمد شمس الحق صاحب (۱۲) محمد احمد صاحب (۱۳) عبد الجبار صاحب۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

اللہ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ قاری محمد جمشید عالم کی پاکیزہ اور متحرک وفعال قیادت ورہنمائی اور جناب علی اکبر صاحب کی صدارت میں مدرسہ کے لیے ایک ہال کمرہ اور اساتذہ کے لیے دو رہائشی کمرے کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ تعمیرات کا کام ابھی جاری

ہے۔ نیز پوری زمین کی باؤنڈری اور طلبہ واساتذہ کے لیے بیت الخلا وغیرہ کی تعمیر کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ ان سب تعمیرات سے فراغت کے بعد اِن شاءَ اللّٰہ پر شکوہ 'رضا مسجد' کی تعمیر کا منصوبہ بھی جلد طے کیا جائے گا۔

حافظ وقاری محمد جمیل اختر

(ولادت: ۱۵؍جنوری ۱۹۴۲ء)

خطیبِ شہیر حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ ومولانا محمد جابر حسین عزیزی کے برادرِ اکبر اور راقم السطور محمد الیاس مصباحی واستاذ الشعراء جناب فرحت صابری کے والد گرامی، قبلہ گاہی حضرت حافظ وقاری محمد جمیل اختر ابن شیخ فوجدار علی، ابن محمد عظمت علی، ابن محمد معصوم علی، ابن شیخ محمد غوثی ۱۵؍جنوری ۱۹۴۲ء کو اندولی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حافظ عبدالجلیل مرحوم سے حاصل کی۔ اور ۱۹۵۹ء میں بریلی شریف چلے گئے، جہاں کچھ دنوں حافظ وقاری سردار احمد صاحب کو قرآن شریف سنایا، اس کے بعد عربی وفارسی کا کورس شروع کیا۔ بالآخر ۱۷؍نومبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ مبارکہ کو مدرسہ مظہر اسلام سے عالم کی دستار فضیلت عطا ہوئی۔

آپ کے مشاہیر اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا تحسین رضا صاحب قبلہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج محمد مبین الدین امروہی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ شامل ہیں۔

۱۹۶۹ء میں قطب الاقطاب شیخ المشائخ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

فراغت کے بعد بریلی کے اطراف میں مختلف دیہات میں مدارس ومساجد میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان مقامات میں مسجد تلیا پور وجامع مسجد کچھی پور قصبہ خداگنج، ضلع شاہ جہاں پور شامل ہے۔ آخر الذکر مسجد میں آپ کم وبیش ۳۵؍سال سے منصبِ خطابت وامامت پر فائز ہیں۔ اس دوران مذکورہ مسجد کی آپ نے کافی توسیع فرمائی اور مسجد سے متصل ایک شاندار مدرسہ بنام مدرسہ گلشن مصطفیٰ قائم فرمایا جو نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔

○○

ح

مولانا الحاج محمد حامد حسین علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۸۹ء)

اسم گرامی: محمد حامد حسین، کنیت ابوحبیب، لقب: سعدیٔ زماں۔ آپ قصبہ کنہواں کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مشہور ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں میں، بانی ادارہ فاضل بہار حضرت مفتی محمد عظیم الدین قدس سرہ سے حاصل کی اور باقی علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور وہاں کے علمائے عظام حضرت مولانا ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں، حضرت سید مفتی افضل حسین مونگیری اور صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) علیہم الرحمہ والرضوان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ آپ کی خداداد ذہانت وذکاوت ومحنت شاقہ کو دیکھ کر اساتذۂ کرام خصوصاً آخر الذکر حضرت صدر الشریعہ آپ پر بڑی شفقت فرماتے اور بڑا احترام کرتے۔

انہیں اساتذۂ ذوی الاحترام کا فیضان نظر تھا کہ قلیل عرصہ میں مروجہ علوم وفنون میں آپ کو مہارت حاصل ہوئی۔ اور عرس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے موقع پر مورخہ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۵۸ھ کو حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے دست مقدس سے دستارِ فضیلت و سند فراغت تفویض ہوئی۔

فراغت کے کچھ عرصہ بعد اپنے مادرِ علمی الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم میں بحیثیت مدرس مسند تدریس پر فائز ہوئے اور تاحین حیات اِسی ادارہ کی زلف برہم سنوارتے رہے۔ تدریس میں انداز تفہیم اتنا نرالا تھا کہ غبی سے غبی تر طالبِ علم بھی آسانی سے مفہوم درس سمجھ لیتا۔ فارسی زبان وادب کے ہزاروں اشعار وامثال، نصائح وحکم آپ کو زباں زد

تھے۔ اسی خصوصیت سے علماء نے انہیں سعدئ زماں کا لقب تفویض کیا تھا۔ فارسی زبان وقواعد کی مشہور کتاب "عظیم القواعد" آپ کی ایک اہم یادگار ہے۔

مولانا الحاج حامد حسین قدس سرہ نہایت سادگی پسند، خوش خلق، رقیق القلب اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ آپ بڑے ہی پابند صوم وصلوٰۃ اور ضعف پیری کے باوجود کثیر التلاوۃ تھے اور حج بیت اللہ شریف سے واپسی کے بعد تو اور بھی تقویٰ وطہارت میں عدیم النظیر بن گئے تھے۔

تقریباً نصف صدی تک ہزاروں تشنگانِ علوم کو سیراب کرنے اور اپنے تبحر علمی کے فیضان سے اپنے پیچھے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست چھوڑنے کے بعد علم وفضل کا یہ آفتاب ۲؍ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۸۹ء کو بروز جمعہ مبارکہ ۲؍بج کر ۲۵؍منٹ پر غروب ہوگیا۔ وَاَدْخَلَهٗ فَسِيْحَ الْجِنَانِ۔

ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان

(ولادت: ۳؍مارچ ۱۹۴۸ء)

گہوارۂ علم و دانش: باتھ اصلی، ضلع سیتامڑھی میں ایک زرخیز زمین ہے۔ جس کی دوری مظفر پور سے ۵۰ کلومیٹر اتر کی جانب، اور سیتامڑھی سے ۲۵ کلومیٹر دکھن جانب ہے۔ موضع کے تین ٹولے ہیں (۱) فیض پور (۲) حسن پور (۳) بھولی۔ اس کی آبادی تقریباً ۱۵۰۰۰؍ہے۔ اس موضع میں ہندو مسلم دونوں مل جل کر رہتے ہیں۔ کیونکہ سیاست کا زہر یہاں سرایت نہیں کرسکا ہے۔

باتھ اصلی کی سرزمین جس طرح غلہ اگانے میں شاداب سرسبز ہے اسی طرح علم وادب کا پھول کھلانے میں بھی زرخیز ہے۔ اس کی زرخیزی کے ثبوت کے لیے اعلیٰ حضرت حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے تین ایسے شاگرد یہاں پیدا ہوئے جو اپنی افادیت میں اپنا جواب نہیں رکھتے کافی ہیں حضرت علامہ مولانا رحیم بخش قادری، حضرت علامہ محمد حسین اور حضرت مولانا عبدالجلیل قادری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا سلیمان علیہ الرحمۃ حضرت محدث احسان علی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا عبدالجلیل حامدی علیہ الرحمۃ، حضرت مفتی

عزیز الرحمٰن مفتی اعظم گجرات، مولانا قاضی فضل کریم قاضی شریعت بہار و اُڑیسہ، حضرت علامہ مشتاق احمد مفتی مہاراشٹر، حضرت مولانا ظفر الحسن حامدی، حضرت مولانا ابرار الحسن قادری، قاری اطہر حسین جنرل سکریٹری تبلیغ سیرت ممبئی، وغیرہم درجنوں علمائے ذوی الاحترام کے علاوہ مفتی محمد اشرف رضا قادری صدیقی قاضی مہاراشٹر اور صاحب تذکرہ ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔

یہ سچ ہے کہ عزت صرف دستار سے نہیں ملتی، عزت کردار سے ملتی ہے۔ مذکورہ بزرگوں کی صلاحیتوں، فنکارانہ، حیثیتوں، اور ہمہ گیر لیاقتوں کو تاریخ نظر انداز نہیں کرسکتی، علماء وحفاظ کرام کی جہاں لمبی فہرست موجود ہے۔ وہیں ادیبوں اور دانشوروں کی معیاری جماعت بھی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ادب عالیہ کے معیار شین مظفر پوری، پروفیسر عبد السلام اور جناب مولانا محمد ایوب صاحب۔

ولادت و تعلیم: علما و ادبا کی اسی سرزمین پر ڈاکٹر مولانا حسن رضا خاں ابن محمد تسلیم رضا خان ۳/ مارچ ۱۹۴۸ء کو منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئے۔

تعلیمی دور کا آغاز گاؤں کے مکتب سے ہوا اور فارسی کی تعلیم اخلاق محسنی، 'مینا بازار اور بدر چاچ مت' مکتب میں ہوئی۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب، حضرت مولانا محمود صاحب، حضرت مولانا حسن رضا صاحب کی نگرانی میں گاؤں کا مکتب تعلیم کے لیے بہت اہم تھا۔ حضرت مولانا سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ان کی شفقت ومحنت، اور انداز تربیت نے خالی سینہ کو انوار علم کا مدینہ بنا دیا۔ اور حضرت مولانا مطیع الرحمٰن نوری علیہ الرحمہ (سابق صدر المدرسین مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا) کی کیمیا اثر نگاہ نے اس پر اور جلا بخشی۔ ذہانت تھی، ذکاوت تھی تیزی سے تعلیمی سفر طے کرنے لگے۔ مسافتیں سمٹنے لگیں۔ منزلیں قریب آگئیں، کامیاب ہوگئے اور آج ایک محترم اور قابلِ قدر شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کا تعلیمی ریکارڈ مندرجہ ذیل ہے۔:

آپ نے درس نظامیہ کے علاوہ درجات عالیہ کے امتحانات بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے دیے۔ اور وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم وفاضل، حدیث، بالترتیب ۱۹۶۴ء، ۶۶، ۸۶، ۷۰، ۷۲ء میں اعلیٰ درجے سے کامیاب ہوئے۔ یوں ہی میٹرک کا امتحان ایس ایس

سی بورڈ پٹنہ سے ۱۹۶۲ء میں جب کہ انٹر، بی اے، ایم اے، اور پی ایم یو، ترتیب وار ۱۹۶۲، ۶۸، ۷۱، ۷۵ اور ۷۹، میں فرسٹ ڈویژن سے پاس کیے۔

پھر آپ کی حیات میں جلد ہی وہ وقت بھی آیا کہ اپنے اکابر اہلسنّت کے فیضانِ کرم خصوصیت کے ساتھ پاسبانِ ملّت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی مخلصانہ و مشفقانہ توجہ اور تربیت سے ہندوستان کے علمی افق پر آپ کا نام ستارۂ امتیاز بن کر چمکنے لگا۔ روشنی کبھی قید نہیں کی جاسکتی، وہ جب پھیلتی ہے تو پھیلتی ہی چلی جاتی ہے۔ ڈاکٹر حسن رضا کا نام آج اس روشنی کا استعارہ بن چکا ہے۔ وہ کہاں کہاں جاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں نقوشِ حیات اور نقوشِ خدمات دونوں سے ظاہر ہے۔

ڈاکٹر حسن رضا خان کا نام ایک سحر انگیز خطیب کی حیثیت سے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال اور دوسرے ممالک میں ادب سے لیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی شہرت کو آفاقیت اس وقت ملی جب انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت کو یونیورسٹیوں کی دنیا میں ایک زبردست اسکالر کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ ان کی عبقری شخصیت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے پٹنہ یونیورسٹی میں مقالۂ تحقیق پیش کیا، ان کی ہمت مردانہ کی داد دینی چاہیے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی فقہی بصیرت اور ہندوستان میں قانون اسلامی کا ارتقا اور امام احمد رضا کی خدمات پر ۱۹۷۹ء میں دنیا میں سب سے پہلے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا تحقیقی مقالہ 'فقیہ اسلام' کے نام سے سعادت لوح و قلم، ماہرِ رضویات پروفیسر مسعود احمد نقشبندی (پاکستان) کے وقیع مقدمہ کے ساتھ ہندو پاک سے متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے۔ پروفیسر مسعود احمد نقشبندی اپنے مقدمہ میں رضویات پر اس اوّلین تحقیق کی اہمیت وافادیت بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ وہ مقالہ ہے جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک اہم گوشے پر بہت حد تک کامیاب کوشش ہے۔ حضرت پاسبان ملّت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ: 'ہماری جماعت پر یہ قرض تھا جس کو حسن رضا نے اتار دیا'۔"

تدریسی خدمات: ۲۶/اپریل ۱۹۸۷ء کا دن ڈاکٹر صاحب موصوف کی زندگی کا خوشگوار دن تھا۔ جب آپ پہلی بار ملک کے ایک باوقار علمی ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ بہار میں استاذ کی حیثیت سے بحال ہوئے۔ بہترین استاذ وہ ہوتا ہے جو مقصد تعلیم کو ہمہ وقت پیش نظر رکھے اور اپنے شاگردوں کے اندر وہی جلالت شان پیدا کردے جو مقصد تعلیم کا تقاضا ہے۔ اس اعتبار سے آپ اپنے طلباء کی تعلیمی و تربیتی تعمیر میں ہمیشہ اور ہمہ وقت مصروف رہے۔ اور اگر اوقات درس کے علاوہ بھی طلبہ پڑھنا چاہتے تو آپ اپنے اسلاف کی شفقت کے مظہر نظر آتے اور دل چسپی سے پڑھاتے۔ اسی لیے آپ کے بہت سے شاگرد علم وہنر کا پیکر، اخلاق ومروت کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔

۳۱/جنوری ۱۹۹۸ء کو ادارۂ مذکورہ کے صدر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ادارۂ تحقیقات کی ہمہ جہت ترقی میں آپ کا کردار بہت نمایاں ہے۔ آپ کی نگرانی میں اب تک ۳۲/اسکالرس کو ڈاکٹر یٹ کی ڈگری، ۵۱/بیچ اساتذہ کی تربیت کا اہتمام ہو چکا ہے۔ ادارہ کے زیر اہتمام مختلف مواقع پر علمی سمینار کا انعقاد اس پر مستزاد۔ آپ کی علمی و تحقیقی دل چسپی نے ادارہ کی فضا کو مشکبار اور ادارہ کو علم و تحقیق کا مینارۂ نور بنا دیا۔

ادارۂ تحقیقات عربی وفارسی: ۱۹۵۵ء میں یہ ادارہ حکومت بہار کے ذریعہ عربی و فارسی زبان وادب کی ترویج اشاعت کے پیش نظر عمل میں آیا۔ اس ادارہ میں مذکورہ دونوں زبانوں میں پوسٹ گریجویٹ تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دونوں زبانوں میں تحقیق کے لیے اسکالرس کی نگرانی کا بہترین انتظام ہے۔ اس ادارہ میں مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کے علاوہ یونیورسٹیوں سے عربی و فارسی میں ایم اے پاس طلبہ بھی تحقیقی کاموں کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔ مستحق طلبہ یہاں کے ساتذہ کی نگرانی میں تحقیقی مقالے تیار کرتے ہیں۔ چند برسوں سے محکمۂ تعلیم حکومت ہند بھی تحقیقی کاموں کے لیے ایسے ریسرچ اسکالرس کو منتخب کرتی ہے۔ جو اس ادارہ کے ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اپنے تحقیقی مقالات کو مکمل کر کے داخل کرتے ہیں۔

۱۹۶۴ء میں ایک شعبۂ تعلیم وتربیت قائم کیا گیا جس کے تحت ہر سال ریاست کے

ہائی اسکولوں میں کام کرنے والے اردو، فارسی، اور عربی کے غیر تربیت اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے اور باضابطہ امتحان کے بعد انہیں ایجوکیشن میں ڈپلوما کی سند دی جاتی ہے۔ ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی میں جاری تعلیمی، تحقیقی، تربیتی، اور تدریسی مشاغل کے علاوہ فارسی اور عربی زبانوں کے نادر و نایاب نسخوں کو ایڈٹ کر کے شائع بھی کیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی یقین کے اجالے میں آگئی ہے کہ ملک کی مسلم اقلیت کے تہذیبی، لسانی تعلیمی اور ثقافتی سرمایے کے تحفظ اور اس کی ترویج و اشاعت میں سرگرم یہ ادارہ اپنی نمایاں کارکردگی کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ ریاست بہار بلکہ پورے ہندوستان میں اپنی نظیر آپ ہے۔

تصانیف: آپ نے جن کتابوں کی تصنیف کی ہے یا ایڈٹ کیا، اس کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

(۱) فقیہ اسلام (۱۹۷۹ء)، (۲) سبیل الاذکار، (۳) خورشید رسالت، (۴) مہربان، (۵) پاسبانِ ملت (۱۹۹۲ء)، (۶) مینارۂ نور، (۷) اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری، (۸) اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری، (۹) اعلیٰ حضرت کی اردو شاعری، (۱۰) بہار میں عربی و فارسی کی نمائندہ شخصیتیں (۲۰۱۰ء)، (۱۱) بہار میں عربی و فارسی زبان و ادب ۲۰۱۱ء، (۱۲) بیسویں صدی میں عربی و فارسی زبان و ادب ۲۰۱۲ء۔

مضامین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اسٹیشن سے جتنی تقریریں کی ہیں وہ بھی تقریباً ۷۰ رکے قریب ہیں۔ جس کا مسودہ زیر ترتیب ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی منصۂ شہود پر جلوہ بار ہو جائے۔

مفتی حسن رضا نوری

(ولادت: ۲۶؍جون ۱۹۶۵ء)

مفتی حسن رضا نوری ابن مولانا عبد القدوس رضوی ابن نعیم علی ۲۶؍جون ۱۹۶۵ء بروز منگل سیتامڑھی کے مردم خیز گاؤں ''باڑا'' میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ شمس العلوم میں مؤقر اساتذہ حضرت، مولانا عبد الرشید علیہ الرحمہ، والد گرامی مولانا عبد القدوس رضوی، مولانا محمد شعیب

صاحب اور مولانا محمد شمس الحق صاحب سے حاصل کی۔ پھر دارُ العلوم علیمیہ، جمد اشاہی کا قصد کیا اور تقریباً دو سال راقم الحروف کے زیر تربیت رہے۔ اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہنچے اور وہاں کے مؤقر اساتذہ سے دو سال تک مستفیض ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں بریلی شریف پہنچ کر دارُ العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ اسی دوران دارُ العلوم مظہر اسلام کے صاحب درس علماء سے بھی مستفیض ہوتے رہے۔ ۸؍جنوری ۱۹۸۸ء کو منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت حاصل کی اور دستار وسند سے نوازے گئے۔

مولانا مفتی قاضی حسن رضا نوری بڑے ذہین وذکی عالم دین ہیں ان کی ذکاوت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ دارُ الافتاء اور دارُ القضاء اور تدریسی مصروفیات کے باوجود صرف ۴؍ماہ میں آپ نے حفظ قرآن پاک مکمل کیا ہے۔

دس برس کی عمر میں مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

فتاوی نویسی کا آغاز شیرِ بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ ۱۹۸۳ء میں نور الایضاح کے درس کے درمیان کیا۔ انہوں نے باضابطہ فتوی نویسی کا آغاز عالم سنّیت کی مشہور تربیت گاہ رضوی دار الافتاء بریلی شریف کے یکتائے روزگار استاذ و مفتی حضرت مولانا عبد الرحمٰن مظفر پوری کے زیر سایہ ۱۹۸۳ء میں مظہر اسلام بریلی شریف میں فرمائی۔ زمانۂ طالب علم ہی میں مختلف مقامات وبلاد سے آئے ہوئے استفتا کا جواب لکھا۔ ۸؍جنوری ۱۹۸۸ء کو میں منظر اسلام سے فراغت کے بعد ۱۷؍جون ۱۹۸۸ء کو مرکزی ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ کے دار الافتاء میں بحیثیت مفتی تقرری عمل میں آئی۔ ادارۂ شرعیہ میں فتوٰی نویسی کے ساتھ قاضی القضاۃ قاضی شریعت حضرت مفتی قاضی فضل کریم رضوی علیہ الرحمہ والرضوان سے فن قضاۃ میں مکمل کمال حاصل کیا۔ ۱۹۹۲ء تک مرکزی ادارۂ شرعیہ کے دار الافتا کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر مناظرِ اہلسنّت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (بانی مرکزی ادارۂ شرعیہ) کے حکم پر شیر پور ضلع دھولیا مہاراشٹر میں تین مہینے تک درس وتدریس اور دار الافتاء کی خدمت کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر علامہ ہی کے حکم پر ان کے قائم کردہ ادارۂ شرعیہ مغربی بنگال شری پور بازار ضلع بردوان میں گئے اور وہاں بحیثیت قاضی ومفتی مقرر ہوئے اور دار القضاء مغربی بنگال کے پہلے قاضی کی حیثیت سے آپ نے

پانچ سال تک خدمت انجام دی۔ اصلاحِ معاشرہ اور سیرتِ رسول کے موضوع پر ایک اہم کتاب 'اخلاق کی خوشبو' کی تصنیف ادارۂ شرعیہ بنگال ہی میں فرمائی۔ درس وتدریس، فتویٰ نویسی، منصبِ قضاۃ کی عظیم ذمہ داری، دعوت وتبلیغ اور جلسہ وجلوس میں حاضری کے ساتھ صرف چار ماہ کی مختصر مدت میں حفظ قرآن پاک مکمل فرمایا۔ حفظ کرنے کا سبب یہ ہوا کہ 'اخلاق کی خوشبو' تصنیف کرتے وقت قرآن مجید کے آیت شمس مطوی اللہ کئی حافظوں سے دریافت کرنے پر تشفی بخش جواب نہ ملا تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ پوری زندگی تصنیف وتالیف اور افتا نویسی کرنی ہے تو دوسرے کی محتاجی سے بہتر ہے کہ خود قرآن پاک حفظ کر لینا چاہیے۔ اسی سبب سے طاہر نام کے ایک طالب علم ضلع جموئی بہار کو روزانہ بند روم میں ایک پاؤ قرآن مجید سناتے رہے۔ بارہ پارہ حفظ ہونے کے بعد آپ کا یہ راز کھل گیا تو آپ نے حافظ عبد الرحیم حبیبی مدرس مخدوم اہلسنّت شری پور بازار کو حفظ سنانا شروع کیا۔ تکمیلِ حفظ کے بعد پوکھرا بردوان (مغربی بنگال) میں ایک کانفرنس بنام 'کرامت مفتی اعظم ہند ومفتی صاحب کا حفظ قرآن' منعقد ہوئی۔ جس میں نواسۂ مفتی اعظم ہند مولانا جمال رضا بریلی شریف، بلبلِ بنگال مولانا قمر الدین نعیمی بردوان علیہ الرحمہ، مولانا جمال قادری علیہ الرحمہ (سابق صدر مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار) اور دیگر علماء کرام نے شرکت فرمائی اور پوری شب حفظ قرآن کے متعلق علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ واضح رہے کہ مخدوم العلوم کے سالانہ جلسے میں آپ کو حفظ قرآن پاک کے اعجازی سند سے نوازا گیا۔ پھر علامہ ارشد القادری صاحب نے ۱۹۹۸ء میں آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں طلب فرمالیا اس وقت سے تا حال ۲۰۱۳ء دار الافتاء کی ذمہ داری اور تخصص فی الفقہ کے طلبہ کی تربیت میں لگے ہوئے ہیں۔

مدارس کا قیام:

۱۔ مدرسہ ندائے اسلام، آنند بازار، داناپور، پٹنہ۔

۲۔ مدرسہ صوت الحکیم، عیسیٰ نگر، پھلواری شریف، پٹنہ۔

۳۔ مدرسہ بیگم عطیہ عزیز العلوم، جیوٹھلی شریف، کچی درگاہ، پٹنہ۔

۴۔ مدرسہ نعمتیہ غوث العلوم، مہنار شریف، ویشالی۔

۵۔ مدرسہ محمدیہ، ماموں بھانجہ جڑوا شریف، حاجی پور، ویشالی۔

تصنیفات:

۱۔ دیہات میں جمعہ کا مسئلہ (مطبوعہ)

۲۔ اخلاق کی خوشبو (مطبوعہ)

۳۔ اذان واقامت کا صحیح طریقہ (مطبوعہ)

۴۔ العطایۃ الرضویہ فی الاصول الفقیہ (زیر ترتیب)

مقالات ومضامین:

۱۔ ثبوت ہلال کے طریقے (ادارۂ شرعیہ کے سیمینار میں پیش کیا گیا)

۲۔ آلات جدیدہ اور رویت ہلال (بریلی شریف کے فقہی سیمینار میں پیش کیا گیا)

۳۔ امام احمد رضا کی فتاوی نویسی

۴۔ ملک العلماء اور اصول حدیث

۵۔ امین شریعت کی فتاوی نویسی

۶۔ علامہ ارشد القادری اور ادارۂ شرعیہ (پٹنہ، بہار)

۷۔ شیر بہار: ایک جامع کمالات شخصیت

۸۔ فتاوی شرعیہ ایک جائزہ

مولانا الحاج محمد حمید الرحمٰن قادری

(ولادت: ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)

نام وشجرۂ نسب: حضرت حافظ محمد حمید الرحمٰن بن حضرت علامہ محمد ولی الرحمٰن بن حضرت علامہ محمد عبد الرحمٰن محبیؒ بن حضرت شیخ منیر الدین بن شیخ ریاض الدین صدیقی

ولادت: ۱۱ر صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۹ر جون ۱۹۳۱ء بروز پیر آپ کی ولادت ایک علمی وروحانی خانوادہ میں ہوئی۔ جد امجد محب اعلیٰ حضرت مولانا ابوالولی محمد عبد الرحمٰن سرکارِ محبیؒ قدس سرہ بہار کی مرکزی درسگاہ مدرسہ نور الہدیٰ (قائم شدہ ۱۳۱۰ھ) میں جلوہ افروز تھے۔ جب نبیرہ کی ولادت کی خبر ملی آپ کاشانۂ مبارکہ تشریف لائے اور آپ نے صوفی باصفا حضرت مولانا صوفی محی الدین علیہ الرحمہ پوکھریروی کو حکم دیا کہ نومولود کے کان

میں کلمات اذان ادا فرمائیں۔ اذان مکمل ہونے کے بعد آپ نے اپنے محبوب نبیرہ کو قریب منگوایا اور انگشت شہادت منہ میں رکھ کر کلمات تبریک ادا فرمائے، پھر ارشاد فرمایا: میرے پوتے کا نام محمد حمید الرحمٰن رہے گا۔ ساتویں روز عقیقہ مسنونہ کی رسم ادا کی گئی جس میں سرکار محبی علیہ الرحمہ کے محبوب صادق مست بادۂ الست حضرت الحاج نعمت علی شاہ عرف خاکی بابا رحمۃ اللہ علیہ بھی جلوہ افروز تھے۔ اس موقع پر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ نے ایک خاص دُعا فرمائی تھی کہ:

''نومولود سے اس خانقاہ کی خوشبو دور تک پھیلے گی اور دیر تک قائم رہے گی۔''

بسم اللہ خوانی: تین سال کی جب عمر شریف ہوئی تو اس سے قبل جب آپ کی عمر شریف ایک سال تین ماہ ہوئی تو مورخہ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ میں آپ کے جد امجد سرکار محبیؒ قدس سرہ مقیم جنت الفردوس ہو چکے تھے۔ والد گرامی حضرت مولانا ولی الرحمٰن ولی علیہ الرحمہ کی اجازت سے صوفی باصفا حضرت مولانا صوفی محی الدین صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۳۵۲ھ میں بسم اللہ خوانی کی مسعود رسم ادا فرما کر آپ کی تعلیمی زندگی کا آغاز فرمایا۔ تقریباً چھ سال کی عمر میں ناظرۂ قرآن پاک مکمل فرمالیا۔ اس کے بعد والد مکرم علیہ الرحمہ نے حفظ قرآن کی طرف راغب کیا اور آپ نے بڑی دلجمعی کے ساتھ حفظ قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہاں تک کہ ساڑھے نو سال کی عمر میں آپ حفظ قرآن کی لازوال دولت سے سرفراز ہو گئے۔ پھر آپ کے والد ماجد نے دوسری جگہ نہ بھیجا، بلکہ اپنے زیر سایہ آپ کی تعلیم کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ابتدا سے انتہا کی کتابوں کا درس آپ نے مدرسہ نور الہدیٰ ہی میں لیا۔ درس نظامی کی تکمیل میں آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ جن مقدس ہستیوں کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیا ان میں حضرت علامہ عظیم الدین علیہ الرحمہ، مکن پور مدفن ومزار پوکھریرا شریف۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن نوری پوکھریروی علیہ الرحمہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ اور ایک مرتبہ دامادِ سرکار محبی حضرت علامہ شرف الدین بلہاوی علیہ الرحمہ پوکھریرا شریف آئے تو حضرت علامہ ولی الرحمٰن علیہ الرحمہ نے آپ کو حکم دیا کہ شرح وقایہ شریف کا سبق حضرت علامہ شرف الدین علیہ الرحمہ سے پڑھ لو۔ اس لیے ایک سبق آپ نے مولانا موصوف سے بھی پڑھا۔

تدریسی خدمات: تکمیل تعلیم کے بعد والد گرامی کے حکم سے آپ نے اپنے مادرِ علمی مدرسہ نورالہدیٰ سے تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔ شعبہ حفظ کے علاوہ آپ درس نظامیہ کے طلبہ کو بھی چند کتابوں کا درس دیتے تھے۔ مگر والد گرامی کے مریدین ومعتقدین کے علاوہ وابستگان سرکار مجبی علیہ الرحمہ کا ایک طویل حلقہ تھا۔ دور دراز کے اسفار کے علاوہ خانقاہ رحمانیہ کے انتظام وانصرام کی بہت بڑی ذمہ داریاں تھی۔ اس ذمہ داری کو آپ کے والد گرامی نے اپنی حیات ہی میں آپ کے سپرد فرما دیا تھا۔ جس کے سبب چند سالوں کے بعد آپ نے دیکھا کہ مصروفیات کے سبب طلبہ کا تعلیمی نقصان ہو رہا ہے۔ اس لیے آپ تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔

عقد مسنون: موضع فیض پور جو پوکھریرا سے جانب شمال میں تقریباً ایک کیلو میٹر پر واقع ہے۔ اسی بستی میں جناب منشی اختر صاحب مرحوم کا باعزت خاندان بھی تھا۔ انہیں کی نورِ نظر سے آپ کے والد ماجد نے رشتہ منتخب فرمایا۔ پھر ایک شرعی اصول کے مطابق مورخہ ۱۹/ر جمادی الاول ۱۳۶۹ھ کو آپ کی بارات موضع فیض پور گئی اور پورے وقار و احترام کے ساتھ حضرت مولانا طفیل احمد صاحب رضوی نے خطبہ مسنونہ کے بعد ایجاب وقبول کی رسم ادا فرمائی۔ رب قدیر نے محبوب الاولیا کو ۶ رلڑکے اور ۶ رلڑکیوں سے نوازا، جس میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی صغر سنی ہی میں مسافر جنت ہو گئے۔ بقیہ دسوں میں سب صاحب اولاد ہیں۔ لیکن اب دو لڑکی اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہیں۔

بقید حیات اولاد کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) مفتی محمد رضا رحمانی (۲) مولانا محمد حامد رضا رحمانی (۳) حافظ وقاری رضاء الرحمٰن رحمانی (۴) مولانا انوار رضا منّانی مصباحی (۵) ڈاکٹر شاہد رضا (جوہی بابو) (۶) اور اس وقت تین صاحبزادی بقید حیات ہیں۔

خلافت وجانشینی: ۳/ر ربیع الاول ۱۳۰۷ھ کو آستانہ نوریہ ہی پر آپ کی گل پوشی کی رسم ادا کی گئی۔ قل شریف ورسم گل پوشی کے بعد آپ کے والد گرامی حضرت مولانا ولی الرحمٰن (جانشینِ سرکار مجبیؔ) نے ابوسہیل حضرت مفتی انیس عالم قادری نوری رضوی علیہ الرحمہ (سابق امین شریعت ادارہ شرعیہ پٹنہ) سے ارشاد فرمایا کہ: مفتی صاحب اسی آستانہ

پر میری خلافت و اجازت اور جانشینی کی دستار حمید الرحمٰن کے سر پر باندھ دی جائے۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے اس مبارک و مسعود رسم کو اپنے مقدس ہاتھوں سے انجام دیا۔ اس کے بعد پھر جانشینِ سرکار محبیؔ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! جن کی اجازت و خلافت میرے باپ نے مجھے عطا فرمائی تھی آج انہیں کے روضہ پر اپنی اجازت و خلافت اور جانشینی کے ساتھ وہ امانتیں جو حضرت محبی نے مجھے عطا فرمائی، میں حمید الرحمٰن کے سپرد کر رہا ہوں۔"

خانقاهی ذمه داریاں: والد گرامی کے بعد خانقاہی اہتمام و انصرام کی باضابطہ پوری ذمہ داری آپ حضر کے آہنی کاندھے پر آگئی۔ روزانہ حاجت مندوں کی حاجت روائی، معتقدین کی آمد و رفت یہ سارے سلسلے آج تک ویسے ہی جاری ہیں۔

آپ کی خانقاہی ذمہ داریوں کے ساتھ کثیر مصروفیات و مشاغل کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) **عرسِ نوری:** سالانہ عرس مرشد سرکار محبی حضرت سید داتا نور الحلیم شاہ کاشغری علیہ الرحمہ کا سہ روزہ انتظام و انصرام۔

(۲) **سرکارِ محبیؔ کانفرنس:** اسی طرح سرکار محبی و حضرت ولی علیہما الرحمہ کا سالانہ عرس بنام 'سرکارِ محبیؔ کانفرنس' یکم، دوم، سوم جمادالاولیٰ کو خانقاہ عالیہ قادریہ نوریہ رحمانیہ رضویہ پوکھریرا شریف میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کراتے ہیں۔ اس سہ روزہ کانفرنس میں صوبۂ بہار کے علاوہ ملک کے مختلف صوبوں اور ملک نیپال سے کثیر تعداد میں وابستگان سلسلہ رحمانیہ شریک کانفرنس ہوتے ہیں۔ اور اولیاء کرام کے فیوض و برکات کے علاوہ دور دراز سے تشریف لائے ہوئے علمائے ذوی الاحترام و شعرائے کرام کے مواعظ حسنہ اور نعت و مناقب کے اشعار سے بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اس موقع پر بھی زر کثیر کا بارِ گراں آپ ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔

(۳) **جشن رحمانی:** ۱۸ر جمادی الاولیٰ کو جو سرکارِ محبی علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال ہے۔ اس تاریخ میں بھی خانقاہ شریف سے آپ کی سرپرستی میں آستانہ پر چادر و گل پوشی کے بعد قل شریف ہوتا ہے۔ یوں ہی ملک نیپال کا سب سے بڑا عرس بنام 'عرس اولیائے کرام' روضہ گڑھی، ادھیان پور بھی آپ ہی کی سرپرستی میں چادر و گل پوشی اور قل شریف کی ہر مجلس تکمیل

پذیر ہوتی ہے۔

دارُالعلوم رحمانیہ حامدیہ کا قیام: سرکار محبیؒ علیہ الرحمہ کا تبلیغی، تعلیمی اور اشاعتی حلقہ اتنا زیادہ وسیع ہوگیا کہ طالبان علوم نبویہ کا چوطرفہ سیلاب پوکھریرا شریف کی طرف امنڈ نے لگا، یہاں تک کہ ایک مدرسہ ناکافی ہوگیا۔ لہٰذا علامہ ولی الرحمٰن علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف اور محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف اور شیر بیشہ اہلِ سنّت پیلی بھیت علیہم الرحمہ کی سرپرستی میں مدرسہ نورالہدیٰ کے کچھ فاصلے پر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ۱۹۵۶ء میں 'دارُالعلوم رحمانیہ حامدیہ' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ کی بے مثال نظامت نے ادارہ کو علم وفن کا روشن مینار بنادیا۔ آپ نے ضعف ونقاہت کے سبب ۲۰۰۷ء سے نظامت کی ذمہ داری اپنے فرزند ڈاکٹر شاہد رضا عرف جوہی بابو کے سپرد فرمادی ہے۔

زیارت حرمین شریفین: ۱۴۰۲ھ میں آپ زیارت حرمین شریفین سے شرف یاب ہوئے۔ اس مبارک سفر میں آپ کے رفیق سفر مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مفتی عبدالواجد قادری تھے۔ مدینہ شریف میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن قادری بن قطبِ مدینہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر عمامہ باندھا اور سلسلہ رضویہ قادریہ کی اجازت بھی عنایت فرمائی۔ (تفصیل کے لیے محبوب الاولیاء کا نقشِ حیات از مولانا محمد ریحان رضا انجم ملاحظہ کریں۔)

مولانا قاری محمد حنیف رضوی

(ولادت: ۱۹۰۵ء)

محمد حنیف رضوی ولد محمد سخاوت حسین مرحوم سرسنڈ تھانہ کے مشہور ومعروف گاؤں بلیہاں، کما سیتامڑھی میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت: خاندانی رسم ورواج کے مطابق شعور کی منزل طے کرنے کے ساتھ پہلوانی وفن سپہ گری میں مہارت حاصل کیا۔ بعدہ آپ کے والد گرامی نے تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے پرانے تعلقات کے مدنظر آپ کو حضرت حافظ عبدالکریم

کماوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ حضرت حافظ صاحب مرحوم کے گھر بیٹے کی طرح رہنے لگے اور مدرسہ نور العلوم رضا چوک، کما سیتامڑھی میں پڑھنا شروع کیا۔ ناظرہ ختم کرنے کے بعد آپ نے حفظ کی تعلیم مدرسہ نور العلوم ہی میں حضرت حافظ عبد الحمید مرحوم سے شروع کیا اور مختصر مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ نور العلوم میں حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد جان قادری علیہ الرحمہ کماوی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد پہنچے۔

مدرسہ سبحانیہ میں حضرت مجاہد ملّت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کی صحبت بافیض میں رہ کر عربی کی تکمیل کے ساتھ قرأت حفص کی بھی تکمیل کی۔ فن قرأت میں آپ کی دلچسپی دیکھ کر مجاہد ملّت نے اپنے خرچ سے قرأت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کے لیے لکھنؤ بھیجا۔ اور آپ نے خداداد ذہانت وفطانت کی وجہ سے مختصر عرصہ میں قرأت سبعہ وعشرہ میں کمال حاصل کر لیا۔ مجاہد ملّت سے موصوف کو گہری محبت وانسیت تھی۔ جب بھی مجاہد ملّت کا تذکرہ آتا تو آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ جب تک آپ لکھنؤ میں زیر تعلیم رہے مجاہد ملّت علیہ الرحمہ اُس زمانے میں ان کے اخراجات کے لیے پندرہ روپے ماہانہ بھیجتے رہے۔

درس و تدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد مجاہد ملّت نے مسند قرأت کو زینت بخشنے کے لیے آپ کو مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور بھیجا۔ آپ نے پانچ سال تک بحسن وخوبی تدریسی خدمت انجام دی اور کئی افراد کو قرأت سبعہ کی دولت سے مالا مال کیا۔ پورے غازی پور میں آپ کی قرأت کی شہرت ہو گئی۔

اسی درمیان جامعہ فاروقیہ بنارس کے ارکان بالخصوص حاجی عبد الغفور صاحب سکریٹری جو مجاہد ملّت کے بہت چہیتے، معتقد اور عاشق تھے، انہوں نے آپ کی قرأت سن رکھی تھی۔ مجاہد ملّت سے اصرار کیا کہ انہیں غازی پور کے بجائے بنارس جامعہ فاروقیہ کی خدمت پر مامور کر دیں۔ ان کے اصرار کی وجہ سے مجاہد ملّت نے موصوف کو جامعہ فاروقیہ بنارس کی خدمت پر مامور کر دیا۔ یہاں آپ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۰ء تک تقریباً پانچ سال تک پوری جانفشانی کے ساتھ جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن وہ وقت ہندوستان کی آزادی کا تھا اور ہندوستان کے بڑے شہر اور صنعتی شہر خصوصی طور سے متاثر تھے۔ اس لیے بنارس کی حالت

مالی ومعاملات دونوں اعتبار سے بدتر وابتر تھی۔ لوگ پریشانی کی زندگی گزارتے تھے۔ یہاں کی صنعت پر غیر مسلموں کا قبضہ تھا، وہ مسلمانوں کو بہت پریشان کرتے تھے۔ بایں وجہ مدرسہ فاروقیہ پر بھی اُس کا اثر پڑا۔ حضرت قاری صاحب حالات سے بہت نبرد آزما رہے۔ فرماتے ہیں کہ کبھی کھانا ملتا تھا، کبھی بھوکے رہنا پڑتا تھا۔ حالات بھی ناگفتہ بہ تھے۔ اور اسی درمیان طبیعت بھی علیل رہنے لگی۔ بایں وجہ آپ نے بادل ناخواستہ جامعہ فاروقیہ کی خدمت سے سبکدوشی اختیار کرلی اور گھر واپس آگئے۔

اس کے بعد اراکین دارُالعلوم لطیفیہ، کٹیہار، بہار کو خبر ملی کہ حضرت قاری صاحب نے جامعہ فاروقیہ کی خدمت سے سبکدوشی اختیار کرلی ہے۔ تو ان لوگوں نے قاری صاحب موصوف کو اپنے ادارے کی خدمت کے لیے مجبور کیا۔ تو آپ نے اراکین کی شدید خواہش و اصرار پر دارُالعلوم لطیفیہ کی خدمت کی ذمہ داری قبول کی اور تقریباً ۱۶؍سال تک بحسن وخوبی شعبہ تجوید وقرأت کو سرسبز وشاداب رکھا۔ آپ کے فنون قرأت بلکہ قرأت سبعہ وعشرہ سے بہت سے طلبہ نے خوب خوب فیض اٹھایا۔ ۱۶؍سال کی خدمت کے بعد گھر سے دوری کی وجہ سے آپ نے اراکین دارُالعلوم لطیفیہ سے اپنی خدمات سے سبکدوشی چاہی۔ اراکین نے آپ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ لیکن آپ نے گھریلو معاملات اور گھر کی دوری اور گھر کی ذمہ داری کے عنوان کو اراکین کے سامنے پیش کیا۔ بالآخر بادل ناخواستہ وہاں سے رخصتی حاصل ہوئی۔ اِدھر شیرِ بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی قدس سرہ کو خبر ہوئی کہ آپ نے دارُالعلوم لطیفیہ کی خدمت ترک کردی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اُن کے علم وفن کی قدر شناسی کرتے ہوئے اپنے جامعہ کے مسند تجوید وقرأت کو سنبھالنے کی دعوت دی اور بنفس نفیس حضرت قاری صاحب سے ملاقات کرکے جامعہ کی خدمت کے لیے اصرار فرمایا تو قاری صاحب نے حضرت مفتی صاحب کی عظمت شان اور رفعت مکان کو دیکھ کر حکم کی تعمیل کرنے کا عزم مصمم کرلیا۔ اور تقریباً پانچ سال تک جامعہ قادریہ کی شاندار خدمت کرتے رہے۔ اس درمیان بے شمار اہل ذوق نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور ہندوستان کے بے شمار شہرت یافتہ قراء نے زانوئے ادب تہہ کرکے حضرت قاری صاحب سے گنجینۂ علم وفضل حاصل کرکے دامن مقصود کو گوہر بے بہا سے پُر کرلیا۔ فخر القراء حضرت مولانا قاری محمد صدیق عالم

رضوی مدظلہ العالی (مدرس جامعہ فاروقیہ بنارس) زینتِ مسند تجوید و قرأت حضرت مولانا قاری محمد عین الحق رضوی (مدرس جامعہ حنفیہ رضویہ بنارس) آپ ہی کی بارگاہ کے فیض یافتہ اور فصل بہار ہیں۔آپ نے درمیان میں دار العلوم محمدیہ بمبئی کی بھی خدمت دس سال تک کی۔

آخر عمر میں آپ اپنے گھر اور گاؤں کی زینت بنے رہے۔طول عمر کی وجہ سے درس و تدریس کا مستقل مشغلہ ترک کر دیا تھا۔لیکن اپنے گاؤں ہی کے چند بچے کو گھر پہ درس حفظ و قرأت سے مالا مال کرتے رہے۔طول عمر کے باوجود آپ کی صحت آخر تک بہت اچھی تھی۔ اپنی زمین و جائداد پر پوری نگاہ رکھتے۔اور ضرورت کے وقت کئی کئی میل پیدل بھی چل لیتے۔آپ کا وجود مسعود اہل بلیہاں کے لیے نعمت و رحمت تھا۔

۱۳ رر رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء بروز اتوار آپ کا وصال ہوا۔

ایک یادگار تصنیف: آپ نے اہل ذوق کی فنی تشنگی بجھانے کے لیے ایک عظیم کتاب روایت حفص و قرأت سبعہ پر مشتمل تحریر کی۔اور اس کا نام "منار التجوید" رکھا۔لیکن افسوس کہ وہ کتاب زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی۔

OO

د

مفتی داؤد عالم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت ووصال: نامعلوم)

خطیبِ ملّت حضرت مولانا داؤد عالم صدیقی رضوی بن شیخ عبدالحیٔ مستری، متوطن باتھ اصلی ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر محدث احسان علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بریلی شریف پہنچے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ وہیں سے ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء میں دستار وسند فضیلت سے مشرف ہوئے۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی نومبر ۱۹۶۹ء)

حضرت رحمانی میاں کی رہنمائی میں اودے پور راجستھان پہنچے۔ پورے راجپوتانہ میں دین وسنت کی خوب تبلیغ واشاعت فرمائی۔ محلہ علی پورہ اودے پور میں 'مدرسہ رضویہ' قائم فرمایا۔ گیارہویں شریف کے موقعہ پر ہر سال عظیم الشان کانفرنس اور جلوس غوثیہ کا اہتمام کرتے تھے جس میں ملک کے نامور علما و مشائخ مدعو ہوتے۔ آپ بڑے جری و بہادر اور سنیوں کے غم خوار تھے۔ کوئی بدمذہب آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بڑے وجیہہ وتوانا اور گرج دار آواز کے مالک تھے۔ لائسنس دار بندوق ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ احمد آباد میں آپ کا وصال ہوا۔ مدرسہ رضویہ اودے پور کے احاطہ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا صدر عالم عالمِ دین ہیں۔

حافظ محمد داؤد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۲۱ء — وصال: ۱۶؍ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ/ ۱۷؍ اگست ۲۰۰۰ء)

حضرت حافظ محمد داؤد قادری علیہ الرحمہ ابن حاجی فرزند علی معروف بہ 'عاشقِ رسول اللہ' تقریباً ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ اسی سال کی عمر میں ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ مطابق

۱۷؍اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعرات وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

دوسرے دن نمازِ جنازہ بعد نمازِ جمعہ آپ کے لائق و فائق فرزند حضرت مولانا محمد عثمان قادری نے پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریکِ جنازہ ہوئے۔ حضرت حافظ داؤد صاحب حاجی فرزند علی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دو اور بھائی بھی تھے: حاجی عبدالجلیل و محمد حنیف صاحبان۔

تعلیم و تربیت: آپ نے تعلیم کا آغاز گھر سے کیا، اپنے والد گرامی حاجی فرزند علی سے پھر درجہ حفظ کی تکمیل کے لیے مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی نیپال میں زیرِ نگرانی و تربیت حضرت حافظ عبدالشکور علیہ الرحمہ (والد گرامی مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی بانی و سربراہ جامعہ اسلامیہ کلیمیہ براہی، سیتامڑھی) داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے مذکورہ شخصیت کے علاوہ حضرت حافظ زاہد حسین صاحب مرحوم سے بھی حفظ کی تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم نظامیہ قصبہ سُرسنڈ (ضلع سیتامڑھی) سے حفظ کی تکمیل اور دستار بندی سے نوازے گئے۔

تدریس: دارالعلوم نظامیہ قصبہ سُرسنڈ سے آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، پھر علی الترتیب دارالعلوم جھپہا سیتامڑھی اور مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی نیپال میں برسہا برس تک درس و تدریس، تعلیم و تعلّم اور تربیتِ کردار کا اہم فریضہ اخلاص و للّٰہیت اور کمالِ انہماک و دل چسپی سے بطیبِ خاطر انجام دیتے رہے۔ آپ کی زندگی کا اہم نصب العین خلق خدا کی اصلاح اور نونہالانِ اسلام کی اسلامی تربیت و تعلیم تھی۔ چنانچہ اس مقدس مقصد کی تکمیل کے لیے مدّت العمر نہ صرف کوشاں رہے بلکہ عملی طور پر ان میدانوں میں آپ نے قابل قدر اور نمایاں خدمات انجام دیں اور سینکڑوں کی تعداد میں تلامذہ و مستفیدین کی ایک بڑی جماعت قوم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی زندگی کا یہ پہلو نہایت تابناک اور زرّیں حروف میں قلمبند کیے جانے کے لائق ہے کہ آپ نے درس و تدریس کے لیے جب میدانِ عمل کا انتخاب کیا اُس وقت آپ کے علاقے میں اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لیے اکّا دُکّا افراد تھے۔ لیکن آج آپ کی فیض یافتہ درسگاہ سے سینکڑوں کی تعداد میں تلامذہ و مستفیدین ہیں جو آپ کی درسگاہِ علم و فضل کی خیرات مختلف علاقوں اور

صوبوں میں انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی درسگاہِ حفظ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی درسگاہ میں کثرت سے طلبہ داخلہ کے لیے اپنی درخواست وخواہش بھیجتے۔ جو بھی ان کے پاس درسِ حفظ سے آراستہ ہوتا وہ یادداشت اور قوتِ حفظ کے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق اور پاکیزہ خیالات کا حامل بن جاتا اور اپنے عمل وکردار سے معاشرے پر ایک خوشگوار اثر چھوڑتا۔ آج بھی ان کے تلامذہ کے اس مثالی اوصاف کا ہر کوئی قائل نظر آتا ہے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے لیکن یہاں چند نمایاں نام ہی کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے: حافظ عبدالوہاب والدگرامی قاری نظام الدین سیتامڑھی، حافظ عثمان صاحب چاند پٹی سیتامڑھی، ہاشم انصاری، الطاف حسین برادر گرامی مولانا ابراہیم صاحب لدھیانہ پنجاب، حضرت حافظ وقاری محمد عثمان قادری، حضرت حافظ وقاری مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی، حضرت حافظ وقاری مولانا ثناء اللہ امجدی وغیرہ۔

شادی خانہ آبادی: تعلیم سے فراغت کے بعد عالی جناب سیٹھ صفدر علی صاحب سرسنڈ سیتامڑھی کی دختر نیک اختر، عابدہ زاہدہ آمنہ خاتون سے آپ کی شادی ہوئی۔

اولاد واحفاد: اولادِ ذکور واناث کو ملا کر کل نو اولادیں ہوئیں، جن میں آٹھ بچے اور ایک بچی عزیزہ رقیہ خاتون سلمہا ہیں۔ اولادِ ذکور میں مندرجہ ذیل تین حضرات باضابطہ حافظ قرآن کے ساتھ عالمِ دین ہوئے۔ (۱) مولانا مفتی محمد عثمان قادری، استاذ مدرسہ رشدیہ مصباح العلوم بشنی پور، بلیا، یوپی (۲) مولانا حافظ محمد ثناء اللہ نوری، استاذ مدرسہ اسلامیہ عربیہ، چھوٹی بیری، ناگپور (۳) مولانا مفتی حافظ وقاری محمد رحمت اللہ مصباحی، استاذ عربک کالج میرٹھ، یوپی۔

پیر ومرشد: اپنی عمر مبارک کے اخیر حصے میں تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے دستِ مقدس پر بیعت ہوئے۔ مرشدِ گرامی سے اللہ نے ان کو بے پناہ محبت وعقیدت عطا کی تھی۔ تاعمر مرشدِ گرامی کی محبت وعقیدت میں سرشار رہے۔ مرشدِ گرامی سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی تاج الشریعہ اپنے دورۂ بہار کے تحت سیتامڑھی یا اس کے

اطراف میں تشریف لائے۔ آپ اکثر مواقع پر اپنے مرشد گرامی کے نورانی چہرے کی زیارت اور دست بوسی کے لیے پہنچ جاتے۔

بلا معاوضہ اذان و امامت: مدرسہ اصلاح المسلمین علی پٹی میں مسلسل دس سال تک تدریس اور پھر دیگر اداروں میں تدریس کے بعد آپ نوری مسجد محلہ خواجہ نگر سرسنڈ میں بلا معاوضہ خدمتِ امامت واذان پر مامور ہوئے اور تاحین حیات اسی مسجد میں امامت واذان کے ساتھ درسگاہِ علم بھی آراستہ کی اور آخر عمر تک اپنے آپ کو دینی خدمت کے لیے وقف فرمادیا۔ آپ کے ایک شاگرد رشید حافظ عبدالوہاب صاحب (والدِ گرامی قاری نظام الدین سیتامڑھی متوطن محلہ خواجہ نگر، سرسنڈ) بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''نوری مسجد محلہ خواجہ نگر کے متولی حاجی فرزند صاحب (والد گرامی حافظ محمد داؤد صاحب علیہ الرحمۃ) نے تحریری طور پر تاحینِ حیات بلا معاوضہ منصبِ امامت آپ کے سپرد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے پوری زندگی بلا معاوضہ اذان وامامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے۔ رمضان المبارک میں تراویح وغیرہ بھی آپ نے اسی مسجد میں تسلسل سے پڑھایا۔''

تائیدِ غیبی: اپنے بھائیوں میں صرف آپ ہی تعلیم یافتہ تھے۔ تعلیم پر اخراجات اور دیگر اور معاملات کی وجہ سے آپ کے برادران نے بعد رشتۂ ازدواج آپ کو الگ کردیا۔ اس وقت علم دینِ نبوی کے علاوہ کوئی ہنر آپ کے پاس نہیں تھا۔ آپ اس حادثے سے اتنے نڈھال ہوئے کہ قرآن شریف لے کر مسجد میں چلے گئے اور تلاوت قرآنِ کریم میں مصروف ہوگئے۔ بغیر کھانا کھائے مسلسل ایک ہفتہ تک آپ نے صرف پانی اور تلاوتِ قرآن کریم پر اپنا گزارا کیا۔ اس اہم آزمائش کی گھڑی میں آپ کی نیک صفت شریکِ حیات تقریباً مسلسل ایک ہفتہ تک فاقے کی زندگی گزارتی رہی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو صبر وتوکل کا ایسا صلہ عطا فرمایا جسے تائیدِ غیبی ہی کہی جائے گی کہ ایک اجنبی شخص مسجد کے دروازے پر آیا، اس نے آپ کو آواز دی، آپ قریب آئے، پھر انھوں نے اپنے جھولے سے خصی کے چند چمڑے نکال کر آپ کو عطا کیا۔ آپ نے پہلے پہل لینے سے بہت انکار کیا اور فرمایا کہ: یہ میرا کاروبار نہیں ہے بلکہ میرے والد اور چچا وغیرہ یہ کاروبار

کرتے ہیں۔ انھیں کو آپ یہ دے دیں۔ لیکن اس اجنبی شخص نے باصرار وہ چیز آپ کے حوالے کی اور کہا اس کو آپ رکھیے اور بیچ کر اصل قیمت ہمیں واپس کر دیجیے گا اور منافع رکھ لیجیے گا۔ پھر یہ سلسلہ کچھ دنوں تک یوں ہی چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ کے پاس کچھ رقم جمع ہو گئی۔ پھر اس سے آپ نے ذریعۂ معاش کے لیے دوسرا کاروبار شروع کر لیا۔ بعدہٗ یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ بعد میں آپ نے اس شخص کو بہت تلاش کیا، ڈھونڈا لیکن اس سے دوبارہ ملاقات نہ ہوئی۔ جب آپ نے کچھ عرصہ کے بعد اس واقعے کا ذکر بزرگوں اور علمائے کرام سے کیا تو ان حضرات نے بتایا کہ یہ اللہ کی جانب سے مدد تھی۔

زبان میں اثر: ایک مرتبہ آپ کے والدِ گرامی جناب حاجی فرزند علی مرحوم بہت بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ سارے رشتہ دار گھر آ گئے۔ یہ سوچ کر کہ اب آپ کی زندگی مکمل ہو چکی ہے، دارِ آخرت کی جانب کوچ کرنے والے ہیں حتیٰ کہ کفن و دفن کی بھی تیاری ہونے لگی۔ اُس وقت آپ نیپال کے ایک معروف شہر جنک پور میں تھے۔ یہ غمناک خبر سن کر آپ جنک پور سے گھر آئے۔ شام کے وقت آپ گھر پہنچے، اُس وقت آپ کے والدِ گرامی عالمِ بے ہوشی میں تھے۔ آپ نے وضو کیا، قرآن شریف ہاتھ میں لیا اور والدِ گرامی کے سرہانے تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ آپ ایک جانب آیاتِ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے دوسری جانب پڑھ کر پھونکتے رہے، دَم کرتے رہے۔ بالآخر فجر کے وقت آپ کے والدِ گرامی نے آنکھیں کھول دیں اور ہوش میں آ گئے۔ والد نے آپ سے پوچھا کہ بیٹا کب آئے؟ تو آپ نے پورا واقعہ بتایا۔ والد صاحب نے بہت دعائیں دیں۔ انھیں کی دعاؤں کی برکت سے آپ پوری زندگی خوش حال رہے اور آپ کی تین اولادیں عالمِ دین ہوئیں۔ ہر ایک اپنی جگہ ماہ و نجوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور مختلف میدانوں میں خدمتِ دین، اصلاحِ امت اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

(۱) مولانا محمد عثمان قادری صاحب: آپ ایک عرصے سے بشنی پور، بلیا، یوپی میں خدمتِ دین میں نمایاں کردار ادا فرما رہے ہیں۔ آپ کی شخصیت بدمذہبوں کے لیے حرفِ برہنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اشاعتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت میں آپ کی خدمات اِن شاءاللہ زرّیں حرفوں میں لکھا جائے گا۔

(۲) حافظ وقاری مولانا محمد ثناء اللہ نوری امجدی: آپ فی الحال راجستھان کے ضلع ناگور میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(۳) مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی: آپ حافظ محمد داؤد صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ یہ بھی الحمد للہ بہترین حافظ وقاری اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مدرّس، ادیب اور اہلِ سنّت کے باوقار خطیب ہیں۔ اس وقت درس وتدریس اور خطابت کی دنیا میں دھوم مچائے ہوئے ہیں۔

اوصاف و اخلاق: حضرت حافظ داؤد صاحب کی شخصیت حسنِ اخلاق وکردار کا مجسم نمونہ تھی، اخلاص وعمل کے پیکر، اور اخلاق ومعاملات میں سنّتِ مصطفی کے آئینہ دار تھے۔ اس کے ساتھ آپ کی زندگی صبر وقناعت کے معاملے میں اسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر عامل وقائم تھی۔ آپ کے حسنِ اخلاق اور بلندیِ کردار میں تواضع وانکساری، خودداری، مہمان نوازی اور غربا پروری کا پہلو زیادہ غالب ونمایاں تھا۔ ایثار وقربانی اس پر مستزاد۔ آپ کے حاضر باشوں کا بیان ہے کہ: آپ کا دروازہ ہمہ وقت حاجت مندوں، مہمانوں اور مسافروں کے لیے کھلا رہتا تھا۔ علاقہ واطراف خصوصاً نیپال کے علمائے کرام کے لیے آپ کا دولت کدہ واقع قصبہ سرسنڈ (سیتامڑھی) مرکز تھا۔ علمائے کرام جب کسی کام سے یا وعظ وخطابت کے لیے اس علاقے کا دورہ فرماتے اور کسی وجہ سے انھیں اپنی منزل یا گھر پہنچنے کی سبیل نظر نہیں آتی تو حافظ صاحب کے گھر تشریف لے آتے، یہاں آنے میں کسی کے لیے کوئی تکلّف نہیں تھا، ہر کوئی آپ کے حسنِ اخلاق سے متاثر تھا۔ جب بھی مہمان کا ورودِ مسعود ہوتا خواہ وہ رات کے سہ پہر ہی کیوں نہ ہو تازہ ترین کھانے کا انتظام فرماتے۔ اپنے ہاتھوں سے پوری خدمت کرتے۔ مہمان نوازی کا یہ جذبہ صرف علما کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ ہر کس وناکس کے لیے آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا۔ لیکن علما کی خاطر مدارات اور مہمان نوازی کا جذبہ مثالی تھا۔ علما سے محبت بھی قابلِ رشک تھی۔ یہ حسنِ اخلاق صرف بیرونی حضرات ہی کے لیے نہیں تھا بلکہ آپ کے ایثار وقربانی کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ کئی بار آپ نے اپنا سارا سرمایہ اپنے برادران کے لیے صرف فرمادیا۔ آج یہی اوصاف اُن کے صاحبزادگان خصوصاً جو دینی علوم سے آراستہ ہیں ان کے اندر بھی رچے بسے ہوئے ہیں۔

سماج میں حیثیت: ہندو مسلم دونوں قوم کے لیے آپ کی شخصیت فیصل وحکم کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس سماجی مقبولیت کے بہت دور رس اثرات بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ جب کبھی دونوں فریق کے درمیان کسی معاملے میں تنازعہ ہوجاتا تو آپ بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ معاملے کا تصفیہ فرمادیتے۔ ۱۹۶۷ء میں جب ہندو مسلم شدید تاریخی تنازع ہوا تو آپ کی سماجی مقبولیت میں عزت واحترام کی وجہ سے کسی بھی غیر مسلم نے آپ کو ہاتھ تک نہیں لگایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم ہی نے آپ کو اپنی حفاظت میں لیا اور رکھا اور آپ کے واسطے سے بہت سے افراد اس حادثے کا شکار ہونے سے محفوظ رہے۔

ایک مقبول دُعا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو آٹھ لڑکے عطا کیے، اس درمیان ایک بھی بچی نہیں ہوئی۔ بالآخر آپ کو بچی کی جذباتی تڑپ پیدا ہوئی۔ رب کی بارگاہ میں بڑی دعائیں اور مناجات کی، اسی سال اللہ ربّ العزت کی جانب سے ایک بیٹی عطا ہوئی جس کا نام آپ نے عزیزہ رقیہ خاتون سلمہا رکھا۔

درود و پاک سے شغف: پوری زندگی آپ کا معمول یہ رہا کہ ہر جمعرات کو مجلس درود شریف (درودخوانی) کا اہتمام کرتے اور بڑے شوق ورغبت اور کامل عشق و عقیدت سے مست الست ہوکر درود پاک پڑھا کرتے۔ اخیر عمر میں اولادوں کو بھی اس کی نصیحت و وصیت کی۔ درود پاک سے والہانہ رغبت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اکثر و بیشتر خواب میں بھی باآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے۔ اتنی بلند آواز میں درود پاک کا ورد کرتے کہ گھر کے اکثر لوگ بیدار ہوجاتے کہ کیا بات ہے کہ سو نہیں رہے ہیں اور اس وقت مجلس کررہے ہیں۔ قریب جاکر دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ آپ نیند میں درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ لیکن کوئی شخص آپ کو اس وجہ سے بیدار نہیں کرتا کہ اس مبارک عمل میں خلل نہ پڑے۔ حتیٰ کہ فجر کا وقت ہوجاتا، پھر آپ بیدار ہوکر مسجد چلے جاتے، اذان و امامت کے فرائض انجام دیتے۔ ایک بار اس امر کا تذکرہ جب صاحبزادگان سے آپ سے کیا تو انھوں نے فرمایا: خواب میں میرے والد گرامی تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیٹا! مجلسِ درود کرو۔ تو میں یہ شغل کرتا ہوں، پھر جب وہ فرماتے ہیں کہ فجر کا وقت ہوگیا ہے جایئے فجر کی اذان دیجیے تو میری نیند کھل جاتی ہے۔ درود پاک

کے ایسے ایسے صیغے یاد تھے جو اکثر و بیشتر لوگوں کو آج کے دور میں یا تو معلوم نہیں اور اگر ہے بھی تو اس پر عامل نہیں ہوتے۔ یہ سب آپ کے جذبۂ عشقِ رسول اور محبت و اتباعِ رسول کا نتیجہ تھا۔ درود پاک سے والہانہ شغف کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے وصال سے قبل چند اہم وصیتیں اپنے اہلِ خانہ کو کیں۔ اس میں اہل خانہ کو یہ بھی حکم دیا کہ ہر جمعرات کو درود خوانی کی مجلس کیا کریں گے اور ایصالِ ثواب کریں گے۔ چنانچہ آج تک آپ کے گھر میں حسبِ وصیت و حکم یہ معمول جاری ہے جس پر آپ کے نیک صاحبزادگان قائم ہیں۔ خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ ہر نماز مسجد میں پابندی سے ادا فرماتے اور اگر کبھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد نہ پہنچ پاتے تو پابندیِ وقت کے پیش نظر نماز کو حتیٰ الامکان قضا ہونے سے پہلے وقت پر ادا فرمالیتے۔

مقدس مقامات کی زیارت: بزرگوں اور اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری کا بھی آپ کو بے حد شوق تھا۔ جن مقدس مقامات کی آپ نے زیارت فرمائی ان میں یہ مقامات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: اجمیر شریف، کلیر شریف، دیوہ شریف، سرہند شریف، اولیائے دہلی کے مزارات، بریلی شریف وغیرہ۔

وصالِ پر ملال: ۱۶ر جمادی الاوّل ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۷ر اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعرات آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ آپ نے وصال سے قبل ہی اپنے وصال کا دن بتا دیا تھا کہ میری وفات جمعرات کو ہوگی، جنازہ جمعہ کو پڑھوانا، بیری کا پتہ اور تختہ وغیرہ دلوانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال جمعرات کو ہی ہوا اور حسب وصیت جمعہ کو جنازہ وکفن دفن کیا گیا۔ وصال سے کچھ پہلے آپ کی شریکِ حیات نے آپ سے پوچھا کہ میرے لیے کیا چھوڑے جا رہے ہیں؟ تو آپ نے اپنے تین عالمِ دین اولاد کی جانب اشارہ کیا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں اپنے صاحبزادگان کو عالم بنانے پر کتنا فخر تھا اور ان سے آپ کس قدر محبت فرماتے تھے۔ گویا کہ کل جمع پونجی آپ کے نزدیک آپ کی شریکِ حیات کے لیے اہلِ علم کی یہی جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے صاحبزادگان کو اپنے والدِ گرامی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

○○

ذ

مفتی محمد ذکاء اللہ مصباحی

(ولادت: ۵ر جنوری ۱۹۶۴ء)

ولادت و نسب: حضرت مولانا مفتی محمد ذکاء اللہ صاحب رضوی مصباحی مضطرؔ بن جناب ابو محمد رحمانی بن جناب عبد اللطیف مرحوم، مانک چوک ضلع سیتامڑھی ۵ر جنوری ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم دارُ العلوم رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا، سیتامڑھی اور جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور میں ہوئی پھر جماعت ثالثہ تک کی تعلیم مدرسہ تیغیہ انوار العلوم ماری پور مظفر پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لے کر اساتذۂ جامعہ حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، محدثِ جلیل علامہ عبد الشکور مصباحی گیاوی، علامہ نصیر الدین عزیزی مصباحی پلاموی، علامہ یٰسین اختر مصباحی وغیرہم سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ اسی دوران شیخ القراء حضرت قاری یحییٰ، حضرت الحاج محمد شفیع اعظمی اور حضرت علی احمد مبارکپوری علیہم الرحمہ کے علاوہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور محقق مسائلِ جدید مفتی محمد نظام الدین رضوی سے بھی اکتساب فیض کا موقع نصیب ہوا۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے عالمیت کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۴ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے دستار اور سند فضیلت حاصل کی۔

۱۹۸۰ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور ۵ر مئی ۱۹۹۹ء کو ادۂ ریحان ملّت حضرت مولانا توصیف رضا خاں بریلی شریف نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اور جمیع سلاسل مذکورہ فی النور والبہا کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ واضح ہو کہ ۱۹۹۹ء سے قبل

سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ تیغیہ میں شیخ المشائخ حضرت الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بافیض خلیفہ مجاز متبع سنت وشریعت حضرت الحاج الشاہ محمد قربان علی قادری تیغی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۹۸۴ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ فریدیہ تیغیہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔ ۲۰۰۳ء میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی اور تاجدار اہلِ سنت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے مشترکہ عرس سراپا قدس کے موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت آبروئے اہلِ سنّت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان سبحانی میاں مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ جیلانیہ برہانیہ نے بریلی شریف میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت واجازت سے فیض یاب فرمایا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مرکزی ادارہ علیمیہ انوار العلوم، سرکانہی شریف، دائر العلوم قادریہ غازی پور، یوپی، دائر العلوم غوثیہ، بارہ مولہ کشمیر، جامعہ قدیریہ نعیمیہ، مراد آباد، دائر العلوم تیغیہ فیض الرسول، مہواویشالی، دائر العلوم رفاعیہ کریم نگر، آندھرا پردیش، دائر العلوم تیغیہ شمس العلوم، رکسہاں غازی پور اور دائر العلوم باز اشہب قصبہ برئی، کنڈہ ضلع، پرتاب گڑھ یوپی میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوکر تدریس وافتا کی خدمات انجام دیتے رہے۔

اِن دنوں کنڈہ ضلع پرتاپ گڑھ یوپی میں ایوانِ شریعت قائم فرما کر اس کے اہتمام کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تدریس وافتا، تصنیف وتالیف، تبلیغ وارشاد اور قضا کے ذریعہ علم دین کی اشاعت، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج، سنّیت کی تعمیر وترقی اور قوم وملّت کے فلاح وصلاح کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

تصنیفات: مفتی صاحب کی تصنیفات کی تعداد کثیر ہیں، جن میں سے چند مطبوعہ ہیں، بقیہ غیر مطبوعہ:

۱۔ طریقت یا یزیدیت	۲۔ فقہی اصول
۳۔ فلسفہ حقوق	۴۔ نورانی فتاویٰ
۵۔ فلسفہ روزہ	۶۔ فیضان شریعت، اول، دوم
۷۔ تذکرہ مشائخ بہار	۸۔ دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
۹۔ مسلک اعلیٰ حضرت	۱۰۔ تذکرہ مشائخ ترہت

تنظیمی خدمات: حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۸۱ء میں مانک چوک سیتامڑھی میں رضا اکاڈمی قائم کیا، جس کے آپ جنرل سکریٹری ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں باتفاق رائے آل انڈیا شریعت مشن کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے اور مذکورہ مشن کے فروغ وارتقاء کے لیے مثالی کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۴ء میں انہیں بہار ریاستی مسلم ترقیاتی کونسل (M.T.C) کا چیرمین بنایا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں شبھو پٹی ضلع ویشالی میں بدعقیدوں سے فیصلہ کن مناظرہ کیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت ثابت کیا۔ ۱۹۸۷ء میں اہلِ سنّت وجماعت کی عالمی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن، صوبہ کشمیر کے صوبائی صدر کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۸۹ء میں بہار بھولی ضلع ویشالی میں ایک بلند پایہ جامع مسجد کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۹۱ء میں (موضع جلال پور ڈیہوا کنڈہ، ضلع پرتاب گڑھ اتر پردیش) ایک عالیشان عیدگاہ کی بنیاد رکھی۔ جب کہ موضع شیر گڑھ، کنڈہ پرتاب گڑھ کی عیدگاہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

موصوف نے آٹھ غیر مسلموں کو دین اسلام میں داخل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے جواز میں بدنام زمانہ مولوی برکت اللہ قاسمی دیوبندی کریم نگری (اے۔پی) سے قصبہ حضور آباد ضلع کریم نگر (اے۔پی) کی جامع مسجد میں مناظرہ فرمایا اور مسجد میں صلوٰۃ وسلام کے جواز اور ان کی گمراہی پر ایسی دلائل وبراہین قائم فرمایا کہ وہ نام نہاد مناظر مبہوت ہو کر راہِ فرار اختیا کرلیا۔ ۱۹۹۲ء میں آپ نے تبلیغی پاکٹ جنتری شائع کیا۔ حضرت مولانا شفیع احمد اوکاڑوی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف 'ایصال ثواب کی شرعی حیثیت' کو زیور طبع سے آراستہ کر کے عوام وخواص میں مفت تقسیم کرایا۔ اِسی سال مہوا ضلع ویشالی کی سرزمین پر ایک تاریخ ساز اجلاس بعنوان 'فیضانِ اولیا کانفرنس' کی قیادت فرما کر ادارۂ اہلِ سنّت وجماعت دارالعلوم تبغیہ فیض الرسول، مہوا ویشالی کی نیو اسٹائل پلاننگ کی بنیاد ڈال کر ادارۂ مذکورہ کی تعمیر وترقی کے لیے جدوجہد مسلسل اور سعیِ پیہم کرتے رہے۔ اِسی سن میں ہی عراق کے خلاف امریکی یلغار کے احتجاج میں مہوا، ویشالی کے احباب اہلِ سنّت کے تعاون سے 'تحفظ حرم کانفرنس' کی صدارت کر کے امریکی جارحیت کو طشت ازبام کیا۔

مولانا کی چھ اولادیں ہوئی۔ ان میں چار اولاد بقید حیات ہیں۔

○○

ر

مولانا غلام مصطفیٰ راحتؔ

(ولادت: بشن پور، ضلع سیتامڑھی)

مولانا غلام مصطفیٰ راحتؔ بشن پوری ابن جناب محمد عباس انصاری ضلع سیتامڑھی میں اسٹیج کی دنیا کا ایک مشہور نام ہے۔ آپ سیتامڑھی کے معروف قصبہ بشن پور میں پیدا ہوئے۔ موجودہ رہائش گاہ محلہ مرغیا چک سیتامڑھی ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن بشن پور کے مکتب میں حاصل کی۔ جب کہ متوسطات کی تعلیم مدرسہ فیض الغرباء، بھانڑسر، ضلع سرلاہی میں اپنے وقت کے مشہور اساتذہ حضرت مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب شہیر مفتی محمد شبیر احمد صابر القادری، اندولوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ۱۹۸۷ء میں دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے فراغت پائی۔

فراغت کے بعد سمستی پور کے ادارہ میں تعلیم و تعلّم سے منسلک رہے۔ پھر شعرو شاعری سے ایسا شغف ہوا کہ دیار و امصار میں محفلوں اور جلسوں کی جان بن گئے۔ آواز میں بڑی شیرینی اور لچک ہے۔ کلام بھی بے حد عمدہ اور بامعنیٰ ہوتا ہے۔

نعتیہ شاعری کے دو مطبوعہ مجموعے 'گلشنِ طیبہ' اور 'گلشنِ راحت' اہل زبان و ادب سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

نمونۂ کلام:

لبوں پہ جس کے درود و سلام آجائے
اُسی کے ہاتھ میں کوثر کا جام آجائے
نبی کی نعت وظیفہ ہے اس لیے اپنا
کوئی بھی شعر تو بخشش کے کام آجائے

مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی

(ولادت: ۱۰ر جنوری ۱۹۸۲ء)

نام ونسب: محمد رحمت اللہ بن حافظ محمد داؤد بن حاجی فرزند علی

ولادت: آپ کا آبائی وطن بہار کا مردم خیز ضلع سیتامڑھی کا ایک معروف قصبہ سرسنڈ ہے۔اس معروف قصبے کے محلہ خواجہ نگر میں آپ کی ولادت ۱۰ ر جنوری ۱۹۸۲ ءکو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم والد گرامی حافظ محمد داؤد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، پھر حفظ قرآن کریم کے لیے مبارکپور کے معروف قصبہ نوادہ میں واقع دینی ادارہ مدرسہ سراج العلوم کا انتخاب کیا اور یہیں قاری نسیم مبارک پوری اور قاری نظام الدین سرسنڈ کی درسگاہِ حفظ میں ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۲ء میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی اور دستار وسندِ حفظ سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۹۴ء میں درسِ نظامی کی ابتدائی تعلیم کے لیے دار العلوم سرکار آسی سکندر پور ضلع بلیا یوپی میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۶ء تک جماعتِ ثانیہ کی تکمیل کی۔ یہاں کے مشاہیر اساتذہ میں یہ نام قابلِ ذکر ہیں: (۱) مولانا الیاس نوری کٹیا نیپال (۲) مولانا سجاد احمد رشیدی سکندر پوری (۳) مولانا ذاکر حسین لطیفی کٹیہار (۴) مولانا عبد الغفار اعظمی مئو۔

۱۹۹۷ء میں متوسطاتِ درسِ نظامی کی تحصیل کے لیے طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو میں جماعتِ ثالثہ میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۲۰۰۰ء میں عالمیت کی تکمیل کی۔ پہلے ہی سال آپ نے اپنے تعلیمی ذوق اور محنت وانہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے ادارے میں اوّل پوزیشن حاصل کی، سالانہ امتحان میں ٹاپ کیا اور عرس امجدی کے موقع پر امتیازی اوّل پوزیشن سے کامیاب ہونے کا انعام حاصل کیا۔ یہیں سے قرأت کا خصوصی کورس بھی کیا اور عالمیت کے ساتھ سندِ قرأت سے بھی سرفراز ہوئے۔ یہاں کے قابلِ ذکر اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا عبد الرحمٰن مصباحی بستوی (۲) مفتی آل مصطفی مصباحی کٹیہاری (۳) مولانا صدیق مصباحی گونڈہ (۴) مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی (۵) مولانا مفتی ابوالحسن

قادری بہرائچ (۶) مولانا فیضان المصطفیٰ مصباحی گھوسی (۷) قاری مقری احمد جمال القادری گھوسی۔

جامعہ امجدیہ میں جب تک آپ رہے سارے امتحان میں جماعت میں پہلا انعام حاصل کیا۔ ۲۰۰۱ء میں فضیلت سالِ اوّل میں ہندوستان کی مرکزی دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۲ء میں فضیلت کی تکمیل کی۔ یہاں جن اساتذہ سے آپ نے تحصیلِ علوم وفنون کیا اُن میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری (۲) نصیرِ ملت حضرت مولانا نصیر الدین عزیزی مصباحی (۳) محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور عزیزی مصباحی (۴) حضرت مولانا اسرار احمد مصباحی (۵) عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (۶) جامع معقولات حضرت مولانا شمس الہدیٰ مصباحی (۷) ادیب اسلام حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی۔

پھر دو سال لکھنؤ میں عربی زبان وادب کا خصوصی کورس (تخصص فی الادب العربی) کیا۔ ایچ آئی کمپیوٹر ڈالی گنج لکھنؤ سے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی تعلیم (ڈی ٹی پی کا مکمل کورس) اور انگلش زبان و ادب کی تحصیل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے یوپی بورڈ سے منشی تا فاضلِ دینیات کے سارے امتحانات میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ یوپی بورڈ کا آخری امتحان فاضلِ طب ۲۰۰۵ء میں کیا۔

۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۷ء مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی کی زیر نگرانی جامعہ اکرم العلوم مرادآباد میں تدریس کے ساتھ فقہ و افتاء کی تربیت حاصل کی اور سندِ افتاء سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: یوں تو آپ نے دورانِ طالب علمی ہی میں ہر جماعت کی تدریس وتکرار کا اچھا خاصا تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ لیکن باضابطہ تدریس کا آغاز ۲۰۰۶ء میں جامعہ اکرم العلوم لال مسجد مرادآباد، بانی اکرم العلماء فخرِ ملّت حضرت علامہ مفتی شاہ نذیر الاکرم نعیمی سے کیا اور مفتی وشیخ الحدیث کے اہم منصب پر فائز رہ کر کامیاب تدریسی فریضہ انجام دیا۔

۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۳ء مغربی اتر پردیش کے ایک اہم دینی ادارہ مظہر العلوم گرسہائے

گنج، قنوج یو پی میں درسِ نظامی کے منتہی طلبہ کی تعلیم وتدریس کے ساتھ شعبۂ عربی زبان و ادب کی تعلیم وتربیت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ فی الحال امام النحو، صدر العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار اسلامی قلعہ مدرسہ اسلامی عربی، اندرکوٹ، گزری بازار میرٹھ میں درسِ نظامی کے منتہی طلبہ کی تعلیم وتدریس پر مامور ہیں۔

تدریسی خصوصیت: یوں تو آپ کو جملہ فنون پر درک ومہارت حاصل ہے لیکن فقہ وحدیث سے آپ کو خصوصی دلچسپی ہے۔ آپ کی تدریسی خصوصیات ومہارت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ پورے درسِ نظامیہ پر اعلیٰ درجہ کا استحضار رکھنے والے مدرّس ہیں اور مختلف علوم وفنون کو عالمانہ بصیرت اور کمالِ مہارت سے پڑھانے کی بھرپور صلاحیت سے آراستہ ہیں۔ افہام وتفہیم کی خداداد صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی درسگاہ میں طلبہ کا انہماک اور دلچسپی نہ صرف قابلِ دید ہوتا ہے بلکہ قابلِ قدر بھی ہوتا ہے۔

انتخابِ مرشد: انتخابِ مرشد کے سلسلے میں آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہم ایسے شیخِ طریقت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں جن سے راہِ سلوک وطریقت کے مسائل اور اپنی پریشان خیالی کا شافی حل جب چاہیں اپنے مرشد کی بارگاہ میں پہنچ کر یا رابطہ کر کے معلوم کرسکیں۔ چنانچہ اسی مقصدِ خیر کے تحت آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ ابوالعلائیہ میں خواجہ خوشحال (افغانستانی) بھینسوڑی شریف کے مقدس ہاتھوں پر بیعت ہوئے۔ آپ کے پیرومرشد خواجہ خوشحال صاحب دام ظلہٗ الاقدس کی شخصیت متلاشیانِ راہِ طریقت اور مسترشدانِ راہِ سلوک ومعرفت کے لیے منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے آبا و اجداد افغانستان سے مغربی یوپی کے مظفرنگر علاقہ کے ایک قصبہ بہارگڑھ میں آکر مقیم ہوئے۔ یہیں آپ کی خانقاہ ہے۔ دعوت وتبلیغ اسلام میں آپ کا نمایاں کردار یہ ہے کہ اصلاحِ امت کے عظیم فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ آپ نے بہارگڑھ آبادی کے پورے علاقے میں اسلام کی شمع روشن کی اور یہاں مقیم غیر مسلموں کو آپ نے دولتِ اسلام سے فیض یاب کیا اور انھیں اسلام کے دامنِ امن وسلامتی میں پناہ دی۔ اس طرح بہارگڑھ کی پوری غیر مسلم آبادی نے آپ کے دستِ مقدس پر قبولِ اسلام کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

اللہ ربّ العزت ان کا سایہ سلوک ومعرفت اہلِ سنن پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

تلامذہ: جامعہ اکرم العلوم مراد آباد و جامعہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، قنوج، یوپی کے زمانۂ تدریس میں آپ کی فیض بخش درسگاہِ علم و فضل سے جن حضرات نے خوشہ چینی کی اور فیضیاب و بامراد ہوئے ہیں ان میں چند فارغ التحصیل علما کے اسمائے گرامی ذیل میں کیا جارہا ہے:

- مولانا عرفان مصباحی، قنوج
- مولانا عامر مصباحی، دہلی
- مولانا توحید مصباحی، باندہ
- مولانا امجد رضا، بھٹولیا، سیتامڑھی
- مولانا حیدر رضا، بھٹولیا، سیتامڑھی
- مولانا عبداللہ، بھٹولیا، سیتامڑھی
- مولانا علی رضا، سمستی پور، بہار
- مولانا وسیم، مظفرپور، بہار
- مولانا معروف، شاہجہانپور، یوپی
- مولانا سعید، مظفرپور، بہار
- مولانا افتخار، موتیہاری، بہار
- مولانا فضیل، الہ آباد، یوپی
- مولانا رفیع، موسیٰ نگر، کانپور، یوپی
- مولانا خوشتر رضا، بنگال
- مولانا نوشاد کشن گنج، بہار
- مولانا شکیل شاہجہانپوری، یوپی
- مولانا ہاشم شاہجہانپوری، یوپی

خطابت: آپ تقریر و خطابت میں بھی خصوصی صلاحیت سے آراستہ ہیں۔ آپ کی تقریروں کو سننے کے بعد سامعین آپ کے جوہرِ خطابت کے دل سے قائل نظر آتے ہیں۔ آپ کی تقریر کا خاص پہلو یہ ہے کہ پیشہ ور مقررین کی طرح روایتی رنگ ڈھنگ ولب ولہجہ کے مقرر نہیں ہیں اور نہ ہی رٹی رٹائی تقریر پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ہر موضوع پر برجستہ اور نفیس و دل نشیں تقریر کی بھرپور لیاقت رکھتے ہیں۔ مختلف کانفرنسوں و اجلاس میں خصوصی خطیب کی حیثیت سے شریک ہو چکے ہیں۔ آپ جہاں بھی خطابت کے لیے مدعو کیے جاتے پوری ذمہ داری کے ساتھ بولتے ہیں۔ آپ کی تقریر کے خاص عناصر میں لب ولہجہ کا رکھ رکھاؤ، علمی طرزِ استدلال، عالمانہ رعب و داب، آیات و احادیث کی کثرت اور اصلاحِ امت کے پہلو قابلِ ذکر ہیں۔ وعظ و خطابت کی دُنیا میں الحمدللہ ہندوستان گیر شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کے وعظ و خطابت کے نتائج بھی ماشاءاللہ دوررس اثرات کے حامل ہیں۔ چند واقعات ذیل میں قلم بند کیا جارہا ہے:

• آپ کے عہد طالب علمی کا یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ ۲۰۰۳ء میں لکھنؤ یاسین گنج کے علاقے میں ایک مسجد مسلکی تنازع کا شکار تھی۔ اصلاً وہ مسجد سنّیوں کے قبضے میں تھی لیکن دوسرے مسلک کے لوگ اس پر اپنا ناجائز قبضہ چاہتے تھے۔ ماہِ ربیع النور کے موقع پر دونوں فریق کے درمیان فیصلہ ہوا کہ تم لوگ اپنے اپنے عالم کو لاؤ جس کا عالم عید میلاد النبی کا جواز یا عدم جواز قرآن وسنّت کے آئینے میں ثابت کردے گا۔ یہ مسجد اسی فریق کے قبضے میں رہے گی۔ آپ اس وقت لکھنؤ ہی کے ایک معروف ادارے میں تخصّص فی الادب العربی کا کورس کررہے تھے۔ سنّی امام نے آپ سے رابطہ کیا اور شرکتِ اجلاس کی دعوت دی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور عید میلاد النبی کے جواز پر قرآن وسنّت کے آئینے میں ایسی زبردست مدلل اور مسکت گفتگو فرمائی کہ فریقِ مخالف بھی آپ کے دلائل کی قوت کے سامنے مبہوت ہوگیا اور یہ مسجد حسبِ سابق سنّیوں ہی کے قبضے میں رہی۔

آپ کی تقریر وخطابت سے بہت سے افراد اپنے غلط اعمال وافکار سے تائب اور صحیح اسلامی زندگی پر عامل وقائم ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں اپنے عہد کے ایک نامور ڈاکو کا آپ کے ہاتھ پر توبہ کا دلچسپ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ:

۲۰۱۰ء میں ضلع قنوج کے ایک معروف قصبہ شفیع پور میں متعدد بار خطابت وتقریر کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا۔ ہر بار آپ جاتے رہے اور اپنے وعظ ونصیحت سے لوگوں کو سرفراز کرتے رہے۔ ایک بار آپ صفی پور حسب دعوت پہنچے۔ حسنِ اتفاق اس بار آپ کے خطابت کی سماعت کا شرف یہاں کے ایک ڈاکو کو بھی ہوا، جو علاقے میں اپنے اس وصف کے لیے بہت مشہور رہے۔ وہ آپ کی تقریر سن کر بے حد متاثر ہوا اور بعدِ جلسہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کی گفتگو کی والہانہ انداز میں تعریف کی، آپ کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کیا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے آپ کا معتقد ہوگیا۔ اس کے بعد سے اس بندۂ خدا کا یہ معمول ہے کہ وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور تلاوت وذکرواذکار سے خصوصی شغف رکھتا ہے۔

اپنے زمانہ تدریس (۲۰۰۸ء تا جولائی ۲۰۱۳ء) مظہر العلوم گرسہائے گنج پورے ضلع قنوج میں آپ عوام وخواص کے مرکزِ توجہ رہے۔ منجانب اللہ خصوصی مقبولیت کا یہ فیض رہا کہ آپ جب

تک یہاں رہے آپ کی باتوں پر مسئلے فیصل ہوتے رہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آپ کی گفتگو میں بلا کی جاذبیت اور دل کشی بھی پائی جاتی ہے۔ جو شخص آپ سے ایک مرتبہ گفتگو کر لیتا ہے وہ آپ کے علم و عمل اور اخلاق و اوصافِ حمیدہ کا قائل و گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی گفتگو کی اثر پذیری کے تعلق سے یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ دیناپور، ضلع اُناؤ میں ایک ایسے ضعیف العمر تبلیغی جماعت کے امیر سے آپ کی ملاقات ہوئی جو برسہابرس دہلی میں امیر جماعت کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے چکا ہے۔ ان سے مختلف امور و معاملات پر آپ کی گفتگو ہوئی۔ آپ کی گفتگو اور بحث و مباحثہ میں اس کی دل چسپی اتنی بڑھی کہ وہ ایک دن اور ایک رات آپ سے بحث و مباحثہ کرتا رہا۔ بالآخر اس کا دل قبولِ حق کے لیے آمادہ ہوا اور اس نے آپ کی گفتگو کی حقانیت کو تسلیم کر لیا۔

اس طرح کے متعدد واقعات آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہر ایک، کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔

مناظرہ: علمی استحضار، قوتِ استدلال اور خداداد ذہانت و بصیرت اور زورِ بیان مناظرہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو ان ساری خصوصیات سے آراستہ فرمایا ہے۔ زیادہ مناظروں میں تو آپ کی شرکت نہیں ہوئی ہے لیکن بسا اوقات بدمذہبوں سے بحث و گفتگو کا موقع میسر آیا اور جہاں بھی عقائد و معمولاتِ اہلِ سنّت کے اثبات پر گفتگو کا موقع ملا آپ نے اپنے مدمقابل کو لاجواب، ساکت اور مبہوت کر دیا۔ اس سلسلے کے کئی واقعات ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ البتہ مراد آباد کے مشہور مناظرہ جس میں مناظر کی حیثیت سے حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی تھے۔ مناظرہ ٹی وی پر ہوا تھا جس میں کلیمی صاحب نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حقانیت عالمی سطح پر نہایت عالمانہ و فاضلانہ انداز میں ثابت کی تھی۔ موضوعِ مناظرہ دیوبندی امام کے پیچھے نمازِ جنازہ کی اقتدا تھا۔ اس میں آپ بحیثیت معاون مناظر شریک تھے اور کلیمی صاحب کے شانہ بشانہ مسلسل دو روز تک ان کے ہم قدم اور ہر مرحلے میں ان کی معاونت فرماتے رہے۔

رشتۂ ازدواج: شہر سیتامڑھی سے متصل بھورہا چوک ہے اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر گلریا شریف متصلّب صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کی بستی آباد ہے۔ سیاسی دُنیا میں اس

بستی کی پہچان یہاں کے معروف سیاسی لیڈر خلیل انصاری سابق ودھایک سے بھی ہوتی ہے۔
اسی معروف بستی میں ایک بہت خوددار، متصلب سنّی گھرانے میں ۱۲ر مئی ۲۰۰۷ء کو آپ کی شادی جناب آس محمد انصاری صاحب کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ زیبا اجمیری صاحبہ سے ہوئی، جن سے الحمدللہ ایک صاحبزادے ہیں، جس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمینی اور آسمانی نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے محمد احمد رکھا گیا ہے اور عرفی نام امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بچپن کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے 'امن میاں' رکھا گیا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بچپن میں خاندان والے 'امن میاں' کہتے تھے۔

مفتی محمد رحیم بخش قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: موضع باتھ اصلی، ضلع مظفرپور)

عارف باللہ 'بڑے مولانا' علامہ مفتی محمد رحیم بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ موضع باتھ اصلی ضلع مظفرپور (سیتامڑھی) بہار میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل فرمائی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں باضابطہ مدرسہ کا انتظام نہیں تھا۔ مولانا امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان پر اسی خاندان کے افراد اور مخصوص حضرات کو تعلیم دیتے تھے۔ 'بڑے مولانا' کو حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم درس وہم سبق ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے سفر میں سات سال اور دوسرے سفر میں پانچ سال یعنی بارہ سال تک امام اہلِ سنّت کی خدمت میں رہ کر جملہ علوم وفنون میں مہارت و تربیت حاصل کی اور یگانۂ روزگار ہوکر واپس ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے انھیں "بڑے مولانا" کا خطاب ولقب عطا فرمایا۔ پھر سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے حکم پر دیناجپور مغربی بنگال کے علاقہ ڈمٹی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ ایک طویل عرصے تک خدمتِ دین واشاعتِ سنّیت اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا محمد رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۱۳۶۳ھ کے بعد

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ان کی جگہ پر حجۃ الاسلام نے آپ کا تقرر فرمایا اور اس کے لیے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بنفس نفیس باتھ اصلی تشریف لائے وہاں جانا طے ہو گیا لیکن کچھ رشتہ دار کی ریشہ دوانیوں کے سبب غیر معمولی تاخیر ہوگئی اس لیے بریلی شریف نہ پہنچے پھر دوبارہ بنگال تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا ضلع سیتامڑھی میں بھی تدریس کی خدمت انجام دی جیسا کہ شیر بیشہ سنت مولانا مفتی محمد حشمت علی پیلی بھیتی کی کتاب مستطاب 'الصوارم الہندیہ' کی تصدیق سے ظاہر ہے۔ علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ تھی کہ اہم رسالہ وفتاویٰ پر اپنے معاصر علماء ومشائخ اور تلامذہ وخلفاء کی تائید وتصدیق حاصل کر کے اسے شائع فرماتے تھے جیسا کہ 'تحفہ حنفیہ' پٹنہ میں مطبوعہ رسائل سے ظاہر ہے۔ الدلائل القاھرہ علی الکفرۃ النیاشرہ پر 'بڑے مولانا' علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصدیق وتائید 'محمد رحیم بخش قادری مظفر پوری' کے نام سے ثبت وشائع ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کی خلافت واجازت کا واقعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، مفسرِ اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

''۲۰/اپریل ۱۹۶۲ء کو ڈمٹی (مغربی دیناج پور، بنگال) پہنچنا ہوا۔ ۲۵/ کو یہاں سے روانگی ہے۔ یہاں بھی ایک دو جلسے ہوتے ہیں یہاں کے حاجی محمد حلیم صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ تھا کہ مرید ہوں، مونگیر (محمد علی مونگیری بانی ندوہ لکھنؤ) کی طرف خیال تھا۔ کوئی فقیر منش شخص مانع ہوئے اور مولانا رحیم بخش صاحب باتھوی فاضل (منظرِ اسلام) بریلی مرحوم مغفور کی طرف اشارہ کیا ان سے ہو جاؤ۔ انھوں نے مولانا رحیم بخش صاحب مرحوم سے کہا۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اعلیٰ حضرت سے اجازت نہیں ہے۔ جب تک اجازت نہ لے لوں بیعت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بقصد اجازت بریلی کا سفر کیا اور بھی کچھ صاحبان ہم راہ تھے وہ فقیر صاحب بھی۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ فرمایا اجازت ہے، فوراً

واپس جاؤ فوراً واپس ہو کر مرید کرو۔ ہمارا ہیان پر اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کا عجیب اثر ہوا، چنانچہ مولانا رحیم بخش مرحوم باتھوی واپس ہوئے اور یہاں کے لوگوں کو مرید کیا۔ اس لیے اس نواح کے باشندگان کو حق و باطل، بریلوی و دیوبندی کی خوب تمیز ہے۔'' (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ جون ۱۹۶۲ء، ص ۱۱)

غربا و حاجت مندوں کی امداد و اعانت آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ آپ خاندانی طور پر رئیس و زمین دار تھے۔ اگر آپ کے کھیت و باغات سے کوئی کچھ لیتا ہوا نظر آتا تو ادھر سے صرف نظر فرما لیتے کہ وہ دیکھ کر شرمندہ نہ ہو جائے۔ پھر جب ملاقات ہوتی تو اس سے فرماتے ضرورت ہو تو اور لے جانا آپ کی قیمتی آراضی آپ کی اجازت کے بغیر قریبی رشتہ دار نے اونے پونے نیلام کرا دی جس وقت آپ کو اطلاع ہوئی آپ نماز عشا کے لیے مشرقی و شمالی مسجد میں تھے۔ اس حادثہ فاجعہ کی خبر سن کر اللہ کہتے ہوئے آہ سرد کھینچی عینی شاہد کا کہنا ہے کہ آپ کی آہ سے مسجد کی زمین دہل گئی۔

آپ حد درجہ محتاط تھے۔ گاؤں کے پور داڑی باد میں آپ کی کھلیان و باغات اور اس کے اردگرد پانچ چھ بیگہہ آراضی تھی۔ وہاں سے شام کو جب جانوروں کو گھر لاتے تو بیل وگائے کے علاوہ بکریوں کے منہ میں بھی جابی باندھ دیتے تھے تا کہ کسی کے کھیت میں منہ نہ ڈال دے۔ آپ کے علاقہ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

(۱) مفتی مطیع الرحمٰن نوری پوکھریروی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ

(۲) مولانا مفتی محمد بدر الدین رضوی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ (مزار ڈمٹی)

(۳) مولانا صوفی محمد سید الزماں حمدوی پوکھریروی، ہیڈ مولوی عابدہ ہائی اسکول مظفر پور وغیرہم۔

آپ کو دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) صوفی محمد سلیم قادری (۲) مولانا اظہار الحسن نوری، تلمیذ ملک العلماء، وخلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مرض طاعون میں آپ کا وصال ہوا۔ اس طرح شہادت کا مرتبہ پایا۔ تاریخ ولادت و وفات نہ معلوم ہو سکی۔ باتھ اصلی کے جنوبی قبرستان میں آپ کا مزار مرجع خلائق، منبع برکات اور فیض بخش عام ہے۔ (مکتوب مفتی محمد اشرف رضا صدیقی قادری مصباحی باتھوی بنام مرتب)

مولانا محمد رضاء القادری مصباحی

(ولادت: ۶؍اگست ۱۹۶۶ء)

ولادت و تعلیم: محمد رضا قادری ولد محمد نذیر انصاری سیتامڑھی کے مشہور قریہ کنما میں ۶؍اگست ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن عزیز ہی کے مشہور و معروف مدرسہ نور العلوم رضا چوک، کنما میں حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں زیر تعلیم رہے۔ بعدہ ماری پور مظفر پور میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے۔ اور پوری دلجمعی اور انہماک کے ساتھ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ درجہ سے کامیاب ہوئے۔ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں سند فضیلت سے نوازے گئے۔

بیعت و ارادت: جانشینِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد اپریل ۱۹۸۹ء سے مارچ ۱۹۹۲ء تک آپ نے جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی، مظفر پور میں تدریسی خدمات بحسن و خوبی انجام دیا اور اپنی خداداد ذہانت، علم و فضل اور مخلصانہ طبیعت کی وجہ سے مرجع طلبہ و عوام و خواص رہے۔ آپ کی مقبولیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف پہنچی تو آپ نے خود وہاں سے اپنے کو علیحدہ کرنا مناسب سمجھا اور عوام و خواص کے اصرار کے باوجود آپ نے استعفیٰ دے کر گھر رہنا پسند کیا۔

مدرسہ مدینۃ العلوم سے مستعفی ہونے کے بعد مدرسہ نور العلوم کے اراکین کے اصرار کے باوجود آپ نے گھر رہ کر تدریسی خدمات انجام دینا قبول نہ کیا تو حضرت مولانا محمد صابر حسین رضوی، ککھار، دربھنگہ، بہار نے آپ کی علمی قابلیت اور پابندیٔ شریعت کو دیکھ کر ایک بد مذہب کی آبادی مالپٹی ضلع دربھنگہ میں آپ کو 'مدرسہ اسلامیہ بحر العلوم' کی خدمت اور مسلک اہلِ سنّت و جماعت کی اشاعت کے لیے مقرر فرمایا۔ موصوف اپنی علمی قابلیت اور درس و تدریس میں مہارت کی وجہ سے چند ہی دنوں میں لوگوں کے درمیان متعارف و محترم

ہو گئے۔اور آپ کی شرعی پاسداری سے متاثر ہو کر لوگوں نے جامع مسجد کی امامت آپ کے سپرد کر دی۔آپ نے اپریل ۱۹۹۲ء سے نومبر ۱۹۹۵ء تک مدرسہ و مسجد دونوں کی خدمت بحسن وخوبی انجام دی اور متعدد طلبہ کو برائے اعلیٰ تعلیم سنی مدارس میں بھیج دیا۔

موصوف کی خداداد مقبولیت اور خدمت سنیت دیکھ کر اس آبادی اور گردونواح کے دیوبندی مولوی اور عوام جلنے لگے اور مختلف تدبیریں سوچنے لگے تاکہ کسی طرح موصوف مدرسہ بحر العلوم سے چلے جائیں لیکن مولانا آپ کوہِ ہمالہ کی طرح سنیت کی چٹان بن کر جمے رہے۔ اور ہر باطل خیالات ونظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ جب وہاں کے دیوبندی مولوی اور دیوبندی نواز مالداروں نے دیکھا کہ ان کی علم وقابلیت کا جواب نہیں دیا جاسکتا تو انھوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح ان کو یہاں سے رخصت کیا جائے۔حضرت موصوف چند دنوں کی چھٹی لے کر ضرورت کے تحت گھر آئے اسی درمیان دیوبندیوں نے مشورہ کر کے خط لکھ دیا کہ آپ کی جگہ دوسرے مدرس کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔لہٰذا آپ یہاں نہ آئیں۔مولانا موصوف خط لے کر وہاں پہنچے، ہنگامی میٹنگ ہوئی۔میٹنگ میں کافی ہنگامہ ہوا، سنی عوام غریب تھی اور مالدار بدمذہب تھے اور طویل زمانہ۔سے دیوبندیت اپنا گھر کر چکی تھی۔

بالآخر مولانا موصوف حساب وکتاب کے بعد وہاں سے واپس آ گئے۔پھر اس کے بعد آپ کے وطن مالوف کے معروف مدرسہ نور العلوم رضا چوک کے اراکین، خصوصاً مولانا عبد الہادی خاں رضوی، جناب محمد اختر حسین خاں صاحب، خازن مدرسہ ہذا نے زبردست دباؤ کے ساتھ مادرِ علمی کی خدمت اور اس کی آراستگی و پیراستگی کے لیے مجبور کیا۔ بالآخر احباب ومخلصین کے دباؤ پر آپ نے مدرسہ کی خدمت قبول کر لیا اور ۷؍سال تک تحریر آپ مدرسہ نور العلوم کی خدمت پر مامور رہے اور آپ کی خدا ترسی وشرعی پابندی کو دیکھ کر رضا جامع مسجد کما کی امامت پنجگانہ وجمعہ بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔تاہم فی الوقت گذشتہ ۹؍ سالوں سے مدرسہ نوریہ محفوظ العلوم، شفقت پور، بنتارا میں ہیں اور اسی کی ترویج وارتقاء میں مصروف ہیں۔

مولانا قاری رضاء اللہ رضوی

(ولادت: ۳/ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۲/اگست ۱۹۸۳ء)

نام ونسب: محمد رضا اللہ رضوی ابن محمد کلیم اللہ انصاری ابن محمد سعید انصاری

ولادت: آپ کی ولادت باعتبارِ سند ۱۲/اگست ۱۹۸۳ء مطابق ۳/ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ بروز جمعۃ المبارک مقام وپوسٹ براہی، وایا سُرسنڈ، ضلع سیتامڑھی، بہار میں ہوئی۔ آپ سات بھائی ہیں، جن میں سے ہر ایک عصری علوم وفنون سے آراستہ ہے۔ ان ساتوں بھائیوں میں آپ کے والدِ گرامی نے آپ کا انتخاب عالمِ دین وحافظِ قرآن بنانے کے لیے کیا، جو آپ کی خوش بختی کی دلیل ہے۔ آپ کے بھائیوں کے اسمایہ ہیں:

(۱) محمد مرتضیٰ انصاری

(۲) محمد مصطفی انصاری

(۳) ڈاکٹر محمد سلیمان انصاری

(۴) محمد نثار انصاری

(۵) محمد شاہنواز انصاری (ایم اے)

(۶) محمد سرفراز احمد انصاری (بی اے)

تعلیم وتربیت: ۱۹۹۱ء میں موضع براہی کی سنّی جامع مسجد میں آپ کی رسمِ بسم اللہ خوانی حضرت مولانا ایوب رضوی، ہنومان نگر، سیتامڑھی خسر حضرت مولانا عبدالمجید مصباحی (براہی، سیتامڑھی) کے ذریعے ہوئی۔ مکتب کی تعلیم یہیں حاصل کی۔ پھر درجۂ مولوی میں داخلہ کے لیے حکیم حافظ عبدالشکور براہی والد گرامی حضرت مفتی عبدالمنّان کلیمی مصباحی مفتی شہر مرادآباد کے ہمراہ ۱۹۹۲ء میں دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، نیپال تشریف لے گئے، جہاں آپ نے فخرِ نیپال حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل رضوی، مولانا عباس نوری، مولانا الیاس برکاتی، مولانا عبدالحمید قادری وغیرہ سے درجہ مولوی کی کچھ جماعتوں کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن چوں کہ آپ کے والد گرامی کی خواہش تھی کہ آپ پہلے حفظ قرآن کریم کی تکمیل کریں اس لیے ۱۹۹۳ء میں مدرسہ اکرم العلوم، لال مسجد، مرادآباد

حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی کی زیر سرپرستی تشریف لائے اور یہیں سے ۱۹۹۵ء میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ ۲۲ر دسمبر ۱۹۹۵ء کو دستار و سند سے نوازے گئے۔ خداداد ذہانت وقوتِ یادداشت کی بدولت فقط ڈھائی سال کے مختصر عرصے میں آپ نے حفظ مکمل کرلیا اور اسی سال محراب بھی سنائی۔ مدرسہ اکرم العلوم کے اساتذہ میں یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں:

قاری نظام الدین قادری سرسنڈ، قاری دل محمد، جھارکھنڈ، حافظ محمد پیارے، مرادآباد (شاگرد رشید صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی)، مولانا عبدالعزیز، لاڈوبیلا، نیپال، مولانا علیم الدین، مولانا عبدالقادر (فارغ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی) نیپال، مولانا عبدالحفیظ مصباحی، موجولیا بازار، سیتامڑھی۔

پھر قرأت کی تکمیل کے لیے لکھنؤ کا سفر کیا اور یہاں ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے اساطینِ قرأت سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں قاری احمد ضیا (مصنف 'معرفۃ التجوید') اور قاری عبدالرشید قادری وقاری عثمان مظفر پوری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پھر لکھنؤ کے ایک معروف ادارے مدرسہ عالیہ عرفانیہ میں ۱۹۹۷ء میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۰ء تک تحصیلِ علم کرتے رہے۔ یہیں سے آپ نے قرأت حفص اور قرأت سبعہ کا مکمل کورس کیا نیز دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق عربی سوم تک کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے قرأت حفص کی تکمیل ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں کی اور قرأت سبعہ ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں مکمل کیا۔ پھر جون ۲۰۰۵ء میں دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے فضیلت کی تکمیل کی۔

مخصوص احباب: مولانا رضاء اللہ الفت نوری سیتامڑھی، حافظ فضلِ یزدانی نیپالی، مولانا احمد رضا مصباحی، لاڈوبیلا، نیپال، مولانا محمد رضا مصباحی، لاڈوبیلا، نیپال، حافظ زاہد حسین نناہی، سیتامڑھی، حافظ غیاث الدین سرسنڈ، حافظ شمس الحق رضوی دھرہروا، حافظ شمس الدین اکرمی، حافظ عبدالجلیل بکارو، قاری محمد عمر باڑا، سیتامڑھی، قاری شعیب ویشالی، حافظ قیصر رضا چمپارن، مولانا مہدی حسن فردوسی، شیخ پورہ، مونگیر، مفتی محمد علاءالدین رضوی سیتامڑھی، ممبئی، مولانا عالم حسین نوری سیتامڑھی، مولانا شہروز عالم اکرمی

ے کٹیہار، مولانا نعیم الدین ساہر گھاٹ، مولانا ارشاد عالم نعمانی، مولانا مفتی انور حسین مچیکونی، مولانا رحمت اللہ مصباحی سرسنڈ، مولانا احمد الدین قادری براہی، مولانا ہارون رشید مصباحی، مولانا قیام الدین قادری۔

درس و تدریس: تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد سب سے پہلے مدرسہ فضل العلوم حیدر آباد، آندھرا پردیش تشریف لے گئے، جہاں ۲۰۰۰ء میں چھ مہینے تک تدریسی فریضہ انجام دیا، لیکن یہاں کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی اور آپ عروس البلاد ممبئی محبِ گرامی مفتی محمد علاء الدین رضوی کی خواہش پر تشریف لے گئے، جہاں انجمن مفید الیتامیٰ، میرا روڈ، ممبئی میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے لیکن اس مصروف ترین شہر میں بھی آپ کا جی نہیں لگا اور آپ چھ ماہ کے بعد ۲۰۰۲ء میں اپنے مادرِ علمی مدرسہ اکرم العلوم، مراد آباد تشریف لے آئے، جہاں درجۂ حفظ و قرأت کے صدر شعبہ و ناظم تعلیمات کی حیثیت سے دسمبر ۲۰۰۶ء تک اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ آپ کے تشریف لاتے ہی مذکورہ ادارہ کا یہ شعبہ مراد آباد اور اس کے مضافات میں حفظ و قرأت کی مرکزی اور مثالی درسگاہ کے طور پر معروف و مشتہر ہو گیا۔ دور دراز و اطراف و مضافات کے طلبہ آپ کی تدریسی خصوصیات کا چرچہ سن کر جوق در جوق یہاں آنے لگے۔ جب تک آپ یہاں رہے یہ شعبہ نہایت متحرک و فعال رہا، جس کا اعتراف یہاں کے اربابِ حل وعقد آج بھی کرتے ہیں۔ یہاں آپ کی درسگاہ سے ہزاروں طلبہ نے تکمیل حفظ و قرأت کی سند پائی جو مختلف علاقوں میں خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔

۲۰۰۷ء میں حضرت مولانا مشتاق احمد القادری کی خواہش پر آپ مدرسہ غوثیہ انوار العلوم بڑبل، ضلع کیونجھر، اڑیسہ تشریف لے گئے، جہاں آپ نے بحیثیت صدر المدرسین تعلیم و تربیت کا مثالی فریضہ انجام دیا۔ یہاں بھی آپ کے پہنچنے کے بعد ایک تعلیمی انقلاب برپا ہوا۔ یوپی و بہار اور بنگال کے سینکڑوں طلبہ آپ کے نام پر ادارے میں پہنچے اور تکمیلِ علم کی۔ پہلی بار اس ادارے میں سالانہ دستار بندی کا جلسہ آپ نے کیا، جس میں طلبہ کی دستار بندی اور علما و مشائخ کی تقاریر ہوئیں۔ اس جلسے کے اہم شرکا میں پیر طریقت حضرت سید غلام محمد حبیبی (سجادہ نشین آستانۂ مجاہدِ ملّت، اڑیسہ)، خطیب اہلِ سنّت مفتی محمد رحمت اللہ

مصباحی، مولانا گلزار احمد مصباحی، خطیبِ شہیر مولانا ذکراللہ قادری، مولانا ارشاد عالم نعمانی (دہلی) وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے مقامی علما و شعرا نے شرکت کی۔ اس جلسے میں آپ کے دست و بازو کی حیثیت سے حاجی مشتاق صاحب (صدر انجمن اسلامیہ، بڑہل) اور جناب محمد نسیم و وسیم صاحبان کے علاوہ جناب محمد خورشید خاں، شکیل خاں، افضل خاں، اشتیاق اشرفی اور منظور بھائی پیش پیش رہے۔ مختصر عرصے میں آپ کی محنت و جاں فشانی کے نتیجے میں پورے علاقے میں اس ادارے کا نام اور آپ کی تدریس کی دھوم مچ گئی۔ یہ شہرت، عزت و مقبولیت بعض حضرات کو راس نہ آئی، جس کی وجہ سے آپ بادلِ ناخواستہ ادارے سے مستعفی ہو کر مَلِک پور، دربھنگہ کے معروف ادارہ مدرسہ مخدومیہ خیرالوریٰ تشریف لائے اور ۲۰۰۹ء کا پورا عرصہ اپنے محبِ محترم مولانا محمد اسلم رضا یزدانی کی معیت و رفاقت میں گزارا۔ پھر ۲۰۱۰ء میں آپ کوٹیم، کیرالا تشریف لے گئے، جہاں امامت کے ساتھ مختلف دینی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

مخصوص تلامذہ: حافظ شمشیر عالم دہلی، حافظ نبیل سرسنڈ، حافظ قمر رضا اکڈنڈی، حافظ صادق سُرسنڈ، حافظ نوشاد براہی، حافظ توصیف رضا براہی، حافظ نعمت اللہ سید پور، حافظ عاشق، سید پور، حافظ اطہر مرادآبادی، حافظ شمشاد براہی، حافظ عطاء اللہ براہی، حافظ حشمت اکڈنڈی، حافظ توحید نیپال، حافظ حیدر براہی، حافظ شکیل سور بھر، حافظ سمیع الدین کٹیّا، نیپال، حافظ شمشاد عالم براہی، حافظ پرویز عالم

عقد مسنون: ۱۷؍ مارچ ۲۰۰۴ء کو موضع اکڈنڈی، سیتامڑھی میں عالی جناب محمد رحمت اللہ انصاری مرحوم کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا، جن سے چار اولادیں ہیں۔ تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ محمد ارسلان۔

○○

س

مولانا سکندر علی شبنم القادری

دِبتھا کی سرزمین نے بہت سارے دینی و مذہبی پھول کھلائے جن میں علم وحکمت کی عطر بیزیاں واضح طور پر محسوس کی گئیں، انھیں میں سے ایک عظیم اور مقدس ہستی، سکندر قوم وملّت حضرت مولانا سکندر علی شبنم القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم بتھا کی سرزمین پر حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تشنگی کو مظہر اسلام بریلی شریف کے مقدس اور پاکیزہ چشمہ سے کافور کیا اور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ درجہ فضیلت کی تکمیل کے بعد اپنی جائے پیدائش بتھا کی سرزمین پر رہ کر علمی لعل و گہر پیدا کرنے کا عزم مصمم کیا۔ چنانچہ مدرسہ دارالاسلام کی مسندِ صدارت پر فائز ہوئے اور اپنی عالمانہ صلاحیت اور قائدانہ قیادت وقابلیت سے بے شمار فرزندان اسلام اور دختران ملّت کو دینی ومذہبی تعلیمات سے آراستہ وپیراستہ کیا۔

مجاهدانه کردار: آپ مجاہدانہ کردار اور حکیمانہ اوصاف کے حامل تھے جس وقت آپ نے مدرسہ دارالاسلام کی تدریسی صدارت کو قبول فرمایا اس وقت زمیندارانہ اور جاگیردارانہ نظام اپنے پورے شباب پر تھا، غریب ونادار افراد کی حیثیت ان جاگیرداروں کی نگاہ میں غلاموں جیسی تھی ان کے خلاف آواز اٹھانا اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ یہ زمیندار افراد آہستہ آہستہ خود عقائد باطلہ کے پیروکار ہو رہے تھے اور دوسروں کو گمراہی وضلالت کے دام تزویر میں پھانسنے کی ہر ممکن کوشش کررہے تھے۔ دارالاسلام پر بھی انھیں زمینداروں کا غلبہ اور تسلط تھا جو کہ انھیں زمینداروں کی خاص زمین پر قائم تھا۔ آپ نے دوررس فہم وفراست اور دوربیں نگاہوں سے اچھی طرح معلوم

کرلیا تھا کہ دارالاسلام سے منسلک رہتے ہوئے مسلک اہلسنّت و جماعت کی ترویج وتشہیر اور تحفظ وبقا ناممکن ہے۔ اس سرزمین پر بسنے والے ننانوے فیصد غریب ونادار سنی مسلمانوں کا قتل ناحق ہے۔ اس تلخ حقیقت کا اظہار وانکشاف آپ نے چند معتبر اور معتمد نیز مخیّر حضرات اور علمائے اہلِ سنّت وجماعت سے کیا۔ ان حضرات کے دلوں میں پہلے ہی سے دینی اور مسلکی حفاظت کی چنگاری بھڑک رہی تھی آپ کے خیالات نے اسے شعلہ جوالہ بنا دیا۔ خفیہ مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور چند مجلس مشاورت کے بعد ان حضرات کی تائید وتعاون سے آپ نے ایک خالص سنی ادارہ کی بنیاد ڈالی جو آج 'الجامعۃ النوریہ بدرالاسلام' کے نام سے مشہور ومعروف اور محبوب ومقبول ہے۔ اللہ غریق رحمت فرمائے عالی جناب الحاج محمد بدرالحق صاحب مرحوم کو اجو بزرگ صفت اور نہایت ہی متقی اور پرہیز گار انسان تھے۔ پنچگانہ نمازوں کے ساتھ ساتھ تہجد کے بھی پابند تھے۔ انھوں نے اپنے ایثار وخلوص کا عظیم مظاہرہ فرماتے ہوئے اس ادارہ کے لیے اپنی سب سے زیادہ قیمتی زمین وقف فرمایا اور سکندر ملّت نے قیام وبنا اور تعمیر وترقی کے ذریعہ بتھا کی سرزمین پر اہلِ سنّت وجماعت کا ایک آہنی قلعہ تیار کردیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت وحمایت اور رسول اکرم ﷺ کے فیوض وبرکات کے صدقے وطفیل الجامعۃ النوریہ بدرالاسلام شاہراہِ ترقی پر شب وروز گامزن ہے۔

خطابت وامامت: آپ علاقہ کے ہر دل عزیز قائد اور محبوب ومقبول رہبر ورہنما تھے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنی زندگی کے بہتر اور بیشتر حصہ میں آپ نے بتھا کی سرزمین پر تدریس کے ساتھ امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ بتھا کی عظیم الشان جامع مسجد جو کہ آج 'نوری جامع مسجد' کے نام سے موسوم ہے اس کی امامت وخطابت آپ کے سپرد تھی، نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین کی امامت آپ ہی کرتے تھے۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی موجودگی میں کسی دوسرے کی امامت وخطابت کا تصور ناممکن تھا۔

آپ کی خطابت، وعظ ونصیحت سے بھرپور، شعلہ بیانی اور لفاظی سے محفوظ، اصلاح عقائد واعمال کا گنجینہ ومرقع تھی۔ خطابت میں گفتگو کا انداز ایسا سہل اور آسان اختیار فرماتے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں، بتھا اور قرب وجوار کی بستیوں میں منعقد ہونے والے میلاد پاک کی مجلسوں میں آپ خصوصی خطیب کی حیثیت سے جلوہ فرما رہتے تھے

مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت کے تحفظ وبقاء اور ترویج واشاعت کے لیے آپ کا ایثار وخلوص ناقابلِ فراموش بھی ہے اور قابلِ فخر بھی۔ ایسے وقت میں جب کہ زمیندارانہ طاقت وقوت کے درمیان عقائد باطلہ کی تردید آگ کے شعلوں میں کودنے کے برابر تھی، آپ نے اپنی عالمانہ حکمت عملی اور قائدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسے وقت میں ایک پرجوش انقلاب پیدا کیا اور متاخرین علما کو ایسا سازگار ماحول دیا کہ اس ماحول میں آنے والے علمانے اہلِ سنّت وجماعت کے معمولات ومراسم کو مساجد ومقابر، منبر ومحراب اور مکان ودکان کی زینت بنا دیا۔ آج بھتا کی وادی میں قدم رکھتے ہی اہلِ سنّت وجماعت کے باوقار وجود کا احساس ہوتا ہے اس میں آپ کی خلوصیت کا وافر اور قابل قدر حصہ ہے

مشاهیر تلامذه: آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے جو کہ درس وتدریس، خطابت وتبلیغ اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان میں سے کچھ خاص شخصیتیں مندرجہ ذیل ہیں:

- مولانا مفتی محمد مظہر الحق نوری (شیخ الحدیث دار العلوم شاہ جماعت، ہاسن، کرناٹک)
- مولانا محمد مصلح الدین (صدر مدرس دار العلوم قادریہ، ساگر، کرناٹک)
- مولانا محمد واثق علی نوری (مدرس دار العلوم نور محمدی، بھروچ، گجرات)
- مولانا محمد عبید الرحمٰن رضوی باسنی (ناگور، راجستھان)

ان کے علاوہ بھتا کی سرزمین سے جو بھی علم وحکمت کے موتی قوم مسلم کو میسر ہیں وہ یا تو براہِ راست یا بالواسطہ انہیں کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔

مولانا سید الزماں حمدوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۳۱ر جنوری ۱۹۹٦ء)

حضرت علامہ سید الزماں حمدوی پوکھریرای، سیتامڑھی کے ایک معزز خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گھر والوں نے خاندانی روایت سے انحراف کر کے آپ کا داخلہ انگریزی اسکول کے بجائے دینی مدرسہ میں کیا۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم گاؤں میں مشفق استاذ مولوی عثمان پوکھریروی دم

تعددعلما سے حاصل کی۔ پھر دائر العلوم حمیدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ میں حضرت مولانا مقبول احمد خاں اور مولانا مقبول احمد صدیقی علیہما الرحمہ سے متوسطات تک کا درس لیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مرادآباد پہنچے اور وہیں سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریس: فراغت کے بعد ضلع مظفر پور کی کئی علمی و دینی دانش گاہوں میں اپنے علم و فضل کے گوہر لٹائے۔ پھر ایک عرصہ دراز تک عابدہ ہائی اسکول، مظفر پور میں بحیثیت ہیڈ مولوی آپ کا تقرر ہوا جہاں ریٹائرمنٹ تک کافی محنت و جاں فشانی سے درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔

تلامذہ: مولانا سید الزماں حمدوی کے علمی فیضان سے مستفیض ہونے والے شاگردوں میں علما، اُدبا، وکلا، پروفیسر، انجینئر، ڈاکٹر اور اساتذہ کی تعداد بیشمار ہیں۔ مشہور ماہر تعلیم جناب ماسٹر ثوبان قادری اور ہماری جماعت کے معروف قلم کار حضرت مولانا شبنم کمالی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

آپ نہایت ذہین، ذی استعداد اور باصلاحیت عالمِ دین تھے۔ مطالعۂ قرآن اور تلاوتِ قرآن کا قابلِ رشک جذبہ تھا۔ استاذ کی مدد کے بغیر حفظ قرآن مکمل فرمالیا۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور عمیق تھا۔ دیگر اَدیان و مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ بھی بڑے ذوق وشوق سے کیا کرتے۔ لیکن تفسیر قرآن وحدیث، فقہ اسلامی، اور تاریخ اسلام سے اُن کو گہری دلچسپی تھی۔ اوران فنون کی کتابوں کا مطالعہ اُن کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

تحریر و تصنیف: ملک کے اکثر مذہبی رسائل وجرائد میں آپ کی وقیع نگارشات شائع ہوئیں۔ ایک اندازے کے مطابق سیکڑوں مضامین شائع ہوئے اور اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ آپ کی تحریر و قلم کی سحر کاری کے غیر بھی معترف تھے۔ ماہنامہ تجلی دیوبند کے آنجہانی ایڈیٹر عامر عثمانی بھی مولانا موصوف کی علمی جاہ وجلال اور پختگی فکرو قلم کے معترف ومدّاح تھے۔ کئی ایک کتابیں بھی آپ نے تحریر فرمائیں۔ 'تعظیم شہ مصطفیٰ'، 'مجموعہ مباحثہ میلاد شریف'، 'ایک تنقیدی نظر' مطبوعہ ہیں لیکن اب عرصہ سے ان کی طباعت نہیں ہو پارہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کے مقالات کو جدید ترتیب وایڈٹنگ کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جائے۔

مدرسہ دینیہ غوثیہ کا قیام: مظفر پور کے محلہ امام گنج میں آپ نے ایک مرکزی ادارہ مدرسہ دینیہ غوثیہ قائم فرمایا اور تادم آخر اس کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہے۔ اس ادارہ کا قیام آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مظفر پور اور اس کے مضافات کے دینی جلسوں میں اپنے عالمانہ خطابات سے تاحیات مسلم اقوام کو اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ فرماتے رہے۔

اخلاق و اوصافِ حمیدہ: مولانا موصوف بڑے پابند شرع، متقی و زاہد، صوفی باصفا اور بلند اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر لمحہ دین اسلام کی خدمت اور سنّتِ رسول پاک ﷺ کی پیروی میں گزرا۔ آپ ایک سچّے عاشق رسول اور مداح بزرگانِ دین تھے۔ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

زیارتِ حرمین و مقاماتِ مقدسہ: آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور دربارِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا۔ ہندوستان کے اکثر بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کے علاوہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ و دیگر مقدس مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

شعر و سخن: مولانا سید الزماں حمدوی بڑے ذوق وشوق اور خلوص و محبت سے نعتیہ شاعری کرتے تھے۔ ان کی شاعری مبالغہ آرائی و کذب بیانی سے پاک و صاف ہوتی تھی۔ ان کی شاعری پر پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی (سابق صدر و ڈین فیکلٹی آف ہیومنٹیز، شعبۂ اُردو و فارسی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور) اور مولانا قمر ثاقب (صاحبزادہ استاذ الشعراء حضرت مولانا شبنم کمالی) نے مقالے ترتیب دیے ہیں۔ آپ کا تخلص سیدؔ ہے اور 'حمدوی' حضرت مولانا سید ابونصر حمد اللہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت اور نسبت کی وجہ سے لکھتے تھے۔

وصال: ۳۱/ جنوری ۱۹۹۶ء/ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ کو مظفر پور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اپنے آبائی وطن پوکھریرا میں مدفون ہوئے، جہاں آپ کا مزار مرکز انوار ہے۔ (ماخوذ: ماہنامہ جام شہودؔ کلکتہ، اکتوبر ۱۹۹۶ء)

○○

س

مولانا مصطفیٰ رضا شبنم کمالی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۴۲۵ھ/ ۱۹/ اگست ۲۰۰۴ء)

استاذ الشعراء مولانا شبنم کمالی رحمۃ اللہ علیہ کا پیدائشی نام مصطفیٰ رضا ہے۔ جو مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام پر آپ کے دادا منشی عبدالحق مرحوم نے رکھا۔ لیکن آپ علمی وادبی دنیا میں شبنم کمالی ہی کے نام سے معروف ہیں۔ اظہارِ شاعری کے لیے شبنم کا تخلص 1951ء میں مدرسہ حمیدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ کے دوران خود سے رکھا۔ اور شاعری بھی اُسی سال سے شروع کی۔ نسبتِ 'کمالی' حضرت مولانا سید ابونصر حمد اللہ کمال الدین پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے اور آپ کے نام کا ایک جزوِ لازم ہے۔ حضرت مولانا سید ابونصر حمد اللہ کمال الدین پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں آپ کو اپنی گود میں لے کر بیعت فرمایا۔ آپ کے والد گرامی مولوی حسن رضا کمالی مرحوم اور دادا منشی عبدالحق مرحوم اور خاندان ومحلّہ کے بہت سے لوگ شاہ کمال الدین پشاوری ہی کے مرید تھے۔

حضرت مولانا سید حمد اللہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین فرزند اصغر حضرت مولانا سید عبدالقادر صاحب نے سلسلہ قادریہ کمالیہ میں آپ کو تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا اور جملہ سلاسل میں بیعت کی اجازت دی اور اورادو وظائف کی تعلیم دی۔

ولادت: آپ کی تاریخ پیدائش تعلیمی سندوں کے مطابق ۲۲/ جولائی ۱۹۳۸ء ہے۔ آپ کے والد گرامی مولوی حسن رضا کمالی علاقہ کے معززین میں سے تھے۔

تعلیم: آپ کی ابتدائی اور فارسی زبان وادب کی منتہی تعلیم اپنے والد گرامی سے گھر پر ہوئی۔ بعدہٗ مدرسہ نور الہدیٰ، مدرسہ وارث العلوم، چھپرہ میں ایک ایک سال، مدرسہ اسلامیہ عربیہ، برہم پورہ، مظفر پور میں دو سال پھر، پانچ سال تک مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ

دربھنگہ رہے، جہاں سے مولوی اور عالم کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ اور دو سال مدرسہ عزیزیہ بہار شریف پٹنہ میں تعلیم ہوئی۔ یہاں فاضل حدیث کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور ۱۹۵۵ء میں مروجہ علوم وفنون سے فراغت پائی۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد مدرسہ مظہر العلوم، چھچھوا، ضلع مدھوبنی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، مسلسل چھ سال وہاں مقیم رہے۔ پھر ایک سال سے کچھ کم دائر العلوم نعیمیہ چھپرا جامع مسجد اور تین سال مدرسہ وحیدیہ، آرا، بھوجپور میں قیام کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ امانیہ، لوام تشریف لے گئے۔ جہاں تادم تحریر ہیں۔ تقریباً ۴۵ ربرسوں تک خدمت درس انجام دیتے رہے۔

فضل و کمال: مولانا شبنم کمالی ایک عظیم مدرس ومفکر، صاحب طرز ادیب وانشا پرداز، نباضِ وقت قلم کار اور عاشقِ رسول نعتیہ شاعر ہیں۔ یہ پوچھے جانے پر کہ آپ کے محبوب مشاغل کیا ہیں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

> ”نعتیہ شاعری اور اسلامی مقالات میرے محبوب مشاغل ہیں۔ نیز درس وتدریس، میلاد پاک کی محفلوں اور سیرت مقدسہ کے جلسوں میں شرکت کرنا، نعتیہ مشاعروں میں نعتیہ کلام پڑھنا۔ ضرورت مندوں کے لیے سخت اصرار کے بعد تعویذات لکھ دینا۔ مسائل شرعیہ سے فتاویٰ کی صورت میں آگاہ کرنا۔“

چنانچہ ملک کے مختلف مذہبی رسالوں میں شائع ہونے والے مضامین ومقالات کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ جو ماہنامہ ’سنی‘، آریہ نگر، لکھنؤ، ماہنامہ ’پاسبان‘، الہ آباد، ماہنامہ ’حجاز جدید‘ دہلی، ماہنامہ ’اشرفیہ‘ مبارکپور، ماہنامہ ’المجیب‘ پھلواری، ماہنامہ ’اعلیٰ حضرت‘ بریلی شریف، ماہنامہ ’استقامت‘ کانپور وغیرہ رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے۔

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں: (۱) ’قیامِ میلادی: شریعت اسلامیہ کی روشنی میں‘ (۲) ’کمال الصرف‘ (۳) ’آئینۂ جمالِ مصطفیٰ‘ (۴) ’شمعِ ولایت‘ (۵) ’کمال النحو‘ (6) ’فقہ اور امام اعظم‘۔ یہ سب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی کتابیں ابھی تشنۂ طباعت ہیں۔ البتہ نصف درجن سے زائد مجموعے نعت وغزلیات کے شائع ہو چکے ہیں۔

اوصاف و اخلاق: حضرت مولانا شبنم کمالی انتہائی ملن سار، زندہ دل اور خوش

مذاق انسان ہونے کے ساتھ ایک بہترین ادیب، صحافی اور نامور شاعر ہیں۔ ملک کے موٴقر جرائد ورسائل جن میں آپ کے معیاری مقالات اور اہم مضامین چھپتے رہے ہیں اس کے شاہد عدل ہیں۔ مولانا کا اسلوبِ بیان پر کشش اور دل نشین ہوتا ہے۔

شعر و سخن: شعروسخن کے میدان میں نعت پاک، غزلیات اور قصائد پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ چنانچہ نعتیہ کلام کے پانچ مجموعے اور غزلوں کے دو مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ کیے بغیر آپ نے پوری زندگی پرورش لوح قلم میں گزاری۔

آپ کی حیات اور کارنامے پر پی۔ ایچ ڈی کا کام ہو چکا ہے۔ جب کہ نعتیہ شاعری اور ادبی شاعری پر ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق ہو رہی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ آپ کا کارنامہ کیا ہے، آپ نے فرمایا:

"کارنامہ تو کچھ بھی نہیں، اس کے علاوہ کہ جہاں تعلیم دینے گیا وہاں جھوپڑی سے محل بنوایا، ابتدائی تعلیم کو بڑھا کر انتہائی درجات پہنچایا، تعلیمی معیار کو سدھار کر ہزاروں باصلاحیت علما و فضلا و حافظ کی جماعت کو قوم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سبحان اللہ!"

آپ کے تین صاحبزادے ماشاء اللہ سبھی عالم دین ہیں۔ ان میں دو ایم۔ اے ڈبل ہیں، جب کہ ایک یعنی سب سے چھوٹے حافظِ قرآن عالم وفاضل اور انگریزی سے بہرہ ور ہیں۔

افسوس کہ علم وفضل کا یہ آفتاب ۱۴۲۵ھ / ۱۹ر اگست ۲۰۰۴ء کو غروب ہو گیا۔

مولانا کی وفات پر آپ کے برادرِ عزیز پروفیسر انجم کمالی صاحب نے ایک پرسوز مرثیہ کے ذریعہ خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے دو بند ملاحظہ کریں۔

جنت الفردوس میں وہ سو گیا
آج سے انجم اکیلا ہو گیا

وہ مفکر وہ مدبر وہ ادیب — شاعر شیریں بیاں، واعظ خطیب
ماہر علم و ادب صوفی عجیب — اہلِ سنّت والجماعت کا نقیب
سارا عالم جس کے غم میں کھو گیا
آج سے انجم اکیلا ہو گیا

محفل و مسجد و منبر سوگوار سونا سونا ہوگیا ہے اب دیار
محفلِ شعرو سخن کا تاجدار صحن وگل میں جس سے تھی باغ و بہار
وہ جہاں کا تھا وہیں کا ہوگیا
آج سے انجمؔ اکیلا ہوگیا

مفتی محمد شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۵؍فروری ۱۹۵۲ء — وصال ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۲ء)

اسم گرامی: محمد شبیر احمد، تخلص: صابرؔ، مشربی لقب: صابر القادری۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: شبیر احمد ابن شیخ فوجدار علی ابن محمد عظمت علی ابن محمد معصوم علی ابن شیخ محمد غوثی۔

ولادت: آپ ضلع سیتامڑھی کے شمال میں واقع مشہور ترین گاؤں 'اندولی' کے مغربی محلہ میں ایک متدین ومتمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ سند میں تاریخ پیدائش ۵؍فروری ۱۹۵۲ء درج ہے۔ والد گرامی فوجدار علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۵ء) ایک پڑھے لکھے، دین دار، علم دوست اور مشرقی طرز کے انسان تھے۔ جن کی ایک صاحبزادی اور پانچ صاحبزادے: (۱) محمد ادریس (۲) حافظ محمد جمیل اختر (۳) محمد ظفیر عالم (۴) مفتی شبیر احمد (۵) مولانا محمد جابر حسین (جن میں مذکور اول اور ثالث کے سوا بقیہ تینوں اپنی اپنی جگہ علم وفضل کے تاجدار ہیں، جن کے تذکرے زیر نظر کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

والدہ مرحومہ زبیدہ بھی عابدہ، زاہدہ، پابندِ صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں، اس لیے گھر میں دینی علوم کا بول بالا شروع ہی سے تھا، چنانچہ آپ کی نشوونما بھی اسی دینی ماحول میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی کے مکتب میں حافظ عبدالجلیل مرحوم سے قواعد بغدادی، ناظرۂ قرآن پاک اور اُردو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر ۱۵؍شوال ۱۳۸۰ھ، ۱۹۶۰ء کو مدرسہ اشرف العلوم، کنہواں میں داخلہ لیا اور تقریباً تین سال وہاں رہے جس کے دوران فارسی ادب وقواعد کی کتابیں آمدنامہ، کریما، پندنامہ، عزیز القواعد، فارسی کی پہلی دوسری، گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، اخلاقِ محسنی اور ابتدائی عربی میں میزان ومنشعب وپنج گنج وغیرہ پڑھیں۔ پھر ۱۸؍شوال ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء میں مدرسہ قاسم العلوم کسمھوا

تشریف لے گئے، جہاں فارسی کی بقیہ کتابیں اور قواعدِ عربی کی مشہور کتب نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ درسیات کی متوسطات تک تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۶ء میں کسمہوا چھوڑ کر بغرض تحصیل علوم عالیہ دہلی پہنچ گئے۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا دونوں مدرسے دیوبندیوں کے تھے جہاں کی تعلیم و تربیت عقائد و نظریات میں فساد کا باعث ہو سکتی تھی، چنانچہ اس کی تشویش راقم الحروف کے والد، جو آپ کے برادرِ اکبر ہیں، کو ہمیشہ لگی رہتی اور وہ برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ کاش وہ کسی طریقے سے بریلی شریف آ جاتے جب عم محترم حضرت مولانا شبیر احمد دہلی پہنچ گئے اور وہاں بھی ایک بدمذہب کے ادارے میں داخلہ لیا۔ راقم الحروف کے والد گرامی ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور آپ نے بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہو کر رو رو کر بارگاہِ الٰہی میں یہ دُعا فرمائی کہ:

"اے مجددِ عصر! اے پیشوائے اہلِ سنّت؟ آپ کی مخلصانہ جدوجہد نے کتنے گم گشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت سے نوازا ہے، میں بھی یہیں کے خوانِ علم کا پروردہ ہوں، آپ کی بارگاہ میں فریاد لایا ہوں کہ میرا بھائی ابھی حق و باطل کے درمیان فیصلے کے لیے ذہنی کشمکش کا شکار ہے۔ اس پر نظر کرم ہو جائے اور اُسے نشانِ منزل مل جائے۔"

حضرت قبلہ گاہی کی یہ دُعا مستجاب ہوئی اور چند ہی ایام کے بعد آپ کا ورود بریلی شریف میں ہو گیا، جنہیں دیکھ کر برادرِ اکبر کے خوشی کی انتہا نہ رہی، چنانچہ ۶۷-۱۹۶۶ء میں آپ کا داخلہ منظر اسلام بریلی شریف میں ہو گیا، جہاں آپ نے صاحبِ درس علمائے کبار بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری قدس سرہ، محدثِ منظرِ اسلام علامہ احسان علی مظفر پوری قدس سرہ، تاج الاسلام مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی، مولانا محمد احمد جہانگیر خان اعظمی (فتح پور)، امام المنطق خواجہ مظفر حسین، پورنوی مدظلہ، مولانا سید محمد عارف نان پاروی، اور حضرت مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں جملہ مروجہ علوم و فنون کی تکمیل فرما کر دستار فراغت و سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد کچھ دنوں اطراف بریلی میں درس دیا۔ پھر تقریباً دو سال تک مدرسہ سراج العلوم، بھیرہ (میجر گنج کے مضافات) میں تدریسی خدمات پر

مامور رہے، جہاں راقم سطور نے بھی حضرت سے اکتسابِ علم کے ساتھ ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کا شرف پایا۔ وہاں سے مستعفی ہو کر فیض جونیر ہائی اسکول تالگرام، ضلع فرخ آباد (یوپی) تشریف لے گئے، جہاں تقریباً ایک سال قیام رہا۔ ۱۹۷۴ء میں الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء دھرمپور، بھانڑسر، ضلع سرلاہی نیپال میں نائب صدر المدرسین کی جگہ بحالی ہوئی۔ یہاں شوال المکرم ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء تک درس وتدریس میں مشغول رہے اور پھر اِسی سال ماہ ذوالقعدہ میں مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، سیتامڑھی تشریف لائے اور تقریباً ساڑھے پانچ سال تک شاندار درس وافادہ اور مجلسِ علم سجانے کے بعد ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء میں دوبارہ بھانڑسر واپسی ہوئی اور ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ تک بحیثیت صدر المدرسین اشاعتِ علم وترویجِ سنیت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ پھر اپنے گاؤں والوں کے اصرارِ پیہم پر یکم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ سے اپنے ہی قائم کردہ ادارہ 'مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم' اندولی، سیتامڑھی میں مستقل طور سے قیام پذیر ہو گئے۔

یکم محرم ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۴/ جولائی ۱۹۹۱ء سے الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء دھرمپور، بھانڑسر چھوڑنے کے بعد آپ نے مستقلاً مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اور اپنی آخری سانس تک اسی گلشن کے بیل بوٹے سجانے میں لگے رہے۔

تلامذہ و مستفیدین: عم محترم حضرت مفتی محمد شبیر صابر القادری علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مشفق ومحسن استاذ، اصاغر نواز، عالمِ متواضع اور حلیم الطبع انسان تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے، جن میں سے چند کے اسمایہ ہیں:

۱۔ ناچیز راقم سطور محمد الیاس مصباحی عفی عنہ (شیخ الحدیث، مدرسہ خانم جان عربک اسکول، بنارس، یوپی)

۲۔ مولانا ملازم رضا مصباحی (صدر المدرسین مدرسہ فیض النبی پکڑی بازار، ضلع بلرام پور، یوپی)

۳۔ مولانا ظفر امام قادری مصباحی (صدر المدرسین مدرسہ گلشن بغداد، سنگاچوری، سیتامڑھی، بہار)

۴۔ مولانا انوار الحق علیمی (صدر المدرسین مدرسہ قادریہ رضویہ غریب نواز، مہادے پٹی، سیتامڑھی، بہار)

۵۔ شاعر اسلام جناب مولانا نسیم اختر فرحت صابری اندولوی (سیتامڑھی، بہار)

۶۔ مولانا محمد عیسیٰ مصباحی برکاتی

۷۔ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی (صدر المدرسین دار العلوم غوثیہ، بھیمواں، سیتامڑھی، بہار)

۸۔ مولانا محمد مرتضیٰ مصباحی (مدرسہ رضاء العلوم، گنگٹی، سیتامڑھی، بہار)

۹۔ مفتی علاء الدین (پیرا داؤن، سیتامڑھی، بہار و بانی انجمن ثنائیہ، میرا روڈ، ممبئی)

۱۰۔ مولانا عبدالکریم علیمی (صدر المدرسین مدرسہ پٹھنپورہ، ضلع سیتامڑھی، بہار)

۱۱۔ مولانا غلام مصطفیٰ راحت کشن پوری (سیتامڑھی، بہاری)

وعظ و خطابت: آپ ایک شعلہ بیان باکمال مقرر بھی تھے۔ خطابت کا انداز بڑا اثر الا دل کو چھو لینے والا ہوتا۔ اپنی گھن گرج سے مجمع پہ حاوی ہو جانا اور پر تاثیر کلام سے سامعین کو موہ لینا آپ کا خاص وصف تھا۔ شب میں وعظ و تقریر کے پروگرام، دن میں مدرسہ قادریہ کا انتظام و انصرام آپ کے مشاغل صبح و شام تھے۔ اطراف و جوانب سیتامڑھی و نیپال کے مختلف مقامات پر تقریری و تبلیغی دورے فرماتے۔ علاقۂ سیتامڑھی کے چیدہ اور قابلِ قدر علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ فتاویٰ نویسی پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ کثرتِ مشاغل کے سبب کوئی قلمی یادگار منصۂ شہود پر نہ آسکی۔

شعر و سخن: شعر و سخن کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ صابر تخلص ہے۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال پر ایک منقبت تحریر فرمائی جو راقم سطور کی مرتبہ کتاب ''مناقب بخشش'' میں طبع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم کا قیام: آپ کی حیات کا سب سے بڑا واہم کارنامہ مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم، اندولی کا قیام ہے۔ جس کو آپ نے مادرِ وطن اندولی میں ۱۹۸۳ء میں قائم فرمایا۔ اس ادارہ کے قیام کی ضرورت آپ نے اس لیے محسوس کی کہ یہاں کے کم پڑھے لکھے عوام بدمذہبوں سے ربط وضبط اور میل جول کی وجہ سے حق و باطل کی تمیز کرنے سے عاری تھے۔ بدمذہبوں کے دام تزویر سے بچ پانا ان کے لیے مشکل تھا۔ ضرورت تھی کہ ایمان و عقائد کی حفاظت کے لیے ایک چراغ ہدایت جلا دی جائے چنانچہ اس ادارہ کی بنیاد ڈال کر آپ نے کفر و شرک کی آندھیوں میں شمع اسلام روشن فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ۱۹۸۳ء میں لگایا جانے والا یہ پودا اب تناور درخت بن چکا ہے جس کی عالی شان عمارت ہر راہ رو کو دعوت نظارہ دے رہی ہے اور زبان حال سے کہہ رہی ہے۔

؏ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

عقد مسنون: آپ کا عقد مسنون ۱۹۶۸ء میں شیخ محمد ادریس مرحوم، رائے پور کی صاحبزادی سے ہوا اور ۱۹۷۰ء میں رخصتی ہوئی۔ ایک صاحبزادی غزالہ شاہین اور آٹھ صاحبزادے یادگار ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا محمد رضا صابری مصباحی والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت کے بسائے ہوئے گلشن کی آبیاری میں مصروف ہیں، جب کہ دوسرے صاحبزادے احمد رضا صابری پٹنہ میں صحافت ونشر واشاعت کے شعبے سے جڑے ہیں اور تیسرے صاحبزادے حامد رضا جیلانی دہلی میں تجارت کے پیشے سے منسلک ہیں اور چوتھے صاحبزادے ڈاکٹر مصطفیٰ رضا ربانی دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے فائنانس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد وہیں پر بطورِ پروفیسر مامور ہیں۔ جب کہ پانچویں صاحبزادے حافظ وقاری مولانا توقیر رضا رحمانی شہرِ عظیم آباد میں کئی اداروں کے بانی اور سرپرست ہیں۔ بقیہ تینوں چھوٹے صاحبزادگان ابھی تحصیل علم میں مصروف ہیں۔

بیعت و خلافت: دارالعلوم منظرِ اسلام میں دورانِ طالب علمی ۱۵ر صفر المظفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲ر اپریل ۱۹۷۱ء کو مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو حضرت مولانا توصیف رضا خان بریلی شریف اور شیرِ بہار حضرت مفتی اسلم رضوی قدس سرہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

وفات حسرت آیات: ۱۴ر صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۸ر دسمبر ۲۰۱۲ء جمعہ کا دن گزار کر سنیچر کی شب ۹ر بج کر ۴۵ر منٹ پر آپ کا وصال ہوا۔ "تاریخِ اکبر" (۱۴۳۴ھ) اور "تذکرہ عالم اہلِ سنّت" (۱۴۳۴ھ) سے سنِ وصال کا استخراج ہوتا ہے۔

شیر نیپال حضرت مفتی جیش محمد برکاتی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ سخت ٹھنڈ کے باوجود کم وبیش دس ہزار افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم سے عین متصل پورب کی جانب آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

(اِن کوائف وحالات کے بیشتر تاریخی ومستند حصے راقم نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے بالمشافہ ۲ر شوال ۱۴۱۷ء کو شب میں حاصل کیا۔)

مولانا شبیہ القادری

(ولادت: ۱۵؍جولائی ۱۹۳۸ء)

ولادت و نسب: حضرت علامہ مولانا شبیہ القادری رضوی بن محمد منظور عالم بن شاب علی کی ولادت اُن کے نانیہال موضع کٹائی، ضلع مظفر پور میں ۱۵؍جولائی ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ بوقت ۵؍بجے صبح ہوئی۔ اصلی نام محمد مطلوب عالم قادری ہے۔

آپ کے دادا موضع پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کے اچھے زمیندار اور کم و بیش تین سو ایکڑ اراضی کے کاشت کار تھے۔ مزاج بہت مخیر تھا، اس لیے مساجد، عیدگاہیں وغیرہ علاقہ وجوار میں بنوائیں۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلے اور ہمیشہ غیر جانبداری کو پیش نظر رکھا۔ آپ کٹائی سے آکر موضع پوکھریرا میں مقیم ہوگئے۔ مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (جو دار العلوم منظر اسلام، بریلی کا معاصر ادارہ ہے) میں مولانا کے جد امجد نے چند ایکڑ زمین بھی وقف کی تھی۔

رسم بسم اللہ خوانی: غالباً پانچ سال کی عمر میں مولانا شبیہ القادری کی بسم اللہ خوانی ان کے نانا مفتی عبد الحمید کے مکان پر ہوئی اور بسم اللہ خوانی کے دن فاتحہ کی شیرینی کے علاوہ پوری بستی کو کھانا کھلایا، جس میں غربا کی کثرت تھی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا عبد الحمید سے حاصل کی۔ قرآن مجید ناظرہ، حفظ مولانا حمید الرحمٰن رحمانی قادری سے مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں پڑھا اور اردو کی چوتھی وغیرہ، فارسی کی پہلی مولانا محمد عثمان سے پڑھی، فارسی کی دوسری، گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، بہار دانش، اخلاق محسنی اور اخلاق جلالی مولانا غفران احمد سے پڑھی۔ درس نظامیہ کی مکمل کتابیں مدرسہ حمیدیہ قلع گھاٹ دربھنگہ کے اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۹۵۱ میں دار العلوم منظرِ اسلام بریلی ریف میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۹۵۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، حضرت مولانا مطیع الرحمٰن مدرس نور الہدیٰ، پوکھریرا، محدّث منظر اسلام علامہ محمد احسان علی رضوی مظفر پوری شامل ہیں۔

درس و تدریس: یکم جنوری ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک مدرسہ نعیمیہ چھپرہ میں

مدرس دوئم کی حیثیت سے رہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۴ء تک جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ اور جنوری ۱۹۶۵ء سے تادم تحریر غوث الوریٰ عربی کالج، علی گنج سیوان میں پرنسپل اور شیخ الحدیث کے مسند پر فائز ہیں۔ مولانا کی طبیعت کتب درس نظامیہ کی طرف زیادہ مائل ہے۔

آپ نے مولوی، عالم، فاضل بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے پاس کیے۔ درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد میٹرک سے ایم۔ اے (فارسی) بہار یونیورسٹی، مظفر پور سے کیا اور پی ایچ ڈی کی امتیازی ڈگری یہیں سے حاصل کی۔ آپ کا موضوعِ تحقیق 'مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی: حیات اور کارنامے' ہے۔

حج و زیارت: ۱۹۸۳ء میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ اپنے اس مبارک سفر میں آپ نے حرمین شریفین کے مقدس مقامات کی زیارت بھی کی۔

عقد مسنون: آپ کا عقد مسنون ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ آپ کی دو اولاد ایک لڑکی راشدہ خاتون ایک لڑکا محمد نقیب الغوث ہے۔

بیعت و خلافت: ۱۹۵۱ء میں جب بریلی شریف پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے وہیں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے قیام گاہ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور ۲۳/ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے خلافت اور اجازت عطا فرمائی۔

مولانا شبیہ القادری نے تصنیفی ذخیرہ میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب کی تقریظ لکھتے ہوئے پاسبانِ ملّت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے مولانا کا جو تعارف کرایا ہے، وہ مولانا شبیہ القادری کی علمی و تحریکی شخصیت کا شاندار آئینہ دار ہے۔

نظامی صاحب لکھتے ہیں:

> "ایک بلند خیال مفکر، بہت ہی دور رس، عاقبت بیں و عاقبت اندیش، نکتہ شناس و نکتہ سنج، فعال و متحرک شخصیت کا نام معمار ملّت حضرت مولانا الحاج شبیہ القادری ہے۔ قدرت کی فیاضیوں نے انہیں گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ ایک نہ تھکنے والی چلتی پھرتی مشین ہیں۔ سینہ میں زخمی اور گھائل دل ہے۔ اب وہ اپنے لیے نہیں بلکہ اپنوں اور اپنے ملک کے لیے

زندہ ہیں۔ اسلاف واکابر نے جو امانتیں ان کے سپرد کی تھیں اب وہ اُسے اپنی نئی پود و نئی نسل کے سینہ میں انڈیل دینا چاہتے ہیں۔ مولانا کی مصروف زندگی سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اگر درسگاہ کے مدرس ہیں تو اسٹیج کے شعلہ بار مقرر، دارُالافتاء کے مفتی ہیں تو جماعتی نشستوں میں فلک پیما کوہ آتش فشاں بھی اور گل بداماں بھی۔"

آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں:

۱۔ الدراسۃ العربیہ (عربی ادب میں)

۲۔ اصول حدیث

۳۔ لمعات حدیث

۴۔ تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ

۵۔ اس کو یاد کرلو! (عربی، اردو، انگریزی لغات کا مجموعہ)

۶۔ عربی بولو! (عربی اردو اسباق اور تمرین)

۷۔ فسادی کون؟ (ردِّ وہابیہ و دیابنہ)

۸۔ دفاعی مورچہ (ردِّ وہابیہ)

۹۔ سید نور (نعتیہ کلام کا مجموعہ)

۱۰۔ معمارِ ملّت کی ایک تقریر

۱۱۔ میزان عدل (ردِّ وہابیہ)

۱۲۔ ترجمہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۳۔ خلاصۃ النحو (فن نحو میں)

شعر و سخن: مولانا شبیہ القادری کو پڑھنے کے زمانے سے ہی نعت گوئی اور غزل گوئی کا شوق پیدا ہو چکا تھا۔ پہلے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ مگر اب مسند درس پر آنے کے بعد غزل کے مشاعروں میں شرکت ترک کر دی۔ مولانا کبھی کبھی نعت و منقبت کے مشاعروں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام محمد مطلوب عالم قادری ہے۔ اور تخلص شبیہ القادری ہے مگر تخلص نے عَلَم کی جگہ اختیار کر لی اور پوری دنیائے سنیت میں شبیہ

القادری کے نام ہی سے جانے جاتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دو شعر ملاحظہ ہوں:

ہمیں حسن عمل بس مفتی اعظم پسند آیا
اُنہیں میں انما بخشیٰ کا بھی عالم پسند آیا
یہ قسمت تھی اُسی کی مفتی اعظم کی نظروں میں
شبیہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

آپ کے مشاہیر تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مولانا علاء الدین رضوی (مدرس عربی، وارث العلوم، چھپرہ)

۲۔ مولانا ابوالحسن (صدر مدرس، مدرسہ حامدیہ، گجرات)

۳۔ سہیل احمد قادری (نائب صدر مدرس، غوث الوریٰ عربی کالج)

۴۔ مولانا ملک الظفر سہسرامی (نائب مہتمم، مدرسہ خیریہ نظامیہ، سہسرام)

۵۔ مولانا وصی الحق رضوی (مدرس، غوث الوریٰ عربک کالج، سیوان)

۶۔ مولانا عزیز الرحمٰن (مدرس، غوث الوریٰ کالج سیوان)

۷۔ پروفیسر محمد اسلم

۸۔ محمد شمشاد علی غوثی

(اس مضمون کے بیشتر مواد مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفا (جلد اوّل) مصنفہ مولانا شہاب الدین رضوی سے ماخوذ ہیں۔ مصباحی)

مفتی محمد شعیب رضوی

(ولادت: ۱۹۴۵ء)

حضرت مولانا محمد شعیب ابن محمد حنیف مرحوم باڑا، ضلع سیتامڑھی کے مرغزار علم کے گلِ سر سبد ہیں۔ سال پیدائش ۱۹۴۵ء ہے۔

ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ پھر مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں میں ثانوی جماعت تک پڑھا۔ متوسطات تک تعلیم مظہرِ اسلام حاصل کی۔ پھر منظرِ اسلام بریلی شریف سے جماعت فضیلت و تخصص کیا۔ ۱۹۶۰ء میں سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے اساتذہ ومربیوں میں مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں:

محدث منظرِ اسلام حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری، بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، جامع معقولات مفتی جہانگیر احمد اعظمی، حضرت مولانا محمد عارف نانپاروی، سعدی زماں مولانا حامد حسین، کنہواں، سیتامڑھی، مولانا منظور احمد، کنہواں، سیتامڑھی۔

علوم وفنون سے فراغت کے بعد جامعہ محمدیہ، احمد آباد، گجرات میں سب سے پہلی تقرری ہوئی اور وہاں تین سال تک تدریس وافتاء سے منسلک رہے۔ پھر شمالی بہار کے مرکزی ادارہ جامعہ قادریہ، مقصود پور، مظفر پور میں پانچ سال، مدرسہ انوار العلوم، کماسو تیہارا میں پانچ سال اور جامعہ رضویہ ہدایت المسلمین، سندر پور نیپال میں بھی تقریباً پانچ سال خدمتِ علم وتبلیغ دین وکارِ افتا وتدریس سے منسلک رہنے کے بعد آخر میں اپنے مقامی ادارہ مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا میں آپ نے مسند تدریس کو رونق بخشا اور اُسی ادارہ سے ۲۰۰۷ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

تدریسی خدمات کے نتیجہ میں آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔ راقم السطور محمد الیاس مصباحی کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ سرکاری طور پر ریٹائر ہونے کے بعد ۲۰۰۷ء میں اپنے گاؤں باڑا میں آپ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ بنام 'مدرسہ بناتِ فاطمہ' کی بنا ڈالی ہے اور فی الحال اُسی ادارے کی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مدرسہ مذکور کے اہتمام وانصرام کے ساتھ ساتھ وعظ وتقریر، اصلاح فکر واعتقاد، اشاعتِ اسلام وسنّیت کے لیے تبلیغی دورے آپ کے محبوب مشاغل ہیں، جو ضعیف العمری اور پیرانہ سالی کے باوجود اخلاص وللّٰہیت سے ہنوز جاری وساری ہیں۔

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل ہے۔ جب کہ ریحانِ ملت علامہ ریحان رضا رحمانی میاں علیہ الرحمۃ اور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا ازہری میاں سے آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت پائی ہے۔ ۲۰۰۶ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

جشنِ صد سالہ منظرِ اسلام بریلی شریف (۲۰۱۳ء) میں بہت سارے فارغین منظر اسلام کو اعزازی طور پر انعامات دیے گئے، اس موقع پر حاجی کفایت اللہ ایوارڈ کے لیے

صاحب تذکرہ حضرت مولانا محمد شعیب رضوی کو منتخب کیا گیا۔ اور عرس رضوی ۲۰۰۳ء میں آپ اس انعام سے نوازے گئے۔

سیتامڑھی کے شمالی خطے میں علمائے اہلِ سنّت کی کمیٹی 'سنی علماء کونسل، پر یہار' سرگرم تنظیم ہے۔ سال گذشتہ (۲۰۱۲ء) میں اس کے سابق صدر حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کو 'صدر کمیٹی' منتخب کیا گیا ہے۔

موصوف حق گو اور متصلّب عالم دین ہیں۔ مزاج میں سختی ہے۔ بدمذہبوں سے کئی مناظرے کیے اور بحمدہ تعالیٰ فائز المرام اور کامیاب رہے۔ ۱۹۶۶ء میں موضع ڈمری ضلع مظفر پور میں رام پور کے ایک بدعقیدہ مولوی سے مناظرہ کیا اور اپنے مدِ مقابل حریف کو ساکت وصامت کر کے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ابھی حال ہی میں اُسی سال بمقام مادھور پور رمکھیتاری میں رائے پور کے مولوی منظور دیوبندی سے آپ کا مناظرہ ہوا اور اُس میں بھی بحمد اللہ حق کو سرفرازی اور باطل کو رسوائی نصیب ہوئی۔

مولانا محمد شفاء الرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۳۰۹ھ — وصال ۱۳۴۹ھ)

علم وفضل کے اعتبار سے شمالی بہار میں اہلِ سنّت کی راجدھانی پوکھریرا شریف میں تاجدار ترہت، محب اعلیٰ حضرت علامہ عبد الرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کے خانوادہ کو بفضلہٖ تعالیٰ بڑی فوقیت وخصوصیت حاصل ہے۔ اسی خانودۂ علمیہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن محبیؔ پوکھریروی علیہ الرحمہ والرضوان کے برادر زادہ، خلیفۂ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد شفاء الرحمٰن قادری ہیں۔

آپ کا سنِ ولادت ۱۳۰۹ھ ہے اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے: محمد شفاء الرحمٰن ابن مولانا مجیب الرحمٰن ابن مولانا شیخ منیر الدین صدیقی ابن شیخ ریاض الدین صدیقی۔

آپ نے اپنے والد محترم اور عم مکرم سے ابتدائی علوم تا عالمیت جملہ معقولات ومنقولات دینیہ ورسمیہ کی تحصیل کے بعد عم محترم حضرت محبیؔ علیہ الرحمہ والرضوان کے ایما پر تکمیل درس حدیث کے لیے 'مدرسۃ الحدیث' پیلی بھیت (یوپی) کا رختِ سفر باندھا، جہاں

خاتم المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث کا باڑا بٹ رہا تھا۔آپ نے ان کی بافیض بارگاہ سے فن حدیث ورجال میں کمال حاصل کیا اور علمی صلاحیت وقابلیت سے آراستہ ہوکر پوکھریرا واپس آئے اور 'مدرسہ نورُ الہدیٰ' پوکھریرا میں مدرس کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔

پیلی بھیت میں تعلیم کے دوران ہی آپ کو مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان نے خلافت واجازت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

مولانا محمد شفاء الرحمٰن قادری نہایت ذی صلاحیت وباصلاحیت عالمِ دین ومدرس تھے۔ نیکی وشرافت کا نمونہ اور حلم وصبر کا مجسمہ تھے۔آپ سے دین وملّت کی بڑی خدمات وابستہ تھیں تاہم افسوس کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور اپنی صرف چالیس بہاریں ہی دیکھ پائے کہ ۱۳۴۹ھ میں ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے کر مسافر جنت ہو گئے۔

چونکہ آپ حضرت محبیؒ کے پروردہ، برادر زادہ اور داماد بھی تھے اور مدرسہ نور الہدیٰ میں آپ کی تعلیمی وتدریسی خدمات نمایاں تھیں نیز 'انجمن نور الاسلام' پوکھریرا (بانی حضرت مولانا عبدالرحمٰن محبیؒ پوکھریروی) کے سرگرم رکن کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں آپ نے گراں قدر تنظیمی وتبلیغی خدمات انجام دیں تھیں اس لیے حضرت محبیؒ آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے چنانچہ آپ کی وفات سے حضرت کو بے حد صدمہ ہوا اور بعد وصال بھی آپ کے مدفن کو نگاہوں سے دور نہ رکھ کر 'مدرسہ نور الہدیٰ' کے صحن میں ہی آغوش لحد فرما دیا۔

'حسام الحرمین' کی تائیدات وتصدیقات کے مجموعہ 'الصوارم الہندیہ' میں 'فتاویٰ پوکھریرا ضلع مظفر پور' کے تحت مولانا شفاء الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کی تائید وتوثیق موجود ہے نیز متعدد استفتا بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں پیش کر کے فتاویٰ حاصل کرنے کا آپ کو شرف و اعزاز حاصل ہے جو العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف 'فتاویٰ رضویہ' کی مختلف جلدوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کی تبلیغی خدمات میں ایک اہم باب شدھی تحریک یعنی تحریک ارتداد مسلمین (۱۹۲۳ء) کی مخالفت وسدّ باب بھی ہے۔آگرہ، میوات اور راجپوتانہ وغیرہ کے علاقہ میں

زور پکڑنے والے اس تحریک ارتدا کو دفع کرنے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی قائم کردہ 'جماعت رضائے مصطفیٰ' بریلی شریف کے بینر تلے اکابر علمائے اہلِ سنّت خصوصاً حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم ہند، حضرت صدر الافاضل، اور شیر بیشۂ اہلسنّت وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شانہ بشانہ آپ بھی رہے۔ اور حضرت محبّ علیہ الرحمہ کی قائم کردہ انجمن 'نور الاسلام' پوکھریرا کی نمائندگی کرتے ہوئے نمایاں خدمات انجام دیے اس لیے اس تحریک کے خلاف مسلمانوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کرنے والے علمائے اہل سنّت کی فہرست میں آپ کا نام بھی واضح طور سے لیا جاتا ہے۔

حضرت موصوف کے ایک فرزند حافظ قرآن محمد رضوی، مدرسہ نور الہدیٰ میں مدرس تھے۔ اس کے بعد کلکتہ مغربی بنگال کے علاقہ معروف 'پارک سرکس' کی ایک مسجد میں عرصہ تک امامت وخطابت بھی فرمائی۔ یہیں کے زمانۂ قیام میں ایک دن سر پھرے کچھ بدعقیدوں نے رات کے کسی حصہ میں مسجد میں گھس کر آپ کو شہید کر ڈالا۔ (مکتوب مولانا ریحان رضا انجم مصباحی بنام راقم الحروف)

مولانا الحاج محمد شمس الحق رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۵ر جنوری ۱۹۳۳ء — وصال: ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

ضلع سیتامڑھی کے شمالی حصہ میں واقع قصبہ نما گاؤں 'باڑا' کو اگر طیبۃ العلماء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مردم خیز سرزمین نے درجنوں ایسے جید علماء کرام کو جنم دیا ہے جن میں سے ہر ایک یگانۂ روزگار ہیں۔ انہیں گروہ علماء کے سرخیلوں میں ایک نام ہے شمس العلماء مولانا شمس الحق ابن شیخ مَردان علی بن شیخ صمدانی۔ آپ کی پیدائش ۱۵ر جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے والدین نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ کرایا۔ درمیان میں کچھ دنوں مظفر پور، بہار کے مرکزی ادارہ دار العلوم علیمیہ دامودر پور، مظفر پور میں بھی تعلیم پائی اور شعبان ۱۳۷۷ھ میں دستار سے نوازے گئے مگر سیرابی نہ ہوئی اور علمی تشنگی بجھانے کے لیے پھر منظر اسلام ہی کو منتخب

فرمایا اور وہیں بموقع عرس حامدی ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں سرکار مفتی اعظم ہند و دیگر اکابر علماء اہلِ سنّت کے دست اقدس سے دستارِ فضیلت اور سند فراغت عطا کی گئی۔

آپ نے جن مشاہیر اساتذۂ فن سے کسب فیض کیا ہے، ان میں حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری، محدثِ منظرِ اسلام مولانا سید افضل حسین مونگیری اور مفسرِ اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں ہند رحمہم اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

بعد فراغت ۴ رسال تک ہائی اسکول میں تدریس کا کام کیا۔ مگر دینی علوم کے شوق ورغبت نے مجبور کیا اور اسے ترک فرما کر اپنے وطن باڑا میں ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء میں ایک عظیم الشان 'ادارہ مدرسہ رضویہ شمس العلوم' کی بنیاد بدست سرکار مفتی اعظم ہند ڈالی اور کم وبیش چالیس سال تک اپنی حیات مستعار کو اسی ادارے کے لیے وقف فرما دیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آج یہ ادارہ علاقہ کے معتبر و معتمد اداروں کی صف میں کھڑا ہے، جہاں سے سینکڑوں علما و حفاظ فیضیاب ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔ یہ فقیر راقم سطور (محمد الیاس مصباحی) نے بھی ابتدائی فارسی کی تعلیم مذکورہ ادارہ میں حاصل کی ہے۔

دورانِ تعلیم ۱۳۷۷ھ میں شیر بیشۂ اہلِ سنّت حضرت مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر اُن کے انتقال کے بعد کسب فیوض و برکات کے لیے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے طالب ہوئے اور حضرت نے ۱۹۷۲ء میں کنہواں یا مجولیا سے باڑا تشریف لاتے ہوئے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر بیعت رضوان کی سنت کے بطور آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اور دیگر سلاسل مقدسہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ بیعت فرماتے تھے۔ علما و مشائخ اہلِ سنّت نے شمس الاولیاء کے لقب سے بھی نوازا۔

آپ نے مندرجہ ذیل حضرات کو خلافت و اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے:

۱۔ مولانا محمد ثناء اللہ خاں مڑپا ۲۔ مولانا ثناء اللہ خاں باڑاوی

۳۔ صاحبزادہ مولانا حافظ غلام جیلانی ۴۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن، کھرساہا

۵۔ مفتی محمود عالم کماوی، مفتیِ خانم جان، اَردلی بازار، بنارس

حضرت شمس الاولیاء مدرسہ شمس العلوم باڑا کی سربراہی کے ساتھ پابندی سے تعلیمی

نگہداشت فرماتے اور خود درسیات سے اخیر عمر تک منسلک رہے، نیز ہر سال ایک دو ماہ تک نیپال کے مختلف اضلاع اور ہندوستان کے کچھ حصوں کا تبلیغی دورہ فرمایا کرتے، چنانچہ آپ کے مریدین وتلامذہ کی تعداد کثیر اور فہرست طویل ہے۔

مخصوص تلامذہ:

- مولانا مفتی وقاضی عبد الحفیظ، جے نگر، مدھوبنی، بہار
- مولانا مفتی اشرف القادری، شیخ الحدیث دارالعلوم رشیدیہ، جلیشور، نیپال
- مولانا عبد المنان صاحب، بلہا، سیتامڑھی، بہار
- مولانا محمد سعید صاحب، چتری
- مولانا طاہر علی تیغی

عقدِ مسنون: آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی شیخ عابد حسین باڑاوی کی دختر نیک اختر سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادہ مناظر صمدانی عرف غلام جیلانی اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد جناب غلام مصطفیٰ باڑاوی کی صاحبزادی سے دوسری شادی ہوئی جن سے ایک صاحبزادی یادگار ہے۔

۱۹۷۲ء میں آپ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے سفرِ حج کی خصوصیت یہ رہی کہ اس سفر میں مجاہدِ ملت مولانا الشاہ حبیب الرحمٰن رئیس اعظم اڑیسہ، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی گھوسوی، علامہ ارشد القادری اور مولانا سید اسرار الحق (سابق ایم۔پی) کے ہمراہ رہے۔ ایامِ حج میں یہ حضرات پنجگانہ نمازوں میں الگ جماعت قائم کرتے اور اس کی امامت صاحب تذکرہ حضرت شمس الاولیا کے سپرد ہوتی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

وصال: ۲۸؍رمضان المبارک شب جمعۃ الوداع ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء کو علم وفضل، تقویٰ وطہارت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادۂ گرامی حافظ غلام جیلانی نے پڑھائی اور مدرسہ شمس العلوم باڑا کے صحن میں جانب مشرق مدفون ہوئے۔

○○

ص

مولانا محمد صابر القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء)

مولانا محمد صابر القادری ابن حاجی مولوی محمد اسحاق صدیقی، موضع باڑا میں ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی فارسی کے زبردست عالم تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر پریہار ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور ۱۹۷۰ء کے آس پاس بریلی شریف سے عالمیت کی سند حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ اجمیر شریف، آگرہ، فرخ آباد، قنوج وغیرہ مرکزی مقامات پر تعلیمی و تبلیغی خدمات میں مشغول رہے۔ پھر شیخ المشائخ سرکار تیغ علی سرکاہی شریف (مظفر پور) علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ مرکزی ادارہ دار العلوم علیمیہ نور العلوم داموور پور میں بھی ایک عرصے تک طالبان علوم دینیہ کو اپنے فیضانِ علمی سے سیراب و فیض یاب کرتے رہے۔ پھر مظفر پور ہی کی دوسری معیاری تعلیم گاہ دینیہ غوثیہ جورن چھپرہ (بانی صوفی زماں مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی علیہ الرحمۃ والرضوان) میں تشریف لائے اور علامہ حمدوی پوکھریروی کے شانہ بشانہ چل کر مدرسہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ اس کی تعمیر و ترقی میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ اس ادارے کی تعلیمی و تعمیری ترقی میں آپ کی کیا محنت و جفاکشی رہی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پوری شاگرد رشید علامہ حمدوی پوکھریروی رقم طراز ہیں:

”مولانا صابر القادری مرحوم سے میرے ربط و رفاقت کی عمر تقریباً تیس برسوں پر مشتمل ہے۔ اس درمیان میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا، پرکھا اور سمجھا تھا۔ اس لیے اپنے مطالعہ اور مشاہدہ کی روشنی میں میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُن جیسا مخلص محنتی انتھک جفاکش اور

ایماندار خادمِ دین وسنّیت ان کے ہم عصروں اور ہم سفروں میں بہت کم
اہلِ مدارس کو میں نے پایا۔'' (تاثرات، ص ۶۶، کریما سعدی منظوم ترجمہ)

پھر ۱۹۹۰ء میں 'مدرسہ نوریہ معراج العلوم' کے نام سے محلہ کنہولی ڈیہہ، ضلع مظفر پور میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایا اور تاحین حیات اسی ادارہ سے منسلک رہے اور تعمیر وترقی کے لیے کوشاں رہے۔ اس ادارہ کے تعلق سے آپ کی انتھک جدو جہد کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی حسن رضا نوری (صدر مفتی وقاضی ادارۂ رعیہ سلطان گنج، پٹنہ) تحریر کرتے ہیں کہ:

''کنہولی ڈیہہ میں مسجد سے متصل زمین جونشیب وفراز میں تھی، مظفر پور شہر کے لوگ اور جن لوگوں نے اس ناہموار زمین کو دیکھا ہے، گواہ ہیں کہ اُس جگہ مدرسہ کی عمارت کا تصور ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مگر آپ نے جفاکشی، محنت وایمانداری اور صبر واستقلال سے کام لے کر اُس مشکل کا حل فرمایا اور اپنی خداداد صلاحیت سے اس ناموزوں اور ناہموار زمین کو قابلِ رشک بنادیا اور معراج العلوم کے لیے آپ نے اپنی زندگی قربان کردی۔ جتنی قربانیاں آپ نے مدرسہ کے لیے دی ہے، اُس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ اُس مدرسہ سے آپ کو دیوانگی کی حد تک محبت تھی۔'' (ص ۷۱، کریما منظوم)

مولانا صابر القادری درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف، شعر وشاعری اور مضمون نگاری میں بھی پوری توجہ سے منہمک رہے۔ جہاں آپ نے دینیات میں سلطان المناظرین مفتی رفاقت حسین مظفر پوری (مفتی اعظم کانپور) اور حضرت مولانا عبد الرشید صاحب جیسے ماہرین اساتذہ سے فیض پایا تھا وہیں آپ نے مولانا قمر آصف اجمیری، حضرت میکش اجمیری اور حضرت رحمت کریم روشن، مظفر پوری جیسے دانشورانِ سخن سے شاعری کے رموز ونکات بھی سیکھے تھے۔ اس لیے آپ کی قلمی یادگار شعری ونثری دونوں اصناف سخن میں موجود ہیں۔ تاہم آپ کی اصل شناخت کا ذریعہ شاعری ہے۔ آپ ایک نامور شاعر کی حیثیت سے مذہبی وعلمی حلقوں میں مقبول ہیں۔

آپ کی شاعری کے درجِ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں:

'ریاضِ ارم'، 'نغماتِ صابر'، 'انمول خزانہ'، 'گلشنِ اشعار'، 'اشعارِ نقابت' اور 'کریما سعدی'

(منظوم اُردو) 'انتخاب بوستاں' (منظوم اردو)۔

'دیوانِ صابرؔ' کے نام سے آپ کی شاعری کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ اعار کا ایک کامل مجموعہ آپ کے صاحبزادے حافظ اطہر علی صابری کے بقول: حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جا چکا ہے۔ کئی سو صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ ہنوز تشنہ طباعت ہے۔ آپ کی دیگر نثری کتابوں میں 'دستورِ اہلِ سنّت' شائع ہو چکی ہے جب کہ 'خطباتِ نوریہ'، 'خزائنِ عملیات و وظائف' اور 'کتاب التعویذات' ابھی بھی منتظر طباعت ہیں۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی کثیر ہے۔ ان میں مفتی حسن رضا نوری (صدر مفتی ادارہ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ) مولانا حارث علی صابری، باڑا، مولانا عبدالحلیم ہزاری باغ اور مولانا افضل مظفر پوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۸ر مارچ ۲۰۱۱ء مطابق ۱۲ر ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بروز جمعہ صبح آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر مظفر پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ دوبار پڑھی گئی۔ پہلی بار مظفر پور میں، جس کی امامت مفتی محمد حسن رضا نوری نے کی۔ اور دوسری مرتبہ باڑا، سیتامڑھی میں، جس کی امامت آپ کے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد اطہر علی صابری نے کی اور باڑا ہی اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ نے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد اطہر علی صابری ایک معروف دانور وصحافی ہیں۔

حضرت مرلانا صابر القادری علیہ الرحمہ کو مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قادری بریلوی سے شرف بیعت حاصل تھا، جس پر وہ زندگی بھر نازاں رہے۔

مولانا محمد صابر رضا رہبرؔ مصباحی

(وولات: ۱۰ر مارچ ۱۹۸۷ء)

اکہرا بدن، میانہ قد، باوقار چہرہ، لمبی موزوں ناک، آنکھوں پہ عینک، حساس دل، مزاج میں سنجیدگی، سوچ وفکر میں بالیدگی، انتہائی درجہ خلیق، لب ولہجہ صوفیانہ، گفتگو ادیبانہ، حلم وتواضع کے پیکر، یہ ہیں میدانِ علم وصحافت کے شہپر مولانا صابر رضا رہبر۔

آپ کا نام محمد صابر رضا، تخلص رہبرؔ (عطا فرمودہ فیض العارفین غلام آسی پیا علیہ الرحمہ

۲۰۰۱ء) تاریخِ پیدائش ۱۰/مارچ ۱۹۸۷ء اور جائے پیدائش حسن پور، بسبٹہ، تھانہ، میجر گنج ضلع سیتامڑھی ہے۔

شجرۂ نسب: محمد صابر رضا ابن محمد علاء الدین محمد حبیب میاں بن محمد جان میاں بن محمد قدرت اللہ میاں۔

بیعت وارادت: تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ سے آپ کو شرفِ بیعت حاصل ہے۔

خاندانی پس منظر: آپ کے مورث اعلیٰ جناب قدرت اللہ میاں ایک نیپالی نژاد ضلع سرلاہی کے گاؤں پیپرناتھ، کے باشندے تھے۔ برٹش حکومت کے دوران انگریز افسران سے قربت بڑھی تو انڈیا کے گاؤں رسول پور نزد باگمتی ندی آگئے۔ جہاں برطانوی حکومت کے اہل کاروں نے علاقہ کی لگان وصولی کی ذمہ داری آپ کے سپرد کردی اور اس کے عوض اَراضی کا ایک بڑا حصہ بھی آپ کو دے دیا۔ لیکن آپ کے وارثین اس اثاثے کو قائم نہ رکھ سکے اور آپ کے انتقال کے بعد ماتحت ملازمین نے اس پر قبضہ جمالیا۔ جس کے نتیجے میں غربت وافلاس ان کا مقدر بن گئی۔ اور یہ حال صاحب تذکرہ کے دادا جناب محمد حبیب میاں کی زندگی تک رہا۔ جن کی حیات بھی نہایت ہی مفلوک الحالی میں گذری۔ لیکن بعد میں ان کے صاحبزادگان نے اپنی محنت وکاوش سے حالات پر قابو پالیا۔

اسی دوران ایک حادثہ فاجعہ یہ پیش آیا کہ مولانا صابر رضا کے والد گرامی محمد علاء الدین صاحب پر آپ ہی کے پڑوس میں رہنے والے کچھ لوگوں نے جان لیوا حملہ کردیا جس میں وہ سنگین طور پر زخمی ہوگئے۔ اور دوران علاج فوت ہوگئے۔ قاتل پر مقدمہ چلا اور مجرم کو عمر قید ہوئی۔ اس اندوہناک واقعہ کے نتیجے میں اہلِ خانہ پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور مولانا کا تعلیمی سلسلہ بھی منقطع ہونے کے دہانے پر پہنچ گیا۔ چونکہ آپ اپنے پانچ بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ اس لیے لوگوں کا مشورہ ہوا کہ لدھیانہ میں بڑے بھائی کے ساتھ رہ کر سلائی کا کام کریں اور کسب معاش میں لگ جائیں لیکن فضل مولیٰ سے آپ کا ذوق علم اس پر آمادہ نہ ہوا اور آپ نے پھر اپنا کاروان شوق جاری کردیا۔ اور تعلیم وتعلّم میں مشغول ہوگئے۔ بڑے بھائی اہل وعیال کی کفالت کے ساتھ حتی الوسع آپ کی تعلیمی سر

پرستی بھی فرماتے رہے۔

تعلیمی سفر: تعلیم کی ابتدا گاؤں کے ادارہ الجامعہ عربیہ رضاء العلوم حسن، پور بسبٹہ، سیتامڑھی سے ہوئی، جہاں جماعتِ ثانیہ تک کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایک سال دارُ العلوم قادریہ غوثیہ رحمت نگر چندر پور مہاراشٹر میں رہ کر جماعت ثالثہ کی کتابیں کافیہ، قدوری، شرح تہذیب، وغیرہ پڑھی۔ پھر وہاں سے مشہور ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی آگئے۔ اور یہاں بھی ایک سال ٹھہرنے کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لیا اور کئی سال باغ فردوس حافظ ملّت سے خوشہ چینی اور ماہرین اساتذہ کے میکدۂ علوم وفنون سے جام عرفانی پی کر بالآخر یکم جمادی الآخری ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۷ رجون ۲۰۰۷ء میں بہ موقع عرس عزیزی دستار علم وشرف اور سند فضل وکرم سے مشرف ہوئے۔

عصری تعلیم: دینی تعلیم کی تحصیل وتکمیل کے بعد عصری علوم کی طرف رخ کیا اور یوپی بورڈ لکھنؤ سے انٹرمیڈیٹ، اور مولانا ابوالکلام آزاد نیشنل یونیورسیٹی سے بی، اے کیا اور تادم تحریر عصری علوم کی تحصیل کا سلسلہ جاری ہے۔

تحریری خدمات: زمانۂ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر تحریر وتصنیف کا ذوق تھا۔ جب الجامعۃ العربیہ رضاء العلوم حسن پور میں درجہ اولیٰ میں تھے اسی وقت اسلامی سوال وجواب پر مشتمل ایک کتابچہ ترتیب دیا جس کا نام تھا "مختلف سوالوں کے جوابات" اس کی کتابت آپ کے استاذ مولانا حیدر حسن رضوی نے کی اور فوٹو اسٹیٹ کراکے کتابچے کی شکل دے دی۔

پھر الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ کے بعد آپ کی ساری توجہ تحریر پر مبذول رہی۔ حتی کہ وہاں کی سرگرم تحریک 'جہاں نما' جداریہ کے ایڈیٹر منتخب ہوئے۔ اسی دوران آپ نے 'اسلام اور مغربی تہذیب' 'تذکرہ حضرت رابعہ بصری۔ اور 'جہیز اور عصر جدید' جیسی مقبول کتابیں تحریر کیں۔ یہ تینوں کتابیں شائع ہوکر مقبول عام ہوچکی ہیں۔ فراغت کے بعد اسلام کے تصور طلاق پر مشتمل ضخیم کتاب 'اسلام کا نظام طلاق' ترتیب دی جو ۲۰۱۱ء میں کاروان اسلامی جموں کشمیر سے شائع ہوئی۔ جس کا 'ای بک' ایڈیشن اردو اسپیس ڈاٹ کام امریکہ نے شائع کیا۔ پھر ۲۰۱۰ء میں تذکرہ حضرت شیر بیشۂ اہلِ سنّت شائع ہوئی۔ مندرجہ بالا کتابوں

کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تصنیفات وتالیفات حسب ذیل ہیں:

- معارف حدیث (ترتیب وترجمہ وتحشیہ) (غیر مطبوعہ)
- انوار آفتاب صداقت (ترتیب وتخریج، ترجمہ وتحشیہ) (غیر مطبوعہ)
- تذکرۃ العلماء (تاریخ علمائے بہار) (غیر مطبوعہ)
- بے سمت زندگی (آپ بیتی) (غیر مطبوعہ)
- دھوپ چھاؤں (غزلوں کا مجموعہ) (غیر مطبوعہ)
- معراج سخن (نعتیہ مجموعہ) (غیر مطبوعہ)
- ہندوستان، مسلمان، اور حکومت (مسلم مسائل کے تئیں حکومت کے رویے پر تنقیدی مضامین کا مجموعہ)
- اشاریہ ماہنامہ 'کنز الایمان' دہلی (س ل) مطبوعہ۔

تنظیمی و علمی خدمات: دوران طالب علمی ۲۰۰۴ء میں علاقہ حسن پور واطراف میں تعلیمی وسماجی بیداری لانے کی غرض سے حافظ شہزاد عالم کے ہمراہ 'انجمن فیضانِ رضا' کی داغ بیل ڈالی۔ ابتدائی دو تین سالوں تک بہت مثبت طریقے سے ٹھوس کام بھی ہوا اور 'غوثیہ لائبریری' قائم کر کے کچھ کتابوں کا ذخیرہ بھی اندوز ہو گیا مگر آپ کی علیحدگی کے بعد انجمن اپنی کارکردگی برقرار نہ رکھ سکی۔

فراغت کے بعد لدھیانہ پنجاب میں شب برأت کے موقع پر منعقد ہونے والے جلسہ کی صدارت اور تین سال تک جامعہ قادریہ رضویہ تجوید القران لدھیانہ کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس اثناء میں ادارہ مذکورہ تعلیمی وتعمیری اعتبار سے زِدفزد کی منزل میں رہا مگر کمیٹی میں انتشار اور خود اپنی مصروفیات کے سبب اس سے کنارہ کش ہو گئے۔

صحافتی زندگی: صحافتی زندگی کا آغاز آپ نے ماہنامہ کنز الایمان دہلی سے کیا۔ ۲۰۰۷ء کے نومبر ماہ میں آپ اس کے مدیر معاون منتخب ہوئے۔ اور اپریل ۲۰۰۸ء تک اپنی خدمات انجام دی۔ اس دوران ماہنامہ 'کنز الایمان' کے دس سال کا اشاریہ ترتیب دیا۔ پھر تنظیم ابنائے اشرفیہ کے صدر دفتر واقع الجامعۃ الاشرفیہ میں تھوڑے ہی عرصہ کے لیے میڈیا انچارج رہے۔ بعدہٗ عروس البلاد ممبئی کا رخ کیا۔ جہاں روزنامہ 'ہندوستان' ممبئی کے سب ایڈیٹر منتخب ہوئے۔ اسی دوران اس کے چیف ایڈیٹر سرفراز آرزو کے توسط

سے امریکہ کی ویب سایٹ سے آپ کا رابطہ ہوا۔ جو ہندوستان کے سیاسی مسائل پر کام کر رہی تھی۔ ممبئی میں اس کے نمائندے 'وویک گیلانی' تھے۔ اس کے کام کا طریقہ یہ تھا کہ اس نے ممبئی یونیورسٹی شعبۂ جرنلزم کے چھ طلبہ پر مشتمل کئی گروپوں کی تشکیل کی تھی جنہیں مختلف زبانوں میں نکلنے والے اخبارات پر کام کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔ ہر ایک گروپ پر ایک نگراں ہوتا۔ اردو والے گروپ کا نگراں صاحب تذکرہ کو بنایا گیا۔ آپ نے اپنے ماتحت کام کرنے والوں کی کامیاب رہنمائی کی جس سے اس گروپ نے امتیازی حیثیت حاصل کی۔

۲۰۰۹ء میں ایک سال کے لیے اردو روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' ممبئی سے بھی منسلک رہے۔ پھر راجدھانی پٹنہ آ گئے جہاں روزنامہ 'ہمارا سماج' پٹنہ کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مگر جب پٹنہ سے روزنامہ انقلاب کے ۲۷ر مئی ۲۰۱۳ء سے جاری کرنے تیاری ہوئی تو ۱۵ر مئی ۲۰۱۳ء سے روزنامہ انقلاب پٹنہ جوائن کرلیا ہے۔

شعروشاعری: آپ کی لکھی حمد الٰہی، نعتیں، غزلیں، اور نظمیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

سمینار و کنونشن: آپ نے ابتک ملک کے ایک درجن سے زائد علمی ادبی وسیاسی سمینار و کنونشن میں شرکت کی ہے۔ جن میں کئی سمینار بین الاقوامی سطح کے تھے۔

فی الجملہ موصوف نے گو کہ ابھی حیات کی صرف پچیس بہاریں دیکھی ہیں، تاہم ان کی شخصیت گوناگوں خوبیوں کی حامل نظر آتی ہے۔ پروقار سنجیدگی ومتانت اگر انھیں نوخیز علماء وادباء میں ممتاز ومنفرد کرتی ہے۔ تو ان کی بلندئ فکرونظر، سعادت لوح وقلم، اور تلاش منزل کی سعیِ پیہم پورے طور پران کا الگ شناخت کراتی ہے۔

○○

ص

مولانا ضمیر الدین رضوی برکاتی

(ولادت: ۱۹۷۳ء)

لمبا قد، سانولا رنگ، دوہرا بدن، پتلی ناک، اوسط داڑھی، سبک رفتار، خوش آواز، مزاج میں سنجیدگی، بہت خلیق، بڑے خوش مذاق یہ ہیں مولانا محمد ضمیر الدین، رضوی برکاتی ابن عبدالرزاق ابن بستی شیخ۔

ولادت: آپ کی ولادت سیتامڑھی کے مشہور قصبہ نما گاؤں ''سوتیہارا گوٹ'' میں ۱۹۷۳ء کو جمعہ کے دن صبح صادق کے وقت ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گاؤں کے ہی پرائمری اسکول میں ہوئی جہاں اردو ہندی کی کتابیں، ناظرہ قرآن پاک، نقل واملا وغیرہ درست ہوجانے کے بعد آپ کے والد گرامی جناب عبدالرزاق صاحب اپنے فرزند کو عالم دین بنانے کا شوق لیے آپ کو علاقہ کی مشہور درسگاہ مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں داخل کروایا، جہاں آپ نے ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ سال بھر کے بعد والد محترم نے مدرسہ رضاء العلوم قصبہ کنہواں میں آپ کا داخلہ درجہ اولیٰ میں کروایا، وہاں تقریباً دو سال تک مولانا سعید حسن مصباحی، مفتی شبیر احمد صابر القادری، سعدیِ زماں مولانا حامد حسین اور صوفیِ باصفا مولانا عبدالحمید صاحبان کے چمنستان علم سے خوشہ چینی کی۔ پھر راقم الحروف (الیاس مصباحی) کے ہمراہ دارالعلوم حمایت العلوم گجپور گرنٹ اترولہ ضلع بلرامپور گئے اور ثالثہ رابعہ کی نصابی کتابیں نہایت ہی انہماک واشتیاق کے ساتھ پڑھ کر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں جماعت خامسہ کے ٹیسٹ امتحان میں بیٹھے اور کامیاب قرار دیئے گئے۔ سال بھر رہے تاہم کسی عذر کی بناء پر سالانہ امتحان میں شریک نہ ہوسکے اس لیے اگلے سال اشرفیہ نہ جاکر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی پہنچ

گئے اور وہاں درسیات کی منتہی کتابوں کی تکمیل کر کے ۱۹۹۲ء میں دستار فضیلت وسند فراغت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: فراغت کے معاً بعد ضلع فیض آباد یوپی کے مشہور گاؤں 'چندرہ مئو' کے مدرسہ مراد العلوم میں بحیثیت صدر المدرسین تقرری ہوئی آپ کی تدبیر وتحریک کے نتیجے میں مدرسہ نے خوب ترقی کی اور تعلیمی و تعمیری ہر شعبہ میں اہم پیش رفت ہوئی تاہم کچھ ناگزیر حالات اور ناموافق ماحول کے درپیش ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۹۶ء میں آپ وہاں سے مستعفی ہو گئے اور اسی ضلع کے موضع 'کوڑھا سادات' میں واقع مدرسہ 'فیض الرضا' کو اپنی جولان گاہ بنایا، جہاں گذشتہ سترہ سالوں سے اس گلشنِ علم وفن کی آبیاری کر رہے ہیں۔

آپ نے جس وقت مدرسہ فیض الرضا کوڑھا سادات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی اس وقت وہ صرف ایک پختہ کمرہ پر مشتمل معمولی قسم کا مکتب تھا لیکن مولانا موصوف کی جدوجہد، پیہم کوشش اور محنت شاقہ سے ادارۂ مذکورہ تعمیری، تعلیمی ہر شعبہ میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

حال ہی میں آپ نے بدمذھبوں کے گڑھ مانے جانے والے بھلسر چوراہے سے متصل ایک نیا ادارہ قائم کرنے کی غرض سے دو بیگھہ زمین فراہم کر لی ہے جن پر عنقریب ایک دانش کدۂ تربیت کی داغ بیل ڈالنے والے ہیں۔

مخصوص تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں مولانا اظہر القادری مصباحی سوتیہارا، مولانا محمد عرفان رضا علیمی چندرہ مئو، مولانا حفظ اللہ سوتیہارا، مولانا محمد احمد رضا باچپٹی اور مولانا مشتاق احمد سوتیہاروی شامل ہیں۔

اوصاف و اخلاق: مولانا موصوف ایک شاندار مدرس، بہترین مربی اور عالی ظرف مہمان نواز ہیں۔ مزاج میں نرمی، کلام میں شرینی اور اخلاق میں پاکیزگی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ عوام اور گرد و نواح کے علاقے میں عامل، مقرر اور ایک صوفی منش انسان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ نوجوان علما میں ایک منفرد صلاحیت کے حامل ہیں۔

تعویذ نویسی: آپ تعویذ نویسی میں بھی کامل دسترس اور پوری مہارت رکھتے ہیں جس سے عوام الناس کو خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔

پیغامِ حق کانفرنس: ماہ اپریل ۲۰۰۹ء میں آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرو شاعت کی غرض سے اپنے شاگرد خاص مولانا محمد اظہر القادری برکاتی کی معیت میں اپنے گاؤں سوتیہارا میں نوجوانوں کو ہم خیال بنا کر ایک عظیم الشان 'پیغام حق کانفرنس' کا انعقاد کیا جس میں ملک وملّت کے نامور خطبا و مشائخ کے علاوہ خانوادۂ رضا کے گل شگفتہ مولانا ڈاکٹر قمر رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی شرکت ہوئی اور لوگ بڑے پیمانے پر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل سلسلہ ہوئے۔

عقد مسنون: آپ کا عقد مسنون ۱۹۸۹ء میں آپ کے پھوپھا محمد حبیب صاحب کنہواں کی دختر نیک اختر سلیم النساء سے ہوا، جن سے تین صاحبزادے محمد شاہد رضا، محمد مجاہد رضا، محمد امجد رضا اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

بیعت و خلافت: آپ کو احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ خلافت واجازت پیرِ طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔

○○

ط

مولانا طیب عالم نوری

حضرت مولانا طیب عالم نوری شہر سیتامڑھی کے مردخیز محلہ 'مرغیا چک' میں ایک متمول گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا نے اپنی ابتدائی تعلیم دارُ العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سے شروع کی۔ متوسطات کی کتابیں مدسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ، دربھنگہ، مدرسہ علیمیہ انوارُ العلوم، دامودر پور، مظفر پور میں پڑھی۔ اس کے بعد موصوف نے جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف میں داخل ہوکر مولانا سید علامہ عارف بہرائچی، حضرت مولانا نعیم اللہ بستوی (سابق صدر المدرسین، جامعہ منظرِ اسلام، بریلی شریف) اور دیگر اساتذۂ جامعہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ جامعہ سے باضابطہ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۴ء میں مذکورہ ادارہ سے ہی دستار وسندِ فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا نے بیگوسرائے (بہار) سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ وہاں سے دست بردار ہونے کے بعد دارُ العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی سے منسلک ہوکر پوری ذمہ داری اور عالی حوصلگی کے ساتھ اہتمام نظامت کے ذریعہ قوم وملّت کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا نے اپنے دورِ نظامت میں دارُ العلوم کی تعمیر وترقی اور تعلیمی معیار کو بلند کیا۔ ادارہ کے صدر گیٹ پر خوبصورت گنبد مزار اعلیٰ حضرت کے ساتھ 'باب مفتی اعظم ہند' تعمیر کرائی۔ محرم الحرام کے عشرۂ اول میں دس روزہ پروگرام بنام "تذکرۂ شہیدانِ کربلا" کا اہتمام کرایا۔ جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخی جلوس بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ طلبہ کی کثرت کے مدنظر جدید دارُ الاقامہ بنوایا۔ دارُ العلوم کے عقبی حصہ کی چہار دیواری کرائی۔ دارُ الافتاء کے لیے وافر مقدار میں کتابوں کا انتظام فرمایا۔ ادارہ شرعیہ بہار کے تعاون سے دارُ القضاء قائم فرمایا۔ مولانا موصوف کو جانشینِ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری سے بیعت وارادت کا شرف حاصل ہے۔

○○

ظ

مولانا ظفر الحسن قادری حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۰۸ء — وصال: ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء)

محمد ظفر الحسن ابن محمد اسماعیل ابن فرزند علی موضع باتھ اصلی وایا رائے پور ضلع سیتامڑھی میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی جناب محمد اسمٰعیل مرحوم دربھنگہ مہاراجہ کے تحصیلدار تھے اور ایک منفرد اقبال وکمال کے مالک تھے۔ شہرت وناموری کے ساتھ دینداری کا بھی ایک زمانہ معترف تھا۔ علما وصلحا سے محبت ان کا خاصہ تھا یہی وجہ تھی کہ حجۃ الاسلام حامد رضا قادری قدس سرہٗ جب کبھی بریلی شریف سے پوکھریرا تشریف لاتے تو پوکھریرا سے واپسی سے روانگی سے پہلے الوداعی دعوت کے طور پر جناب محمد اسماعیل صاحب کے دردولت پر خاص اہتمام ہوتا، اور یہ سلسلہ مفتیِ اعظم ہند کے ساتھ بھی قائم رہا اس سلسلہ میں ایک واقعہ محمد اسمٰعیل صاحب کے ایک دوسرے فرزند حاجی نذیر الحسن بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری قدس سرہٗ میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے تو والد گرامی نے عرض کیا: حضور گھر کے لیے دعا فرما دیں۔ تو آپ نے ایک تعویذ عطا فرمائی اور کہا کہ: مکان میں کسی بڑے صندوق کے اندر اسے رکھ دیا جائے۔ اس تعویذ کو رکھنا تھا کہ عجیب وغریب ماحول پیدا ہوا اور مختلف قسم کے سانپ گھر سے باہر کا راستہ اختیار کرتے نظر آئے۔ تصور سے زیادہ تعداد میں یہ موذی جانور برآمد ہوئے۔ کتنے مارے گئے اور کئی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے پھر کبھی یہ موذی گھر میں نظر نہیں آئے۔''

بہر کیف آپ کے والد ماجد کو شہرت وعزت کے ساتھ علمائے کرام سے لازوال محبت بھی عطا ہوئی تھی۔ اس لیے انھوں نے ایک مستند عالم دین کو اپنے صاحبزادہ محمد ظفر الحسن کے لیے اتالیق کے طور پر اپنے دروازہ پر رکھ لیا۔ جو آپ کو زیور علم سے آراستہ کرنے لگے۔ آپ کچھ بڑے ہوئے اور تعلیم اونچی ہوئی تو دن کے اوقات میں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا جانے لگے۔ اور سرکار محبیؒ قدس سرہٗ اور آپ کے فرزند مفتی ولی الرحمٰن وؔلی علیمی علیہ الرحمہ کی بارگاہوں میں زانوے ادب تہہ کرنے لگے اور رات میں بدستور اپنے دالان میں اتالیق محترم کی نگرانی میں تحصیل علوم کرتے۔ چنانچہ ان شہر یارانِ علم وفن کی بافیض صحبتوں اور کیمیا گر نگاہوں نے آپ کو ماہر علوم وفنون بنا دیا خاص کر فارسی زبان وادب میں تو آپ کی نظیر نہ تھی۔

متموّل خاندان کے چشم وچراغ تھے اس لیے تدریسی خدمات کے لیے کہیں دور نہ جا کر خود اپنے دالان میں فی سبیل اللہ تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ تا آنکہ پوکھریرا میں جب مدرسہ رحمانیہ حامدیہ قائم ہوا تو آپ مولانا قادری نبیرۂ سرکار محبیؒ کی خواہش کے احترام میں بحیثیت مدرس مدرسہ رحمانیہ حامدیہ سے منسلک ہو گئے اور کافی دنوں تک درس و تدریس کا معاملہ جاری رکھا۔

حضرت مفتی ولی الرحمٰن قادری علیمی پوکھریروی کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا نکاح ہوا تھا۔ نکاح ثانی کے بارے میں ریحان رضا انجم مصباحی بیان کرتے ہیں:

"باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ حضرت مولانا ظفر الحسن کا دوسرا نکاح محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ نے پڑھایا۔ جو سرکار محبیؒ کانفرنس میں آئے ہوئے تھے اور اختتامِ عرس کے بعد رسم مناکحت ادا کی گئی۔"

(مکتوب مولانا انجم مصباحی بنام راقم الحروف)

آپ کے دو صاحبزادے ہوئے، جن کے اسمائے گرامی ہیں: مولانا اسرار الحسن اور مفتی ابرار الحسن سابق پرنسپل و مفتی مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا۔

حجۃ الاسلام قدس سرہٗ بریلی شریف سے مرید تھے۔ اسی نسبت سے 'حامدی' کہلاتے ہیں۔ ۱۹۹۲ء/ ۱۴۱۳ھ میں غریقِ رحمت ہوئے۔

مولانا الحاج ظفر الحسین قادری حامدی

(ولادت: ۱۹۳۲ء)

مولانا ظفر الحسین ابن مولوی علی حسن ابن دل جان علی کی تاریخ ولادت ۱۱؍مارچ ۱۹۳۲ء ہے۔اور جائے ولادت پوکھریرا شریف ہے۔

رسم بسم اللہ خوانی مولانا غفران احمد قادری علیہ الرحمہ نے ادا فرمائی چنانچہ آپ کی ابتدائی تعلیم میں وہی معلم اول کا درجہ رکھتے ہیں۔ بعدہٗ حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری صاحبزادہٗ حضرت محبیؒ سے سب سے زیادہ اکتساب فیض کیا۔ پھر تقریباً ایک ماہ تک ابن ولی حضرت مولانا عبید الرحمٰن رحمانی سے عربی ادب کی مشہور کتاب ''دیوان متنبی'' کا درس لیا۔ اس کے بعد مدرسہ حمیدیہ المشرقیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں داخلہ لے کر علوم مروّجہ متداولہ کی مکمل تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۵ء میں فراغت پائی۔

آخر الذکر ادارہ میں آپ کے اساتذہ تھے: مولانا مقبول احمد خاں دربھنگہ، مولانا مقبول احمد صدیقی دربھنگہ، مولانا فیض الرحمٰن دربھنگہ اور مولانا عبد الحفیظ صاحب دربھنگہ۔

فراغت کے بعد مدرسہ فیض العلوم جمشید پور سے درس وتدریس کا آغاز فرمایا جہاں ۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۰ء تقریباً ۵؍سال رہے۔ پھر کچھ دنوں دار العلوم نعیمیہ چھپرہ میں رہے۔ پھر مدرسہ معینیہ عظمت العلوم صاحب گنج مظفر پور تشریف لے گئے۔ جہاں دو عہدوں میں تقریباً ۳۲؍سال تک مسند تدریس کو زینت بخشی۔ پہلی بار ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۲ء اور دوسری بار ۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۵ء اور درمیان میں ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۲ء تقریباً دو سال مدرسہ جامع العلوم جلال پور چھپرہ میں قیام پذیر رہے۔ ان مذکورہ مدارس اسلامیہ میں آپ کی تدریسی، تنظیمی خدمات لائق تحسین رہی۔ جس کے نتیجے میں سیکڑوں باصلاحیت تلامذہ آپ نے پیدا کیے جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدمتِ دین میں مصوف ہیں۔

آپ کے قابلِ ذکر تلامذہ میں چند نام یہ ہیں: (۱) مولانا انوار الحق پوکھریروی (۲) پروفیسر فاروق احمد صدیقی (۳) مولانا فیضان احمد پوکھریروی (۴) مفتی کلیم احمد مصباحی اور آپ کے صاحبزادگان، جناب شبلی ظفر اور مولانا غضنفر حسین جو ایک باصلاحیت

عالم دین ہیں اور ان کا بھی مختصر تذکرہ زیر نظر کتاب میں شامل ہے۔

مولانا الحاج ظفر الحسین قادری کی دینی، مذہبی تنظیمی و تدریسی خدمات از ۱۹۵۵ء تا ۲۰۰۵ء پوری نصف صدی کو محیط ہے۔ اس کے بعد آپ نے مستقلاً 'حامدی منزل' پوکھریرا میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ تاہم رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ چند کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) تجلیات غوث (۲) تجلیات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (۳) تذکرہ امام اعظم (۴) حقیقت بدعت (۵) خدام ملت وغیرہ۔

۱۹۴۲ء میں جب آپ کی عمر صرف ۹ ربرس تھی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ مفتی اعظم ہند، مفسّرِ اعظم ہند اور مجاہد ملت علیہم الرحمۃ والرضوان سے سلاسل عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت پائی۔ اگرچہ آپ نے بیعت و ارشاد کو خاص طور پر جاری نہیں رکھا۔

آپ دوبار زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہو چکے ہیں۔ پہلی بار ۱۹۶۳ء میں جب کہ دوسری بار ۱۹۷۰ء میں آپ اس مبارک شرف سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی قابلِ ذکر واقعہ یا کوئی یادگاری لمحہ بیان فرمائیں تو آپ نے دو واقعے ذکر کیے۔ اول اپنے نام کی تبدیلی کے تعلق سے فرمایا کہ:

> ”میرا نام پہلے ظفیر الحسن تھا، جب حجۃ الاسلام سے مرید ہوا تو آپ نے میرا نام دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا: 'ظفیر الحسن'۔ اس پر حجۃ الاسلام قدس سرہ نے فرمایا کہ: یا کو سین اور نون کے درمیان رکھو، اس لیے کہ 'ظفیر' یا کے ساتھ جہنم کی آواز کا نام ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام ہی کے حکم پر نام میں تبدیلی ہوئی۔

دوسری اہم بات یہ بتائی کہ:

> ”اپنے جملہ اکابرین سے میں حد درجہ متاثر تھا، مگر سب سے زیادہ جن کی شفقت و محبت میری زندگی کے لیے اکسیر جان ثابت ہوئی وہ شہزادۂ سرکار محبیؒ حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات

ہے۔ایک مرتبہ میں سخت بیمار تھا اور سرکار محبیؒ کے عرس کا سلسلہ جاری تھا۔ شدّت بخار نے مجھے دونوں شب شرکت سے باز رکھا۔ بہر حال صبح چادر پوشی کے وقت بڑی ہمت کر کے آستانۂ محبیؒ پر حاضر ہوا۔ بھیڑ سے دور کھڑا تھا، جیسے ہی چادر پوشی وقل شریف کے بعد دعا پر محفل نور کا اختتام ہوا کہ بھیڑ میں حضرت مفتی ولی الرحمٰن صاحب نے مجھے کھینچ کر اپنے قریب کیا اور کافی دیر تک اپنے سینۂ مبارک سے لگائے رکھا، پھر دُعا دے کر جدا کیا۔ خدا شاہد ہے کہ اس درمیان اپنے سینہ وقلب میں جو ٹھنڈک و راحت محسوس کی آج تک وہ ذہن وفکر میں باقی ہے۔ اور میرا سینہ اسی دن سے برکت وانوار کا مدینہ بنا ہوا ہے۔"

مولانا محمد ظفر امام قادری مصباحی

(ولادت: یکم فروری ۱۹۶۹ء)

مولانا محمد ظفر امام مصباحی کی پیدائش یکم فروری ۱۹۶۹ء میں ضلع سیتامڑھی کے مشہور گاؤں اندولی میں ہوئی۔ مولانا کے والد گرامی مولوی ماسٹر فرمان علی مرحوم (وصال: ۴ر رمضان المبارک ۱۹۹۴ء) ایک ریٹائر ہیڈ ماسٹر مگر صوم وصلوٰۃ کے پابند متقی انسان تھے۔

ناظرہ کی تعلیم حافظ عبد الجلیل مرحوم (وصال: ۱۹۸۱ء) سے حاصل کی اور اعدادیہ واولیٰ کی تعلیم بھی مقامی۔ مدرسہ میں پائی پھر مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، کنہواں پہنچ کر درجہ ثانیہ میں داخلہ لیا، وہاں طبیعت نہ جمی۔ صرف ایک ماہ ۱۵ر ایام گزار کر بغیر اطلاع کے گھر چلے آئے اور حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمۃ (وصال: ۲۰۱۲ء) کی معیت میں رضاء العلوم، کنہواں میں داخلہ لیا اور درجہ ثالثہ تک کا نصاب مکمل کیا۔ اور ۱۹۸۲ء میں حضرت مفتی صاحب قبلہ موصوف اور مولانا سعید حسن خان صاحب کے مشورہ سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہنچے اور پھر جماعت ثالثہ میں داخلہ لے کر، منتہی کتابوں کی تعلیم تک وہیں رہے اور ۱۹۸۸ء پورے چھ سال تک قابل قدر علماء ومدرسین سے استفادہ کے بعد سند فراغت پائی۔

فراغت کے بعد درجہ تخصص فی الفقہ میں رہ کر مزید تعلیم کی تحصیل جاری رکھنا چاہا مگر

کسی اور ساتھی کے نہ ہونے کے سبب ایسا نہ ہوسکا اور تین ماہ تک دورۂ حدیث میں شامل رہے اور اسی دوران مولانا صبغۃ اللہ صاحب مصباحی مہتمم دارُ العلوم ضیاء الاسلام بنکی کھال، گوپال گنج سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے آپ کو جامعہ شمسیہ تیغیہ بنارس میں تدریسی خدمات کے لیے بھیج دیا، جہاں ڈیڑھ سال تک مدرس اول کی حیثیت سے خدمات انجام دیے۔ پھر مولانا موصوف کی طلب پر دارُ العلوم ضیاء الاسلام بنکی کھال آ گئے لیکن وہاں زیادہ دنوں تک نہ رُک سکے اور صرف تین ماہ گزار کر حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صابر القادری کی ایما پر حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ کے قائم کردہ ادارہ دارُ العلوم فیض الرضا دری، ضلع سیتامڑھی پہنچے اور ۲۱؍مئی ۱۹۹۰ء سے اسی کے مدرس اول کی حیثیت سے شعبہ تعلیم کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی بارہ سال تک نبھاتے رہے، فی الوقت مدرسہ گلشن بغداد، سنگاچوری، ضلع مظفر پور میں صدر المدرسین کی حیثیت سے تعلیم و تعلم سے منسلک ہیں۔

مولانا ظفر امام مصباحی ایک نہایت ہی ذکی عالم دین ہیں۔ سرشتہ تعلیم اتر پردیش اور ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کے مولوی عالم اور فاضل کے اسناد بھی حاصل کر چکے ہیں۔

رضاء العلوم، کنہواں کے زمانہ تعلیم میں حضرت تاج الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ سے ۱۹۸۱ء میں شرف بیعت حاصل کیا۔

OO

ع

مولانا محمد عباس علی اشرفی

(ولادت: ۱۹۳۴ء)

مولانا محمد عباس علی اشرفی بن حافظ عبدالمجید بن محمد منیر الدین، پوپری ٹاؤن کے قریبی گاؤں ردولی کے ایک معزز شریف اور تعلیم یافتہ خانوادہ میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ گاؤں مذہبی تعلیم کے اعتبار سے ایک لمبے عرصہ تک معتمد رہا ہے۔

حضرت مولانا عباس علی کو ذہانت وفطانت اور ذوق علمی ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کی ناظرہ تعلیم بستی ہی میں حافظ محمد زین الدین ردولوی سے ہوئی۔ متوسطات کی تعلیم مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں پائی، جہاں حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن نوری علیہ الرحمہ کی توجہ خاص نے فارسی ادب وترجمہ بالخصوص اخلاق محسنی ویوسف زلیخا وغیرہ فارسی کتابوں میں اچھی استعداد پیدا کر دی۔ بقیہ نصابی کتابیں مظہر اسلام ومنظر اسلام بریلی شریف میں پڑھیں اور وہیں سے دستار فراغت پائی۔

اساتذہ از ابتدا تا انتہا بڑے ہی محنتی، علم دوست اور باوقار نصیب آئے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مناظر اہلِ سنّت حکیم عطاء الرحمٰن پوکھریرا، محدث احسان علی مظفر پوری، مفتی سید افضل حسین مونگیری، مفسر اعظم ہند حضرت ابراہیم رضا خان، حضرت مولانا ریحان رضا رحمانی میاں، تاج الشریعہ حضرت ازہری میاں اور تحسین ملّت حضرت مولانا تحسین رضا خان بریلی شریف۔

حضرت موصوف کو جہاں باوقار اور باصلاحیت اساتذہ میسر آئے وہیں درسی رفاقت بھی بڑی سنجیدہ اور حصول علم کے دلدادہ شخصیتوں کی ملی آپ کے رفقائے درس میں مولانا عبدالمنان اشرفی، مقیم لندن، مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی اعظم گجرات، مولانا لطیف الرحمٰن، پوکھریرا،

شیر بہار مفتی اسلم رضوی، مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی، اور حضرت خالد میاں شہزادۂ حضرت ساجد میاں بریلی شریف وغیرہم شامل ہیں۔ منظرِ اسلام بریلی شریف سے ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں فراغت پائی۔

فراغت کے بعد دارُ العلوم شاہ عالم احمد آباد سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ تقریباً سال بھر وہاں آپ نے نصاب مروجہ کی اعلیٰ کتابیں، ہدایہ اولین، تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم دی۔ پھر آپ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے حکم پر قصبہ 'کھٹیما' نینی تال (موجودہ اتراکھنڈ) میں خطیب وامام مقرر ہوئے۔ اور تقریباً بیس سال کا طویل عرصہ امامت وخطابت اور تدریس وتبلیغ میں گزارا۔ اس کے بعد پیلی بھیت میں بھی خطابت وامامت سے کافی عرصے تک جڑے رہے۔ چونکہ موصوف بڑے ہی اچھے خطیب، شریعت وسنت کے پابند، صوفی باصفا اور مخلص عالم دین ہیں۔ اس لیے آپ کی ہر جگہ پذیرائی رہی۔

بیعت کا شرف محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے اسی لیے 'اشرفی' کی نسبت اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔ البتہ خلافت واجازت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے عطا ہوئی۔ بیعت وارشاد کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں کہ:

> ''دوران طالب علمی اگر چہ بریلی شریف میں علمائے اہلِ سنّت کے عظیم الشان قافلے موجود تھے اور پیران طریقت کی جلوہ گری تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے علما ومشائخ نے آلِ رسول کا احترام اپنے سر آنکھوں پہ رکھا ہے۔ چنانچہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی جب بریلی شریف قدم رنجہ فرماتے تو انہیں مسند ممتاز پر بٹھایا جاتا اور طلبہ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس طرف ان کا دل مائل ہو ان کا دست کرم تھام لے۔ ایک بار محدثِ اعظم ہند جب بریلی شریف تشریف لائے تو آپ کے دست کرم پر شرف بیعت حاصل کرلیا۔''

جیسا کہ اوپر گذرا کہ آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل تھی۔ ساتھ ہی ایک موقع پر مشاہدِ ملّت حضرت مولانا مشاہد رضا قادری پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے مروّجہ سلسلۂ بیعت کو

اختیار نہیں فرمایا اور نہ ہی مریدوں کی جماعت تیار کی۔ آپ کی امامت، وخطابت، تبلیغ واشاعت، درس وتدریس اور مصلحانہ دعوت وارشاد سے آپ کی حیات پرنور نظر آتی ہے۔ اب تک کی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت وترویج میں گذری اور تقریباً اسّی برس کی پیرانہ سالی میں بھی دین وسنّیت کی اشاعت کا یہ فریضہ بحسن وخوبی ادا کر رہے ہیں۔ موصوف نے جس مشرب اشرفی سے پیا وہاں بھی پیمانۂ رضویت سے ہی پلایا گیا۔ چنانچہ اپنے پیرومرشد کے جلوہ میں نظریات اعلیٰ حضرت کی جگمگاتی ہوئی تصویر دیکھ کر آپ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے متوالے ہوئے اور دوسروں کو بھی مسلک پر گامزن کرنے کی ذمہ داری کو لازمۂ حیات قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"دور حاضر میں ایمان وعقیدہ کی سلامتی کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کی پابندی ضروری ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت ہی شان اولیاء کا مکمل پاس رکھتا ہے۔ عشق رسول کا چھلکتا جام پلاتا ہے۔ انبیائے کرام واولیائے عظام کی محبت کا پٹہ عطا فرماتا ہے۔ نیز بدعقیدگی کی شناخت اور صلح کلیت کی صحیح تصویر دکھاتا ہے۔"

حضرت موصوف کے دو لڑکے، مولانا محمد رضا اجمیری اور حافظ عزیز رضا قادری ہیں جب کہ سات لڑکیاں ہیں۔ اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام بیٹیوں کی شادیاں عالم دین افراد سے ہی کی ہیں۔

آپ کبھی کبھی نعتیہ شاعری سے شغل کرتے ہیں، دو تین شعر نمونہ کے طور پر پیش ہیں:

اے بدرِ علیٰ، اے نورِ خدا، تُو جس کا سہارا ہو جائے
صدرشک قمر پھر تو اس کی قسمت کا ستارہ ہو جائے

دوزخ میں تو کافر بھی جلیں گے مگر نجدی
بد خواہی آقا کا وبال اپنی جگہ ہے

سمجھتے تھے حسین ابن علی یہ کوئے جاناں ہے
جبھی تو اپنے جان و مال سب قربان کر ڈالا

مولانا محمد عباس نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۲۵؍مئی ۱۹۳۷ء — وصال: ۲۰۰۹ء)

مولانا محمد عباس نوری ابن الحاج محمد اسماعیل ابن محمد بھولا بن کمال الدین ابن محمد شیخ فخر الدین ۲۵؍مئی ۱۹۳۷ء کو کماں ٹولہ، اسلام پور، پوسٹ کماں، ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔ نسب کے اعتبار سے آپ کا شیخ صدیقی گھرانہ شرافت ونجابت میں مشہور ہے۔ گھر کا ماحول اسلامی تھا پانچ بھائیوں میں آپ چوتھے نمبر پر تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے ہی محلہ کے مدرسہ انوار العلوم سوتیہارا میں پائی۔ اس کے بعد مدرسہ نور العلوم رضا چوک کماں میں فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ قاسمیہ گیا بہار میں داخلہ لیا اور کئی اساتذہ سے درس نظامیہ کی کچھ جماعتوں کی تعلیم حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے منظر اسلام بریلی شریف کا رخ کیا اور وہاں داخلہ لے کر متعدد باکمال اساتذہ سے منتہی کتابوں کی تعلیم پا کر فراغت پائی۔

فراغت کے بعد مالدہ بنگال کے ادارہ سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، ضلع دھوبڑی آسام میں بورڈ سے ملحق ایک مقبول ادارہ میں پانچ تک بحسن وخوبی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، پھر اپنے آبائی وطن ضلع سیتامڑھی کا رُخ کیا اور اشاعتِ اسلام وسنّیت اور فروغ تعلیم وتعلّم کی غرض سے کئی مدارس ومساجد کی تاسیس وتعمیر کی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈیڑھ درجن سے زائد مدارس، مکاتب اور مساجد آپ نے بنوائیں جن میں سے کئی ایک دار العلوم کی شکل میں آج مصروفِ خدمتِ دینِ متین ہیں۔ آپ نے جن مدارس کی بنیاد ڈالی اور پروان چڑھایا ان میں مدرسہ مصطفویہ رضویہ گوہر دھن پور ضلع سیتامڑھی۔ مدرسہ اسلامیہ رضویہ ملنکوا ان نیپال وارڈ نمبر ۹۔ مدرسہ ملدھیا نرکٹیا گنج مغربی چمپارن عماد پٹی راجہ چکیا ضلع موتیہاری میں ڈیما پور ناگالینڈ سے ۵ کیلومیٹر بارڈر کے قریب ایک دارہ ہے۔

غرض کہ مولانا موصوف کی پوری زندگی تبلیغ دین اشاعت مذہب اور فروغ تعلیم میں گذری۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب ومبلغ تھے۔ اکثر وبیشتر تقریری پروگراموں اور جلسے میں تبلیغ ووعظ کے فرائض انجام دیتے۔ دین کے کاموں میں بھی اپنی جیب خاص سے زرِ کثیر

خرچ کرتے۔ اپنے لیے کوئی بڑی جائداد نہیں بنائی حتیٰ کہ بچوں کی رہائش کے لیے آخر عمر تک گھر بھی نہ بنوا سکے پرانے ہی مکان میں بودوباش رہی۔

البتہ اپنی آمدنی سے کچھ پس انداز کر کے ۲۰۰۵ء میں حج وزیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے۔ حج کے مبارک سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت مفتی شمیم احمد شریک سفر تھے۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے بیعت وارادت اور محدث اعظم وامین شریعت حضرت مفتی انیس عالم علیہما الرحمہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں جن سے سات اولاد ذکور واناث ہوئے۔ ۱۳ رمضان المبارک مطابق ۴ ستمبر ۲۰۰۹ء کو آپ کی رحلت ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مصلح الدین نوری نے پڑھائی اور اپنے آبائی وطن کے قدیمی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (مکتوب محمد غلام ربانی کما بنام راقم الحروف۔ ملخصاً)

مولانا عبد الجلیل حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت ووصال: نامعلوم)

آپ کی ولادت وسکونت موضع باتھ اصلی تھانہ، نانپور ضلع سیتامڑھی، میں رہی۔ یہیں کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ متوسطات تک مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے ہم درسوں میں محدث اعظم بہار مولانا احسان علی رضوی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف اور مولانا شرف الدین مکیاوی تھے۔

حضرت مفتی اشرف رضا قادری قاضی مہاراشٹر آپ کے تعلق سے راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"حضرت محدث صاحب وحاجی عبد الخلیل صاحب نے مجھ سے (مفتی اشرف رضا سے) فرمایا کہ: استاذ محترم کافیہ کے پہلے سبق الکلمۃ لفظ وضع لمعنیً مفردٍ کی تشریح وتوضیح سات دن تک مسلسل فرماتے رہے۔ اس طریقۂ تعلیم سے ہم سب گھبرا اُٹھے کہ معلوم نہیں کب تک ایسی تشریح فرمائیں گے۔ ہم تینوں نے منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا، عصر کے

بعد مجلس اعلیٰ حضرت میں شریک ہوئے وہیں تکمیل کیا اور اعلیٰ حضرت کے عرس چہلم ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔"

برسوں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں پڑھایا وہیں آپ سے مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی ناگپوری، مولانا عبداللہ انصاری باتھوی (صدر المدرسین، مدرسہ منظرِ اسلام، بریلی شریف) وغیرہم نے پند نامہ عطار وغیرہ پڑھی۔ کچھ دنوں آپ نے دارُالعلوم رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا شریف میں بھی تدریسی فرائض انجام دیے۔ برسوں اپنے گاؤں (باتھ اصلی) میں جمعہ وعیدین کی امامت بھی کی۔

آپ حد درجہ متوضع، صابر و قانع، متوکل اور صوفی صفات کے حامل تھے۔ مزاج میں دنیا و اہل دنیا سے غایت درجہ بے رغبتی تھی۔ لاولد تھے۔ تمام اثاثہ و پونجی بھتیجوں کو دے دیا۔ باتھ اصلی کے جنوبی قبرستان میں آپ کی قبر شریف ہے۔ تاریخ ولادت و سن وصال کا علم نہ ہو سکا۔

مولانا عبدالجلیل رضوی

(ولادت: غالباً ۵ رمئی ۱۹۷۵ء)

مولانا عبدالجلیل رضوی بن حاجی عبدالغفور انصاری سیتامڑھی کے معروف موضع 'دھرہروا' میں ایک خوشحال، کھاتے پیتے خانوادے میں غالباً ۵ رمئی ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حاجی عبدالغفور انصاری علاقہ کے بااثر اور مشہور و معروف اشخاص میں شمار ہوتے ہیں۔ والدہ محترمہ حجن جمیلہ خاتون نیک سیرت، پابند صومِ وصلوٰۃ خاتون ہیں۔ آپ اپنے پانچ بھائیوں میں چوتھے نمبر پر ہیں۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں دادا عبدالرحیم کے زیر نگرانی ہوئی پھر مدرسہ مظہر العلوم، سسوا کٹیا نیپال میں حنیف ملّت حضرت مولانا حنیف القادری علیہ الرحمہ کے زیر سایہ ابتدائی فارسی پڑھی۔ بعدہٗ مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں داخلہ لیا جہاں صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں شمس الاولیا حضرت مولانا شمس الحق رضوی علیہ الرحمہ، مولانا محمد قاسم رضوی باڑاوی اور حضرت مولانا الیاس انصاری کھرساہا علیہ الرحمہ سے پڑھی۔

۱۹۸۶ء میں ضلع بستی یوپی کے مشہور ادارے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی پہنچے اور دوسال تک راقم سطور (الیاس مصباحی) کے زیر نگرانی متوسطات کی تعلیم بخوبی حاصل کی۔ اس کے بعد مرکز اہل سنت منظر اسلام بریلی شریف سے وابستہ ہوئے اور نامور اساتذہ کرام خصوصاً مولانا نعیم اللہ بستوی و مولانا سید عارف نانپاروی وغیرہما سے علوم مروجہ متداولہ کی تکمیل کرکے ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء میں درس نظامیہ سے فراغت حاصل کی نیز درس عالیہ کے امتحانات مولوی، عالم، فاضل، یوپی بورڈ و پٹنہ بورڈ سے بھی پاس کیے۔

خدمات: فراغت کے بعد بریلی شریف کے مضافات میں کچھ دنوں تدریسی امور کے ساتھ امامت وخطابت کے بھی فرائض بہ احسن انجام دیے تاہم قدرت کو آپ سے کچھ اور ہی کام لینا منظور تھا چنانچہ اسی دوران اپنے برادر گرامی جناب محمد حسین رضوی مالک رضا ہوزری لدھیانہ کی خواہش پر آپ لدھیانہ پہنچ گئے اور ۱۹۹۸ء سے اپنے برادر گرامی کے کاروبار میں دست وبازو بن کران کے کاموں میں تعاون فرمانے لگے۔ حتی کہ اب رضا ہوزری لدھیانہ کی شاخ کے طور پر ''ارشان گارمنٹ'' کے نام سے خود کا کاروبار کر رہے ہیں اور بحمدہٖ تعالیٰ بہت کامیاب ہیں۔

اوصاف و خصوصیات: مولانا عبد الجلیل رضوی ایک دردمند دل، جذبۂ قومیت سے معمور سینہ اور خدمت خلق سے سرشار مزاج رکھنے والے خوش اخلاقی کے پیکر انسان ہیں۔ رفاہ عام اور سماجی کام سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ گاؤں گھر کے لوگوں کی مزاج پرسی، افتادگان کی فریادرسی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی آپ کے محبوب مشاغل ہیں۔ اور دنیاوی کاروبار سے متاع عقبیٰ کی خریداری، اور مال واسباب سے مذہب اسلام کی خدمت گذاری آپ کا مقصد حیات ہے۔ معروف ومشہور مذہبی وتحریکی تنظیم ''مجلس فکر رضا لدھیانہ'' کے آپ سرپرست ہیں۔ اس کے علاوہ علاقہ پر یہار ضلع سیتامڑھی، لدھیانہ و پنجاب کی کئی تنظیموں وتحریکوں سے آپ کی وابستگی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ اپنے کاروبار میں بھی عالمانہ شان ووقار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

عقد مسنون: ۱۹۹۴ء میں معروف عالم دین مفتی مصلح الدین قادری کٹیا نیپال کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ تین لڑکیاں اور دو لڑکے حامد رضا سلمہ اور شاہد

رضا سلمہ مکتبی دور سے گذر رہے ہیں۔

تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ القوی سے آپ بیعت ہیں اور اوراد و وظائف نیز بہت ساری ادعیہ ماثورہ و دلائل الخیرات شریف کی اجازت بھی ۲۰۱۲ء میں عرسِ رضوی کے موقع پر آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو عطا فرمائی۔

مولانا عبدالحق مصباحی

(ولادت: ۵؍جولائی ۱۹۷۸ء)

ولادت: مولانا عبدالحق مصباحی ابن عبدالجلیل انصاری بن نور محمد انصاری موضع خیروا گوٹ وایا پریہار ضلع سیتامڑھی میں ۵؍جولائی ۱۹۷۸ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے دادا جان مرحوم نور محمد کے زیر سایہ رہ کر ان سے اور اپنے آبائی وطن خیروا کے مکتب میں مولانا منظور صاحب سے حاصل کی۔ پھر اس کے بعد مرحوم دادا جان نے دارالعلوم انوار رضا موتی گیر پرسا (نیپال) میں داخلہ کروایا، یہاں مولانا محمد منصور صاحب و دیگر اساتذہ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد والد گرامی نے دارالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک، سیتامڑھی میں داخلہ کروایا، جہاں حضرت مولانا محمد اسلم القادری صاحب پرنسپل دارالعلوم ہذا و دیگر اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر دارالعلوم سرکار آسی، سکندر پور، بلیا (یوپی) میں داخلہ لے کر حضرت مولانا محمد الیاس نوری (نیپال) کے زیر نگرانی و دیگر اساتذہ کرام خصوصاً مولانا سجاد احمد رشیدی، مولانا محمد ذاکر حسین لطفی سے اکتسابِ علم کیا۔

بڑی محنت و لگن اور دلچسپی کے ساتھ حصول علوم میں مصروف رہے اور ہمیشہ اساتذہ کی نگاہ میں محبوب رہے۔ سکندر پور کے ایامِ تعلیم میں مولانا صغیر احمد برکاتی پورنوی (پرنسپل دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف) و مولانا محمد حبیب الرحمٰن علیمی (سابق استاذ جامعہ حنفیہ غوثیہ جنکپور دھام، نیپال) آپ کے ہم سبق رہے۔ مولانا ذاکر حسین لطفی آپ کو فن صرف سے گہری دلچسپی کی بنیاد پر بہت چاہتے تھے۔ چونکہ فن صرف میں مولانا لطفی کو خصوصی دسترس و مہارت حاصل ہے۔ ان ہی کی خاص توجہ اور کد و کاوش کا نتیجہ ہے کہ مولانا مصباحی

کوامّ العلوم (فن صرف) میں کمال و دسترس حاصل ہے۔

سکندر پور چھوڑنے کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا۔ چھ سال تک اساتذۂ جامعہ اشرفیہ سے اکتسابِ فیوض اور اکتسابِ علوم کرتے رہے۔ یہاں بھی ہم جماعت طلبہ میں فن صرف میں شغف کی بنیاد پر خاص مقام حاصل رہا، اور مسائل صرف کے سلسلے میں مرجع احباب بنے رہے۔

از درجۂ ثالثہ تا درجۂ ثامنہ (فضیلت) درس نظامیہ کا کورس چھ سال میں مکمل کیا۔ یکم جمادی الاخریٰ بروز سنیچر ۴/اکتوبر ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۸ھ بموقع عرس حافظ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان جبہ و دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ جب کہ فضیلت کے علاوہ عالمیت اور تجوید وقرأت کی اسناد بھی یہیں اشرفیہ سے حاصل ہوئی۔

اسناد کی تفصیل:

عالمیت وفضیلت:	جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یوپی) انڈیا۔
تجوید وقرأت:	〃 〃 〃 〃
سند القرآن والاحادیث:	شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (سابق صدر دارالافتاء اشرفیہ مبارکپور)
سند الاجازہ لجامع البخاری:	ممتاز الفقہاء، محدث کبیر نائب علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (سابق پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارکپور)
سند الاجازہ للفقہ الحنفی:	〃 〃 〃 〃
منشی کامل:	عربی فارسی بورڈ لکھنؤ اتر پردیش۔
مولوی عالم:	〃 〃 〃 〃
فاضل دینیات سنی:	〃 〃 〃 〃
فاضل طب:	〃 〃 〃 〃
وسطانیہ فوقانیہ:	مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، بہار
مولوی، عالم:	〃 〃 〃

تدریسی خدمات: موصوف نے فراغت کے بعد یکے بعد دیگرے مختلف

مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ دارُ العلوم مظہر العلوم سسوا کٹیا، مہوتری (نیپال) سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ پھر بالترتیب دار العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی، بہار۔ جامعہ رشیدیہ رضویہ سید پورہ کھڑسرا، بلیا، یوپی۔ دارُ العلوم انوار مصطفی سدی پیٹ میدک، آندھرا پردیش۔ چار سال دارُ العلوم انوار رضا نوساڑی، گجرات۔ دو سال دارُ العلوم حبیبیہ کوڈینار جونا گڑھ، گجرات۔ دو سال دار العلوم حبیبیہ۔ تا حال جامعہ اشرفیہ احسن العلوم، مانپور خیرا، چھپرہ، بہار میں طالبانِ علوم نبویہ کی علمی و دینی تربیت و تعلیم سے وابستہ ہیں۔

دارُ العلوم انوار رضا نوساری (گجرات) میں از ابتدا تا درجہ فضیلت طلبہ و طالبات کو مختلف فنون کا درس دیا۔ فن صرف سے خصوصی شغف کی بنیاد پر طلبہ و طالبات کو فن صرف کی متعدد کتابیں خصوصیت کے ساتھ پڑھائیں۔

نوساری میں تدریسی خدمات کے علاوہ نظامت تعلیم و نظامت امتحانات کی ذمہ داریاں بھی انجام دی جو یادگاری خدمات ہیں۔ دارُ العلوم انوار مصطفی سدی پیت، میدک آندھرا پردیش، میں بحیثیت پرنسپل بحسن وخوبی صدارت کے فرائض انجام دیے اور طلبہ و اساتذہ میں مقبول رہے۔ دارُ العلوم حبیبیہ کوڈینار جونا گڑھ (گجرات) میں از ابتداء تا انتہا اعدادیہ تا فضیلت تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ شعبۂ تجوید و قرأت کے طلبہ کو بھی پڑھایا اور حبیبی دارُ الافتاء میں افتاء کے فرائض بھی انجام دیے۔ جب کہ دارُ العلوم ہذا کے مہتمم و پرنسپل مولانا عبدالقیوم مصباحی نے اپنے زیر نگرانی چل رہے ایک دارُ العلوم ’دارُ العلوم محمود الاسلام‘ پاٹن، سومناتھ ویراول ضلع جونا گڑھ (گجرات) میں بھی کچھ دنوں کے لیے بوقت ضرورت تدریسی خدمات انجام دینے کی ذمہ داری سونپی اور موصوف نے پاٹن سومناتھ حاضر ہو کر تدریسی ذمہ داری سنبھالی۔

مختلف دارُ العلوم میں تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ کے لیے درمیان میں امامت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ اور خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی ناگپوری کی وصیت کے مطابق کہ: ”بیٹا وقت کی پابندی کا خیال رکھنا، میں نے بھی سات سال تک امامت کی ہے اور مکمل میں وقت کی پابندی کی ہے لہٰذا تم بھی پابندی وقت کا خاص دھیان رکھنا۔“ موصوف نے بھی مکمل طور پر وقت کی پابندی کا خیال رکھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ دارُالعلوم حبیبیہ کوڈینار، جوناگڑھ (گجرات) چھوڑنے کے بعد سے تاحال موصوف جامعہ اشرفیہ احسن العلوم مانپور چھپرہ بہار میں تدریس وافتاء کے فرائض وخدمات انجام دے رہے ہیں۔

اخلاص وللّٰہیت، امانت داری و دیانت داری، انصاف پسندی وحق گوئی موصوف کے اوصافِ حمیدہ ہیں۔ سادگی وتواضع اور حسن اخلاق کے پیکر ہیں۔

بیعت: تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری میاں بریلی شریف سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں۔

مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی

(ولادت: ۱۹۳۷ء)

نام ونسب: پیرطریقت حضرت مفتی عبدالحلیم صدیقی اشرفی رضوی بن محمد منیرالدین بن شیر علی بن حوبت علی بن رمضان علی بن امانت علی صدیقی۔

جائے پیدائش: موضع ددری، ضلع سیتامڑھی (سابق مظفرپور) بہار میں ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات: فقیہ الاسلام مفتی عبدالحلیم رضوی دام ظلہ کا خاندان ان کے علاقہ میں بااثر وصاحب جائیداد تھا۔ علمانوازی وغربا پروری ان کے والدین کا محبوب مشغلہ تھا۔ دروازہ پر ایک مولوی ضرور ہوتے ان کی کفالت وضروریات زندگی کی کفالت ان کے والد مرحوم فرماتے اور ان مولوی صاحب کی ذمہ داری تھی کہ مسجد میں اذان وامامت سنبھالے اور محلے کے بچوں کو دینی تعلیم دے۔ حضرت مفتی صاحب کے عہد طفلی میں مولوی عبدالحکیم ساکن بھورار کے ذمہ دروازہ کا مکتب تھا۔ آپ نے ان سے ناظرہ اور ابتدائی فارسی وہندی وحساب وزمین کی پیمائش کا علم حاصل کیا۔ کچھ پرائمری تعلیم شریف پور، ضلع سیتامڑھی کے اسکول میں حاصل کی۔ اس دوران حصول آزادی کے لیے نکلنے والے جلوس میں اسکول کے ٹیچر وعلاقہ کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ جھنڈیاں لےکر شریک ہوتے تھے۔

تعلیم وتربیت: موصوف کے والد کو ایک دیوبندی مولوی نے فریب دے کر

آپ کو مدرسہ اشرف العلوم کنہواں ضلع سیتامڑھی میں داخلہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی نے مذکورہ ادارے میں آپ کا داخلہ کرادیا۔ وہاں آپ نے فارسی کی متوسطات اور ابتدائی کی عربی کتابیں پڑھی۔

جناب عبدالباری حامدی ساکن پنڈول بزرگ نے آپ کے والد کو کہہ کر آپ کو دیوبندی مدرسہ سے نکالا اور محبِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن محبیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی میں داخلہ کرادیا۔ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن نوری و مولانا الحاج عبدالجلیل حامدی باتھوی کی خصوصی توجہ و تعلیم و تربیت سے آپ کے ذہن میں دیوبندیت کی حقیقت کھل گئی۔

مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں حضرت مولانا عبدالجلیل حامدی باتھوی اور مفتی مطیع الرحمٰن نوری علیہما الرحمہ سے یوسف زلیخا، بدائع منظوم، رقعات عالمگیری وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ایک سال مدرسہ نورالہدیٰ میں تعلیم حاصل کی۔

ایک دن درس کے بعد مولانا عبدالجلیل حامدی رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف زلیخا میں منقبت کے وہ اشعار جو عارف باللہ خواجہ عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تھے پڑھ رہے تھے، مولانا موصوف تشریح فرمارہے تھے، منقبت کا ایک شعر ؎

دلش بحریست ز اسرار الٰہی　　　　از و یک قطرہ از مہ تا بماہی

کی توضیح کے درمیان مولانا مفتی مطیع الرحمٰن نوری نے جو قریب ہی تھے مولانا سے فرمایا کہ: اسے میرے پاس بھیج دیجیے۔ آپ کتاب لیے ہوئے مولانا مفتی مطیع الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے مذکورہ شعر کی مزید توضیح فرماتے ہوئے سنّیت اور دیوبندیت کی سچی تصویر پیش کی۔ مفتی صاحب کی تقریر دل پذیر سے آپ بے حد متاثر ہوئے۔ خود مفتی عبدالحلیم رضوی دام ظلہ اپنے عہد طالب علمی کے مذکورہ واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مفتی صاحب کی تقریر دل پذیر سے متاثر ہو کر میرے ذہن میں مولوی محمود عالم فاضل دیوبند مدرس اشرف العلوم کنھواں کی بات کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامی بھی بریلوی عقیدہ کے تھے۔" گشت کرتی رہتی تھی میں نے اپنے نام کے ساتھ اسی وقت سے رضوی لکھنا شروع کیا۔"

۱۹۵۳ء میں مفتی عزیز الرحمٰن رضوی فیض پوری سابق مدرس دار العلوم منظر اسلام کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اور اہلِ سنّت کی مرکزی درسگاہ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور از میزان تا بخاری شریف مکمل تعلیم حاصل کی۔

مفتی عزیز الرحمٰن فیض پوری سے میزان ومنشعب ونحو میر وغیرہ، ریحانِ ملّت حضرت مولانا ریحان رضا قادری رحمانی میاں سے شرح مأۃ عامل ونفحۃ الیمن، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی سے متنبّی، مولانا نعیم الدین گورکھپوری سے مشکوٰۃ وجلالین، استاذ الاساتذہ مولانا حافظ مفتی محمد احمد خان عرف جہانگیر سے نحو، علوم عقلیہ وعربی ادب کی کتابیں، بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری سے فقہ واصولِ فقہ، محدث منظرِ اسلام مولانا احسان علی مظفر پوری سے کتبِ احادیث بالخصوص صحاحِ ستہ، مفسّرِ اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں سے شفا شریف وجلالین اور مولانا ثناء اللہ اعظمی سے شرح مأۃ عامل کے کچھ اسباق پڑھے۔

اسی دوران مفتی سید افضل حسین مونگیری نے الٰہ آباد بورڈ سے عالم کے امتحان کا فارم بھروایا اور تیاری مفتی جہانگیر اعظمی سے کروائی۔ چنانچہ اس امتحان میں آپ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

خصوصی تربیت: محدثِ اعظم بہار حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ نے آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ مفتی عبد الحلیم رضوی خود فرماتے ہیں کہ:

حضرت (محدث احسان علی) نے مجھے طلبا کے آزادانہ ماحول سے الگ کر کے اپنی تربیت میں رکھا۔ بارہ آنہ ایک روپیہ گز کا کپڑا پہنایا۔ میں نے بخوشی پہنا، کوئی اعترض نہ کیا۔ ان کا فرمانا تھا: ''محنت سے علم حاصل کرو۔ زینت اچھے کپڑے سے نہیں، علم سے ہے۔'' ان کا حکم تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں بڑے بال نہ رکھو کیونکہ بالوں کا بھی حق ہے۔ مثلاً تیل لگانا، کنگھی کرنا، سنوارنا اور اس میں وقت لگے گا۔ دورۂ حدیث کے سال فرمایا: ''اب زلف رکھو۔'' تو میں نے ان کے حکم پر زلف رکھا۔ نیز حضرت مفتی جہانگیر صاحب کی صحبت سے مذہبیت اور سنیت میں پختگی حاصل ہوئی۔ محنت کی تشویق دلاتے اور خلاف مستحب پر توبہ کرواتے تھے۔ مفتی جہانگیر صاحب کا معمول تھا کہ تنہائی میں اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے جس سے ان پر رقت وخشیت طاری ہو جاتی تھی۔ اساتذہ میں ان جیسا مفتی میری نظر میں

کوئی نہ تھا۔"

بیعت و خلافت: مولانا مفتی عبدالحلیم رضوی دام ظلہ کے استاذ و مربی محدثِ اعظم بہار علامہ احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ نے دورانِ تعلیم جب کہ مخدوم ملت، نور دیدۂ سرکار سمنان، تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد میاں المعروف محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف تشریف لائے، تو بیعت ہوجانے کا حکم دیا۔ آپ محدّثِ اعظم بہار علیہ الرحمہ کے حکم پر حضرت محدّثِ اعظم ہند سے بیعت ہوئے۔ حضرت محدّثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر طالب ہوئے۔ مفتی اعظم ہند نے اپنے آخری حج کی واپسی پر ۱۹۷۲ء میں مجاہد سنّیت الحاج صوفی محمد اسماعیل رضوی مرحوم کے مکان پر آپ کو سلسلۂ رضویہ کی اجازت سے نوازا۔ ۱۹۷۴ء میں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ اور قلمی سند اجازت اپنے دستخط ومہر کے ساتھ عنایت فرمایا۔ اور ان تمام سلاسل واسناد اوراد ووظائف اعمال واشغال کی اجازتیں عطا فرمائی جو انہیں بزرگوں سے حاصل تھی۔ جب مفتی صاحب دام ظلہٗ دوسرے حج کے موقع پر ۱۹۸۰ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضرت قطب مدینہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل فرمایا تو حضرت نے مطبوعہ سند بھی مرحمت فرمائی۔

محدّثِ اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری تلمیذ صدر الشریعہ وخلیفہ حجۃ الاسلام علیہم الرحمہ نے بھی موصوف کو تمام سلاسل اور اوراد ووظائف اور تعویذات وغیرہ کی اجازت عطا فرمائی اور کرم بالائے کرم یہ کہ بریلی شریف سے ناگور بذریعہ پوسٹ سند ارسال فرمایا۔

سلطان التارکین، مجاہد ملّت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی ۱۹۸۰ء میں آخری حج کی واپسی پر الحاج اشرف ناگوری کے مکان پر آپ سے فرمایا کہ: "مجھے جن جن سلاسل سے جتنی اجازتیں حاصل ہیں میں نے سب کی آپ کو اجازت دے دی۔"

خلفا:

۱۔ مولانا مفتی اشرف رضا قادری مصباحی، قاضی مہاراشٹر

۲۔ علامہ مفتی یحییٰ رضا نوری مصباحی

۳۔ مفتی حسیب الدین، مہوبہ

۴۔ مولانا طاہر حسین مصباحی، ہاوڑہ، کولکاتہ، بنگال

۵۔ مفتی لقمان احمد

۶۔ مولانا محمد علی شافعی کوکن، مہاراشٹر

۷۔ مولانا نور محمد، شہڈول

۸۔ مولانا نور محمد، ممبئی

۹۔ مولانا سید عبد الحفیظ، کٹنی

۱۰۔ مولانا قاری عبد الجلیل، پورنیہ، بہار

۱۱۔ مولانا بشیر خضر، کوکن، مہاراشٹر

۱۲۔ مولانا عبد القدیر، وجے واڑہ

۱۳۔ مولانا قاری انوار الحق، جبل پوری الہ اباد، یوپی

۱۴۔ مولانا حاجی احمد عرف عبید رضا عطاری ابن امیر دعوت اسلامی

۱۵۔ مولانا بلال رضا ابن امیر دعوت اسلامی

۱۶۔ مولانا ضیاء الدین، ڈودائنچہ

۱۷۔ مولانا شہاب الدین پنڈولوی، مدرس جامعہ ضیائیہ ددری

اولادِ امجاد: چار صاحبزادگان: (۱) جناب شعیب رضا نوری (۲) جناب یونس رضا (۳) مفتی یحییٰ رضا نوری مصباحی (۴) جناب مصطفیٰ رضا صاحب۔ ان تمام کے نام مفتی صاحب کے مرشدِ طلب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے تجویز فرمائے۔ ایک صاحبزدے عبید الرضا جو شعیب رضا سے بڑے تھے ایک سال ۲۸ر دن کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور ایک صاحبزادی کنیز فاطمہ ہے۔

مشاہیر تلامذہ:

۱۔ مولانا سید تنویر اشرف، کچھوچھہ

۲۔ مولانا سید اجمل حسین، کچھوچھہ

۳۔ مولانا عبدالرشید اشرفی برہان پوری

۴۔ مولانا عبدالرزاق جبل پوری مرحوم

۵۔ مولانا قاری انوارالحق احمد جبل پوری

۶۔ مفتی لقمان

۷۔ مولانا الحاج نسیم الدین رضوی

۸۔ مولانا عطاء الرحمٰن شافعی

۹۔ سید محمد صفی اشرفی رائچوری

۱۰۔ مولانا محمد علی شافعی

۱۱۔ مولانا صوفی نظام الدین، آشٹی مہاراشٹر

۱۲۔ مولانا علاء الدین چھپراوی، صدرالمدرسین دارالعلوم نعیمیہ چھپرا

۱۳۔ مولانا سہیل احمد، صدر مدرس دارالعلوم محی الاسلام سیوان

ان کے علاوہ تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد دو سال تک جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس رہے۔ پھر مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ (بانی جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور) کی ایما پر جامعہ نعیمیہ چھپرا میں چھ سال تک مدرسہ نعیمیہ میں مدرس رہے۔ اس دوران بانی مدرسہ مولانا نعیم الدین چھپروی کے شانہ بشانہ ادارے کی تعمیر و ترقی میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسے بہار کی عظیم درسگاہوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ پھر ۴/اپریل ۱۹۶۲ء سے جولائی ۱۹۷۵ء تک جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور میں پاسبانِ ملّت علامہ مشتاق احمد نظامی کے حکم سے مدرس رہے اس بیچ جامعہ کے تعلیمی امور کے ساتھ ساتھ تربیت طلبہ اور دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سر رہی۔

تقریر و مناظرہ: ایک مناظرہ چھپرا میں غیر مقلد سے ۲۶-۱۹۶۱ء میں ہوا۔ پھر زمانۂ تدریس ناگپور (۲۶۹۱ء تا ۱۹۷۵ء) میں ایک مناظرہ مہاراشٹر کے کسی قصبہ میں ہوا نیز ضلع ایوت محل میں اہلِ سنّت اور دیوبندیوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ علامہ ارشد القادری مناظر تھے۔ اس مناظرہ میں علامہ ارشد القادری کے ساتھ آپ مناظر قرار دیے گئے۔

جھریا ضلع دھنباد (جھارکھنڈ) میں اپریل ۱۹۸۷ء میں مشہور مناظرہ ہوا تھا۔ آپ بھی اس میں شریک تھے۔ اس مناظرہ میں دیوبندی مناظر نے ایک کتاب قطع الوتید کا حوالہ دے کر اعلیٰ حضرت کی تکفیر کی کوشش کی، ابھی سنی اسٹیج سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں ہوا تھا کہ حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب نے حضرت مفتی محمد حسین سنبھلی سے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو شک ہو رہا ہے۔ آپ اس سے کتاب منگوائیے۔ مفتی محمد حسین سنبھلی نے انتخاب قدیری مرادآبادی سے فرمایا کہ وہ کتاب لے کر آئے۔ مفتی عبدالحلیم صاحب نے کتاب کا مطالعہ کیا، اس میں کہیں تکفیر کی عبارت نہیں تھی۔ اب اس سے حوالہ طلب کیا گیا اور وہ حوالہ نہ دے سکا پھر اس کے بعد کچھ ہی دیر تک مناظرہ چل سکا اور اہلِ سنّت کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

اس کے علاوہ ناگپور میں ایک مرتبہ اجنی کی مسجد میں جامعہ عربیہ کا نمائندہ بن کر عبدالسمیع دیوبندی سے اقامت کے موضوع پر مناظرہ طے ہوا وہ ابتدائی لمحات میں ہی جواب دینے سے عاجز ہو گیا اور شکست قبول کرلی۔

ایک مرتبہ ناگپور۔ کے محلہ لشکری باغ میں بھی اقامت ہی کے مسئلہ پر طاہر گیاوی اور ارشاد دیوبندی سے ایس پی کی موجودگی میں مفتی غلام محمد صاحب و مفتی مجیب اشرف صاحب کے ساتھ مناظرہ میں شریک تھے۔

اسی طرح برہان پور میں ارشاد دیوبندی نے جب مناظرہ کا چیلنج کیا تو مفتی صاحب نے چیلنج قبول کیا۔ مگر ارشاد نے عین موقع پر راہ فرار اختیار کیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی مواقع درپیش ہوئے مثلاً ناگپور میں ۷۷-۸۷ ۱۹ء میں ارشاد اور کئی دیوبندی مولویوں کے تقریر کا رد اور جواب الجواب کا ہفتوں سلسلہ رہا۔ ان معاملات میں مفتی مجیب اشرف صاحب اور مولانا سعید اعجاز کامٹوی رحمۃ اللہ علیہ بھی پیش پیش تھے۔ اس کے علاوہ جہاں ضرورت پڑی ہندو بیرون ملک احقاق حق اور ابطال باطل و دین وسنیت کی خدمت اور اہل سنت کے درمیان عملی جذبہ بیدار کرنے کے لیے دور طالب علمی سے لے کر اب تک (تادم تحریر عمر ۶۷ سال ہے) تقریری وعملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

فتاویٰ نویسی: سب سے پہلا فتویٰ مدرسہ نعیمیہ چھپرا میں دیا۔ سوال تھا کسی نے اپنی بیوی سے تین مرتبہ 'جواب دیا' کہہ دیا۔ بہت سے علماء نے طلاق بائن کا حکم

لگایا مگر مفتی صاحب کی بارگاہ میں استفتاء پیش ہوا تو آپ نے اس کے تحت کہ: ''جو الفاظ جن علاقوں میں جس معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اسی معنی کا اعتبار کیا جائے گا۔'' مغلظہ کا حکم نافذ کیا جسے وہاں کے تمام علما نے تسلیم کیا۔ پھر اس کے بعد جب ناگپور تشریف لائے تو جامعہ عربیہ ناگپور میں حضرت مفتی عبدالرشید فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہ کر ڈیڑھ سال تک فتویٰ نویسی کرتے رہے۔ پھر مفتی علیہ الرحمہ نے سارا دارالافتاء آپ کے سپرد یہ کہہ کر کر دیا کہ آپ کو اب اصلاح کی ضرورت نہیں۔ جامعہ عربیہ میں جب تک رہے ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات دیتے رہے، اور اب تک یہ سلسلۂ خیر و برکت جاری ہے۔

تصانیف:

۱۔ اسلام میں ڈاڑھی کا مقام

۲۔ مسلمانوں کی بیماریاں اور ان کا علاج

۳۔ فلم 'خانۂ خدا' کے متعلق شرعی حکم

۴۔ اقامت کے وقت کھڑے ہونے کا شرعی حکم، وغیرہ

مزید دینی خدمات: فراغت کے بعد جماعت رضائے مصطفی کی چند شاخوں کے ماتحت بالاگھاٹ شہڈول رائچور وغیرہ میں تقریریں کیں اور اس کی مختلف شاخوں کا قیام عمل میں لایا۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی متعدد میٹنگوں میں شرکت کی تقریریں کیں۔ آل انڈیا تبلیغ سیرت کے بھی رکن رہے۔ سنی تبلیغی جماعت کے ماتحت مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر کے بہت سے مقامات پر تقریر اور تبلیغ کے ذریعہ خدمت انجام دی۔ پھر ۱۹۹۰ء سے دعوت اسلامی (جو کہ اہلِ سنّت کی تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ہے) سے وابستہ ہوئے اور پھر اس کی حمایت اور تائید میں پورے ملک کے طول و عرض میں اس وقت سے لے کر تادم تحریر مسلسل خدمات انجام دے رہے ہیں۔ امیر اہلِ سنّت مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی نے آپ کو سرپرست دعوت اسلامی نامزد کر دیا۔ آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف اور ناتوانی کے باوجود دین وسنیت کی خدمات کو اب بھی انجام دے رہے ہیں۔

حج وعمرہ: آپ نے تادم تحریر نو حج اور پانچ مرتبہ عمرہ کے لیے مستقل سفر

فرمایا۔ حج: ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۸ء،

عمرہ: ۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۲۰۱۲ء

غیر ممالک کا سفر: آپ نے دین وسنیت کی تبلیغ کے لیے کئی ممالک کا سفر کیا جن میں سے چند یہ ہیں: بغداد معلیٰ (یہاں کا آپ نے چار مرتبہ سفر فرمایا) پاکستان، بنگلہ دیش، عراق، اردن، شام، کویت، نیپال وغیرہ۔

مدارس ومساجد کا قیام وسرپرستی: آپ نے اپنے آبا واجداد کی کچی مسجد کو از سرنو خوبصورت پختہ تعمیر کروایا اور اسے 'نوری مسجد' سے موسوم کیا، جو آبائی وطن ددری ضلع سیتامڑھی میں ہے۔ ایک مسجد جامعہ ضیائیہ فیض الرضا کے دامن میں بنام 'مسجد برکات رضا' زیر تعمیر ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۸/اپریل ۲۰۱۰ء کو ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سی مساجد کی تعمیر میں حصہ لیا مثلا رضا مسجد ناگپور وغیرہ۔

آپ نے اپنے آبائی وطن ددری، ضلع سیتامڑھی میں جامعہ ضیائیہ فیض الرضا قائم فرمایا جس میں اعدادیہ تا سادسہ اور حفظ وقرأت کی عمدہ اور ٹھوس تعلیم ہو رہی ہے۔ آپ کو یہ ادارہ جان ومال اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اس کے علاوہ دار العلوم غریب نواز ناندیڑ۔ جامعہ عربیہ رضاء العلوم ساکی ناکہ، ممبئی۔ دار العلوم غوثیہ چھنڈ واڑہ وغیرہ ایک درجن سے زائد مدارس آپ کی زیر سرپرستی چل رہے ہیں۔

شعر وسخن: آپ کو دورِ طالب علمی ہی سے شعر وسخن اور شاعری کا ذوقِ سلیم ہے اور نعت ومنقبت کے ذریعے اپنی فکر پیش کرتے رہے ہیں چند اشعار حاضر ہے:

آ گئے ہیں ہم سنہری جالیوں کے سامنے
مٹ گئے سب غم سنہری جالیوں کے سامنے
آیۂ واللیل پڑھ پڑھ کر سنواروں رات دن
گیسوئے پرخم سنہری جالیوں کے سامنے
اپنی قسمت دیکھئے ان پر درود ان پر سلام
پڑھ رہے ہیں ہم سنہری جالیوں کے سامنے

چمکتا دیکھتے ہو آسمان پر کہکشاں کیا ہے
اڑی معراج میں محبوب کی خاک کف پا ہے

جہاں چاہیں قدم رکھیں میں صدقے آپ کے آقا
یہ آنکھیں آپ ہی کی ہیں یہ دل بھی آپ ہی کا ہے
میری قسمت چمک جائے جو وہ محشر میں فرمادیں
الٰہی بخش دے رضوی کو میرا نام لیوا ہے

احمد رضا کا عرس منایا کریں گے ہم
دنیائے سنیت کو جگایا کریں گے ہم
جن کا ہے ہم پہ آج بھی احسان بیکراں
رضوی اسی کی یاد منایا کریں گے ہم

احمد رضا کی دل میں محبت بسا کے دیکھ
ان کے حریم ناز پہ آنکھیں بچھا کے دیکھ

گر دیکھنی ہے عظمت محبوب کبریا
اے کم نظر بریلی کا سرمہ لگا کے دیکھ

مفتی عبدالحلیم شاکر

(ولادت: ۶؍جون ۱۹۵۸ء)

مولانا عبدالحلیم شاکر ابن غلام رسول ابن محمد جان مرحوم موضع بکھری، پوسٹ بکھاری وایا سرسنڈ، ضلع سیتامڑھی میں ۶؍جون ۱۹۵۸ء کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولوی غلام رسول صاحب کے سایۂ عاطفت میں حاصل

کی۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد حنیف القادری صدر المدرسین مدرسہ مظہر العلوم، سسوا، کٹیا ضلع مہوتری نیپال (خلیفہ تاج الشریعہ) سے حمد باری (فارسی اول، دوم)، گلستاں، دیوان حافظ اور شرح مأۃ عامل وغیرہ کی تعلیم پائی۔ پھر بریلی شریف پہنچے اور دارُالعلوم منظرِ اسلام میں داخلہ لیا اور مروجہ نصاب تعلیم کے مطابق جملہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔ ۱۹۷۷ء میں سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ دارُالعلوم قادریہ غوثیہ محلّہ مرغیا چک سیتامڑھی سے شروع کیا۔ جہاں چار سال (۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۱ء) سے زائد مسند تدریس کو زینت بخشی۔ پھر وہاں سے مستعفی ہو کر الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء دھرم پور بھانڑسر، ضلع سرلاہی، نیپال تشریف لے گئے اور وہاں بھی تقریباً پانچ سال (۸۲ء تا ۸۶ء) قیام فرمایا اور کچھ اختلافات کے سبب تقریباً دو سال (۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۹ء) الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ پھر دوبارہ فیض الغرباء بھانڑسر، سرلاہی، نیپال میں ۱۹۹۰ء میں واپسی ہوئی جہاں تقریباً آٹھ سال تک تشریف فرما رہے۔ اور مسند صدارت کو فیض بخشتے رہے۔

مولانا عبد الحلیم شاکر نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا موصوف کو دینی تعلیم، فنون ادب، عربی فارسی اور اردو کے ساتھ ہندی، انگلش، آسامی، بنگالی اور نیپالی زبان پر یکساں عبور حاصل ہے۔ اور مذکورہ تمام زبانیں لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

ریاست اڑیسہ کے شہر بڑبل (ضلع کیونجھر) کی جامع مسجد جس پر تقریباً اکیس برسوں سے بدمذہبوں کا قبضہ تھا۔ اس مسجد کو آپ نے اپنی حکمت عملی سے فتح کیا اور تبلیغی جماعت کے کئی افراد سے توبہ کرایا۔ وہ مسجد آج تک بفضلہ تعالیٰ اہلِ سنّت کے قبضے میں ہے اور اس کے امام وجملہ ارکان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مسلکِ عشق وعرفان پر گامزن ہیں۔

مولانا عبد الحلیم شاکر بڑے خوش مزاج، خوش خلق اور محنتی انسان ہیں۔ راقم الحروف کے بڑے قدرداں اور دوستانہ مراسم رکھتے ہیں۔

فی الوقت مدرسہ مظہر العلوم سسوا، کٹیا میں خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔

حافظ عبد الحلیم

(وصال: ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

فخر الحفاظ حافظ عبد الحلیم بن امام بخش اندولی کے ایک محلہ (عبد الغفور کا ٹولہ) میں پیدا ہوئے۔ تکمیل حفظ قرآن کریم بلوا، راجپور کے مدرسہ میں کیا۔ پھر حافظ بادشاہ صاحب سمراوی کو دَور سنایا چنانچہ آپ کا شمار حافظ بادشاہ کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے۔

حفظ پڑھنے میں اس دیار میں ضرب المثل تھے۔ ان کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ کنہواں سے اندولی آتے جاتے ہوئے جس کی مسافت ۱۲ میل ہے قرآن پاک ایک ختم پڑھ لیا کرتے تھے۔ مدرسہ اشرف العلوم کنہواں میں ۱۳۴۷ھ سے ایک عرصہ تک درجہ حفظ کے مقبول استاذ رہے۔ بہت وجیہ، بارعب، بہت محنتی و مخلص استاذ تھے۔ مذکورہ مدرسہ چونکہ اہل وہابیہ کا تھا اس لیے اس سے الگ ہوکر مدرسہ نورُ الہدیٰ پوکھریرا میں استاذ مقرر ہوئے۔ اور کافی عرصہ تک وہاں حفظ کے استاذ رہے، آپ سنی صحیح العقیدہ مومن تھے۔ تاہم ان کے اہل خانوادہ بعد میں ان کے مسلک۔ سے منحرف ہوگئے اور دیوبندیت کی طرف مائل ہوگئے۔ چنانچہ ان کی وصیت کے خلاف ایک بددین سے ان کی نماز جنازہ پڑھوئی البتہ کچھ عرصہ پہلے ان کے بڑے صاحبزادے حافظ حفاظت کریم نے اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوکر مذہب حق مسلک اعلیٰ حضرت کو قبول کرلیا اور اہلِ سنّت و جماعت کے مشہور ادارے دارُ العلوم قادریہ مدینۃ العلوم اندولی میں تعلیم دیتے رہے۔

۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں آپ کی وفات ہوئی اور اندولی کے قدیمی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مایہ ناز شاگردوں میں آپ کے صاحبزادے حافظ حفاظت کریم اندولی، حافظ عبد الجلیل اندولی پرواہا، حافظ وقاری طیب کنہواں سابق ناظم اشرف العلوم کنہواں، اور حافظ محمد سلیم بتھا سابق مدرس اشرف العلوم کنہواں وغیرہ سیکڑوں حفاظ شامل ہیں۔ جب کہ ان کے دیگر لواحقین میں عبد الکریم ڈاکٹر، مولانا ہارون رشیدی سابق صدر ٹیچرس ایسوسی ایشن پٹنہ وممبر مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، مولوی مقصود عالم اور مولوی صدر عالم ہیڈ مولوی مدرسہ رحمانیہ اندولی تاہنوز اپنے پرکھوں کے مسلک و مشرب سے الگ ہٹ کر ان

کی ارواح کو ایذا رسانی کر رہے ہیں اور اندولی میں اپنی جماعت کے سر خیل واساطین مانے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہدایت دے)

مولانا عبد الحمید نوری

(ولادت: کنہواں، ضلع سیتامڑھی)

مولانا عبد الحمید نوری ابن عبد اللطیف انصاری ابن ظفر علی انصاری اپنے آبائی مقام قصبہ کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں مولانا منظور احمد اور مولانا حامد حسین مرحوم سے حاصل کی اور متوسطات کی تعلیم کے لیے مئوناتھ بھنجن گئے، جہاں تین سال گزارنے کے بعد مرکز اہلِ سنت بریلی شریف پہنچے اور جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی شریف میں داخلہ لے کر ماہر اساتذہ بحر العلوم سید مفتی سید افضل حسین مونگیری، مفتی محمد جہانگیر فتحپوری، محدث احسان علی اور مولانا محمد ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں علیہم الرحمہ والرضوان کے زیر سایہ متواتر چار سال تک نہایت ہی جد و جہد کے ساتھ تحصیل علم کیا۔ ۱۷/اکتوبر ۱۹۶۲ء کو سند فراغت و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

دورانِ تعلیم ۱۹۶۱ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت ہوئے۔ فراغت کے بعد دو ماہ بھیمواں ہائی اسکول میں تعلیم دی۔ پھر ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۵ء تین سال تک بھیمواں میں درس و تدریس سے منسلک رہے۔ پھر ۱۹۶۶ تا ۱۹۶۸ء سندر پور ضلع سرلاہی نیپال میں تدریسی فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۶۹ء سے تادم تحریر مشہور ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں میں مسند تدریس کو زینت بخش رہے ہیں۔ جہاں تقریباً چالیس برسوں میں ہزاروں کی تعداد میں آپ نے قابل تلامذہ کی ٹیم تیار کی ہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا ہے۔

تلامذہ: مولانا محمد اظہار احمد مصباحی، مولانا محمد اسلم مصباحی، مولانا محمد ملازم رضا مصباحی، مولانا مفتی نجم الدین مصباحی، مولانا محمد رضا، کما، مولانا محمد مرتضیٰ، مولانا محمد وصی عالم، مولانا محمد رئیس عالم آپ کے قابلِ ذکر تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مولانا نوری کو محدث احسان علی فیض پوری سے اجازتِ تعویذات نویسی حاصل ہے۔

مولانا عبدالسمیع مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۷ ۱۹۴ء —— وصال: ۷ رجولائی ۷ ۲۰۰ء)

مولانا عبدالسمیع مصباحی ابن محمد عباس مرحوم ۷ ار مارچ ۷ ۱۹۴ء کو بمقام سنگا چوری، پوسٹ بدھ نگرا ضلع سیتامڑھی میں ایک رئیس مذہبی زمیندار خانودہ میں پیدا ہوئے۔ اسی دینی وخوشحال اور علمی گھرانے میں بڑے نازونعم اور ٹھاٹ باٹ سے آپ کی پرورش ہوئی۔ دولت کی بہتات تھی، چاہتے تو اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کر سکتے تھے جیسا کہ دوسرے صاحبِ ثروت گھرانوں کا حال ہے۔ مگر توفیق الٰہی شاملِ حال رہی کہ دینی ومذہبی علوم کی طرف راغب ہوئے۔

آپ کے تعلیمی دور کے ابتدائی حالات نہیں معلوم ہو سکے البتہ آپ کے پسماندگان کی نشاندہی سے پتہ چلا کہ آپ نے اپنا آخری تعلیمی دور دارُ العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں گذارا۔ حافظِ ملّت، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ محمد شفیع اعظمی اور علامہ عبدالرؤف بلیاوی کی بارگاہوں سے اکتسابِ فیض کرکے ۱۹۶۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع سے دستار فضیلت وسند سے نوازے گئے۔ اسی تعلیمی نسبت کی وجہ سے 'مصباحی' کہلائے۔

علومِ نقلیہ وعقلیہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد درس وتدریس کا آغاز ریاست جموں کشمیر سے کیا۔ جہاں ایک ادارہ کی طلب پر استاذ گرامی حضور حافظ ملّت قدس سرہٗ کے حکم سے تشریف لے گئے۔ اور کافی دنوں تک وادی کشمیر کی سرد فضاؤں میں اپنے علوم وفنون کی گرم بازاری کے جوہر دکھائے۔ اور اس خطۂ برف پوش کو جہاں علم وفن کا ماحول بھی برفیلی وادیوں کی طرح منجمد تھا، آپ نے روشن وتابناک کردیا۔ سچ کہا ہے کسی نے:

مصباحی جہاں بھی جائیں گے ماحول کو روشن کردیں گے
ہے مہر درخشاں کی صورت فیضانِ رواں اشرفیہ کا

کشمیر سے واپسی کے بعد بہار کی عظیم درسگاہ جامعہ قادریہ مقصود پور میں شیرِ بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے نائب مدرس کی حیثیت سے بحال ہوئے اور کئی برسوں تک خدمت تدریس کرنے کے بعد اپنی بستی سنگاچوری کے کچھ احباب کے شدید اصرار پر ۱۹۶۶ء میں دارُ العلوم گلشن بغداد خود اپنی ہی زمین پر قائم فرمایا۔ اور تاحین حیات اس کے صد

رالمدرسین و سر براہ اعلیٰ رہے۔ ماشاء اللہ اب یہ ادارہ معیاری اداروں کی صف میں کھڑا ہے۔ مولانا محمد ظفر امام مصباحی اندولوی بحیثیت صدرُ المدرسین اسی گلشنِ علم و ادب کے بیل بوٹے سجانے میں لگے ہیں۔

مولانا عبدالسمیع مصباحی کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ، اشاعتِ دین اور ترویجِ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے عبارت ہے۔ آپ اسلام و سنّیت کے سچے داعی، مذہب اسلام کے اعلیٰ نقیب اور بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ بڑے ذہین، مدبر، بہترین منتظم کار تھے۔ دارُ العلوم گلشن بغداد کا قیام ان کا عظیم مذہبی کارنامہ ہے۔

آپ کے بے شمار تلامذہ اس وقت اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- مولانا قمر عالم مصباحی، شیخ الحدیث دارُالعلوم علیمیہ جمد اشاہی
- مولانا شوکت علی مصباحی • مولانا فیضان مصباحی • حکیم اصغر علی امجدی
- مولانا طفیل کانپوری • مولانا ایوب رضا آرزو۔

مورخہ ۷/جولائی ۲۰۰۷ء بروز پیر بعد نماز عشاء آپ کا وصال ہوا۔ الحاج مفتی محمد نسیم قادری جامعہ قادریہ مقصود پور نے نماز جنازہ پڑھائی اور سنگاچوری کے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کے پسماندگان میں تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ماسٹر محمد رضا اور مصطفیٰ رضا باحیات ہیں۔ ان میں اول الذکر ماسٹر محمد رضا، دارُالعلوم گلشن بغداد کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ اپنے والد گرامی کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری کر رہے ہیں اور ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

آپ کو بیعت کا شرف حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے حاصل تھا۔

حافظ مولانا عبدالشکور فیضی عزیزی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۲۸ء — وصال: یکم ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۱رمارچ ۱۹۹۷ء)

شمالی بہار کی مشاہیر شخصیات میں حضرت حکیم و عامل حافظ مولانا عبدالشکور فیضی عزیزی کا بھی نام آتا ہے۔ خاندانی روزنامچہ کی معلومات کے مطابق آپ ۱۹۲۸ء میں پیدا

ہوئے۔ اُردو وناظرہ وغیرہ کی ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی چچا جناب محمد معین الدین انصاری سے حاصل کی۔ پھر جب آپ کی عمر مستعار نو سال کو پہنچی تو ۱۹۳۷ء میں اپنے بہنوئی حنیفِ ملّت مفتی محمد حنیف قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ شمالی بہار کی مشہور درسگاہ جامعہ فیض الغرباء میں داخل ہوئے اور آپ نے وہاں تقریباً تین سال رہ کر فارسی سے ابتدائی عربی تک تعلیم حاصل کی۔ پھر جب حنیفِ ملّت جامعہ فیض الغرباء آرہ سے فارغ التحصیل ہوکر اپنے وطنِ مالوف آگئے تو آپ نے حنیفِ ملّت کے ایما پر ۱۹۴۱ء میں شمالی بہار اور نیپال کی مثالی درسگاہِ علم وفن مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی میں باضابطہ داخلہ لیا اور وہاں آپ نے حنیفِ ملّت کے رفیقِ درس مولانا زاہد حسین قادری اور حافظ عبدالحلیم اَندولی (معروف بہ حافظِ ریل) کے زیر عاطفت چار سال رہ کر حفظ قرآن پاک مکمل کیا۔ تکمیلِ حفظ کے بعد دوبارہ آپ جامعہ فیض الغرباء آرہ آگئے اور وہاں آپ نے تین سال قیام کرکے عالمیت تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ پھر جب آپ ۱۹۴۸ء میں تعطیلِ کلاں میں اپنے وطن مالوف آئے تو بعد رمضان المبارک استاذِ گرامی مولانا حافظ زاہد حسین قادری نے آپ کو اپنے ادارہ مصباح المسلمین علی پٹی میں بلاکر درجاتِ حفظ وتجوید اور اُردو ناظرہ اور ابتدائی عربی آپ کے سپرد کردیا اور آپ باضابطہ بحیثیت مدرّس اپنے فرائضِ منصبی انجام دینے لگے۔

۱۹۵۰ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اور ۲۱ رجمادی الاوّل ۱۳۷۱ھ/ ۱۸ رفروری ۱۹۵۲ء بروز پیر آپ کے گھر میں آپ کے فرزند ارجمند مفتی عبدالمنان کلیمی تولّد پائے۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۹۵ء تک تقریباً ۴۷ رسال ایک ہی ادارہ مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی سے مقبول ترین استاذ اور قابلِ تقلید معتمد منتظم کی حیثیت سے وابستہ رہے اور ۱۹۷۴ء میں جلالۃ العلم حضرت حافظ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دو سال تک آپ اپنے وطن مالوف موضع براہی، ضلع سیتامڑھی میں صاحبِ فراش رہے اور بتاریخ یکم ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۰ رمارچ ۱۹۹۷ء سہ شنبہ کی رات آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور علم وفضل، عمل وکردار اور طبابت وروحانیت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔

موصوف اپنے وقت کے جید حافظ، نہایت خوش آواز قاری، عالم باعمل، حکیم حاذق

اور متدین عالمِ دین کی حیثیت سے مشہور تھے۔ آپ کے تلامذہ میں علما میں مفتی محمد کلیم الدین قادری، فخرِ نیپال محمد اسرائیل رضوی، مناظرِ اعظم مفتی عبدالمنان کلیمی، مفتی محمد مصلح الدین قادری، مفتی محمد نجم الدین قادری، مولانا عبدالمعید مصباحی اور حفاظ میں شیرِ نیپال علامہ جیش محمد صدیقی، حافظ شرافت حسین، حافظ ظہیر الدین، حافظ عین الحق، حافظ عبدالحمید، حافظ محمد ادریس، حافظ تسلیم، حافظ داؤد حسین، حافظ عابد حسین، حافظ محمد مسلم اور حافظ قمر الدین جیسے نامور حفاظ و علما قابلِ ذکر ہیں۔

حافظ وقاری مولانا عبدالکریم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۸۸۲ء — وصال ۱۹۳۶ء)

عبدالکریم خان رضوی ابن یعقوب علی خان مرحوم ضلع سیتامڑھی کے مردم خیز سرزمین گما میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر حقیقی صوفی فرزند خان صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد حفظ کی تعلیم و تکمیل راجپور بلوا میں کی۔ تکمیل حفظ کے بعد والد گرامی نے عالم دین بنانے کا عزم مصمم کرلیا اور شیخ عبدالکافی الٰہ بادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد بھیج دیا۔ حضرت شیخ آپ کی ذہانت وذکاوت سے کافی متاثر ہوئے۔ اور علم ظاہر وباطن میں کامل واکمل بنا دیا۔ پھر اسی زمانے میں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری شہرہ آفاق مدرس اور پیکر رشد وہدایت محدّثِ جلیل تھے۔ آپ نے ان سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ اپنے بعض اساتذہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شہرہ سنا تو زیارت کا شوق ہوا۔ بریلی شریف پہنچے اور ۱۹۱۵ء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت ہوکر داخلِ سلسلہ ہوئے۔ شیخ وقت حضرت شاہ عین الحق علیہ الرحمہ سے آپ کو خلافت واجازت تفویض ہوئی، جو آپ کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ:

> ”مولانا عبدالکریم اپنے علاقے والوں کے لیے نعمت ربِّ کریم ہیں۔ ان کی ذات سے خدمت دین وخدمت خلق وابستہ ہے“

مولانا عبدالکریم رضوی علیہ الرحمہ نہ صرف باکمال عالم دین تھے بلکہ بااثر سرمایہ دار بھی تھے۔ خاندانی اثر ورسوخ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ فن سپہ گیری اور پہلوانی میں یکتائے

روزگار تھے۔ اور گاؤں اور علاقہ میں ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔ چنانچہ آپ کی شان وشوکت وخاندانی رعب ودبدبہ کے سبب تاحینِ حیات انگریزی دَور میں کُمّا کے اندر پولیس یا داروغہ کے آنے کی ضرورت نہ پڑی۔ جملہ معاملات آپ اپنی حسن تدبیر سے حل کر دیا کرتے۔ مسلم وغیر مسلم تمام برادری میں آپ کی قدردانی مسلم تھی۔ آپ کے فیصلے جملہ حضرات بطیب خاطر قبول کر لیتے۔

مدرسہ نوُرالعلوم کی تاسیس و تعمیر: حافظ وقاری مولانا عبد الکریم رضوی یوں تو گونا گوں خوبیوں کے مالک اور زائد الوصف صلاحیتوں کے جامع تھے۔ تاہم کمّا (سیتامڑھی) میں مدرسہ نور العلوم کی تاسیس وتعمیر آپ کا اہم ترین کارنامہ ہے، جو ایک مبارک خواب کا نتیجہ تھا۔ ۱۹۱۹ء میں جب علاقہ میں دُور دُور تک کوئی ادارہ نہیں تھا، آپ کے دل میں مدرسہ قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ پھر مشہور بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ عرف خاکی بابا علیہ الرحمہ کے مشورہ سے ۲۲ رفروری ۱۹۲۲ء کو حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی کے دست مقدس سے باضابطہ اس کی سنگ بنیاد رکھی گئی اور حدیث وتفسیر، فقہ واصولِ فقہ کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کرنے کے لیے حضرت مفتی محمد شرف الدین بلہاوی در بھنگوی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مفتی محمد شرف الدین در بھنگوی کو درس وتدریس کا ایسا ملکہ حاصل تھا کہ اس دور میں عدیم النظیر تھے۔ آپ نے مدرسہ نوُر العلوم کے جملہ تدریسی امور کا بارِ عظیم اپنے کاندھے پر لے لیا اور حضرت مولانا عبد الکریم رضوی قدس سرہٗ نے مدرسہ کے انتظام وانصرام طلبہ کے خورد ونوش کا بار گراں اپنے اوپر لے لیا۔ اس طرح ان نفوس قدسیہ کی نیک نیتی اور بلند حوصلگی اور خلوص وللّٰہیت کی بدولت یہ مدرسہ اپنی علمی شان وشوکت میں یگانہ ہوگیا اور دور دراز سے تشنگانِ علوم جوق در جوق آنے لگے اور مشکوٰۃ شریف وترمذی شریف وغیرہ کی تعلیم کا سلسلہ چل پڑا اور عرصہ تک جاری رہا۔

حضرت حافظ عبد الکریم رضوی علیہ الرحمہ علما وطلبہ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ اور اہلِ کمّا کو بھی ان سے محبت رکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ کے فیض یافتہ حضرت قاری محمد حنیف صاحب بلہیاوی علیہ الرحمہ کے سامنے جب آپ کے استاذِ گرامی حضرت مولانا عبد الکریم رضوی کا تذکرہ آتا تو ان کی عنایات کو یاد کر کے بے ساختہ نمدیدہ و

اشکبار ہو جاتے۔ ان ہی کی تعلیمات اور شبانہ روز انتھک جدو جہد کا ثمرہ ہے کہ آج بھی کما میں علم دوست وعلما نواز لوگ بکثرت موجود ہیں۔ موصوف کے وصال کے بعد حوادثات زمانہ ومرور ایام کی وجہ سے مدرسہ نورُ العلوم کو ایک عرصہ تک زوال پذیر رہنا پڑا بالآخر آپ کے پر پوتے استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالہادی رضوی مدرس جامعہ فاروقیہ، بنارس نے ۱۹۸۹ء میں اس کی تاسیس جدید کی اور اس کی راہ میں جملہ رُکاوٹوں کو دور فرما کر اسے جاری وساری فرمایا اور اس طرح یہ ادارہ پھر سے اپنی پرانی شان وشوکت کے ساتھ اپنی ضیاء بار کرنوں سے اطراف واکناف کو منور ومجلی کر رہا ہے۔

بالآخر کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْت کے سایہ میں الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کے مژدہ جاں فزا کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہوئے اور ۲۲ رجنوری ۱۹۳۶ء کو بعد نماز ظہر بصد ارمان لقائے محبوب اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اس امیر اہل کما پر

مولانا عبدالکریم صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں حاصل کی جہاں فارسی کی اعلیٰ تعلیم ہوا کرتی تھی۔ پھر راجستھان کے شہر ٹونک میں جملہ علوم وفنون کی کتب متداولہ پڑھی اور منظرِ اسلام بریلی میں تکمیلِ تعلیم کی اور سندِ فضیلت ودستار حاصل کیا۔ کچھ دنوں بنگال میں رہے۔ پھر اپنے گاؤں کی جنوبی مسجد کے قریبی دالان میں مدرسہ قائم فرمایا جو 'مدرسہ کریمیہ' کے نام منسوب رہا۔ آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسما مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خلیفہ حجۃ الاسلام مولانا محمد ایوب حامدی
(۲) قاضی القضاۃ مفتی محمد فضل کریم رضوی، قاضی ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ
(۳) حضرت علامہ مفتی محمد عزیز الرحمن حامدی فیض پوری، مفتی اعظم گجرات، احمد آباد
(۴) خلیفۂ مفتی اعظم ہند مفتی محمد بدرالدین رضوی باتھوی
(۵) مولانا لطافت حسین باتھوی

(۶) مولانا محمد بدرالدین شاہ منظری
(۷) مولانا محمد الیاس حامدی، نائب امام جامع مسجد ممبئی نمبر ا
(۸) مولانا محمد رفیق باتھوی، خطیب وامام بیل گچھیا کلکتہ
(۹) مولانا وصی احمد حامدی باتھوی، خطیب وامام برجونالا کلکتہ
(۱۰) مشہور افسانہ نگار ولی الرحمٰن باتھوی عرف شین مظفر پوری
(۱۱) صاحبزادہ مولانا مشتاق احمد رضوی
(۱۲) مولانا محمد سلیم حامدی، خطیب وامام حمدی جامع مسجد دھوبی تالاب ممبئی نمبر ا

مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی

(ولادت: ۱۸ر فروری ۱۹۵۲ء)

ولادت و نسب: عبدالمنان کلیمی بن حافظ حکیم عبدالشکور عزیزی بن منشی محمد حسین دبیر بن جان محمد بن جناب محمد علی۔ آپ کی تاریخ پیدائش خاندانی بیاض کے مطابق ۱۸ر فروری ۱۹۵۲ء ہے۔ لیکن سندوں میں ۱۲ر جون ۱۹۵۶ء درج ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم خاندانی جدِّ کریم جناب محمد معین الدین انصاری اور ان کے برادر عزیز جناب محمد زین الدین انصاری سے نیز گاؤں کے سرکاری مکتب میں ہوئی۔ جب آپ سات سال کے ہوئے تو اچانک سخت بیمار پڑے اور جینے کی بالکل امید نہ تھی تو آپ کو آپ کے والد گرامی اپنے ہمراہ علاج ومعالجہ کے لیے مصباح المسلمین علی پٹی نیپال لے گئے۔ جہاں مذکورہ ادارہ میں ۱۹۶۴ء تک اپنے والد گرامی اور مولانا سالک حسین رضوی اور اپنے ماموں ماسٹر ڈاکٹر محمد عظیم الدین سے اردو، ابتدائی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر فارسی سے شرح جامی تک استاذ العلماء حضرت مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی سے پوری توجہ وانہماک کے ساتھ تعلیم حاصل کی جن کی بافیض صحبتوں نے آپ کو اسیر کلیم بنا دیا۔ اور انہیں کی نسبت سے آپ 'کلیمی' کہلائے۔

۱۹۶۴ء شوال المکرم کے مہینہ میں آپ کے استاذ گرامی حضرت مفتی محمد کلیم الدین رضوی نے خود لے جا کر آپ کا داخلہ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم، دامودر پور، مظفر پور میں کرایا،

جہاں آپ ۱۹۶۷ء تک نامور اساتذہ کرام مفتی محمد کاظم علی عزیزی، مفتی محمد انور علی مصباحی، مفتی شاکر القادری مظفر پوری کے زیر سایہ رہ کر عالمیت تک کی تعلیم مکمل کی۔

۱۹۶۷ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۷۵ء تک درس نظامیہ و تحقیق کی مکمل تعلیم حاصل کی، جہاں آپ کے اساتذہ تھے: حافظ ملّت مولانا شاہ عبد العزیز محدّث مرادآبادی، مفتی شمس الدین جعفری (مصنف قانونِ شریعت)، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، محدّث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا ظفر ادیبی مبارکپوری، مولانا محمد شفیع اعظمی اور شیخ القرآن مولانا عبداللہ خان عزیزی۔

۱۹/اگست ۱۹۷۵ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ فاضل درس نظامیہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ لکھنؤ یونیورسیٹی سے بی اے، اور گورکھپور یونیورسٹی سے ایم اے اردو بھی ہیں۔

بیعت و خلافت: زمانۂ طالب علمی میں ۱۹۷۲ء میں حافظ ملّت عزیز الاولیاء شاہ عبد العزیز محدّث مرادآبادی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور مرشد بیعت کے وصال فرماجانے کے بعد ۱۳/رجب ۱۴۰۹ھ کو احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی علیہ الرحمہ سے طالب ہوئے۔ آپ کے مرشدانِ اجازت وخلافت میں برہان ملّت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری قدس سرہٗ، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری پاکستان، حضرت مولانا قاری سید اصغر علی قادری اور مفتی شاہ نذیر الاکرم نعیمی علیہ الرحمہ شامل ہیں جنھوں نے آپ کو باضابطہ سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، برکاتیہ، رضویہ، اشرفیہ، نعیمیہ، اکرمیہ کی تمام تر اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد معروف ادارہ جامعہ شمس العلوم گھوسی میں تقریباً سات سال تک تشنگان علوم کو سیراب کرنے کے بعد خیرآباد ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ ضیاء العلوم میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے اور چند سال خدمت تدریس کرنے کے بعد قصبہ بھوجپور مدرسہ عزیز العلوم پھر جامعہ اکرم العلوم مرادآباد تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو گئے۔ آپ جہاں کہیں بھی رہے بڑی ایمانداری، محنت ومشقت اور جدوجہد کے ساتھ اپنے تلامذہ کو باصلاحیت بنانے کی پوری کوشش کی۔

آپ کے تلامذہ وفیض یافتگان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جن میں مفتی، مدرس، مفکر، اور اصحاب قلم ودانشور بھی ہیں، ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مفتی محمد خورشید، صدر المدرسین جامعہ فاروقیہ، بھوجپور، مرادآباد۔
(۲) مفتی عابد حسین نوری مصباحی، شیخ الحدیث و مفتی جامعہ فیض العلوم جمشید پور۔
(۳) مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی، صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی۔
(۴) مولانا مفتی قاسم رضا منانی، صدر المدرسین مدرسہ اکرم العلوم مرادآباد۔
(۵) مفتی علاء الدین رضوی، بانی: انجمن ثنائیہ دارالیتامیٰ، میرا روڈ، ممبئی
(۶) مفتی شعیب رضا نعیمی، بانی: اسلامی مرکز، دہلی
(۷) مولانا اسد اللہ حبیبی۔
(۸) مولانا ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین پروفیسر شعبۂ اردو جواہر لال نہرو یونیورسٹی۔
(۹) مولانا مفتی محمود عالم کماوی مفتی خانم جان عربک اسکول بنارس۔
(۱۰) حافظ و قاری محمد صلاح الدین براہی سیتامڑھی۔
(۱۱) حافظ محمد شمس الحق رضوی، ڈائرکٹر مجلس فکر رضا لدھیانہ (پنجاب)۔

فضائل و کمالات: حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی بے شمار فضائل و کمالات کے مالک ہیں۔ آپ بیک وقت بہترین مدرس، لائق و فائق شیخ الحدیث، بے مثال مناظر، باکمال خطیب، نباض مفتی اور قابل احترام مفکر و مدبر ہیں۔ درس تفسیر و حدیث، ارشاد و تبلیغ، ملی قیادت و رہنمائی، تصنیف و تالیف، خدمت خلق، پیغام امن و انسانیت، اور فلاح ملک و ملت آپ کے محبوب مشاغل اور اہم مصروفیات ہیں۔

آپ فی الوقت جامعہ اکرم العلوم مرادآباد میں بحیثیت مہتمم و اعزازی شیخ الحدیث و صدر مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد تنظیموں و جمعیتوں کے بانی و سربراہ ہیں۔ نیز درج ذیل اداروں سے آپ کی وابستگی ہے۔

- جامعہ اکرم العلوم نعیمیہ انسٹی ٹیوٹ، ضلع جے پی نگر (بحیثیت سربراہ
- مجلس علماء ہند (بحیثیت بانی سرپرست)
- آل انڈیا قومی ایکتا کمیٹی نئی دہلی (بحیثیت نائب سرپرست)
- علامہ فضل حق ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ، براہی، سیتامڑھی (بحیثیت بانی و سربراہ اعلیٰ)

تصنیفی و اشاعتی خدمات: حضرت مفتی کلیمی شروع سے ہی فعال

ومتحرک شخصیت کے حامل رہے۔ گھوسی کے زمانہ تدریس میں 'دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی' کے نام سے ایک اشاعتی و تصنیفی ادارہ قائم فرمایا۔ جس کی زیر نگرانی جماعت اہلِ سنّت کا سب سے پہلا علمی و دینی سمینار ۱۹۷۸ء میں بنام 'صدر الشریعہ سمینار' منعقد کیا جس میں صدر الشریعہ کے حالات زندگی اور دینی و علمی افکار و خدمات پر مقالے پیش کیے گئے۔ انھیں مقالات کو بعد میں اضافہ کے ساتھ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور نے "صدر الشریعہ نمبر" کی شکل میں شائع کیا۔

اسی ادارہ کے تحت آپ نے ۱۹۷۹ء میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے غیر مطبوعہ فتاویٰ امجدیہ ۴؍ جلدوں کی تبییض و ترتیب کا اہم کارنامہ انجام دیا جس کی دو ابتدائی جلدیں آپ ہی کی زیر نگرانی میں اشاعت پذیر ہوئیں۔ چنانچہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول کے دیباچہ میں عرض مرتب کے تحت آپ تحریر فرماتے ہیں:

> "راقم السطور (مفتی عبد المنان کلیمی) اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے قطعاً اس لائق نہیں تھا کہ فتاویٰ امجدیہ کی ترتیب و تبویب کے اہم فریضہ کے انجام دینے کی جسارت کرسکتا، لیکن ہمارے استفادہ و افادہ کے لیے آغوش امجد کی تربیت یافتہ دو ایسی اہم شخصیتیں (یعنی مخدومنا المکرم علامہ مفتی شریف الحق امجدی و استاذنا المعظم علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری موجود ہیں جو ہماری تمام علمی مشکلات حل کرنے کے لیے کافی و وافی ہیں چنانچہ ان حضرات پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے ہم نے فتاویٰ امجدیہ کی تبییض و تبویب کا کام شروع کر دیا۔ جہاں کوئی مشکل مقام آتا ان حضرات سے استصواب کر لیتے۔ آخر کار چند ماہ کی مختصر مدت میں جلد اول کی ترتیب و تبویب کا کام مکمل ہو چکا۔"

نیز اسی دور میں علماء اہلِ سنّت کی حقانیت اور علمائے دیوبند کی دروغ گوئی، بہتان تراشی اور ان کے ہفوات و مزخرفات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے ایک شاہ کار کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام تھا "کافر کون؟"

پھر زمانۂ تدریس خیر آباد میں ایک اشاعتی ادارہ 'روضۃ المعارف خیر آباد' قائم کیا جس کے تحت مذکورہ کتاب کافر کون؟ کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ نیز ملک العلماء حضرت

علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف 'تنویر السراج فی ذکر المعراج' کے نام سے شائع کیا اور قائد انقلاب علامہ فضل حق خیر آبادی کی شاہکار تصنیف ''تحقیق الفتوی'' کی ہندوستان میں پہلی اشاعت کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔

فنِ مناظرہ: حضرت موصوف فن مناظرہ اور حاضر جوابی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں راقم سطور (محمد الیاس مصباحی) کو آپ کے دور طالب علمی کا وہ واقعہ یاد ہے جب موصوف، طلبہ کے درمیان مشقی مناظرہ میں مخالف ٹیم کے مناظر بنائے گئے اور موضوع تھا 'علم غیب' آپ نے اپنے زور بیان اور حاضر جوابی سے مدمقابل ٹیم کے افراد کو ساکت و صامت کر دیا اور جوش بیان میں متنبی کا یہ شعر پڑھا تھا:

انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت

واذا نطقت فاننی الجوزا

ترجمہ: میں ثابت قدمی اور استحکام میں وادی کی چٹان ہوں جس سے سیلاب ٹکرائیں اور ہٹا نہ سکیں اور میں بلند گفتاری میں برج جوزا ہوں۔

ضلع سیتامڑھی کے قصبہ پریہار میں آپ نے 'میلاد و قیام' کے موضوع پر ایک کامیاب مناظرہ کیا اور بدمذہبوں کو شکست فاش دی۔ جس کی پوری روداد پر مشتمل کتاب 'روداد مناظرہ پریہار' مفتی محمد مصلح الدین قادری کٹیا، نیپال کی ترتیب سے اسی زمانے میں چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔ دوسری طباعت مولانا ارشاد عالم نعمانی مصباحی کی ترتیبِ جدید و تقدیم کے ساتھ عنقریب 'مجلسِ فکرِ رضا' لدھیانہ سے اشاعت پذیر ہوگی۔

لیکن آپ کا سب سے اہم و یادگار وہ علمی مناظرہ ہے جو مراد آباد کے مضافات میں ایک جنازہ کی نماز کے بارے میں تکفیر دیابنہ کے تعلق سے ہوا۔ اس قضیہ پر دیوبندی و سنی علماء آمنے سامنے آئے بات اتنی بڑھی کہ تمام ذرائع ابلاغ، دہلی و لکھنؤ و مراد آباد کے اخبارات اور ٹی وی نے شہ سرخیوں میں اپنے اپنے انداز میں تشہیر کی۔ بالآخر ۳ر ستمبر ۲۰۰۶ء میں سہارا اسمئے ٹی وی کے روبرو چھ گھنٹہ تک دیوبندی علما سے آپ کا عالمی مناظرہ ہوا اور بحمد اللہ آپ نے اپنے دلائل قاہرہ و براہین ظاہرہ سے دیوبندی مناظرین کو خاموش کر دیا اور اللہ رب العزت کی خاص عطا سے آپ کو ہی فتح ملی۔ اس پورے مباحثے و مناظرے کو

ساری دنیا نے اپنے ٹی وی سیٹوں پر دیکھا۔ اس فتح مبین پر پوری دنیائے سنیت شادماں و بدمذہب ماتم کناں رہی۔

چنانچہ ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس فتح مبین کے اعزاز میں نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت سراج ملت نے میرے لیے ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۶ء ''ایوان فرحت'' محلہ سیلان بریلی شریف میں ایک عظیم الشان جلسۂ استقبالیہ منعقد کیا اور اس میں انھوں نے اس حقیر کلیمی کے لیے 'شیر اعلیٰ حضرت' کے خطاب کا اعلان کیا جس کی تائید وتوثیق وہاں شریک تمام شہزادگان اعلیٰ حضرت نے کی اور میری دستار بندی کر کے مجھے ایک جوڑے سے بھی نوازا۔'' (تجلیاتِ تاج الشریعہ، ص ۶۶)

پچھلے دنوں آپ نے اپنے آبائی وطن قصبہ براہی، سورسنڈ میں ایک عظیم الشان 'علامہ فضل حق ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ' کے نام سے موسوم ایک ادارہ کی داغ بیل ڈالی ہے، جس کی سنگ بنیاد ۱۴ر مئی ۲۰۱۰ء میں رکھی گئی، جس میں طلبہ وطالبات کے لیے مذہبی و عصری دونوں طرح کے علوم وفنون کا اعلیٰ انتظام ہوگا۔ مولائے پاک اس سنہرے خواب کو جلد سے جلد شرمندہ تعبیر فرمادے آمین۔

مولانا عبدالہادی خاں رضوی

(ولادت: ۲۵ر ستمبر ۱۹۶۲ء)

عبدالہادی خاں رضوی ابن محمد احمد خان سیتامڑھی ضلع کی مردم خیز زمین کما میں ۲۵ر ستمبر ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے۔ 'عبید الرضا' کنیت اور 'رضوی' تخلص ہے۔

ابتدائی تعلیم سے کافیہ تک اپنے مادر علمی مدرسہ نور العلوم رضا چوک کما میں، مولانا دیندار علی مرحوم اور مولانا شرف الدین مرحوم اور مولانا محمد ولی الرحمٰن سے حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۹۷۷ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پہنچے اور شرح جامی بحث فعل کی جماعت میں داخلہ لیا۔ صرف ایک سال وہاں زیر تعلیم رہ سکے۔ پھر ایک ہم سبق ساتھی مولانا محمد کوثر حسن مدظلہٗ کی زبانی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت امام احمد رضا فاضل

بریلوی کے فضائل وکمالاتِ علمیہ اور عشقِ رسالت کے واقعات سن کر بریلی شریف پہنچ گئے اور دارُ العلوم مظہرِ اسلام میں داخلہ لیا۔ تقریباً دو سال حضرت مولانا محمد صالح رضوی کی زیر عاطفت مکمل انہماک وجانفشانی سے مصروف تعلیم رہے۔ اس دوران وقتاً فوقتاً مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زیارت اور مزار اعلیٰ حضرت سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے۔

اس کے بعد اپنے مرشد برحق مجاہد ملّت علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضری کے لیے الہ آباد کا رخت سفر باندھ لیا۔ مگر ۱۹۸۰ء کے مشہور فساد کی وجہ سے الہ آباد نہ پہنچ سکے اور نونساری سہسرام میں پندرہ یوم ٹھہرنے کے بعد حضرت مولانا محمد شفیق سہسرامی کے مشورہ سے جامعہ فاروقیہ بنارس چلے گئے، جہاں استاذ العلماء حضرت مولانا سید اصغر امام قادری مصباحی مدظلہ النورانی کے دامن عاطفت میں ایسے جا بسے کہ تاہنوز پینتیس سال تک وہ دامن کرم سایہ فگن ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس ظل ہمایوں کو سلامت رکھے آمین۔

بہرکیف حضرت سید اصغر امام قادری نے ہر موڑ پر آپ کی دستگیری فرمائی اور حصول علم کی راہ میں حائل جملہ رکاوٹوں کو دور فرما دیا۔ بالآخر ۱۸ رشعبان ۱۴۰۱ھ/۱۶ رجون ۱۹۸۱ء میں جامعہ فاروقیہ سے سند ودستار فضیلت عطا ہوئی۔ اسی دوران عربی وفارسی بورڈ الہ آباد سے فاضلِ دینیات، معقولات، ادب اور فاضلِ طب کے امتحانات بھی اچھے ڈویژن سے پاس کیے۔

فراغت کے بعد ارادہ تھا کہ جامع ازہر مصر کے سفر کی صورت نکالی جائے تاہم جامعہ کے عظیم المرتبت استاذ، اصاغر نواز صدر المدرسین حضرت مولانا سید اصغر امام صاحب اور شیخ الحدیث مولانا حکیم لقمان صاحب مرحوم نے مشورہ کے ساتھ حکم فرمایا کہ جامعہ کو تمہاری خدمت کی ضرورت ہے۔ اور اس مشورہ میں جامعہ کے لائق وفائق سکریٹری جناب محمد فاروق صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔ اس طرح ۱۶ راگست ۱۹۸۱ء سے جامعہ کے شعبہ عالیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ جہاں تادم تحریر کامیابی وکامرانی کے ساتھ جلوہ بار ہیں۔

آپ کے دورِ طالب علمی میں ایک بار ۱۹۷۷ء میں حضرت مجاہد ملّت علیہ الرحمہ مبارکپور تشریف لائے تو آپ بھی حضرت کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ زیارت کے ساتھ ہی معاً طبیعت مقتضی ہوئی کہ شرفِ بیعت سے مشرف ہولیا جائے چنانچہ آپ سے بیعت ہوکر آپ کی غلامی میں آگئے۔

حضرت مجاہد ملّت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت سید شاہ محمد مقبول احمد حبیبی نے سلسلہ حبیبیہ اور دیگر تمام سلاسل کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

درس وتدریس، وعظ وخطابت اور اصلاح وتبلیغ کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی آپ کو خصوصی دلچسپی ہے۔ اب تک کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اور قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ جب کہ کئی کتابیں مکمل شکل میں ہنوز منتظرِ اشاعت ہیں۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف ہیں: (۱) آج کل کی قوالی پر ایک نظر (۲) توشۂ آخرت۔

اول الذکر کتاب ۱۹۸۳ء میں ایک جاہل صوفی کے ردّ میں لکھی گئی، جب کہ دوسری کتاب ۱۹۸۵ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب 'الاستعداد لیوم المعاد' کا ترجمہ ہے۔

دیگر تصانیف وتراجم کے اسمایہ ہیں: (۱) ترجمہ وصایا غوثِ اعظم (۲) اصول الرضا (ترجمہ فیوض الرضا) (۳) پیکر عدالت (۴) سیرت خلیفہ دوم (۵) عشرہ مبشرہ (۶) حیات مجاہد ملّت (۷) ترجمہ قصیدہ بردہ شریف (۸) مرتد کے احکام (۹) نظام الاوقات برائے سیتامڑھی ومضافات۔ اس میں علم توقیت کے مطابق نماز اور روزہ کے اوقات استخراج کیا گیا ہے۔

اوصاف وخصوصیات: مولانا عبدالہادی خاں رضوی ضلع کے نوجوان علما میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ بہترین مدرس، باصلاحیت استاذ اور نہایت مدبرانہ ذہانت کے مالک ہیں۔ مولانا کے مشاغلِ حیات گونا گوں ہیں۔ تعلیمی خدمات کے ساتھ احقاق حق اور ابطالِ باطل کے لیے بنارس کے گردونواح کا سفر کرنا، سوادِ اعظم اہل سنّت وجماعت کے اصول ونظریات کی تبلیغ کرنا، مسلک اعلیٰ کی اشاعت وتائید میں جہد مسلسل کرنا، اولیاءے امت کی تعلیمات اور ان کی عظمت شان ورفعت مکان سے لوگوں کو روشناس کرانا، نیز بد مذہبوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنا، اور جاہل صوفیوں کے شروفساد سے دین وسنّیت کی حفاظت کرنا، پریشان حالوں کی بروقت معاونت کرنا، مدارس ومساجد کی تعمیرات اور بد مذہبوں سے ان کی رہائی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا آپ کے روزمرّہ مشاغل ومعمولات ہیں۔

شعروسخن: شعروشاعری سے بھی استادانہ شغف رکھتے ہیں۔ نعت ومنقبت اور نظم وغیرہ سے خصوصی دل چسپی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔ خلیفۂ دوم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرماتے ہیں:

اللہ کے انعام کے حقدار ہیں فاروق
دین شہ کونین کی تلوار ہیں فاروق
خط نیل میں رکھتے ہی اچانک ہوا جاری
اس بات سے ثابت ہے کہ مختار ہیں فاروق

مدرسہ نور العلوم کی شان میں نظم کے چند اشعار:

سنّیت کا پاسبان ہے مدرسہ نورلعلوم
علم وحکمت کا نشان ہے مدرسہ نور العلوم
جس سے دین مصطفیٰ کی روشنی ہر سو پڑی
وہ چراغ ضو فشاں ہے مدرسہ نور العلوم

نعت پاک کے چند اشعار:

میری قسمت بلند اقبال اے سرکار ہو جائے
اگر آنکھوں کو میری آپ کا دیدار ہو جائے
ہزاروں مجرموں کی نار دوزخ سے رہائی ہو
تمہاری اک نظر گر سید ابرار ہو جائے

مفتی اعظم ہند کی شان میں منقبت کے چند اشعار:

سراپا فضل رب فیض اتم ہیں مفتی اعظم
کرم فخر کرم جود اتم ہیں مفتی اعظم
صداقت اور امامت کی جبیں جس سے درخشاں ہے
وہ قدسی ذات اور نوری شیم ہیں مفتی اعظم
گدائے مفتی اعظم ہوں اس پر ناز ہے رضوی
ہمارے ملجاء وبحر النعم ہیں مفتی اعظم

خدمات وکارنامے: آپ کی حیات کا سب سے بڑا کارنامہ جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ ضلع کے صدر مقام مہسول چوک سیتا مڑھی میں 'امام احمد رضا

جامع مسجد' کی تاسیس و تعمیر ہے۔ شہر سیتامڑھی میں کوئی سنی مسجد نہیں تھی جس کی وجہ سے گرد و نواح سے آنے والے اور خود شہر میں قیام پذیر افراد اہلِ سنّت کو اپنے عقائد و اعمال اور مراسم اہلِ سنّت کو ادا کرنے میں دشواریوں کا سامنا تھا۔ اس درد کو آپ ایک عرصے سے محسوس کر رہے تھے۔ چند احباب اہلِ سنّت کی ہمت افزائی کے بعد آپ کا حوصلہ اس امر کے لیے پختہ ہو گیا کہ سیتامڑھی کی سنّیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسداری و بقا کے لیے مسجد کی تعمیر کرائی جائے۔ اسی درمیان آپ نے ایک شب خواب دیکھا کہ:

"سیتامڑھی شہر میں ایک خوبصورت مسجد آپ نے تعمیر کرائی ہے اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو مسجد میں لے گئے ہیں۔ مفتیِ اعظم ہند نے اس مسجد کو دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دے رہے ہیں۔"

(بروایت صاحب تذکرہ)

جب خواب سے بیدار ہوئے تو بے حد خوشی حاصل ہوئی اور یہ محسوس ہوا کہ مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی دلی خواہش ہے کہ اس شہر میں سنّی مسجد قائم ہو۔ تو اب اِن شاء اللہ ضرور ہو گی اور غیب سے اس کے اسباب بھی مہیا ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۳ ر شعبان ۱۴۲۰ھ ۲ ر دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات اس سلسلہ کی پہلی میٹنگ مدرسہ نور العلوم، رضا چوک، کما، سیتامڑھی آپ کے وطن مالوف میں ہوئی۔ اس بابرکت میٹنگ میں کثیر تعداد میں علما و اراکین مدارس جمع ہوئے۔ سبھوں نے مسجد کی تعمیری پلاننگ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم مصمم کیا۔

پھر دوسری اور تیسری میٹنگیں بالترتیب ۱۳ ر جنوری اور ۳ ر فروری ۲۰۰۰ء کو آپ کے وطن میں ہی زیر صدارت استاذ الاساتذہ حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ منعقد ہوئیں اور زمین کی خریداری کے تعلق سے مالی دشواریوں کو حل کرنے کے لیے متعدد طریقے تلاش کیے گئے۔ اپریل ۲۰۰۰ء میں زمین برائے تعمیر مسجد خرید لی گئی۔

پھر کئی سال مقروضہ رقوم کی واپسی کرنے اور تعمیری ضروریات کو فراہم کرنے میں صرف ہوئے۔ اس دوران مولانا موصوف زید مجدہٗ پوری لگن اور تندہی کے ساتھ اپنے ہم سفر و ہم قدم رفقاء کو لے کر علاقہ سیتامڑھی، ممبئی، دہلی وغیرہ کے مختلف اسفار بھی کیے۔ مسجد

کے تعمیری فنڈ کے لیے اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست کی۔

خریداری زمین کے چھ سال کے وقفہ کے بعد جولائی ۲۰۰۶ء میں مسجد کی سنگ بنیاد رکھی گئی۔ اور ۱۵/ ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد مسجد کی زیریں منزل تیار ہوگئی۔ ستمبر ۲۰۰۷ء/ ۷، ۲/ شعبان ۱۴۲۸ھ جمعہ کی نماز سے مسجد کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی جمعہ میں کافی تعداد میں عوام وخواص شریک ہوئے۔ جشن مسرت کے ماحول میں مولانا عبدالہادی رضوی مدظلہ اور مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ کی تقریریں ہوئیں۔ اور صوفی باصفا حضرت مولانا عبدالحمید نوری کنہواں نے نماز جمعہ پڑھائی۔

اس عظیم کارنامہ کو انجام تک پہنچانے میں آپ کے ہم قدم رفقاء کا تذکرہ نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی۔ جن کی بے لوث رفاقت، مخلصانہ مشورے اور مدبرانہ صلاحیتوں سے یہ تاریخی کام انجام کو پہنچ سکا۔ ان مقدس ہستیوں میں شامل ہیں:

- سابق صدر کمیٹی مسجد حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ بانی مدرسہ قادریہ مدینۃ العلوم اندولی
- سکریٹری حضرت مولانا نورالہدیٰ مصباحی، فیضی کتاب گھر، مہسول چوک، سیتامڑھی
- نائب سکریٹری جناب مولانا محمد صابر حسین سکریٹری مدرسہ نورالعلوم، کما چوک، سیتامڑھی
- جناب الحاج محمد اختر حسین، خازن مدرسہ نورالعلوم، کما چوک، سیتامڑھی
- جناب انجینئر محمد داؤد رضوی، نور چک، سیتامڑھی، مقیم حال بنارس
- جناب الحاج محمد وزیر عالم باڑاوی، مقیم حال سیتامڑھی
- جناب مولانا محمد فرمان علی برکاتی، صدرالمدرسین نورالعلوم کما، سیتامڑھی
- جناب مولانا محمد طیب عالم نوری، ناظم اعلیٰ مدرسہ قادریہ، مرغیا چک، سیتامڑھی
- جناب مولانا محمد اسلم القادری، صدرالمدرسین مدرسہ قادریہ، مرغیا چک، سیتامڑھی
- جناب حافظ محمد ابرار عالم، سابق سکریٹری مدرسہ حامدیہ، جگدر، سیتامڑھی
- جناب مفتی محمد محمود عالم نوری، کما، سیتامڑھی مقیم حال بنارس

راقم سطور (محمد الیاس مصباحی عفی عنہ) بھی حتی المقدور ان حضرات کے شانہ بشانہ

رہا اوران کے حکم کی تعمیل کو نصیبے کی خوش بختی تصور کرتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے احباب اہلسنّت ہیں جن کا خاموش تعاون اراکینِ کمیٹی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے میں ممدّ ومعاون ہوا۔ ان میں خاص کر انجینئر محمد داؤد رضوی اور سیٹھ الحاج محمد آفاق بھائی جگدروی، مقیم حال گوونڈی، ممبئی شامل ہیں جنھوں نے ایک خطیر رقم سے تعاون کرنے کے ساتھ ساتھ حسبِ ضرورت کمیٹی کو قرض بھی فراہم کیے۔

مولائے کریم ان سب حضرات کی ہر طرح کی امداد کو قبول فرما کر اَجر جزیل عطا فرمائے اور مسجد کے بقیہ کاموں کی تکمیل کی توفیق خیر بخشے۔ آمین۔ اِن شاء اللہ حسب خاکہ جب یہ مسجد پورے طور سے تیار ہوگی تو یہ علاقہ سیتامڑھی کی نہایت عالی شان اور تاریخی مسجد ہوگی۔

مولانا محمد عتیق الرحمٰن صدیقی نوری

مولانا محمد عتیق الرحمٰن نوری صدیقی ابن شیخ محمد ایوب رضوی ابن شیخ عبدالحکیم مرحوم بن شیخ محمد لوٹائی مرحوم بن شیخ محمد نبی بخش مرحوم۔

بہار و نیپال کے سنگم پر ایک چھوٹی سی آبادی موضع، بھیمواں، تھانہ سرسنڈ، ضلع سیتامڑھی آپ کی جائے پیدائش اور وطنِ مالوف ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے کرم فرما ماموں جان جناب محمد عثمان صدیقی ساکن حاجی نگر، ضلع مدھوبنی اور مولانا محمد حبیب الرحمٰن ساکن کھرساہا کے زیر سایہ اپنے وطن عزیز میں حاصل کی۔ والد گرامی کی تمنا تھی کہ میرا فرزند عالمِ دین بنے، چنانچہ بعد رمضان شریف اپنے خالہ زاد بھائی مولانا محمد اظہار احمد کے ہمراہ مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں میں داخل ہوئے جہاں حضرت مولانا ظہیر احمد اعظمی سابق صدر المدرسین اور حضرت مولانا عبدالحمید نوری نائب صدر المدرسین جیسے ماہرین فن اساتذہ سے فارسی کی دوسری تا ہدایت النحو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء میں دار العلوم تیغیہ، ماری پور، مظفر پور چلے گئے، اور وہاں دو سال تک گلِ گلزار تیغیت حضرت مولانا علی احمد جید القادری اور رئیس التحریر مولانا مفتی محمد قاسم ابراہیمی (سابق ایم ایل اے، بہار) کی عنایات ونوازشات سے مالا مال ہوئے۔ پھر

۱۹۷۷ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہنچے اور جماعت رابعہ میں داخلہ لیا اور مسلسل چار سال تک یہاں کے اساتذہ ذوی الاحترام حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا عبدالشکور عزیزی مصباحی، مولانا محمد نصیرالدین عزیزی مصباحی، مولانا عبداللہ خان عزیزی، مولانا یٰسین اختر مصباحی اور مولانا افتخار احمد قادری مصباحی کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ ابھی آپ ساتویں جماعت میں زیر تعلیم تھے کہ منو غیر مسلم کی زمین کے معاملے میں طلبہ کی اسٹرائک ہوئی اور درمیان سال میں آپ اشرفیہ چھوڑ بریلی شریف پہنچ گئے۔ اور مظہر اسلام میں داخلہ لے کر حضرت مولانا مفتی محمد اعظم کے زیر سایہ دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء کو مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت و سند فراغت حاصل ہوئی۔

دورۂ حدیث کے سال ۱۹۸۱ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مولانا محمد عتیق الرحمٰن نوری صدیقی علوم مشرقیہ کے ساتھ بہار یونیورسٹی مظفر پور سے ایم۔ اے کی ڈگری بھی رکھتے ہیں۔ آپ مندرجہ ذیل مدارس اسلامیہ کو اپنی تدریسی خدمات سے نواز چکے ہیں:

- مدرسہ مصباح العلوم، کیلا جلال پور ویشالی، بہار میں — دو سال
- جامعہ رضویہ، پیر اکنگ، ضلع دیوریا، یوپی — ایک سال
- مدرسہ انوار العلوم، مسری گھراری، ضلع سمستی پور — ایک سال
- دارُ العلوم تیغیہ، ماری پور، مظفر پور، بہار — پانچ سال
- اجمیر شریف میں امامت ۱۹۹۲ء — چند ماہ

فی الوقت قصبہ جہاز پور، ضلع، بھیلواڑہ، راجستھان میں دارُ العلوم حنفیہ غریب نواز، (جس کی بنا آپ نے خود ڈالی ہے) میں بحسن و خوبی تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کر رہے ہیں۔

مولانا عتیق الرحمٰن کی شادی ۲؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو شیخ محمد نصیب الحق باڑا ٹولہ، ضلع مدھوبنی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ رسم مناکحت مولانا عبدالرزاق اور مولانا محمد اظہار کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔ (مکتوب مولانا عتیق الرحمٰن نوری صدیقی بنام راقم الحروف عفی عنہ)

مفتی محمد عثمان رضوی

(ولادت: ۱۹؍ستمبر ۱۹۵۴ء)

میانہ قد، کشادہ پیشانی، بشاش چہرہ، رنگ پرکشش مائل بہ گندمی، کالی زلفیں بقدر سنت، ٹوپی دوپلی کڑھائی دار، کرتا لمبا کلی دار، شیروانی کا التزام، گرمی کے ایام میں بھی کم ازکم صدری زیب تن، ہاتھ میں اسلاف کی روایتی چھڑی، یعنی مکمل باوقار، سنجیدگی ومتانت سے بھرپور، صورت وسیرت میں ہم آہنگی اور اخلاق وکردار کے پیکر جمیل یہ ہیں: فقیہِ عصر حضرت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ القوی۔

اسم گرامی: محمد عثمان، نسبتاً: رضوی، مشرباً: قادری، مسلکاً: بریلوی، مذہباً: حنفی۔

ولادت: آپ کی تاریخ ولادت بمطابق سند بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ۱۹؍ستمر ۱۹۵۴ء ہے۔ وطن مالوف بیلا، بندھی پنچایت، وارڈ نمبر ۳؍ ضلع دھنوشا، نیپال ہے جب کہ حالیہ اقامت کے طور پر مرغیا چک، ضلع سیتامڑھی میں سکونت پذیر ہیں۔

سلسلہ نسب: محمد عثمان رضوی ابن حاجی محمد یٰسین رضوی ابن حاجی محمد امیرالدین ابن حاجی محمد عرف لوٹن۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر شریف مکتب جانے کی ہوئی تو گاؤں ہی میں واقع مدرسہ مظہر اسلام جانے لگے، جہاں آپ نے حافظ محمد عین الحق برداہا نیپال سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی فارسی اُسی مدرسہ میں حضرت مولانا صغیر کنہواں سے، گلستاں مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی (نیپال)، حافظ زاہد حسین وحضرت امین شریعت مفتی محمد کلیم الدین قادری سے بوستاں، یوسف زلیخا، سکندر نامہ، دیوان حافظ، مثنوی شریف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شمس الحق سے اور میزان ومنشعب سے لے کر ہدایۃ النحو تک مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا (سیتامڑھی) میں حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ، کھرساہا اور مفتی شعیب، باڑا سے پڑھی۔ پھر تکمیل تعلیم دارالعلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکا نہی شریف اور دارالعلوم تیغیہ ماری پور مظفر پور میں فقیہِ عصر حضرت شاہ علی احمد جید القادری سے فرمائی۔ ۱۹۷۲ء میں مدرسہ علیمیہ انوار العلوم، سرکا نہی شریف (مظفر پور) سے فضیلت کی

تکمیل فرما کر سند و دستار سے شرف یاب ہوئے۔ درسِ نظامی کے علاوہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی جملہ اسناد آپ نے امتیازی نمبرات سے پاس کیے۔ علاوہ ازیں فاضلِ حدیث میں گولڈ میڈلیسٹ ہونے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔

بیعت و خلافت: ۱۹۶۸ء میں بموقع سنی کانفرنس سیوان مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ صاحبِ سجادہ شاہ علی احمد جید القادری، خانقاہ قادریہ آبادانیہ، سرکانہی شریف، مظفر پور اور مولانا توصیف رضا قادری بریلی شریف نے آپ کو تحریراً وتقریراً خلافت واجازت عطا فرمائی۔

تدریسی خدمات: مدرسہ علیمیہ انوار العلوم، سرکانہی شریف میں معین المدرسین کی حیثیت سے آپ نے اصول الشاشی، مرقاۃ، نورالانور، شرح تہذیب اور ہدایہ اولین جیسی متوسطات کتب کا درس دیا۔ ۱۹۷۲ء میں مدرسہ تیغیہ انوار العلوم، ماری پور، مظفر پور کے منصب تدریس پر مامور ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے اوائل میں بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ غریب نواز، کاکٹ پور، کٹک اڑیسہ کی تدریسی خدمات کے لیے آپ کا انتخاب ہوا۔ یہاں صرف دو ماہ رہے۔ اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم، کما، سوتیہارا، سیتامڑھی میں آپ کی تشریف آوری ہوئی، جہاں ۱۹۷۴ء تک اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں بحیثیت صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ پرتاب پور، ضلع گوپال گنج، بہار اور ۱۹۷۷ء میں مدرسہ امانیہ امان الخائفین، علی پٹنی میں اپنی تدریسی فرائض انجام دے کر دوبارہ مدرسہ تیغیہ انوار العلوم، ماری پور مظفر پور سے منسلک ہوگئے۔ جہاں آپ عرصۂ قیام ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۵ء کو محیط ہے۔ ایک طویل مدت تک ملک کے مختلف حصے میں اپنے جواہر پارے لٹا کر ۱۹۸۵ء کے اواخر میں مدرسہ انوار العلوم، کما، سوتیہارا، سیتامڑھی میں خیمہ زن ہوگئے جہاں ابھی تک آپ کی خدمات جاری ہیں۔ اسی دوران اوقات درس کے علاوہ آپ نے ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۸ء دارالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک، سیتامڑھی کے صدر شعبۂ افتا رہے۔

مشاہیر تلامذہ: حضرت مولانا انوار صاحب، سجادہ نشین خانقاہ دامودر پور، مفتی غلام حیدر قادری مصباحی، بانی و مہتمم مسلم یتیم خانہ، مظفر پور، مفتی عطاء الرحمٰن، قاضی شریعت مشرقی چمپارن، مفتی نجم الدین، صاحبزادۂ حضرت حنیف ملت علیہ الرحمہ، کٹیا (نیپال)،

مولانا محمد شمس الدین، شیخ الحدیث مدرسہ حنفیہ، برکاتیہ، جانکی نگر، نیپال، مولانا عبدالرحیم، بیلاوی، قطر، مولانا محمد رضا، صدرالمدرسین مدرسہ نوریہ محفوظ العلوم، بنثارا، سیتامڑھی، مولانا محمد شبلی، پوکھریرا، سیتامڑھی، مولاعنایت اللہ خلیل مصباحی (علیگ)، سوتیہارا، سیتامڑھی۔

عقدِ مناکحت: ۱۹۷۲ء میں آپ کا عقد مسنون محجن زیب النساء خاتون بنت الحاج عبدالرحیم صاحب واخت فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل، بھمر پورہ (نیپال) سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے محمد فضلِ ربانی اور حافظ محمد فضل رحمانی نیز ایک صاحبزادی جمال فاطمہ ہیں۔

حج بیت اللہ شریف: آپ ۲۰۰۵ء میں مع اہلیہ محترمہ حج وزیارتِ حرمین طیبین کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

مشغولیت: ادارہ دارالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک، سیتامڑھی کی تدریسی خدمات وجواب استفتا، آل نیپال سنی جمعیۃ العلماء کی نظامت، ادارہ شرعیہ جنکپور میں دارالقضاء کی خدمت، حنفیہ جامع مسجد، ملحقہ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر میں نماز جمعہ کی امامت وخطابت، ہند و نیپال میں تبلیغی اسفار اور موبائل وٹیلیفون کے ذریعہ آئے ہوئے سوالوں کے جوابات نیز امور خانگی بقدر ضرورت۔

عادات واخلاق: طبیعت میں لطافت وباریکی، تواضع وانکساری سے لبریز، خندہ پیشانی، شیریں کلامی، مسکرا کر سلام کا جواب دینا، اپنے فرائض منصبی ودعوتی امور میں درکار اوقات کی قربانی، عبادت وریاضت کی بروقت ادائیگی، خلاف شرع امور اور غیر مؤدبانہ حرکتوں پر اظہار ناراضگی وتنبیہ اور اکابر کی تعظیم وتوقیر کے علاوہ ذرہ نوازی وخردہ پروری آپ کے اخلاق کریمانہ کے اہم گوشے ہیں۔ درحقیقت آپ سلف صالحین کا عملی نمونہ ہیں۔

مفتی محمد عثمان قادری

(ولادت: ۴ر مئی ۱۹۷۱ء)

ولادت: آپ کی ولادت ۴ر مئی ۱۹۷۱ء کو قصبہ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت حافظ محمد داؤد صاحب

کے پاس حاصل کی، پھر تکمیل حفظ کے لیے دار العلوم شمس العلوم قصبہ گھوسی ضلع مئو، یوپی میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۰؍شعبان المعظم/ ۳؍جون ۱۹۸۲ء کو دستار بندی ہوئی۔ قرأت حفص کا خصوصی کورس بھی کیا۔ ۲۶؍مئی ۱۹۸۳ء کو سندِ قرأت سے نوازے گئے۔

درسِ نظامی کی تعلیم مختلف اداروں شمس العلوم گھوسی، دار العلوم علمیہ جمد اشاہی بستی، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، دار العلوم سرکار آسی سکندر پور، بلیا میں حاصل کی۔ فضیلت کی دستار جامعہ فیض العلوم جمشید پور بانی قائد اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے ۱۷؍جنوری ۱۹۹۵ء کو ہوئی۔

اساتذۂ کرام: حافظ محمد احمد گھوسی، حافظ خالد حسن گھوسی، قاری عین الحق پورنوی، قاری عین الحق بلرام پوری، مولانا الیاس توری کٹیا نیپال، دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا، مولانا وصی احمد وسیم مصباحی، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، مولانا سجاد احمد رشیدی، مولانا ذاکر حسین لطیفی، مولانا عبد الغفار اعظمی، اساتذۂ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا، قائد اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری فیض العلوم جمشید پور۔

بیعت و خلافت: تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی نے آپ کو مختلف سلاسلِ طریقت اور اوراد و وظائف کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

شادی: تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد ضلع سیتامڑھی کے ایک معروف و مشہور گاؤں کھرساہا شریف کے ایک جیّد عالمِ دین، جو پورے علاقے میں ایک ولی صفت عالمِ دین سے مشہور تھے یعنی حضرت مولانا عبد الستار صاحب کھر بڑی صاحبزادی سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔

درس و تدریس: تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد اڑیسہ کٹک تشریف لے گئے۔ یہاں آپ ایک عرصے تک مدرسہ رضویہ حبیبیہ کی تدریسی و سرداری کے ساتھ جامع مسجد میں امامت و خطابت پر مامور رہے اور دین و سنّیت کی شاندار خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر ایک طویل عرصے تک جھاڑسوگڈا میں ہندوستان کی نہایت معروف اور تاریخی

مسجد 'مسجد حدید' میں آپ نے امامت وخطابت کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی۔ اس کے بعد مدرسہ رشیدیہ مصباح العلوم جامع مسجد بشنی پور بلیا یوپی تشریف لائے اور یہیں جامع مسجد کی امامت اور تدریس پر مامور ہوئے جب سے اب تک سخت حالات وحوادث کے باوجود یہیں مضبوطی سے اقامت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس علاقے میں آپ کی خطابت کی دھوم ہے۔ چنانچہ آپ کی بڑھتی مقبولیت اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کے وصف سے بدمذہب آپ کے خلاف طرح طرح سے ریشہ دوانی میں لگے ہوئے ہیں بلکہ ایک موقع پر آپ کو جان سے مارڈالنے کے لیے منصوبہ بندی بھی ہوچکی ہے۔ حملہ بھی کیا جاچکا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اس کے باوجود آپ اپنے موقف پر سختی ومضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور اپنے فکر ونظر کا بلاخوف لومۃ لائم برملا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

خداداد مقبولیت اور قائدانہ صلاحیت آپ کو ورثے میں ملا ہے جس کا اعتراف واظہار سبھی باشعور طبقہ کرتا ہے۔ علاقہ بلیا واطراف میں اہلِ سنّت کے آپ نمائندہ اور مستند عالم دین اور قائد کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

آپ کے مخصوص تلامذہ میں یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: مولانا محمد بلال، مولانا عبدالرحیم، مولانا ثناء اللہ نوری، حافظ وقاری محمد جمشید عالم قادری سرسی سیتامڑھی سکریٹری مدرسہ گلشنِ مدینہ موضع سرسی وایانان پور، ضلع سیتامڑھی، حافظ عقیل، حافظ نبیل، حافظ مبارک حسین، حافظ سیف علی بلیاوی، حافظ شانِ عالم، حافظ شاہد رضا ابن قربان علی سرسنڈ وغیرہ۔

ایثار و اخلاص: آپ اپنے والدِ گرامی کے نہایت چہیتے فرزند ہیں۔ والدِ گرامی آپ کی مخلصانہ خدمت سے بے پناہ متاثر، قدرداں اور آپ کا کافی احترام کرتے۔ دینی مسائل میں ہمیشہ آپ سے تبادلہ خیال اور مسائل کے شرعی حل کے لیے آپ ہی سے رجوع فرماتے۔ دینی مسئلے کے تعلق سے آپ جس موقف کی وضاحت فرماتے والد گرامی اس پر کامل یقین وعمل فرماتے۔

آپ کے اندر اخلاص وایثار کا جذبہ بیکراں اس قدر پایا جاتا ہے کہ موجودہ عہد میں اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔ اس کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ آپ نے اب تک کی پوری کمائی اپنے برادران کے بچوں کی تعلیم وتربیت اور بچیوں کی شادی میں صرف کردی۔ کبھی

اپنے لیے کچھ ذخیرہ اندوزی نہیں کی۔ اپنا سب کچھ اہلِ خانہ کی خدمت میں صرف کر دیا۔

والدِ گرامی کے وصال کے بعد آپ نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے والد کا کردار ادا کیا۔ چنانچہ آپ کے برادرانِ عزیز مولانا قاری ثناء اللہ نوری و مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی والدِ گرامی کے وصال کے وقت دونوں زیرِ تعلیم تھے۔ آپ نے ان دونوں کی خصوصی تعلیم و تربیت پر اپنی توجہ ہمیشہ مرکوز رکھی۔ باپ کے سایۂ شفقت اُٹھ جانے کا ان دونوں کو اپنے حسنِ سلوک اور اخراجات کی کفالت سے احساس تک نہیں ہونے دیا۔ جتنی تعلیم ان لوگوں نے چاہی آپ نے کھلی چھوٹ دے دی اور کبھی اخراجات میں کمی نہیں ہونے دی بلکہ فراخی کے ساتھ ان حضرات کے اخراجات کی کفالت کرتے رہے۔ برادرِ عزیز مفتی محمد رحمت اللہ مصباحی کی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے فراغت (۲۰۰۲ء) کے موقع پر انھوں نے اپنے احباب کے لیے جو خصوصی دعوت کا اہتمام کیا تھا یہ منظر کسی شادی سے کم نہیں تھا۔ آپ نے اُن کے دستارِ فضیلت کے موقع پر ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہوئے پوری خندہ پیشانی اور فرحت و سرور کے ساتھ وہ تمام انتظامات کیے جو مہمانوں کے لیے شادی کے موقع پر کیے جاتے ہیں۔ یہاں سے فراغت کے بعد مزید دو سال انھوں نے عربی ادب اور عصری علوم کی تحصیل کی۔ ہر موقع پر آپ نے باپ کی سی شفقت اور محبت کا برتاؤ کیا۔ پھر جب ان حضرات نے خود سے تحصیلِ علم موقوف کی اور درس و تدریس اور خدمتِ دین سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا تو پھر ان کی مرضی و موافقت کے حامی ہو گئے۔

ان حضرات کی تعلیم و تربیت کے ساتھ بڑے بھائیوں کی بچیوں کی شادی بیاہ اور اہم مواقع پر اپنی وسعت کے مطابق اُن کی ہر جائز خواہش کی تکمیل کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔

دعوت و تبلیغ: درس و تدریس اور امامت و خطابت کے ساتھ اشاعتِ اسلام و سنّیت آپ کی خصوصی دلچسپی کا میدان ہے۔ بہت سے صلح کل حضرات آپ کے وعظ و تبلیغ سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر تائب اور بہت سے غیر مسلموں نے آپ کی تبلیغ و دعوت سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک غیر مسلم 'بیدو' نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کا اسلامی نام آپ نے غلام اشرف رکھا ہے۔ ایک عرصے تک آپ کٹک، اڑیسہ میں اسلام و سنّیت کی خدمات انجام

دیتے رہے، جہاں آپ نے اپنے وعظ و خطابت اور دعوتی و تبلیغی حکمت عملی سے اشاعتِ اسلام و سنّیت کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آج کٹک (اڑیسہ) میں سنّیت کی جو بہاریں ہیں اس کے پروان چڑھانے میں آپ کا نہایت اہم رول ہے۔ فی الحال بلیا میں آپ سنّیت کی جان اور پہچان بنے ہوئے ہیں۔

جلوسِ محمدی کی قیادت: جس وقت آپ دینی خدمت کی انجام دہی کے لیے، بشنی پور، بلیا، یوپی تشریف لائے، اُس وقت تک ۱۲؍ربیع النور کے موقع پر جلوسِ محمدی کے تعلق سے سنّیوں کی جانب سے اطرافِ شہر میں کوئی سرگرمی نہیں تھی۔ چناں چہ آپ نے قلب شہر اور اطرافِ شہر میں جلوسِ محمدی کو نئی زندگی دی اور ان اطراف و جوانب میں جو بدمذہبوں کی زد میں تھے، وہاں سے بھی آپ نے جلوسِ محمدی کی شروعات فرمائی جیسے قاضی پورہ، راجندر نگر، بہیڑی وغیرہ۔ ان سارے حقائق سے آج بھی جلوسِ محمدی بڑی آن بان سے نکلتا ہے اور ان سب کی قیادت آپ فرماتے ہیں۔ حبِ رسول اور عشقِ محمدی کی جو شمع آپ نے ان کے دل میں جگائی اور بیدار کی ہے اس کا بھرپور مظاہرہ یہاں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس موقع سے اہتمام و انتظام، سبیل اور دیگر اہتمام بھی خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔

ردو مناظرہ: مشرقی اتر پردیش کے معروف ضلع بلیا کی جامع مسجد میں ایک عرصے سے امامت و خطابت اور اسی کے متصل ادارہ میں تدریسی فرائض کی انجام دہی پر فائز ہیں۔ مسلسل خدمت کے نتیجے میں آپ کی شہرت و مقبولیت اور عزت و قدردانی سے بدمذہب آپ سے اتنے مبہوت ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو کئی طرح سے حراساں اور پریشان کرنے کی کوشش کی لیکن جب سب تدبیر ناکام ہوگئی اور یہاں آپ اپنی اسی شان بان کے ساتھ اسلام و سنّیت کی خدمت اور اصلاحِ امت کی منصبی ذمہ داری پر پوری محنت و لگن سے لگے رہے۔ تو بدمذہبوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی آزمایا کہ بدمذہبوں کے علاقے میں سنّیوں کی ایک چھوٹی سی بستی قاضی پورہ کے نام سے آباد ہے، جسے دیابنہ ہمیشہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہاں کے اہلِ حق نے ۲۶؍دسمبر ۲۰۰۴ء کو ایک پروگرام رکھا جس میں علمائے اہلِ سنّت کو مدعو کیا اور آپ صدر العلماء کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ کئی اور علمائے اہلِ سنّت

تھے۔ اسٹیج پر جب آپ کی تقریر شروع ہوئی تو اُن بدبخت، بدطینت افراد نے پورے اجلاس کی لائٹ گل کردی اور علمائے اہلِ سنّت کو زدوکوب اور جان سے مارنے کے لیے قاتلانہ حملہ کیا۔ درندگی اور سفاکیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سبھوں کو زخمی کردیا۔ سب سے زیادہ چوٹ آپ کو آئی بلکہ آپ کو اتنا زیادہ زخمی کردیا کہ وہ اپنے گمان کے اعتبار سے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس حادثہ کی وجہ سے آپ چھ ماہ زیر علاج رہے۔ بعد شفایابی آپ دوبارہ احبابِ اہلِ سنّت کی باصرار خواہش پر بلیا تشریف لائے اور پھر اسی آن بان اور شان کے ساتھ بدستور خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام وسنّیت میں مصروفِ عمل ہیں۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اس سے قبل اڑیسہ کٹک میں آپ نے تبلیغی جماعت کے ایک عالم سے تحریری مناظرہ کیا، جس میں بھی آپ فاتح ومنصور ہوئے۔

مفتی محمد عزرائیل

(ولادت: ۱۹۶۹ء)

مولانا محمد عزرائیل صدیقی بن محمد اسلام بن محمد منصف علی مرحوم موضع پٹھنپورہ تھانہ سرسنڈ میں ۱۰ر فروری ۱۹۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ گاؤں کے مکتب سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ تعلیم وتعلّم کی سرپرستی والد گرمی کے ساتھ ساتھ آپ کے ماموجان جناب نعیم الدین صدیقی نے بھی پورے طور پر کی۔ متوسطات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف پہنچے اور وہاں کے مؤقر اساتذہ کرام کے زیر نگرانی درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۸۸ء میں دستارِ فضیلت وسندِ فراغت حاصل کی۔

دورانِ تعلیم ہی جانشین مفتی اعظم ہند مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہٗ کے دست حق پرست پر بیعت سے شرف یاب ہوئے۔ فراغت کے بعد آپ نے ملک نیپال کو اپنا جولان گاہ بنایا اور اس کے مشرقی شہر براٹ نگر میں واقع ایک مکتب کو اپنی انتھک جدوجہد اور سعی مسلسل کے ذریعہ ایک مرکزی ادارہ الجامعۃ الغوثیہ انیس العلوم براٹ نگر کی شکل میں تبدیل کردیا جو آج مشرقی نیپال میں اسلام وسنّیت کا نقیب اور مذہب مہذب اہلسنّت وجماعت کا مرکزی ادارہ ہے۔

مولانا موصوف مسلک اعلیٰ حضرت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تن من دھن سے اس کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں اور ترویج مسلک اور ارشاد و تبلیغ کے غرض سے سیتامڑھی کے مختلف گاؤں اور ملک نیپال کے تمام شہروں میں تشریف لے جاتے ہیں اور عظمتِ رسول، الفتِ صحابہ اور محبتِ اولیا کے پرچم کو بلند و بالا فرماتے ہیں۔

مولانا محمد عزرائیل صدیقی کا دوسرا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ شہر براٹ نگر کی جامع مسجد جو ۱۹۸۸ء کے زلزلہ میں بوسیدہ ہوگئی تھی آپ نے اسے شہید کرا کے ازسرنو اس کی شاندار تعمیر و توسیع کرائی اور اب یہ نہایت ہی دیدہ زیب تین منزلہ مسجد کی پرشکوہ عمارت ملک نیپال کی بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ یہ سب آپ ہی کی کاوش و محنت سے ہوا۔

آپ کی قائدانہ صلاحیت، دینی حمیت وجذبہ فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہوئے ایک جلسہ عام میں حضرت مفتی انیس عالم سیوانی (سابق امینِ شریعت دوم ادارہ شرعیہ پٹنہ) نے آپ کو شہر براٹ نگر کا قاضی منتخب فرمایا اور سربرآوردہ علماءے عظام نے اس کی تائید و توثیق کی۔ مولانا موصوف آج بھی اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰن حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۳۳۳ھ)

مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حامدی ابن محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادتِ باسعادت ۱۳۳۳ھ میں موضع فیض پور، رائے پور، ضلع سیتامڑھی (مظفر پور) میں ہوئی۔ لقب 'عزیز العلماء' اور تخلص 'عزیز' ہے۔

رسم بسم اللہ خوانی آپ کے عم محترم محدثِ اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف نے کرائی۔ ابتدائی تعلیم قاضی فضل کریم رضوی کے والد منشی محبوب علی سے حاصل کی۔ پھر فارسی کی تعلیم مدرسہ کریمیہ باتھ اصلی میں استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالکریم صدیقی سے پڑھی۔ پھر محدثِ اعظم بہار نے آپ کو اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا ذکی الرحمٰن بن سرکار محبیؒ پوکھریروی کی آغوش تربیت کے حوالے فرمایا۔ آپ مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے عم محترم

کے ہمراہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف چلے گئے اور انہیں کی زیر نگرانی مشاہیر زمانہ اساتذہ بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری، حجۃ الاسلام حضرت مفتی حامد رضا قادری بریلوی، حضرت مولانا ریحان رضا رحمانی میاں، مفتی محمد احمد جہانگیر فتح پوری اعظمی اور مفسّر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا قادری جیلانی میاں علیہم الرحمۃ والرضوان سے خوب خوب کسب فیض و تحصیل علم کیا اور ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں منظر اسلام سے فارغ ہوئے۔

خوش بختی تھی کہ ابھی درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے لیے جگہ کی تلاش ہی میں تھے کہ آپ کے استاذِ گرامی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا بریلی سے حکم نامہ آیا اور آپ حاضر خدمت ہو گئے۔ پہلے پہل آپ آستانہ عالیہ رضویہ میں رہتے تھے اور حضرت موصوف کی لکھی ہوئی تحریروں اور فتاویٰ کی نقل کا کام انجام دیتے تھے۔ انہیں ایام میں الدولۃ المکیہ کی تبییض اور اُس کے حاشیہ کی تبییض کے کام بھی انجام دیئے۔ چنانچہ اس کی تفصیل خود ہی ایک مکتوب بنام ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان میں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"دیگر عرض یہ کہ حضور کی قدم بوسی کا مصمم ارادہ کیا کہ اِن شاء اللہ ۱۴ر ذیقعدہ کو ضرور ضرور روانہ خدمت ہو جاؤں گا۔ مگر شومئ قسمت کہ یکا یک بریلی سے اُسی اثنا میں جناب عمی مولوی احسان علی صاحب محدّثِ بہار کا خط میرے نام جاتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام صاحب قبلہ مدظلہ تم کو بہت یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عزیز الرحمٰن کو جلد بلاؤ، میں اس کے لیے یہاں کوئی سامان کردوں گا۔ چنانچہ حضرت کے فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے نیز اس خیال سے کہ درجہ ہفتم و ہشتم کی جگہ خالی ہے اور میں نے درخواست بھی دی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی خدمت سپرد کردی جائے۔ اسی ۱۴ر ذی قعدہ کو بریلی روانہ ہو کر ۱۶ر ذیقعدہ کو حاضرِ آستانۂ رضویہ ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام صاحب قبلہ سفر میں تھے۔ چند یوم بعد تشریف لائے، بعد قدم بوسی ارشاد فرمایا کہ: تم آگئے، تمہاری بہت یاد آتی تھی۔ عرض کیا کہ: حضور کی یاد کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ ورنہ خادم نے اپنا مصمم ارادہ

پٹنہ حضرت ملک العلماء (مولانا ظفر الدین بہاری) کی خدمت بابرکت میں جانے کا کرلیا تھا تاکہ اُن کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوں۔ مگر صرف حضور کی یاد کی بنا پر یہاں کی حاضری ہوئی۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: تم فی الوقت 'الدولۃ المکیہ' کے حاشیہ کی تبییض کرو۔ الامر فوق الادب کا لحاظ کرتے ہوئے قبول کرلیا۔ اور تقریباً ہفتہ یوم میں اس کی تبییض کر کے حاضر خدمت کیا۔"

(مکتوب محررہ ۸ رمحرم بروز چہار شنبہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۵ رفروری ۱۹۴۱ء، بحوالہ مضمون مفتی اعظم گجرات، احوال ومکتوبات از محمد ریحان رضا انجم)

اس خط کے مضمون سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کو صاحب تذکرہ پر کتنا اعتماد ووثوق تھا۔

1951ء سے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں بحیثیت مدرس ومفتی منتخب ہوئے اور تقریباً پندرہ سال تک بریلی میں اس منصب پر فائز رہے۔ پھر اس کے بعد تاحین حیات دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں درس وافتاء کے منصب پر فائز ہو کر اس قدر آپ سے علوم ومعارف کے فیض جاری وساری ہوئے کہ علماء کی جماعت نے آپ کو 'مفتیِ اعظم گجرات' کے مبارک لقب سے نوازا۔ اور آپ اس لقب سے کافی مشہور ہوئے۔ ۱۴۰۸ھ میں وصال ہوا۔ اور اپنے آبائی وطن فیض پور میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ مفتی عبد الحلیم رضوی، اشرفی، ناگپوری (بانی جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری، سیتامڑھی، بہار)

۲۔ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی (سابق شیخ الحدیث دار العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف)

۳۔ مفتی یعقوب حشمتی، دھانے پوری (گونڈہ، یوپی)

۴۔ صاحبزادہ مولانا محمد اسلام الرحمٰن، فیض پوری (سابق استاذ دار العلوم شاہ عالم، احمد آباد، گجرات)

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں موجود ومحفوظ ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ سے فیض یافتہ کوئی صاحب اس مجموعہ کو حاصل کر کے 'فتاویٰ مفتی اعظم گجرات' کے نام سے منظرِ عام پر لے آئیں تو فتاویٰ کی کتابوں میں یہ ایک اہم اور قابلِ قدر اضافہ

ہوگا۔آپ کو حجۃ الاسلام حضرت مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نیز سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی آپ سے ہی حاصل تھی۔

گزشتہ دنوں مولانا انجم مصباحی (مدھوبنی) نے 'مفتی اعظم گجرات: احوال ومکتوبات' کے عنوان سے ایک مضمون قلم بند فرمایا ہے، جس میں صاحب تذکرہ کے نو خطوط بنام حضرت ملک العلما قدس سرہ نقل فرمایا ہے، جس کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف کا خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری کتنا مستحکم اور مضبوط رشتہ تھا۔یہی نہیں بلکہ اُن خطوط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تصنیفاتِ اعلیٰ حضرت، سوانح اعلیٰ حضرت اور رسائلِ اعلیٰ حضرت کی حفاظت وطباعت کے سلسلہ میں آپ کس قدر بے چین و پریشان رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر عزیز الرحمٰن غفرلہ کو تقریباً ۸ ر سال بریلی میں قیام کرتے ہوئے ہوا۔ اس اثنا میں حضرت مرشدی حجۃ الاسلام صاحب قبلہ نے متعدد بار اس (فتاویٰ رضویہ وسوانح عمری کی طباعت) کی تحریک کی۔مگر کسی متوسلین اعلیٰ حضرت نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔تنہا مرشدی مدظلہ سے کام انجام پانا محال ہے کہ تمام افکار دنیوی ان کے سر ہے۔ بہر کیف عرض کرنا یہ ہے کہ اگر حضور ہی توجہ فرمائیں گے تو رفتہ رفتہ یہ کام اِن شاء اللہ انجام پاسکتا ہے۔ اور اس کی طباعت کا انتظام پٹنہ ہی میں ہوگا جب طباعت ہوسکتی ہے۔ ورنہ بریلی ومراد آباد میں ہونا محال ہے کہ یہاں کے حضرات کو قطعی توجہ نہیں ہے۔اگر شروع بھی ہوگا کہ ہزاروں شقیں نکال کر ختم کردیں گے۔ الغرض اگر اس سال اس کام کے افتتاح کی رائے حضور کی ہو تو حضرت حجۃ الاسلام صاحب قبلہ مدظلہ سے بعد واپسیِ سفر فتاویٰ کی تیسری جلد جو مکمل ہوچکی ہے منگوا کر یہ کام شروع کردیں۔ یہ خادم اس خدمت کے لیے ہر طرح تیار ہے۔حتی الامکان فقیر بھی قدمے، سخنے کوشش کرے گا۔"

(مکتوب محررہ ۲۲ ر جمادی الآخر دوشنبہ ۱۳۵۹ھ بنام ملک العلماء)

مولانا حکیم عطاء الرحمن قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۸۹۰ء — وصال: ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء)

مولانا حکیم عطاء الرحمٰن قادری المتخلص بہ 'عطا' کا سن ولادت ۱۸۹۰ء ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سے منتہی جماعت تک کی اکثر کتابیں اپنے والد گرامی حضرت محبؒ پوکھریروی علیہ الرحمہ سے مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا شریف ہی میں حاصل کی۔ البتہ حکمت وطبابت کی تعلیم کے لیے لکھنؤ کا سفر کیا اور وہاں کے کسی مشہور حکیم کی زیر نگرانی حکمت کی تعلیم مکمل فرمائی۔ درس وتدریس کا آغاز مادر علمی مدرسہ نورُ الہدیٰ پوکھریرا سے ہی کیا، جہاں آپ کے برادر کبیر مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری علیمی مدرس اول کی حیثیت سے گوہر علم وفضل لٹا رہے تھے، آپ مدرس دوم کے عہدے پر فائز ہوئے۔

اسی دور میں شیر بیشۂ اہلسنّت علامہ مفتی حشمت علی خاں پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی علم الکلام میں شہرۂ آفاق تصنیف 'حسام الحرمین' پر تصدیقاتِ علما جمع فرما کر 'الصوارم الہندیہ' تیار کیا، تو اس میں ایک مستقل عنوان باندھا۔ 'فتاوائے پوکھریرا ضلع مظفر پور' اس میں بزبان فارسی حضرت مولانا حکیم عطاء الرحمٰن صاحب کی تصدیق اس طرح ہے:

"زہے کتاب مبارک حسام الحرمین است کہ مزین بہ تصدیقات علمائے حرمین طیّبین است۔ دراں لغو دروغ بنظر نمی آید مگر کسے را کہ قائل کذب خدائے قدوس باشد، وصف حقانیت روز من میرسید بر حقیقت او گواہ عادل کلام اہل حرم را بہ بیند"۔ محمد عطاء الرحمٰن المتخلص بعطا عفی عنہ، مدرس دوم مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا۔" (الصوارم الہندیہ)

آل انڈیا سنی کانفرنس پوکھریرا شریف ۱۳۴۵ء کی روداد میں صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صاحب تذکرہ کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے:

"استقبالی جماعت کا نظم ونسق، جناب مولوی ولی الرحمٰن صاحب اور جناب مولوی حکیم عطاء الرحمٰن صاحب قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے تمام

اب یہ میرے ذمہ ہے۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ مجھے مفید مشورہ سے بہت جلد مستفیض فرمائیں گے۔ رمضان شریف کے بعد کوئی ایسی صورت کروں گا کہ حضرت کے دولت خانہ پر حاضری دے کر ضروری اور مفید مشورہ حاصل کروں جواب آنے پر اور ضروری کیفیتیں عرض کروں گا۔"

(محمد عطاء الرحمٰن امام مسجد انگس ناظم مدرسہ نورُ الہدیٰ پوکھریرا)

حضرت حکیم صاحب نے مسجد انگس ہبلی سے علیحدگی کے بعد کافی دنوں تک پارک سرکس کلکتہ کے پاس ایک مسجد میں بھی امامت وخطابت کی ذمہ داری نبھائی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو ابن حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ عرس محبیؒ اور مدرسہ نور الہدیٰ کے ایک سالانہ جلسہ میں شرکت کے بعد اپنے سفرنامہ میں حکیم صاحب علیہ الرحمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا کہ:

"ہمارا قیام ناظم مدرسہ مولانا ولی الرحمٰن کے مکان پر تھا، جہاں ان کے بھائی حکیم عطاء الرحمٰن اور صاحبزادگان مولوی محمد اور مولوی محمد عبید الرحمٰن میز بانی کے لیے موجود تھے۔ حکیم صاحب بعد کو برسوں پارک سرکس کلکتہ کے پاس ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ میری ان سے کئی ملاقات ہوئی۔" (سالنامہ 'یادگارِ رضا' ممبئی ۱۳-۲۰۱۲ء ص ۱۸۱-۱۸۲)"

حضرت حکیم صاحب قبلہ کی حیات وخدمات میں تدریس، تبلیغ، امامت وخطابت اور شعر وادب ہر شعبۂ علم وفن کی بہتات رہی بالخصوص مناظرہ اور ردّ بدمذہباں میں آپ کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ بے باکی اور جرأت رندانہ ایک یادگاری صفت تھی چنانچہ موتیہاری (چمپارن) کے علاقہ میں ایک مقام پہ غیر مقلدین سے ایک مناظرہ ہونا طے پایا۔ اہلِ سنّت کی جانب سے صدر مناظرہ کی حیثیت سے حضرت مفتی ولی الرحمٰن قادری علیمی اور بحیثیت مناظر حکیم عطاء الرحمٰن کا انتخاب ہوا۔ مناظرہ ہوا اور بحمدہٖ تعالیٰ اہلِ سنّت وجماعت کو فتح مبین اور غیر مقلدین کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اور جشن فتح اس طور منایا گیا کہ دونوں ہی شہزادگانِ حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کو لوگ کندھوں پر اٹھا کر نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں قیام گاہ تک لائے۔ آپ کا سال وفات ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء ہے۔ (مکتوب مولانا ریحان رضا انجم مصباحی بنام راقم الحروف)

فاضلِ بہار مفتی محمد عظیم الدین حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۳۸۵ھ)

اوصاف و خصوصیات: حضرت فاضلِ بہار علیہ الرحمہ اپنے ہم عصر علمائے ربانییّن میں ایک باصلاحیت و بافضیلت عالمِ دین تھے۔ ذکاوت و ذہانت اور حاضر جوابی نیز بے باکی وراثت میں ملی تھی۔ فاتح مناظر، وسیع النظر فقیہ اور متبع سنت محدث، نکتہ داں مفسّر، علم کلام، علم اصول اور معانی و بیان کے رمز شناس، علم منطق و فلسفہ، فرائض و عروض، نحو وصرف کے معروف معلم، ہیئت و اقلیدس، ریاضیات و علم جفر کے بلند پایہ مشاق مدرس اور اعلیٰ درجہ کے عالم کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اتباعِ سنّت و شریعت اور زہد و تقویٰ آپ کا طرّۂ امتیاز تھا۔ خطابت میں مثنوی حضرت مولائے روم آپ کا عروس فکر، اس کا عشق موضوع سخن اور طریقت میں سیدنا غوث الثقلین بڑے پیر دستگیر، روشن ضمیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور ان کا عشق آپ کی زندہ داری میں شگفتہ چمن تھا۔ بعد تہجد بارگاہِ سید کونین، امام القبلتین، تاجدار دو عالم، حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مجدد دین وملّت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا کلام ”کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود“ پیش کرنا۔ اور عشق و محبت کے تأثر سے سامعین کو مست کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

بیعت و خلافت: ۱۹۳۹ء میں حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ نے موضع پوکھریرا ضلع سیتامڑھی میں اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ جب کہ چند سال قبل نواکھال مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) بھی نہ بنا تھا۔ جبھی سراج العاشقین حضرت مولانا شاہ محمد خلیل الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر طریقت کے اعلیٰ منزلوں کو طے فرمایا۔

ولادت و تعلیم: فاضلِ بہار حضرت مفتی محمد عظیم الدین حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۰۹ھ میں آپ دربھنگہ ضلع کے سن پورگاؤں محلہ مکن پورہ میں پیدا ہوئے اور یہیں خاندانی شرافت، پاکیزہ ماحول اور علمی معاشرہ میں تربیت پائی۔ آپ کے والد بزرگوار صوفی رمضان

علی ابن شیخ تراب علی ابن شیخ غلام پیر رئیس ملت ایک شب زندہ دار اور با کرامت بزرگ تھے۔ ولی دوستی، علماء نوازی، سخاوت، مروت، اخوت میں مشہور تھے۔ سراج الاولیاء حضرت داتا شاہ نور الحلیم کاشغری رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار پر انوار موضع رسول پور نستہ، ضلع دربھنگہ کے مہراجی تالاب کے ٹیلے پر مرجعِ خلائق ہے۔ ان کے مرید صادق حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ پوکھریروی کا جب برائے عرس پاک نستہ آنا جانا ہونے لگا تو پہلا قیام ان کا مکن پورہ ہوتا پھر حضرت داتا کے عرس میں انہیں کے اہتمام سے شرکت ہوتی۔ حضرت محبیؔ حضرت فاضل بہاری کے ذہانت وذکاوت اور نیک عادت وخصلت سے مسحور ہوکر اپنے ہمراہ پوکھریرا آئے اور خود اپنی خاص نگرانی وتربیت میں از ابتدا تا دیوان حافظ، اخلاقِ محسنی، سکندر نامہ، دیوان ہلالی، بدر چاچ وغیرہ کی تعلیم سے مرصع فرمایا۔ پھر عربی درس میں شرح جامی تک کی تعلیم اپنے صاحبزادے استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ولی الرحمٰن قادری قدس سرہ سے دلوائی۔ بعدہ چار سال تک منطق وفلسفہ کی تعلیم آپ نے مظفر پور میں حاصل فرمائی۔ پھر چند مہینے مدرسہ حمیدیہ میں تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ اپنی خداداد ذکاوت وذہانت پر دادِ تحسین پا کر خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا رحیم بخش علیہ الرحمہ کے قائم کردہ مدرسہ فیض الغرباء، آرا جو اس وقت اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے مرکز علم تھا، تشریف لا کر علم کلام، فقہ وحدیث تفسیر وغیرہ کا حسبِ نصاب درس لے کر ۱۳۴۵ء میں دستارِ فضیلت سے فیروز مند ہوئے۔

اپنے اساتذۂ کرام کا ہمیشہ ذکر جمیل فرماتے۔ خاص کر شمس الاصفیاء حضرت مولانا عبدالغفور علیہ الرحمۃ والرضوان شیخ الحدیث مدرسہ فیض الغرباء کی شفقت ومہربانی کے واقعات بیان کر کے دل گیر ہوجاتے اور بے ساختہ آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوجاتا۔ آپ کے دل میں ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ ان کی تربتِ انور پر بغرض فاتحہ خوانی آرہ تشریف لے جایا کرتے اور فرماتے کہ اب تک اُن کی تعلیم جاری ہے۔

عقد مسنون: بعد فراغت ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۳۳۴ فصلی مورخہ ۶ جیٹھ روز یک شنبہ شب دوشنبہ کو آپ کا نکاح پوکھریرا کے اعلیٰ خاندان میں ہوا۔

درس و افادۂ علم: ۱۳۴۵ھ میں اہلِ کہنواں، سیتامڑھی کی خواہش واصرار

پر آپ کنہواں تشریف لائے۔ یہاں پہلے سے ایک مکتب چل رہا تھا جو قصبہ کے لوگ اجتماعی طور سے چلاتے تھے۔ بظاہر وہ سنّیوں کے معمولات ومراسم پر عامل تھے۔ اس ادارے میں مولوی عبداللہ موتی گیر پرسا نیپال کے ساتھ ایک بدعقیدہ دیوبندی مولوی تھے اور رواج کے مطابق میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ میں بظاہر کوئی اختلاف نہ کرتے مگر درِ پردہ ایک حلقہ اور گروہ تیار کرنے میں سرگرداں تھے۔ بالآخر اس کی بدعقیدگی اُس وقت کھل کر سامنے آئی جب انہوں نے الگ ایک مدرسہ بنام 'اشرف العلوم' قائم کردیا۔ حضرت فاضل بہاری جیسے ہی یہاں پہنچے تو سارے علاقہ کے عوام وخواص کو اکٹھا فرمایا اور عقائد حقہ کی حفاظت اور سنّیت کے فروغ اور تعلیم کی ضرورت کے پیش نظر مدرسہ رضاء العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جو بحمدہ تعالیٰ ہنوز روز افزوں ترقی کی منزلوں کی طرف رواں دواں ہے۔

آپ نے یہاں ۱۸ ر سال تک تعلیم وتدریس کا شاندار فریضہ انجام دیا، شب وروز نیپال وہند کی سرحد پر مسلمانوں کی کثیر تعداد میں پھیلی ہوئی آبادیوں کا دورہ فرما کر شمع سنّیت کو روشن فرماتے رہے اور مسلک امام احمد رضا کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ آپ کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں ہر چہار جانب پرچم سنّیت لہرانے لگا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دیوبندیوں نے پچیس مولویوں کو دیوبند سے بلاکر مناظرہ کا چیلنج کیا۔ مناظرہ گاہ 'بیلا تھانہ' منتخب کیا گیا۔ اہلِ سنّت کی جانب مشاہیر نامور علما بلائے گئے اور خود بصورت مناظرہ کر فتح مبین حاصل کیا اور دیوبندیوں کو شکست فاش ہاتھ لگی۔ ہر طرف آپ کے اس مناظرہ کی شہرت ہوئی اور علمائے اہلِ سنّت نے جگہ جگہ فتحِ مبین کا شاندار جشن منایا۔ قصبہ کنہواں کے ہزاروں تشنگانِ علوم آپ کی درسگاہِ بافیض سے زیورِ علم سے مزین ہوئے۔ پھر آپ نے چند سال مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا جو آپ کا مادرِ علمی تھا یہاں تعلیم دینا شروع کردیا۔ بعدہٗ بریلی شریف ۱۹۵۷ء میں تشریف لے گئے، اسی زمانے میں بحر العلوم حضرت مولانا سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تالیف 'مرقات الفرائض' میں پانچ جگہ علمی اغلاط کی نشاندہی فرمائی۔ بعد میں ان اغلاط وتسامح کی تصحیح بھی دو ورق میں چھپی۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں احمد آباد (گجرات) شیخ الحدیث کے اعلیٰ منصب کے لیے محدث اعظم ہند کے مشورے تشریف لے گئے۔

۱۹۶۰ء میں عرس رضوی میں آئے ہوئے مشاہیر علماء کرام کے درمیان یعنی چالیس علماء کی ایک نشست زیر صدارت محدث اعظم ہند منعقد ہوئی اور مسئلہ صدائے بازگشت لاؤڈ اسپیکر پر نماز سے متعلق بحث شروع ہوئی، جس میں آپ نے منطقی قضیے اور دلائل پر مشتمل آدھا گھنٹہ معرکۃ الآرا علمی گفتگو فرمائی۔ آپ کی بصیرت افروز علمی گفتگو کو ملاحظہ فرما کر حضرت صدرِ اجلاس نے داد و تحسین سے نوازتے ہوئے نعرہ لگوا کر آپ کی علمی و فقہی صلاحیت پر مدحیہ تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت برہانِ ملّت کے اصرار پر دارُ السلام، جبل پور، مدھیہ پردیش میں درس و تدریس کے امور کو انجام دینے کے لیے تشریف لے گئے، مگر جب دوسرے سال عرس رضوی میں شرکت ہوئی تو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم و خواہش پر ۱۹۶۱ء سے مظہر الاسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں تعلیم دینا شروع کیا۔

۱۹۶۳ء میں آپ اپنے وطن اصلی مکن پورہ تشریف لائے تو آتے ہی بخار و نزلہ کے عارضہ سے دوچار ہو گئے، جب افاقہ ہوا تو آپ پوکھریرا تشریف لائے مگر یہاں پھر دوبارہ علیل ہو گئے۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ کے آخری عشرہ میں پوکھریرا اور اس سے متصل گرد و نواح کی آبادیوں سے احبابِ اہلِ سنّت کے ہوشمند طبقہ کو دعوت دے کر بلایا، ادھر نیاز کے لیے کافی مقدار میں بہتر دودھ اور مہین خوشبودار چاول کی کھیر بنوایا، بعد فاتحہ ایک عریض و طویل رقبہ زمین جو آپ کی ذاتی تھی مابین مزار پاک سرکار محبیؒ و مدرسہ نور الہدیٰ اس میں ایک جانب خود پہلے اذان دے کر کدال سے گیارہ کدال مٹی ہٹائی اور سب لوگوں کو گیارہ گیارہ کدال درود پڑھ کر چلانے کا حکم فرمایا، پھر جگہ بدل کر دوسرے کھیت میں ایسا ہی عمل فرمایا اور لوگوں سے کروایا، جب لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہاں پہلی جگہ میری قبر ہوگی اور دوسری جگہ مولوی محبوب رضا کا بنگلہ ہوگا۔ بحمدہ تعالیٰ وہی ہوا۔ بعدہٗ رفتہ رفتہ نقاہت بڑھتی چلی گئی حتی کہ عرس رحمانی کا زمانہ قریب آگیا، یہاں کی بھیڑ بھاڑ کے پیش نظر ۲۷؍ ربیع الآخر کو بصد ادب گذارش کی گئی کہ یکم جمادی الاولیٰ تا سوم ازدھام ہوگا اس لیے حضور مکن پورہ تشریف لے چلیں تو فرمایا بیٹا لوگ بغرض سعادت یہاں آئیں گے اور ہم مکن پورہ چلے جائیں، جاؤ بابو حمید الرحمٰن اور نجم الحق کو بلا لے آؤ، جب حضرت پیر طریقت مولانا حمید الرحمٰن اور نجم الحق تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: میری قبر یہیں ہوگی، جہاں

نشان رکھا گیا ہے۔ اور تین تاریخ کو عرس ختم ہوگا۔ یعنی جمعرات کو عرس ختم ہے، اتوار کی صبح ہم چلے جائیں گے۔ مولوی محبوب رضا کو سمجھا دیا، جلسہ میں ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوگی، اس کی فکر نہ کریں اور نہ ابھی مکن پورہ کے لیے سواری کا انتظام کریں۔ بالآخر بعد عرس ۶؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۴ء بروز اتوار بوقت فجر اس دارِ فانی سے بسوئے دارُ البقار حلت فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کا مزار پرانوار سرزمین پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی میں مرکزِ انوار وعرفان ہے۔ اُسی زمین اور اُسی جگہ میں مدفون ہوئے جہاں آپ نے خود زمین کھود کر نشان رکھا تھا اور جس کی تاکید اُوصیت فرمائی تھی اور رضا منزل حویلی کی تعمیر بھی ٹھیک اُسی زمین پر ہوئی جس میں نشان لگایا اور لگوایا تھا:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

تاریخ وصال:

علیہ رحمۃ اللہ الکریم الاکبر	وسبحان الذی بیدہ الملکوت
۱۳۸۵ھ	۱۳۸۵ھ

انما یخشی اللہ من عبادہ العلما
۱۳۸۵ھ

مولانا عقیل الرحمٰن نعمانی مصباحی

(ولادت: ۲۵؍فروری ۱۹۴۵ء)

علامہ شاہ عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ کے ابن الابن مولانا حکیم عطاء الرحمٰن قادری کے فرزند ارجمند مولانا عقیل الرحمن نعمانی اپنے سلف کی یادگار اور اپنے پیشرو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے باوقار عالم نبیل فاضل جلیل ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت ۲۵؍فروری ۱۹۴۵ء اور مولد ومسکن پوکھریرا ہے۔

رسم بسم اللہ خوانی برادر اکبر حضرت مفتی مطیع الرحمٰن نوری علیہ الرحمہ کے ذریعہ انجام پائی اور تعلیم کی ابتدا مدرسہ نورالہدی پوکھریرا سے ہوئی، جہاں ابتدا سے جماعت ثالثہ کے

معیار تک کی کتابیں کافیہ، قدوری، شرح تہذیب وغیرہ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن نوری، والد گرامی حکیم عطاء الرحمٰن قادری اور داماد محبیؒ حضرت مولانا شرف الدین بلبھاوی سے حاصل کی۔ پھر ۱۹۶۰ء میں اپنے عم زادہ حضرت مولانا الیف الرحمٰن نورانی مصباحی کی معیت میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور تشریف لے گئے اور جماعت رابعہ میں داخلہ لے کر چار سال تک مصروف تعلیم رہے۔ حافظ ملّت علیہ الرحمہ، مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی، اشرف العلماء حضرت سید حامد اشرف کچھوچھوی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی اور مولانا محمد شفیع اعظمی علیہم الرحمۃ والرضوان سے درس نظامی کی مروجہ کتابوں کا درس لیا اور ۱۹۶۴ء میں علوم نقلیہ وعقلیہ کی تحصیل سے فراغت پائی اور سند فضیلت حاصل کی۔

آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں حضرت مولانا عبد العزیز خاں پڑھریا سیوان، مولانا محمد انور علی بستوی، مولانا اسرار احمد مصباحی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ اور پروفیسر فاروق احمد صدیقی سابق صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی جیسے علماو دانشوران لائق ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا سے درس وتدریس کا آغاز کیا مگر کچھ ہی ماہ بعد کلکتہ روانہ ہوگئے، جہاں ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۹ء تقریباً ۱۴ ربرس مہتا کمپنی کی جامع مسجد برجونالا، ٹیا برج کلکتہ میں امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ مولانا آزاد پرائمری اسکول ٹیا برج میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

اسی دوران ۱۹۷۲ء میں علاقۂ کٹک اڑیسہ میں وہابیت دیوبندیت کی کافی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ اور علماء ے اہلسنّت احقاق حق کے لیے ان سے نبرد آزما تھے۔ مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری بانی تحریک خاکساران حق علماء اہلِ سنّت کے سر خیل کی حیثیت سے ان وہابیوں، بدمذہبوں سے برسرِ پیکار رہے۔ مولانا عقیل الرحمٰن نعمانی بھی حضور مجاہد ملّت کی طلب پر علمائے حق کے ہم قدم وہم رکاب رہے۔ اور متعدد مقامات کے تقریباً ۱۶؍ اسٹیجوں پر آپ کا ولولہ انگیز خطاب ہوا جس میں آپ نے اپنے منفرد انداز بیان کے ذریعہ عوام اہلِ سنّت کو عقائد حقہ کے تئیں بیداری اور بدمذہبیت سے مکمل بیزاری کی تبلیغ وتلقین کی جس کے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔

بحمدہٖ تعالیٰ آج ۶۸ ربرس کی عمر میں بھی آپ کی زبان وبیان میں وہی تاثیر دلپذیر

ہے چنانچہ پوکھریرا واطراف کے علاقوں میں خانوادۂ محبیؒ کے سب سے مقبول ومعروف خطیب شمار ہوتے ہیں۔

کلکتہ سے وطن مالوف واپسی کے بعد پھر سے مدرسہ نورالہدیٰ میں کافی مدت تک تدریسی خدمات انجام دی اب اِن دنوں مدرسہ سے سبکدوش ہو کر اپنے دولت کدہ پر ہی طالبین و مستفیدین کے افادہ علمیہ کے لیے درس وتدریس کا مختصر سا حلقہ قائم کیے ہوئے ہیں۔

غالباً ۱۹۵۷ء میں عرس سرکار محبیؒ قدس سرہٗ کے موقع پر پوکھریرا میں حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف سے آپ کو شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

شعروشاعری سے بھی اچھا شغف اور ستھرا مذاق رکھتے ہیں۔ شعر گوئی وسخن سنجی میں کمال کی وجہ سے بہت سے نوآموز شعراء آپ سے اصلاح سخن لیتے ہیں۔

مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی

(ولادت: ۱۱؍فروری ۱۹۷۷ء)

پیدائشی نام 'محمد علاؤ الدین' ہے۔ سلسلۂ رضویہ کے عظیم بزرگ صدرالعلماء حضرت تحسین رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت کا شرف حاصل ہے۔ اس لیے 'رضوی' اور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے سلسلۂ طریقت کی جانب انتساب کرتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ 'قادری' بھی لگاتے ہیں۔ والد گرامی کا نام عبدالغفار ابن محی الدین انصاری ہے۔ عرف میں لوگ دادا کا نام بگاڑ کر 'مہچند' انصاری کہتے تھے۔ والدۂ محترمہ کا نام تقدیر النساء ہے جو ابھی سالِ رواں ہی میں ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۱۳ء بروز بدھ بوقت ۸؍بجے شام کو انتقال کر گئیں۔

آبائی وطن ضلع 'سیتامڑھی' کے مشہور بلاک 'سونبرسا' کے قرب میں ایک چھوٹی سی بستی 'پراداان' ہے جس کی ہندو مسلم مجموعی آبادی ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے۔ البتہ اس گاؤں کا رقبہ بڑا ہونے کی وجہ سے قرب وجوار کے گاؤں کا پوسٹ آفس یہیں واقع ہے۔ اسی بستی میں ۱۱؍فروری ۱۹۷۷ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر قریب چار سال کی ہوئی تو والدین نے آ۔

کو قریبی گاؤں 'سرور پور' کے مکتب میں داخلہ کرادیا جہاں آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی۔ وہاں فتح پور (سیتامڑھی) کے حضرت مولانا نعمت صاحب زیر ملازمت تھے۔ لوگ انھیں مولانا کم اور ماسٹر صاحب کے نام سے زیادہ بلاتے ہیں۔ یہی آپ کی مکتبی تعلیم کے بنیادی استاد ہیں۔ فی الوقت ماسٹر صاحب موضع کچور، ضلع سیتامڑھی کی معروف دینی درسگاہ 'رضا دار القرأت' میں ناظرہ، ہندی، انگریزی اور ریاضی کے استاد ہیں۔ مذکورہ مرد قلندر کے پاس آپ کے علم کی پہلی بول 'بسم اللہ شریف' سے کرائی گئی۔ دیکھتے دیکھتے ناظرۂ قرآن مکمل کیا اور پختگی کے لیے والدین نے ضلع کے ذیلی گاؤں 'بھیرہ'، میجر گنج بلاک کے 'مدرسہ رضویہ ضیاء العلوم' میں قیام وطعام کے ساتھ داخلہ کرادیا۔ یہاں آپ نے تجوید وقرأت کی تعلیم مکمل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے نیپال کے عظیم ادارہ 'مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء' میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے اعدادیہ سے درجۂ سوم تک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اپنے استاد گرامی حضرت مفتی محمد شبیر احمد صابری القادری قدس سرہ سے اجازت حاصل کر کے مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے یوپی کا سفر کیا۔ یوپی میں مراد آباد کے علمی، دینی اور سنی ادارہ 'جامعہ نعیمیہ' دیوان بازار اور 'جامعہ اکرم العلوم' لال مسجد میں مطولات کی باقی کتابیں پڑھیں۔ تعلیم کے آخری سال بریلی شریف کے مشہور ادارہ 'جامعہ نوریہ' میں داخل ہوئے اور معروف اساتذۂ خصوصاً حضرت مولانا رضا قادری 'تحسین میاں' علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس بخاری شریف کا درس لیا اور مولانا محمد حنیف رضوی مصباحی (بانی: امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف) کے پاس جلالین شریف پڑھی اور اسی ادارہ سے ۱۹۹۴ء میں امتیازی حیثیت سے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

مناظر اہلِ سنّت حضرت مفتی عبدالمنّان کلیمی مصباحی (مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اکرم العلوم، مراد آباد) کے پاس تحقیق وافتا کی تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۹۶ء میں تحقیق وافتاء کی سند سے نوازے گئے۔

اس کے علاوہ آپ نے جامعہ اُردو علی گڑھ سے معلم اور مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد سے اُردو میں ایم۔اے کیا ہے۔ مگدھ یونیورسٹی گیا سے پی ایچ ڈی کے لیے کوشش جاری ہے۔

نکاح خوانی: ۱۹۹۸ء میں مولانا غلام محمد صاحب کی دختر نیک اختر مسماۃ رشیدہ

خاتون سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ دولڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، جن کے نام بالترتیب یہ ہیں: محمد رضا، ثنا، صبا، سنبل، محمد آفاق رضا۔

مولانا موصوف سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے بیٹا کا نام محمد رضا کیوں رکھا۔؟ اس کی جگہ محمد حسین، محمد الدین، کیوں نہیں رکھا؟ برجستہ کہتے ہیں کہ اگر نام رضا کی برکت شامل حال رہی تو اِن شاء اللہ ہرگز ہرگز میرے بیٹا میں گمراہی نہ آئے گی۔ چونکہ گمراہی صحبتوں کی وجہ سے آتی ہے اور جس نام کے آخر میں 'رضا' ہوگا۔ کبھی بد مذہب ایسے شخص کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اوصاف و خصوصیات: آپ افکارِ اعلیٰ حضرت اور جماعت اہلِ سنّت کے بےلوث داعی و مبلغ ہیں۔ زبان صاف ستھری، اسلوب محققانہ، گفتگو میں متانت و سنجیدگی، خطاب دلائل و براہین سے مزین ہوتا ہے۔

حج بیت اللہ: ۲۰۰۴ء میں آپ کو حج کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ زیارتِ حرمین شریفین سے متعلق مولانا موصوف ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"خدمت دین متین کے لیے ۱۹۹۸ء کے آخر میں ممبئی آنا ہوا۔ چونکہ شہر میرے لیے بڑا ہی انجانا تھا اور فاصلے سے میل میلاپ اس شہر کا مزاج رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر بدر:

یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو
جو ملوگے تم تپاک سے کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا

فقیر کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، چہرہ بے ریش ہونے کی وجہ سے کہیں کوئی معقول جگہ نہ مل پا رہی تھی خدا خدا کر کے حضرت مولانا عبد الجبار اعظمی ماہر القادری سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ ممبئی کی مرکزی مسجد جسے لوگ 'چشتی ہندوستانی مسجد' کے نام سے جانتے ہیں خطیب و امام ہیں۔ اخلاق ومحاسن میں آپ کا جواب نہیں۔ بہت ہی خلیق واقع ہوئے ہیں۔ اگر علماء وہاں چلے جائیں تو موصوف ناشتہ چائے کے بغیر ہرگز ہرگز جانے نہیں دیتے۔ اللہ انھیں سلامت رکھے۔ خیر انہوں نے مجھے ممبئی کے معروف ادارہ "انجمن مفید الیتمیٰ" میں تقرری فرمادی۔ جگہ متنازع تھی آئے دن دیوبندی، اہلِ سنّت وجماعت کے لوگوں سے بھڑے رہتے۔ ابھی کوئی مجھے دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ اچانک ایک دیوبندی شخص

کو ہائی بلڈ پریشر ہونے کی وجہ سے اٹیک کا غلبہ ہوا اور وہ انجمن کے زیر انتظام 'جمیل مسجد' میں مر گیا، دیو بندیوں کے لیے یہ موقع بڑا ہی حسین تھا، کل ۲۶ سنی نوجوانوں کا نام قتل کے الزام میں ڈال دیا۔ ان ۲۶ میں ایک میں بھی تھا کل چالیس روز پولس چوکی اور جیل میں رہنے پڑے، ضمانت پر باہر آیا تو مجھے میرا روڈ منتقل کر دیا گیا۔ یہ کیس چھ سے سات سال چلا۔ اللہ کے فضل سے ممبئی کے سیشن کورٹ نے ہم تمام سنیوں کو با عزت بری کر دیا۔ اسی اثنا میں مجھے زیارت حرمین کا شوق ہوا۔ وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی گھنٹوں مدینہ والے آقا سے لو لگائے ہوا تھا۔ تنہائی میں لیٹے ہوئے چہرہ تکیہ میں چھپائے ہوئے نعت نبی گنگناتا رہتا اور یہ روز کا معمول بن گیا تھا کہ جہاں درس و تدریس اور دیگر کام سے فارغ ہوا کہ اسی انداز میں نعت نبی پڑھنے لگتا۔ اچانک ایک روز مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی مدظلہ' کو عمرہ پر جانے کے لیے رمضان المبارک کے متبرک مہینہ میں مجھے جناب عاشق رسول زبیر پٹیل کی معیت میں ایئر پورٹ جانا ہوا۔ حضرت اور یہ دینی بھائی زبیر پٹیل کسی کام سے اندر گئے تو میری نگاہ دیو بندیوں، وہابیوں اور شیعوں پر پڑی کہ سب کے سب احرام میں ملبوس عمرہ کے لیے مکہ شریف جانے کے لیے گروہ در گروہ ایئر پورٹ کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ دل نے کہا: اے اللہ! ان گستاخوں کا وہاں کیا کام؟ یہ تیرا بندہ کب سے تیری بارگاہ میں امید لگائے ہوا ہے۔ کیا عالم ارواح میں روح محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں الست بربکم کے جواب میں قالوا بلیٰ نہیں کہا تھا، اگر کہا تھا تو مجھے بھی اس در دولت کی زیارت سے سرفراز فرمادے جس کی سب خواہش رکھتے ہیں۔ دل نے کہا:

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تیری رحمت برستی ہے

دعا مقبول ہوئی، میرے دینی بھائی جناب زبیر پٹیل حاضر آتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ حضرت کیا سوچ رہے ہیں؟ میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا تو خود ہی کہتے ہیں کہ کیا آپ عمرہ پر جائیں گے؟ میں نے کہا کیوں نہیں، ضرور جائیں گے، آقا بلائیں تو سہی، تو وہ کہتے ہیں کہ لیجیے آقا نے آپ کو بلا لیا، کل صبح پاسپورٹ بھجوا دیجیے۔ میں ویزا اور آمد و رفت کا انتظام کر دیتا ہوں۔ میں نے کہا جانے کا انتظام تو کر و آنے کی خواہش کسے ہے۔ اسی اثنا

حضرت مفتی اعظم مہاراشٹر تشریف لائے اور فرماتے ہیں سب خیریت تو ہے؟ زبیر صاحب کہتے ہیں کہ حضور آپ کے پیچھے مفتی صاحب کو بھی بھیج رہا ہوں۔ خیال رکھیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا کیوں نہیں کر لیتے کہ انھیں تم حج کے لیے بھیج دو اس طرح یہ عمرہ اور حج دونوں کر لیں گے ورنہ ابھی ان کا صرف عمرہ ہوگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا مجھے حضرت کے قافلے میں حج کے لیے روانہ کر دیا، امام احمد رضا نے کیا خوب کہا ہے:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

حرمین شریفین کی بہت سی یادیں میرے ذہن میں گردش کرتی رہتی ہیں۔ مصروفیات کی وجہ سے اب تک ضبط تحریر نہ کر سکا۔ دعا فرمادیں کہ وہ سب یادیں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔''

عشق رسول: مفتی موصوف کے محبت رسول اور عشق رسول کے حوالے سے ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب داناپور، کینٹ، پٹنہ کہتے ہیں:

''میں اس بات پر شاہد ہوں کہ عزیز گرامی مفتی محمد علاء الدین پورے ایام حج نیز قیام مدینہ شریف کے درمیان میرے ساتھ ساتھ رہے۔ اور جب تک مدینہ شریف میں قیام رہا آپ نے کبھی اپنے پاؤں میں جوتا چپل کا استعمال نہیں کیا۔ اتفاق ایک روز مولانا عباس ندوی جو میرے سسرالی رشتہ سے ہیں اور 'ام القریٰ' یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ان کے گھر دعوت پر جانا ہوا، فراغت کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو ان کی نظر آپ کے پاؤں پر گئی تو کہتے ہیں کہ آپ چپل پہننا بھول گئے تو میں نے کہا کہ جناب! یہ شہر نبی میں پاؤں میں جوتا چپل پہننے کو خلافِ ادب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ مدینہ میں داخل ہونے سے قبل ہی جوتا چپل اتار چکے ہیں، پھر تو مولانا عباس ندوی آپ کو پکڑ کر زار و قطار رونے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یارسول اللہ! یہ ہند سے آنے والے کا عشق ہے ہم تو آپ کے شہر میں رہتے، کھاتے پیتے ہیں مگر آداب مدینہ بجالانے میں بڑے کوتاہ ثابت ہوئے ہیں، ہمیں معاف فرما۔'' (روایت صاحب تذکرہ)

ہر عاشق کا اپنا معیار عشق ہوتا ہے۔ اس وادئی عشق میں امام احمد رضا کا کوئی جواب

نہیں۔انھیں تو حرم نبوی میں پاؤں سے چلنا بھی گوارا نہیں، کہتے ہیں:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

بیعت و خلافت: صدر العلماء حضرت تحسین رضا قادری علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ انوریہ، بریلی شریف وصدر المدرسین جامعہ الرضا متھرا نگر، بریلی شریف) سے بیعت ہیں اور سلسلۂ رضویہ میں پیر طریقت مفتی ثناء المصطفیٰ ثناء القادری مڑپاوی سے خلافت حاصل ہے۔اسی سلسلے کے دوسرے معروف عالم باعمل، مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی ناگپوری نے حج کے موقع پر مقام امّ ہانی میں حضرت سید طلحہ رضوی برقؔ دانا پور، پٹنہ، مولانا محمد حسین ابوالحقانی بہار، مولانا غلام مصطفیٰ رضوی گجرات اور دیگر علما کی موجودگی میں آپ کو جملہ سلاسل کی خلافت واجازت سے نوازا۔

تصنیف و تالیف: آپ کی مطبوعہ تصنیفات وتالیفات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ بدمذہبوں سے میل جول (اس رسالے میں محض اپنے مفاد کے لیے وہابیوں سے میل جول رکھنے والے افراد کے بارے میں مختصراً شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں)

۲۔ ناقابل معافی جرم (ہم جنس پرستی پر مبنی ایک مختصر رسالہ ہے)

۳۔ شعبان کے لیل ونہار (کتاب کے نام سے ہی موضوع ظاہر ہے)

اس کے علاوہ بھی تصنیفات ہیں جو زیر تکمیل اور ہنوز تشنۂ اشاعت ہیں۔

سنی رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین مسلسل چھپتے رہتے ہیں۔جن رسائل و جرائد میں عموماً چھپتے رہتے ہیں ان میں 'کنز الایمان'، 'ماہِ نور'، سالنامہ 'اہلِ سنّت' ممبئی اور 'یادگارِ رضا' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

خدمات: تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے سب سے پہلے ضلع سیتامڑھی کے ایک دو گاؤں کے مدرسہ میں بچوں کو تعلیم و تربیت دیا۔ان میں موضع موڑھا اور ڈھٹی، جو قصبہ میجر گنج کے قرب میں واقع ہیں، قابلِ ذکر ہیں۔پھر بھیرہوا ں نیپال کے 'مدرسہ فیض القرآن' میں صدر مدرس کے عہدہ پر تقریباً ایک سال پڑھایا۔پھر عروس البلاد ممبئی کا رخ کیا، ممبئی میں مسلسل نو سال تک 'جامعہ فاروقیہ انجمن مفید الیتامیٰ' میں بحیثیت صدر مدرس و مفتی

درس وتدریس اور افتا کا کام انجام دیتے رہے۔ فی الوقت آپ 'محکمۂ شرعیہ سنی دار الافتاء والافتا' (جس کے آپ بانی وصدرِ اعلیٰ ہیں) میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے جن اداروں کی بنیاد رکھی ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ جامعہ فاروقیہ مدن پورہ، ممبئی: یہ ادارہ دراصل انجمن مفید الیتامیٰ کے زیر انتظام حضرت مفتی صاحب کے تقرری کے بعد شروع ہوا اور آپ ہی اس کے تعلیمی اساس کے اصل محرک ہیں۔ جہاں آپ نے اعدادیہ اور حفظ وقرأت کے ساتھ بخاری اور تحقیق و افتا تک کی تعلیم کا بہتر نظم ونسق استوار کیا۔ مگر ٹرسٹیوں کی بے جا زیادتی کی بنیاد پر نو سالہ خدمات کے بعد دست بردار ہو گئے۔

۲۔ انجمن ثنائیہ دار الیتامیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ میرا روڈ ممبئی کا قیام: اس ادارے میں ناظرہ، حفظ وقرأت اور درسِ نظامی کی تعلیم کا اہتمام ہے۔ فی الوقت یہ ادارہ کرایہ کے مکان میں جاری ہے۔

۳۔ ثنائی کمپیوٹر ایجوکیشن سینٹر کا قیام: انجمن ثنائیہ کے طلبہ اور دیگر طلبہ کو کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے واقف کرانے کے لیے یہ سینٹر قائم کیا گیا ہے۔

۴۔ افکار اہلِ سنّت اکیڈمی: (اسلام وسنت اور فروغ فکر رضا کے لیے اس ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ اب تک کئی کتابوں کی اشاعت ہو چکی ہے۔ آپ اس ادارے کو بغیر کسی کے مالی تعاون کے چلاتے ہیں۔ ہاں! اللہ ضرور معین ومددگار ہے۔ اسی ادارہ سے ایک سالانہ کتابی سلسلہ بنام 'اہلِ سنّت' شائع ہوتا ہے، جس کے آپ چیف ایڈیٹر ہیں۔

اساتذۂ کرام:

۱۔ صدر العلماء حضرت مفتی محمد تحسین رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (آپ کو اجازت حدیث کی سند بھی آپ ہی سے حاصل ہے)

۲۔ مولانا حنیف رضوی بریلوی (صدر المدرّسین جامعہ نوریہ، بریلی شریف)

۳۔ مفتی شبیر احمد صابر القادری اندولوی علیہ الرحمۃ والرضوان

۴۔ مولانا عبد المصطفیٰ ضیائی بہراوی

۵۔ مولانا عبدالحلیم

۶۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کماوی۔

(یہ حضرات آپ کے مشاہیر اساتذہ سے ہیں)۔

ماسٹر نعمت فتحپوری، ماسٹر نسیم مکرانی بھانڑسروی اور حافظ عبداللہ بھانڑسروی آپ کے ابتدائی استاذ ہیں۔

کئی غیر مسلم آپ کے اسلامی داعیانہ اخلاق و کردار کی بنیاد پر قبول اسلام کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں مشہور آپ کا حجام عبداللہ (اسلامی نام) ہے۔ مسلسل پانچ سال کی صحبتوں کے بعد یہ شخص دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گیا۔ جس کے کئی شاہدین ابھی بقید حیات ہیں اور وہ یہ ہیں: مولانا محمد حیدر رضا ثنائی، پپرا دادن، ضلع سیتامڑھی، حافظ و قاری مولانا محمد شمشاد عالم تحسینی، شیرا پور، دربھنگہ، مولانا محمد آفاق رضا ثنائی، ناڑا وڈولی، بھیونڈی، مہاراشٹر، جناب محمد ضیاء المصطفیٰ تحسینی، باسکی بہاری، مدھوبنی، مولانا محمد جہانگیر عالم کٹیہار وغیرہ۔ یہ سب آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ 'فیضانِ شریعت' کے مصنف مولانا محمد ابراہیم آسی بھی آپ کے علمی و دینی خدمات سے مستفیض ہیں۔ 'جامعہ فاروقیہ انجمن مفید الیتامیٰ' میں آپ کی سرپرستی میں وہ (مولانا آسی) درس و تدریس کا فریضہ کئی سالوں تک انجام دیتے رہے۔ مسلسل پانچ سالہ تدریسی خدمات کے بعد آپ نے انھیں سوپاری والا ہال (دوٹانکی، ممبئی) میں 'فیضانِ شریعت' کے اجرا کے موقع پر حضرت سید محمد اشرف کچھوچھوی صاحب کی موجودگی میں ۲۰۰۶ء کے اوائل میں تحقیق و افتا کی سند و دستار سے نوازا۔ فی الوقت مولانا آسی جامعہ قادریہ ممبئی میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں اور تدریسی و قلمی میدان میں ممبئی میں منفرد شناخت رکھتے ہیں۔

تصلّب فی الدین: آپ کے ایک شاگرد حافظ و قاری محمد شمشاد عالم تحسینی ثنائی آپ کے تصلّب فی الدین کے تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ:

"دہلی میں استاذِ گرامی (حضرت مفتی محمد علاؤ الدین رضوی) کو دور کے کسی ایک رشتہ دار جو چچا ہوں گے، نام عبدالعزیز ہے، دوپہر کے کھانے پر اپنے گھر مدعو کیا۔ حضرت اپنی معیت میں مجھے اور میرے دوست آفاق

رضاق ثنائی ناڑہ وڈولی کو ساتھ لے کر صاحب خانہ کے یہاں پہنچے۔ظہر کا وقت ہو چکا تھا، قریب کی مسجد میں ہم دونوں نے حضرت کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر صاحب خانہ کے گھر جانا ہوا۔دستر خوان چُنے جا رہے تھے کہ اسی اثنا وہ کہنے لگے کہ: مفتی صاحب بڑا المیہ ہے میرا بھائی مولینا عبدالوہاب سرور پوری جب میرے گھر حاضر آتے ہیں اور انہیں کھانا کھانے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ مجھے دیو بندی بتا کر کھانا نہیں کھاتے ہیں۔آپ برجستہ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم واقعی دیو بندی ہو؟ وہ شخص کہتا ہے کہ ہاں میں دیو بندی ہوں، حضرت پھر پوچھتے ہیں کہ کیا تم دیو بندی عقائد و نظریات سے واقف ہو تو وہ کہتا ہے ہاں میرا عقیدہ و نظریہ وہی ہے جو مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی وغیرہ وغیرہ کے ہیں۔اتنا سنتے ہی مفتی صاحب جلال میں آ گئے۔گرجدار لب ولہجہ میں فرمانے لگے کہ: خبر دار! مولانا عبدالوہاب صاحب اچھا کرتے ہیں، یقیناً تمہارے یہاں کھانا پینا جائز نہیں۔پھر وہ لاکھ منّت وسماجب کرتا رہا مگر آپ کسی علاقہ ورشتہ کا پاس ولحاظ کیے بغیر دستر خوان سے اٹھ گئے اور پھر ہم لوگوں سے فرمایا: بیٹا کسی سنی ہوٹل میں چلو۔وہاں ساگ سبزی، دال روٹی جو میسر ہو کھالیں گے۔“

مولانا محمد علی حسن خاں رضوی

(ولادت: ۲؍محرم الحرام ۱۳۷۰ھ)

محمد علی حسن خان رضوی ابن مولوی محمد احمد خان رضوی مرحوم ۲؍محرم الحرام ۱۳۷۰ھ بوقت صبح موضع کما، سیتامڑھی کے ایک شریف خاندان میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علوم و فنون: ابتدائی تعلیم آپ اپنے وطن عزیز کے مشہور وقدیم ادارہ مدرسہ نورُ العلوم رضا چوک، کما، ضلع سیتامڑھی میں حاصل کی۔اس کے بعد اپنے والد گرامی مولوی محمد احمد خاں سے اکتسابِ علم کیا۔پھر اپنے چند رفقا کی معیت میں علمی تشنگی

بجھانے کے لیئے خانقاہ مجیبیہ پھلواری (پٹنہ) تشریف لے گئے کچھ دنوں تک خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ لیکن پھلواری اس وقت بدمذہبوں کا اڈا ہو رہا تھا، بارہا منت اللہ رحمانی وہابی کو خانقاہی مصلیٰ پر نماز پڑھاتے دیکھ کر آپ نے شاہ عون احمد اور مولوی نظام الدین پر اعتراض کیا لیکن دنیا طلبی کے نشے میں ان لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی ایک روز دیوبندی و وہابی عقائد پر مباحثہ چھڑ گیا۔ یہ خانقاہی لوگ اپنی ضد اور جہالت پر اڑے رہے۔ اور گستاخان بارگاہ رسالت وہابیہ کی تکفیر سے انحراف کرتے رہے، تو مولانا موصوف نے ان کی گمراہی سے برطرفی کا اعلان کرتے ہوئے، وہاں تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دیا اور اپنے رفقائے سفر مولانا محمد عطاء الرحمٰن و مولانا محمد صلاح الدین کماوی و مولانا عبدالرؤف بسوریاوی کے ساتھ بقیہ تعلیم کی تکمیل کے لیے بریلی شریف کا رخ کیا اور کئی سالوں تک پوری جاں فشانی و تندہی کے ساتھ تحصیل علوم میں مشغول رہے اور دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف کے مقتدر و جلیل القدر اساتذۂ کرام سے اکتسابِ علم و فیض کرتے رہے، یہاں تک کہ ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء کو علمائے راسخین و صلحائے کاملین کے دست مقدس سے آپ کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا گیا اور آپ سند نیابت رسول سے نوازے گئے۔

بیعت و ارادت: مفتی اعظم ہند مفتی مصطفٰی رضا قادری خلفِ اصغر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ سے آپ کو شرفِ بیعت حاصل ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند کی نگاہِ کیمیا گر نے آپ کو شریعت و طریقت کا پیکر بنا دیا۔

موجودہ مشغلہ: فراغت کے بعد موصوف نے تعلیم و تعلّم کی راہ سے ہٹ کر علیحدہ مشغلہ اختیار کرنا پسند کیا۔ بریلی شریف ہی میں محلہ اعظم نگر جہاں آپ زمانۂ طالب علمی میں امامت کرتے تھے۔ لوگ آپ کی پارسائی و پاک دامنی سے بے حد متاثر تھے۔ مشورہ دیا کہ مولانا المکرم اگر آپ تدریسی زندگی سے ہٹ کر تجارتی مشغلہ اختیار کرنا چاہتے ہیں تو اسی محلّہ میں غلّہ کی دُکان کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ چنانچہ آپ نے تاجدار اہلِ سنّت مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضری دی اور ان کی دعاؤں کے ساتھ تجارت کرنا شروع کر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ آپ نے تجارت میں خوب خوب ترقی کی اور ایک عمدہ تاجر کو جن جن صفتوں کا حامل

ہونا چاہیے آپ ان تمام خوبیوں کے جامع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے مقابلے میں دکان کی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت وترقی آپ کو عطا کی مقابل حیران ہیں۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند بھی ہیں اور احباب ومخلصین کو پابندی کی تلقین بھی کرتے رہتے ہیں۔ شریعت کے ایسے پابند ہیں کہ ایک لمحہ بھی موئے سر شریعت سے ہٹ کر زندگی گذارنا ناتلافی جرم تصور کرتے ہیں۔ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر دینی خدمات بھی فی سبیل اللہ انجام دے رہے ہیں اور اپنی قیمتی دولت وسرمایہ کا خطیر حصہ دین ومذہب کی اشاعت میں صرف کرتے رہتے ہیں۔

مولانا محمد عنایت اللہ رضوی مصباحی

(ولادت: ۵؍اکتوبر ۱۹۸۱ء)

نام: محمد عنایت اللہ، قلمی نام: عنایت اللہ خلیل، مشرب: قادری، نسبت: رضوی اور تعلیمی نسبتیں: علیمی مصباحی علیگ ہیں۔ آپ کا نسب نامہ بروایت والد بزرگوار یوں ہے:

محمد عنایت اللہ بن حافظ الحاج محمد حبیب الرحمٰن بن ڈاکٹر محمد خلیل الرحمٰن بن محمد بشارت علی بن محمد جعفر علی۔ آپ کی والدہ محترمہ قیم النساء مرحومہ بہت ہی نیک طبیعت پاکیزہ خصلت اور رحم دل واقع ہوئی تھیں۔ آپ کے سلسلہ نسب کی ایک خاص کڑی یہ ہے کہ سبھی حضرات سنجیدہ مہذب صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ اور سربرآوردہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۵؍اکتوبر ۱۹۸۱ء میں، اپنے آبائی گھر کاشانۂ رضا ڈاکٹر خلیل منزل سوتیہارا میں ہوئی۔ جملہ ابتدائی مراسم، شریعت کے مطابق انجام پائے۔

تعلیم وتربیت: خاندانی ماحول کے مطابق، بسم اللہ خوانی کی رسم، گھر میں ہی والد بزرگوار نے کرائی پھر رفتہ رفتہ ان کے ہمراہ گاؤں ہی میں واقع مدرسہ انوار العلوم جانے لگے۔ زہے قسمت والد بزرگوار ان دنوں مذکورہ مدرسہ میں ہی استاذ تھے۔ چنانچہ آپ ان کے ہمراہ مدرسہ جایا، آیا کرتے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت کا سلسلہ کوئی ۸ رسال تک چلتا رہا، جہاں آپ نے درجہ تحتانیہ (اولیٰ) تا وسطانیہ (رابعہ) کی تعلیم حاصل کی۔

بعدہٗ مروجہ درجات نظامی کی تعلیم کے لیے دار العلوم اہلسنّت غوثیہ رضویہ، اگیا

چھاتا، بستی یوپی پہنچے، جہاں آپ نے جماعت ثالثہ کی تعلیم حاصل کی۔ سال آئندہ وہیں سے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کوچ کر گئے۔ جہاں آپ نے فن تجوید مطابق امام عاصم، بروایت حفص بطریق شاطبی اور جماعت رابعہ تا سادسہ کی تکمیل کر کے سند تجوید اور سند عالمیت ودستار سے شرفیابی کی۔ آپ کا یہ سفر منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ فضیلت کی تکمیل کے لیے ازھر ہند جامعہ اشرفیہ مبارکپور حاضر ہوئے۔ اور یکم جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ کی سعادت بخش ساعت میں بموقع عرس عزیزی، اکابرین امت کے مقدس ہاتھوں سند ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

آپ طلبہ کے مابین مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ عربی جداریہ 'الافکار' کی ادارت فرمائی، اس کے علاوہ سال فراغت عربی زبان وادب میں جماعت میں سب سے زیادہ نمبرات حاصل کرنے کی وجہ سے ہدیۂ تشکر بھی تحریر فرمایا۔ خاص طور پر وہ لمحات آپ کی شخصیت کو انفرادیت بخشتے ہیں، جب ۲۰۰۰ء میں مشہور اسلامی اسکالر شرفِ اہلِ سنّت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (انڈیا) میں پاکستان سے تشریف آوری ہوئی۔ ساتھ میں مولانا عبدالستار ہمدانی پوربندر گجرات اور الحاج رفیق صاحب پاکستان بھی تھے۔ مہمان ٹیم کی خواہش پر آپ نے سیرۃ النبی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) کے عنوان پر بزبان عربی تقریر فرمائی اور نقد انعام حاصل کیا۔

آپ بیشتر علوم وفنون میں ایک اچھی استعداد وصلاحیت کے مالک ہیں۔ لیکن خصوصیت سے عربی زبان وادب میں اپنی ایک الگ پہچان اور خصوصی شناخت رکھتے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ماسٹر ڈگری بھی حاصل کی اور ان دنوں آپ ڈاکٹریٹ کے لیے کوشاں ہیں۔

اساتذہ ومشائخ: آپ نے تعلیم وتربیت کے اس طویل مرحلے میں جن اساتذہ ومشائخ سے اکتسابِ فیض کیا ان میں چند اربابِ علم وفضل کے نام یہ ہیں: مفتی محمد عثمان رضوی (استاذ ومفتی انوار العلوم کماسو تیہارا، سیتامڑھی)، مولانا نفیس احمد مصباحی (شیخ الادب، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، یوپی)۔ مولانا محمد قمر عالم مصباحی (شیخ الحدیث، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی) اور مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی (سابق شیخ الحدیث غوثیہ رضویہ

اگیا چھاتا، بستی، یوپی)۔

بیعت وارادت: تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا ازہری (اطال اللہ عمرہ) کے دست حق پرست پر بیعت وارادت قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔

تعلیمی وتدریسی خدمات: جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد، دارالعلوم قادریہ گلشن برکات گونڈہ (یوپی) تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیئے۔ پھر اپنے وطن مالوف لوٹ آئے۔ جہاں مادر علمی مدرسہ انوار العلوم، سوتیہار اسیتامڑھی کی تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ جو ہنوز جاری ہے۔

موجودہ مشغلہ: تعلیمی وتدریسی خدمات کے علاوہ وعظ ونصیحت، دینی وعلمی اور ادبی عناوین پر مضامین ومقالات نیز عصری تقاضوں کے مطابق متعدد کتابیں زیر تحریر وتالیف ہیں۔

مناکحت: آپ کا عقد مسنون ۱۹۹۸ء میں بی بی فوزیہ حنفی (بے اے آنرز) سے ہوا۔ فی الوقت دو صاحبزادی مدثرہ عنایت عظمیٰ، اور مبشرہ عنایت شادماں۔ یہ دونوں صاحبزادیاں ابھی قرآن مجید ناظرہ اور مروجہ تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ فی الجملہ موصوف کی شخصیت گوں ناگوں خوبیوں کی حامل نظر آتی ہے۔ پروقار سنجیدگی ومتانت، اگرانہیں نوخیز علماء، وفضلاء میں ممتاز ومنفرد کرتی ہے، تو ان کی بلندیٔ فکر وعلم، قوت فیصلہ اور تلاش منزل کی سعی پیہم پورے طور پر ان کا شناخت کراتی ہے۔

مولانا محمد عیسیٰ رضوی مصباحی

(ولادت: ۱۸؍اگست ۱۹۷۲ء)

ولادت وتعلیم: مولانا محمد عیسیٰ رضوی مصباحی ابن محمد بشیر الدین انصاری، محلہ حسن پور پوسٹ بسبٹہ، تھانہ میجرگنج، ضلع سیتامڑھی میں ۱۸؍اگست ۱۹۷۲ء میں پیدا ہوئے۔

گاؤں حسن پور کے مکتب سے تعلیم وتعلم کی ابتدا ہوئی۔ پرائمری اسکول میں درجہ پنجم پاس کرنے کے بعد ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم قادریہ غوثیہ، محلہ مرغیا چک میں داخلہ لیا، جہاں

قرآن مجید ناظرہ، وابتدائی فارسی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۶ء تک علاقہ کے کئی مدارس میں اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہے، مثلاً مدرسہ اسلامیہ سندر پور (نیپال)، مدرسہ حنفیہ رضویہ، جے نگر (نیپال) اور مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، سیتامڑھی میں مولانا عبدالحفیظ منظری، مفتی شبیر احمد صابر القادری اندولوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید حسن مصباحی سے اکتسابِ علم کیا۔ لیکن سیرابی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو میں داخل ہوئے اور وہاں کے اساتذۂ ذوی الاحترام کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ جامعہ امجدیہ رضویہ کی تعلیم کے دوران موصوف طلبہ میں بڑے متحرک اور فعال رہے۔ خاص کر عربی زبان وادب، طلبہ کی انجمنوں اور بزمہائے خطابت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

چار برس تک گلستان امجدیہ میں علمی خوشہ چینی کرنے کے بعد ۱۹۹۰ء میں اہلِ سنّت وجماعت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں جماعت خامسہ میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذہ ومعلّمین کی بارگاہوں میں زانوئے ادب تہہ کر کے ۷ار نومبر ۱۹۹۳ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

مخصوص اساتذہ یہ ہیں: مولانا عبدالرحمٰن مصباحی، مفتی محمد حبیب اللہ مصباحی، مولانا محمد صدیق مصباحی ودیگر اساتذۂ جامعہ امجدیہ۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں: (۱) محدث کبیر مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری (۲) مولانا عبدالشکور مصباحی عزیزی (۳) مولانا نصیر الدین مصباحی عزیزی (۴) مولانا اعجاز احمد مصباحی مبارکپوری (۵) مولانا محمد احمد مصباحی وغیرہ۔

فرغت کے معاً بعد جامعہ مخدومیہ انوار العلوم عشری حسن پور، ضلع سیوان، بہار میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ تاہم آپ کے اندر کی پوشیدہ قوت حرکت وعمل نے آپ کو وہاں چین سے رہنے نہ دیا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس دردِ بے چینی کی دوا امامت وخطابت کی شکل میں اس وقت آپ کو ملی جب آپ کرلا، نہرو نگر ممبئی میں ٹھکر بابا کالونی کی جامع مسجد میں خطیب وامام کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ جہاں تقریباً چھ برس تک امامت وخطابت اور تبلیغ واشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ اسی دوران مذکورہ جامع مسجد کی

عالیشان تعمیر آپ کا عظیم کارنامہ رہا۔ ساتھ ہی دو برس تک جامعہ رضویہ معراج العلوم، بگین واڑی، گوونڈی میں تعلیمی وتدریسی خدمات سے بھی وابستہ رہے۔ بلادِ عظمیٰ ممبئی واطرافِ ممبئی کے علاوہ گجرات کے دُور افتادہ مقامات پر بھی آپ کا کافی شہرہ رہا اور آج بھی ہے۔

قوتِ خطابت اور جذبہ تبلیغ واشاعت نے مولانا موصوف کے لیے یورپ جانے کا راستہ ہموار کر دیا اور مئی ۲۰۰۱ء میں آپ یورپی ملک کناڈا تشریف لے گئے اور وہاں مسلسل چھ سال تک فریضہ دعوت تبلیغ انجام دیتے رہے۔ اسی دوران کناڈا میں 'غوثیہ انٹرنیشنل فاؤنڈیشن آف کناڈا' اور 'مسجد انوارِ مدینہ' کا قیام بھی آپ کی جدوجہد سے عمل میں آیا۔ ۲۰۰۷ء کے اواخر میں آپ انڈیا آ گئے اور دو سال تک ہندوستان کے طول وعرض میں تبلیغی دورے کرنے کے بعد پھر غیر ملکی دورے پر ۲۰۰۹ء میں امریکہ گئے اور ایک سال تک 'امریکن مسلم ایسوسی ایشن امریکہ' کے زیر انتظام جامع مسجد اکلاہما سیٹی کے خطیب وامام رہے اور پوری دل چسپی کے ساتھ وہاں فروغ دین، اشاعت مسلک اور تبلیغ مذہب کا مقدس فریضہ انجام دے کر ہندوستان واپس ہوئے اور تا حال اپنا مشن جاری رکھتے ہوئے ملک کے طول وعرض میں قوم وملت کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی دینی خدمات میں سے ایک اہم خدمت اپنے گاؤں حسن پور بسبٹہ میں مدرسہ اہلِ سنت الجامعۃ العربیہ رضاء العلوم، حسن پور کی تعمیر وترقی ہے۔ یہ ادارہ آپ کی ہی سربراہی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ نیز دارُ العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی اور رضا دارُ القرأت مرپا کچور، ضلع سیتامڑھی سے بھی بحیثیت سربراہِ اعلیٰ آپ کی وابستگی ہے۔

۱۹۹۱ء میں دورانِ تعلیم ہی آپ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری بریلی شریف سے بیعت ہوئے۔ ۲۰۱۲ء میں مولانا توصیف رضا قادری بریلی شریف سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

مولانا عیسیٰ رضوی کو شعر وشاعری سے بھی خاص شغف ہے۔ شعر وسخن اور نعت گوئی میں آپ حضرت سید اولادِ رسول قدسی اڑیسہ، مقیم حال امریکہ سے فیض یافتہ ہیں۔

○○

ع

مولانا محمد غضنفر حسین رضوی

(ولادت: ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)

نام: محمد غضنفر حسین، خطاب: نواب دانش، یکم جنوری ۱۹۷۵ء/ ۱۳۹۵ھ پوکھریرا ضلع، سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد ظفر الحسین قادری حامدی کے سایہ کرم میں رہ کر حاصل کرنے کے بعد مشہور ادارہ جامعہ قادریہ مقصود پور پہنچے اور حضرت مفتی محمد اسلم رضوی سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ معینیہ عظمت العلوم صاحب گنج، ضلع مظفر پور میں داخلہ لے لیا لیکن تشنگی علم نہ بجھی آخر کار دارالعلوم غریب نواز الہ باد میں داخل ہو گئے اور مسلسل چار سال رہ کر اساتذۂ دارالعلوم مفتی شفیق احمد شریفی، مولانا رحمت اللہ اور مولانا مجاہد حسین مصباحی پلاموی کی بابرکت صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ ۲ر جنوری ۱۹۹۶ء میں سند و دستار سے نوازے گئے۔ دورانِ تعلیم عربی، فارسی بورڈ، الہ آباد (یوپی) سے سند عالم اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ (بہار) سے ڈبل فاضل ہوئے۔

مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد مارچ ۱۹۹۶ء سے جنوری ۱۹۹۷ء تک مدرسہ قادریہ فیضان حبیب عنایت پٹی الہ باد میں صدر مدرس کے عہدے پر فائض رہے۔ پھر مدرسہ اہلِ سنّت فیض القرآن محمد آباد یوسف پور ضلع غازی پور میں تدریس اور دارالافتاء کی خدمت پر مامور رہے۔ مولانا محمد غضنفر حسین ایک نوجوان متحرک وفعال ذہن کے مالک ہیں۔ تبلیغی سرگرمیوں میں بڑی دلچسپی ہے۔ سب سے پہلے 'کل ہند مجلس طلبائے اسلام' پوکھریرا کے نائب سکریٹری ہوئے۔ پھر پرتاب پور الہ باد کے علاقہ کے لیے تحریک دعوت اسلامی کے امیر ہوئے۔ فی الوقت 'حجۃ الاسلام اکیڈمی' پوکھریرا کے جنرل سکریٹری اور جامعہ امام

احمد رضا اسلام پور ضلع سیتامڑھی میں صدر مدرس کے منصب جلیل پر فائز ہیں۔
تاج الاسلام مولانا مفتی اختر رضا ازہری دام ظلہٗ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

مولانا غلام جیلانی مصباحی

(ولادت: ۱۵ر نومبر. ۱۹۶۹ء)

نام ونسب وولادت: محمد غلام جیلانی ابن عبدالحفیظ ابن یوسف ابن منصف بلاک پریہار موضع کھوکسی پوسٹ براہی وایا سرسنڈ، ضلع سیتامڑھی ۱۵ر نومبر ۱۹۶۹ء کو پیدا ہوئے۔

آغاز تعلیم: آبائی گاؤں کھوکسی ہی کے مکتب میں ابتدائی تعلیم قرآن شریف تک حضرت مولانا معین الدین موجولیاوی سے حاصل کی۔ بعدہٗ اپنے چچا حافظ یونس رضوی کے ساتھ مدرسہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ نیپال میں کچھ دن گذارا۔ بعدہٗ درجہ اعدادیہ دارالعلوم نظامیہ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی میں حضرت مولانا عبدالخالق لوکہاوی سے پڑھا۔ ان کے چلے جانے کی وجہ سے درجہ اولیٰ مدرسہ قادریہ جلیشور نیپال میں مولانا اشرف القادری ومولانا طاہر حسین ومولانا داؤد کھوکسی سے حاصل کیا۔ اس کے بعد مناظر اہلِ سنّت مفتی عبدالمنان کلیمی براہی، سیتامڑھی کی اتر پردیش کی مشہور درسگاہ ضیاء العلوم خیرآباد میں داخلہ لیا۔ اولیٰ وثانیہ ان ہی کی سربراہی میں حاصل کیا۔ پھر کلیمی صاحب خیرآباد چھوڑنے کی وجہ سے بستی ضلع کی مشہور ومعروف درسگاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں ثالثہ تا سادسہ راقم سطور (محمد الیاس مصباحی اندولی) کے زیر سایہ رہ کر علم حاصل کیا وہاں اس وقت کے مشفق اساتذہ میں سرفہرست مولانا عبداللہ خان عزیزی، مولانا مسیح الدین مصباحی، مولانا تفسیر القادری قیامی، مولانا فروغ احمد اعظمی وغیرہم سے استفادہ کیا۔ عالمیت کی تکمیل کے بعد ۱۹۹۰ء میں والد گرامی کے اصرار پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں نائب دورہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۱ء میں درجہ فضیلت کی تکمیل کی۔ الہ آباد بورڈ سے منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل کی سند حاصل کی۔ آغازِ تعلیم ہی کے دوران بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم، اور فاضل فارسی کی سند حاصل کی۔

الجامعۃ الاشرفیہ سے فضیلت کے بعد آبائی وطن کے مدرسہ دینیہ ضیاء العلوم کھوکسی

میں صدرالمدرسین کے فرائض کوانجام دیا۔ دوسال کے بعد حالات کچھ ناموافق ہونے کی وجہ سے وہاں سے بحکم حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمۃ مدرسہ نورُالعلوم رضا چوک کما ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمتِ علم انجام دی۔ ۱۹۹۵ء کے اوائل میں کچھ ارکان سے اختلاف ہوجانے کی وجہ سے وہاں سے شہر سیتامڑھی کی معروف درسگاہ دارُالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک میں نائب صدر المدرسین کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔ پھر اہلِ کما کے اصرار پر مدرسہ نورُالعلوم رضا چوک کما میں ۲۰۰۲ء میں دوبارہ آئے اور مسلسل سات ۲۰۱۰ء تک درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ پھر کچھ خاص احباب کے اصرار پر مدرسہ غوثیہ طاہر العلوم کما شمشیر پور ۲۰۱۰ء ۲۰۱۱ء میں دوسالہ صدر المدرّسین کے عہدے پر فائز رہے۔ ۲۰۱۲ء سے مدرسہ بستان العلوم موضع ٹکٹار دربھنگہ میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مفتی غلام حیدر قادری، مصباحی، نقشبندی

(ولادت ۱۹۶۰ء)

صوبۂ بہار کا سرحدی ضلع سیتامڑھی بڑا مردم خیز علاقہ ہے، جس کے آغوش میں سینکڑوں علما، فقہا، خطبا، نقبا، شعرا، ادبا، محدثین، مفکرین، مفسرین، محققین نے جنم لیا۔ اسی چمنستانِ علم کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں فقیہِ ملّت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، گلِ گلزارِ نقشبندیت حضرت مولانا مفتی غلام حیدر قادری مصباحی نقشبندی جو مفتی شمیم القادری مظفر پوری کی روایت، مفتی عثمان صاحب سیتامڑھی کی امانت، مفتی قاسم مظفر پوری کی وراثت، علامہ جید القادری مظفر پوری کی نظامت اور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی کرامت بن کر مظفر پور اور اس کے گردونواح میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں، اور طالبانِ ملّت اسلامیہ کو علم وادب کا سبق پڑھا رہے ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۹۶۰ء کے اواخر میں ضلع سیتامڑھی کے قصبہ بلسنڈ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد محمد مسلم مرحوم، اسلام پور، ضلع سیتامڑھی کے متوسط کاشتکار تھے۔

بسم اللہ خوانی: جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت پورا علاقہ جہالت د

لاعلمی کے پنجے میں جکڑا ہوا تھا۔ اسلام پور سے کچھ دُور بلواٹولہ رائے پور میں ایک چھوٹا سا مکتب آباد تھا، جہاں تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے آتے تھے، اسی مکتب میں آپ کی بسم اللہ خانی مولوی جان صاحب نے کروائی۔ پھر آپ کے والد ماجد نے بھی آپ کا داخلہ اسی میخانۂ علم میں کرادیا جہاں سے آپ کا تعلیمی سفر شروع ہوا۔

تحصیلِ علم: آپ بچپن سے ہی بلند اقبال، عمدہ خیال، خوب سیرت، نیک صورت، پاک طبیعت، خوش فہم، اور سنجیدہ مزاج ہیں۔ آپ جب اپنے ہم عمروں کے ساتھ مدرسہ جایا کرتے تھے تبھی آپ اپنے ہم سروں اور ہم عصروں میں گوناگوں ذہانت کے مالک تھے۔ مولوی صاحب جو پڑھاتے فوراً اسے یاد کرلیا کرتے تھے اور سب سے پہلے اپنا سبق سنالیا کرتے تھے، آپ کی ذہانت وفطانت دیکھ کر مولوی صاحب بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے۔ استاذِ محترم کو آپ پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ دعائیں دیا کرتے تھے۔ آپ بھی اپنے استاذ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ استاذ کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے استاذ کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتے اور دست بستہ کھڑے ہوکر حکم کا انتظار کرتے، استاذ کا جو حکم ہوتا اسے سرآنکھوں پر رکھتے ہوئے بروئے کار لاتے۔

آپ بچپن سے ہی نماز پنج گانہ کے عادی ہیں، موسم چاہے سرما کا ہوتا یا گرما کا، چاہے بارش ہوتی یا آندھی چلتی، آپ ہر نماز کو گاؤں کی مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔

علم دین حاصل کرنے کا جذبہ اور لگن، شریعت کے احکام سیکھنے کا شوق، احکامِ خداوندی کو دل میں اُتارنے کی تڑپ بچپن سے ہی آپ کے سینے میں موجزن تھی، بلواٹولہ رائے پور میں آپ نے ناظرہ، اُردو، فارسی اور دینیات وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

آپ کی بلند اقبالی، عمدہ خیالی اور علم دین کی حصولیابی میں محنت ومشقت اور لگن دیکھ کر استاذ محترم نے بڑی درسگاہ میں شرف تلمذ حاصل کرنے کی رہنمائی فرمائی، پھر آپ وہاں سے شہر مظفر پور تشریف لائے وہاں آپ کے چچا حافظ نبی حسن صاحب مدرسہ تیغیہ بحر العلوم، دامودر پور، مظفر پور میں ۱۹۷۲ء کے اوائل میں داخلہ کرادیا جہاں آپ نے مولانا اسرار الحق پنڈولوی، سیتامڑھی کے زیرِ سایۂ کرم گلستاں، بوستاں، میزان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، مگر وہ ادارہ کچھ اختلاف کا شکار ہوکر بند ہوگیا۔

اس کے بعد آپ نے مدرسہ تیغیہ انوار العلوم، ماڑی پور، مظفر پور میں داخلہ لیا جہاں آپ نے علامہ جید القادری، علامہ شاکر القادری، مفتی محمد قاسم براہیمی، مفتی عثمان رضوی، مفتی شمیم القادری اور مولانا سلیمان وسیمی کے زیر عاطفت ۱۹۷۳ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک نحو میر سے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔

اسی درمیان ایک انقلاب آفریں واقعہ پیش آیا۔ واس طرح کہ آپ مدرسہ بحر العلوم دامودر پور کے بند ہو جانے کے بعد اپنے گھر اسلام پور میں قیام فرما تھے، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، گرمی کی شدت تھی، روزہ کی حالت میں آپ بعد نماز ظہر مسجد میں تلاوت کلام اللہ کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسلام پور کے دو طالب علم جو دوسری جگہ تعلیم حاصل کر رہے تھے دونوں آپ کے ہم عصر مگر عمر میں زیادہ تھے مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''دیکھتے ہیں یہ کیسے عالم، فاضل بن جاتا ہے۔'' آپ ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے، ان لوگوں نے ایسی باتیں اس لیے کیں کہ آپ ان لوگوں سے نعت خوانی میں سبقت لے جاتے، اور دوسری وجہ یہ کہ آپ کے مقامی تیرہ ہم سبق ساتھیوں نے کسی وجہ سے تعلیم چھوڑ دی تھی۔ صرف آپ نے ہی اعلیٰ تعلیم کے لیے شہر کا رُخ کیا تھا۔

ان دونوں کی گفتگو کا آپ پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ آپ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور عزم مصمم کر لیا کہ اِن شاءاللہ جب تک میں ہندوستان کی عظیم درسگاہ سے جید عالم بن کر سندِ فضیلت حاصل نہیں کر لوں گا اس وقت تک چین وسکون کی سانس نہیں لوں گا، اور ہوا بھی ایسا ہی کہ اللہ رب العزت نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔

فراغت: جب آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی میں تحصیل علم کے لیے قدم رکھا تو اللہ رب العزت نے آپ کو حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے قدموں میں جگہ عنایت فرمائی۔ ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا عبد اللہ عزیزی، مولانا نصیر الدین مصباحی، مولانا اسرار احمد مصباحی، علامہ عبد الشکور عزیزی مصباحی وغیرہ جیسے متبحر علما کے زیرِ عاطفت تعلیم مکمل فرمائی اور ۱۹۸۵ء کے عرس حافظ ملت میں ہندو بیرونِ ہند کے مؤقر علما کے ہاتھوں

دستارِ فضیلت و قرأت حاصل کی۔ جشنِ 'دستارِ فضیلت' سے آپ کے سالِ فراغت کی عیسوی تاریخ (۱۹۸۵ء) برآمد ہوتی ہے۔

آپ اپنے زمانۂ طالب علمی کے واقعات میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ پہلے سے ہی پختہ اور پوری اسلامی تعلیم حاصل کرنے کا تھا، مگر ان دونوں حضرات کی گفتگو نے مجھے آخری وقت تک متحرک رکھا اور منزل تک پہنچنے میں معاونت کی، اس لیے میں ان دونوں حضرات کا شکر گزار ہوں، اور آج بھی ان دونوں حضرات کی قدر کرتا ہوں، اور وہ دونوں حضرات مجھے حسرت و رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

خاص احباب: زمانۂ اشرفیہ کے چند مؤقر ساتھی جن سے آپ اکثر ہم کلام، ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہا کرتے تھے، ان میں مفتی معراج القادری فیض آبادی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، مولانا ممتاز احمد مصباحی گھوسی، حافظ مسیح الدین کلکتہ، مولانا عبدالسلام گونڈوی، مولانا بدرالدجیٰ مصباحی، پرنسپل مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد، حافظ فتح احمد مصباحی بستوی، حافظ علیم الدین مصباحی بستوی، مولانا انوار احمد مصباحی پلاموں، مولانا معین الحق مظفر پوری، مفتی عطاء الرحمٰن قاضی چمپارن، مفتی ذکاء اللہ مصباحی سیتامڑھی، مفتی محمود عالم وغیرہ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ ان میں جو جہاں ہیں وہیں اپنے علم و ہنر کے گوہر لٹا رہے ہیں۔

درس و تدریس: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ اصلاح المسلمین بیجاناتھ پارہ رائے پور چھتیس گڑھ کے مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوئے، اور اپنے علم و فن کی بزم آراستہ کی۔ فیضان علم تقسیم کیا، علم و ہنر کے جوہر لٹائے، حکمت و معرفت کا چشمہ جاری کیا، عجب حسنِ اہتمام ہے عجب رنگا رنگی ہے، شائقین علم و فن کا ایک ہجوم ہے، جو مختلف علاقے کے ہیں، مختلف عمروں کے ہیں، چھوٹے بھی ہیں بڑے بھی ہیں، ہر طرح کے تشنگان علم دُور دراز علاقوں کا سفر کر کے آپ کے حلقۂ درس میں زانوے ادب تہہ کر رہے ہیں۔ ان علم و حکمت کے پیاسوں کو کبھی فقہی مسائل سمجھائے جا رہے ہیں، کبھی کلامِ الٰہی کے رموز و اسرار کا انکشاف کیا جا رہا ہے، تو کبھی احادیث نبویہ کے معانی و مفاہیم ذہن نشین کرائے جا رہے ہیں۔ نحو ہو یا صرف، بلاغت ہو یا کلام، فقہ ہو یا حدیث، تفسیر ہو یا تقریر، شعر و سخن ہو یا تحریر، ہر میدان میں وہی روانی ہے، وہی وقار ہے، بیک وقت آپ شیخ

الحدیث بھی ہیں شیخ التفسیر بھی، امام النحو بھی ہیں امام الحکمت بھی، مسندِ صدارت کے گوہر نایاب بھی ہیں اور مسند افتا کے چمن بہار بھی، بلاغت کلام کے تاجدار بھی ہیں اور تصوف و روحانیت کے رمز شناس بھی، سچ تو یہ ہے کہ آپ علم وحکمت کے ایک ایسے بحر بیکراں ہیں جس سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

وعظ و خطابت: درس وتدریس کے ساتھ آپ نے چھتیس گڑھ کی سرزمین پر طلبہ کے اندر تحریر وتقریر کا خوش گوار انقلاب برپا کیا اسی دوران آپ نے چھتیس گڑھ، اڑیسہ، مہاراشٹر جیسے عظیم صوبوں میں علامہ سبطین رضا خان، مفتی عبدالحلیم ناگپوری، مولانا محمد علی فاروقی جیسے مؤقر علما کو ساتھ لے کر تحریر وتقریر، دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا، اور گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

مسلم یتیم خانہ مظفر پور کا قیام: آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین بیجاناتھ پارہ رائے پور چھتیس گڑھ میں مسلسل پانچ سال تک خدمتِ دین کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، مگر آپ نے اپنے علاقے کی علمی پسماندگی، دینی بیداری، ملی زبوں حالی کو دیکھا تو عزم مصمم کرلیا کہ اپنے ہی علاقے میں دین کا ایک عظیم قلعہ تعمیر کریں گے، جہاں سے علم و ادب کا ایک ایسا چشمہ رواں ہوگا، جس سے جہالت وگمراہی کی عمارتیں زمیں بوس ہوجائیں گی، آپ نے اسی نیک ارادے کی خاطر اپنا استعفیٰ نامہ ادارے کے منتظمین کے حوالے کر کے واپس شہر مظفر پور تشریف لے آئے اور یہاں اپنے محبین ومخلصین کو اپنے نیت خیر سے آگاہ کیا، اس بات کو سبھوں نے سراہا اور آپ کے کام میں دوش بدوش چلے، اور اس سلسلے میں عالی جناب قربان صاحب برہم پورہ کی چھت پر ایک میٹنگ ہوئی جس میں آپ کے احباب واقربا، مخلصین ومعتقدین موجود تھے، اس میں حاجی رحیم بخش صاحب، مرحوم، خدا بخش صاحب، کریم بخش صاحب جیسے زندہ دل حضرات نے مدرسے کے لیے خاصی زمین وقف کی، اس بات کی خبر سن کر تمام لوگوں میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ۱۵ر شوال المکرم ۱۴۱۱ مطابق یکم مئی ۱۹۹۱ء بروز بدھ 'دار العلوم مسلم یتیم خانہ' کے نام سے ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ احباب اہلِ سنّت نے آپ کے اس گراں قدر علمی و دینی خدمت پر تحسین وآفرین کے کلمات کہے۔ اور آپ کے اس قدم کو سراہا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کرتے

ہوئے حافظ نبی حسن صاحب، حاجی رحیم بخش صاحب، کریم بخش صاحب، خدا بخش صاحب کے ساتھ مل کر سلطان المناظرین حضرت مفتی رفاقت حسین مظفر پوری علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے مولانا مسعود احمد صاحب کے ہاتھوں ادارے کا سنگ بنیاد ڈلوایا اور اس کے تعمیری کام میں مصروف ہو گئے۔

جب آپ نے ادارے کی بنیاد ڈالی اس وقت یہاں (موضع پٹھان ٹولی، مظفر پور) میں ہر طرف سنسان جنگل آباد تھا، تاڑ و کھجور کے قوی ہیکل درخت مسلح لشکر وسپاہی کی طرح سینہ تانے کھڑے تھے، شام کے بعد کوئی شخص اس طرف آتا نہیں تھا، آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس خطے کو زینت بخشی اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس جنگل کو منگل بنا دیا، جب مدرسے کا کام چل رہا تھا اس وقت مفتی غلام حیدر صاحب، مولانا عبد الرؤف صاحب اور ماسٹر صدر الحسن صاحب وہاں رہتے تھے، اس وقت وہاں رہنے کے لیے نہ کوئی جگہ تھی اور نہ سونے کے لیے کوئی بستر، بس ایک چٹائی تھی جس پر آپ سوتے اور تکیے کی جگہ اینٹ ہوتی، آپ پیدل چل کر اور کبھی سائیکل چلا کر ادارے کے لیے چندہ وصول کرتے، موسم چاہے سخت ٹھنڈی کا ہوتا یا چلچلاتی دُھوپ ہوتی، اس میں آپ دُور دراز علاقے کا سفر کرتے اور تشنگان علوم کے لیے تحصیلِ علم کے لیے اسباب مہیا فرماتے، آخر کار آپ کی محنت شاقہ رنگ لائی اور وہ ادارہ جس کو آپ نے خون و پسینہ بہا کر سینچا تھا، اور برسوں سے جس خواب کو آپ دیکھ رہے تھے وہ شرمندہ تعبیر ہوا، اور وہ 'دار العلوم سلمانیہ و مسلم یتیم خانہ' کی شکل میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اُجاگر ہوا، آپ نے وہاں علم و ادب کا چراغ روشن کیا، اور علوم و معرفت کا درس دینے لگے، آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اخلاق و کردار، مہمان نوازی و علم پروری اور تدریسی کمالات کا شہرہ ہوا، طلبہ جوق در جوق آپ کے میخانہ علم میں پہنچنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے علم و فضل کا سرسبز شاداب چمن آباد ہو گیا، اور تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھانے لگے، اور آپ نے خود کو اس کے لیے وقف کر دیا، اور اس گلشن علم و حکمت کی آبیاری کرنے لگے۔ آج یہ ادارہ مظفر پور اور اس کے اطراف و مضافات میں اہلِ سنت کی ایک معیاری علمی دانش گاہ کے نام سے معروف و مشتہر ہے۔ فالحمد للہ علی ذٰلك۔

افراد سازی: آپ کے تاریخ ساز کارناموں میں ایک اہم کارنامہ افراد سازی

کا بھی ہے، آپ نے دین برحق کی ترویج واشاعت اور اہلِ سنّت وجماعت کی نصرت وحمایت کے لیے تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، خطابت ومناظرہ کے علاوہ زندگی کا ایک قیمتی حصہ درس وتدریس کی پاکیزہ خدمت میں بھی گزارا ہے۔ دور فراغت سے لے کر اب تک آپ نے قوم وملت کو سینکڑوں حفاظ وقرا، نقیب وادیب، شاعر خطیب عطا کیے، اور علم وہنر کے بے شمار شہ سوار پیدا کیے، انھیں درخشندہ ستاروں میں سے، حافظ وقاری مولانا عمران چھتیس گڑھ، حافظ وقاری مولانا جلال الدین شیوہر، مولانا مقصود عالم چھتیس گڑھ، مولانا سجاد عالم دربھنگہ (ایڈیٹر ماہنامہ کوثر)، مفتی کوثر رضا سیتامڑھی (مفتی مرکزی دارالافتا بریلی شریف)، مولانا مفتی عبدالمطلب رائے پور چھتیس گڑھ، مولانا زبیر چھتیس گڑھ، حافظ وقاری عبدالمنان سیتامڑھی، مولانا رجب علی قادری سیتامڑھی، مولانا محفوظ عالم سیتامڑھی، مفتی عبدالقادر نازؔ قادری سیتامڑھی، قاری اشرف رضا نکیر اسلام پوری، مولانا ارشاد عالم نعمانی سیتامڑھی (دارالقلم دہلی)، مفتی ندیم الزماں مصباحی، شیوہر، حافظ وقاری مولانا مہتاب عالم مصباحی شیوہر، مولانا فریدالحسن مصباحی، حافظ وقاری محبوب عالم اسلام پوری، قاری شاکر اشرف مظفر پور، مولانا طفیل احمد مصباحی گوپال گنج، حافظ وقاری غلام غوث کوثرؔ مظفر پوری، حافظ وقاری محمد جمشید عالم قادری سرسی، سیتامڑھی، حافظ وقاری رضی حسن اکمل ویشالوی، پیر طریقت قاری نہال احمد نقشبندی مظفر پور، حافظ وقاری مولانا لئیق الدین مصباحی سیتامڑھی، حافظ وقاری شبیر رضا رونق مظفر پوری، حافظ وقاری فخر عالم جوہرؔ اسلام پوری وغیرہ حضرات قابلِ ذکر ہیں، اور نہ جانے کتنے لعل وگوہر آپ کی نگاہ فیض پا کر افق علم وادب پر چھائے ہوئے ہیں، اور اپنے علم وادب کے ضیا بار کرنوں سے گم گشتگانِ راہ کو صراط مستقیم کا راستہ دکھارہے ہیں۔

اس ادارے سے پہلے شہر مظفر پور میں اور بھی ادارے آباد تھے، مگر اس ادارے نے ۱۹۹۱ء کے وسط میں پٹھان ٹولی کی سرزمین پر اپنی آنکھیں کھولی اور اس قلیل مدت میں قوم وملّت کے سامنے علم وحکمت کا وہ حسین باب کھولا، عشق وعرفان کا وہ سبق پڑھایا کہ پورا علاقہ جس کی فیض بخشیوں سے سرسبز وشاداب ہے۔ آپ نے مظفر پور کی سرزمین پر دین و سنّیت کا وہ کام کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ کر رہے ہیں، جس کو تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس

کے علاوہ آپ نے مظفر پور اور اس کے گرد و نواح میں سیکڑوں مساجد قائم کیے، اور اس میں سنی صحیح العقیدہ امام رکھے، اور کئی مدرسے اور تنظیموں کی سرپرستی فرما رہے ہیں، جن میں محسن ملت اکیڈمی و لائبریری رائے پور چھتیس گڑھ، مدرسہ تیغیہ رضا العلوم پرشاد کانٹی مظفر پور، مدرسہ غوثیہ پر اہاں مظفر پور، زیتون اکیڈمی لگی مظفر پور، مدرسہ اسلامیہ حیدریہ قاضی صاحب گنج مظفر پور، انجمن سلمانیہ چھپرہ، تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم سلمانیہ و مسلم یتیم خانہ مظفر پور، مدرسہ تیغیہ تاج المدارس رائے پور چھتیس گڑھ کا نام سرفہرست آتا ہے۔

تصنیف و تالیف: تشنگانِ علم و فن کے لیے علم و حکمت، شعر و ادب، سیرت و سوانح کے موضوعات پر کئی ایک قیمتی اور نادر تصنیف قوم کے حوالے کیا ہے۔ بہار مدینہ (نعتیہ کلام) تاجدار کربلا (سوانحی خاکہ) تاجدار انبیاء (سیرت) بہار عید (مقالہ) نماز کامل (دینیات) تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (قیام و سلام کے موضوع پر) سوانح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (سوانح) سوانح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ (سوانح) عورتوں کی جنت مردوں کی بہشت، جیسی عمدہ تصنیفات جلی حرفوں میں ذکر کیے جانے کے قابل ہیں۔

مناظرہ: آپ نے میدان مناظرہ میں ایسا باکمال جوہر دکھایا اور شہر مظفر پور میں وہابیہ، دیابنہ کے بڑھتے قدموں میں شکست و نامرادی کا ایسا شکنجہ ڈالا کہ انھیں دوبارہ پنپنے نہیں دیا، آپ نے بدعقیدوں سے کئی ایک مناظرے کیے، جن میں آپ بحیثیت مناظر یا صدر مناظر شرکت فرمایا۔ ایک دو مناظرے کی مختصر تفصیل ذیل میں قلمبند کی جا رہی ہے۔

(۱) شہر مظفر پور میں ایک قصبہ 'امرکھ' نام کا ہے، جہاں ایک دیوبندی مولوی مسلسل اپنی بدعقیدگی پھیلا رہا تھا، جس سے سادہ لوح مسلمان گمراہیوں کے دلدل میں پھنستے جا رہے تھے، جب اس بات کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ نے پہلے خط و کتابت کے ذریعے اس سے بحث و مباحثہ کیا پھر وہ مناظرہ کے لیے آمادہ ہو گیا اور مناظرے کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی، اس مناظرے میں سنی علما کی طرف سے شیر بہار مفتی اسلم رضوی، مفتی مطیع الرحمٰن مظفر پوری اور دیگر علمائے کرام و مفتیان عظام بھی مدعو تھے، اور ادھر دیوبندیوں نے بھی اپنے علما کو بلا رکھا تھا، مناظرہ شروع ہوا، سنّی علما کی طرف سے آپ ہی صدر مناظرہ منتخب تھے، مناظرہ کا آغاز ہوا ادھر سے وہی دیوبندی مولوی کھڑا ہوا اور اپنے بیان میں اس نے میلاد و فاتحہ،

سلام وقیام، درود، مزاروں پر حاضری کے خلاف زہر اُگلنا شروع کیا اور لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کی کوشش کی، تو آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ صدارت ارشاد فرمایا، پھر اس کے بعد میلاد وفاتحہ، سلام وقیام، درود، اور مزارات پر حاضری کے ثبوت میں قرآن و حدیث اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ایسا بین ثبوت پیش کیا اور ایسی پر مغز تقریر کی، کہ جس سے حاضرین وسامعین بڑے محظوظ ہوئے۔ آپ کی تقریر پر تنویر سے بدعقیدوں کے حواس باختہ ہوگئے، اور اسٹیج چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے اور اہلِ سنّت و جماعت کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

(۲) اسی طرح مظفر پور کا ایک گاؤں 'موتی پور پانا پور' ہے۔ یہاں ایک وہابی اپنی گمراہ کن تحریک چلانے کی کوشش کر رہا تھا، اور لوگوں کو اپنے جال میں پھانس رہا تھا، جب آپ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے اسے اپنی حرکت بد سے باز رہنے کو کہا لیکن وہ بحث و مباحثہ کے لیے کمربستہ ہوگیا، اور مناظرے کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ اہلِ سنّت و جماعت کی جانب سے اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مقررہ تاریخ پر اسٹیج لگ گیا اور دونوں فریق روبرو ہوگئے، فریق مخالف کی طرف سے اس وہابی مولوی نے پہلے تقریر کرنی شروع کی اور اپنے بیان میں اس نے سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف اعتراضات کیے اور میلاد وفاتحہ، درود وسلام، جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور جھنڈی پر مختلف اعتراضات کیے۔ پھر اہلِ سنّت کی جانب سے بحیثیت مناظر حضرت مفتی غلام حیدر قادری مصباحی کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کیا اور اس کے تمام اعتراضات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا مدلل ومفصل جواب ارشاد فرمایا اور ایسی دل پذیر تقریر فرمائی جس سے وہ فریق مخالف دم بخود ہوکر رہ گئے، ایسا لگتا تھا کہ انھیں سانپ سونگھ گیا ہو، انھیں اپنی منہ کی کھانی پڑی، اور اسٹیج چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، اور اہلِ سنت و جماعت کو فتح مبین حاصل ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی مناظروں میں شرکت فرمائی جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

شعر وسخن: مفتی غلام حیدر قادری مصباحی، میدان شعر وادب میں بھی باکمال شخصیت کے حامل ہیں۔ اُن کی شاعری ان کے دل کے ایسے دلکش ودلنشیں اور دلی تاثرات ومحسوسات اور اظہارات ہیں، جنھیں دل کی آواز میں ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔ اسی سبب سے

ان کے اشعار اپنے آہنگ اور ترنّم سے سننے اور پڑھنے والوں کے دلوں کو نہ صرف مسحور و مصور کر لیتے ہیں بلکہ سر دھننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ دراصل عالم وجود کی جمالیات و وجدانیات، محسوسات وجذبات کی آویزش کے عمل دخل میں مفتی صاحب کے سحرِ کلام اور بقائے دوام میں اہم رول ادا کیا ہے۔

آپ کی شاعری میں حسن کی پرکاری، عشق رسول کی بے قراری، محبت اولیا کی فراوانی پائی جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اُن کے یہاں شعر کی زبان دل کی زبان ہے، جس میں آہنگ وترنّم کی بہتات ہے، حسن اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کلام کا نمایاں اور بے حد پسندیدہ موضوع ہے۔

نعت گوئی کا شوق آپ کو بچپن سے ہی ہے اور بہترین نعت گو میں آپ کا شمار ہوتا تھا مگر زمانۂ قیامِ مدرسہ تیغیہ انوار العلوم ماڑی پور مظفر پور میں آپ کے استاذ محترم حضرت مفتی شمیم القادری نے آپ کو شاعری کا خصوصی شوق دلایا، الجامعۃ الاشرفیہ آنے کے بعد آپ کے ذوقِ سلیم سے نعتیہ اشعار منصۂ شہود پر آنے لگے، اکثر جداریوں اور رسائل وجرائد میں آپ کا کلام شائع ہوتا، رفتہ رفتہ آپ کے کلام کی گونج اشرفیہ اور اس کے گرد ونواح میں گونجنے لگی، اور آپ اشرفیہ اور اطراف اشرفیہ کے مختلف پروگراموں میں مدعو ہونے لگے۔

آپ کے ذوق شاعری کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب مئوناتھ بھنجن میں مدرسہ عزیزیہ کا قیام عمل میں آیا اس وقت ایک عظیم کانفرنس برائے سنگِ بنیاد منعقد ہوئی جس میں اشرفیہ کے طلبہ بھی شریک تھے، نائب مفتی اعظم ہند، حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی تقریر ہو رہی تھی، درمیان تقریر دیوبندی مدرسوں کے طلبہ نے اُدھم مچانا اور پتھر برسانا شروع کر دیا، جس کے سبب باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ زبردست حادثہ پیش آیا، جلسے کا نظام بگڑتا دیکھ کر مولانا عبید اللہ اعظمی اٹھے اور مسلسل تین گھنٹے علم اور تہذیب کے اوپر تقریر فرمائی، تب جا کر دیوبندی طلبہ کی شرارتیں ختم ہوئیں اور وہ لوگ شرمندہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مئو کانفرنس کے واپسی پر اشرفیہ میں ایک غیر طرحی مشاعرہ منعقد ہوا، جس میں باہری شعرا کے علاوہ جامعہ کے طلبہ نے بھی حصہ لیا تھا، چند احباب کے کہنے پر آپ نے بھی حصہ

لیا، اور ان کی خواہش کے مطابق مئو کانفرنس سے متعلق چند اشعار ارشاد فرمائے، جن میں سے چند یہ ہیں:

کیا رب نے تجھ کو افضل یہ نہیں کوئی کہانی
نہ ہوا، نہ ہے، نہ ہوگا تیرا مثل اور ثانی
وہاں سرزمین طائف یہاں مئو ناتھ بھنجن
ہے الگ الگ یہ منظر یہ سبھی ہیں خاندانی

اور اسی دور میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے ترجمہ کنز الایمان پر حکومتِ سعودیہ کی جانب سے پابندی لگائی جارہی تھی، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہیں میرا کنزِ ایماں ہے کسی کمی کا حامل
کہ رضا نے عشق احمد میں کیا ہے ترجمانی
یہ کلام پیش کرتا ہے تیرا غلامؔ حیدر
درِ پاک پہ بلاکر سنو اس کی نعت خوانی

اور جب بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت عرض کرتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں:

عرصۂ حشر ہو، اور انجمن آرائی ہو
لاج کملی رہے، میری نہ رُسوائی ہو
میری دنیائے تصور میں ہے طیبہ کی فضا
کیسے نظروں میں میرے خلد کی رعنائی ہو
حاضری محشر میں ہو جس گھڑی حیدرؔ کی حضور
اس نے بھی آپ کے قدموں میں جگہ پائی ہو

آپ کے فطری ذوقِ شعر و سخن کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر سال بارہویں شریف کے موقع پر قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ میں ڈاکٹر قمر الہدیٰ صاحب کی نظامت میں نعتیہ مشاعرہ ہوتا تھا، ایک سال کا طرحی مصرع تھا:

محمد مصطفیٰ کی ذات اقدس عین رحمت ہے

اس مشاعرے میں بڑے چھوٹے سبھی قسم کے شعرا موجود تھے، اور آپ بھی اس مشاعرے میں مدعو تھے، محفل سجی ہوئی تھی، اس میں ایک غیر مسلم شاعر جوہر پرکاش بجنوری نعت پاک پیش کررہے تھے اور طرحی نعت سے پہلے انھوں نے چند غیر طرحی اشعار پیش کیے، اور یہ شعر پڑھا:

میں کافر ہوں مگر ایمان رکھتا ہوں محمد پر
کوئی انداز تو دیکھے میری کافرادائی کا

مذکورہ شعر سن کر حضرت نے فوراً یہ اشعار پیش فرمایا:

مَلک و جن و بشر حتیٰ کے کافر بھی اس کے قائل ہیں
محمد مصطفی کی ذات اقدس عین رحمت ہے
سراقہ کو بچایا بخش دی جرم و خطا ان کی
سنایا مژدہ کنگن کا عدو پہ ایسی رحمت ہے
خدا کے نور سے تم ہو تمھارے نور سے عالم
تیرے صدقے میں اے جان جہاں آدم کی خلقت ہے
ضیا پائی ہے جس کے نور سے شمس و قمر حیدر
انھیں اپنی طرح کہنا یہ کافر ہی کی فطرت ہے

ان کے علاوہ سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جن کے بنظر غائرانہ مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں رفعت تخیل، دُور بینی، دروں بینی کے امتزاج کی خوشگوار خوبیاں، باوقار مجبوبیاں، دلنواز طرح داریاں ہیں، ان کو چھتیس گڑھ اور مظفرپور کی دبستانوں کا خوبصورت سنگم قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کے کلام کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی واشگاف ہوتی ہے کہ ان کا کلام مختلف رنگوں اور اسالیب سے مملو ہے، ان کے یہاں خوش رنگ پھولوں کی ایک ایسی فرحت بخش اور دلکش مالا ہے جس میں رنگارنگ اور صدرنگ پھول اپنی بہار اور مہکار سے ہمیں اپنی طرف راغب کرلیتے ہیں۔

بیعت و ارشاد: پیرِ طریقت حضرت سید طارق ضیا نقشبندی مدظلہ سندیلہ شریف، لکھنؤ کے دستِ حق پرست پر آپ بیعت ہوئے اور ۲۰۱۰ء میں آپ کے پیرومرشد نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح آپ درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، وعظ

وخطابت، تصنیف وتالیف اور افتا نویسی کے ساتھ بیعت وارشاد سے بھی وابستہ ہیں۔ آپ کے دستِ حق پرست پر اب تک ہزاروں کی تعداد میں افراد نے بیعت کیا اور معاصی و منہیات سے تائب اور احکامِ اسلامی پر گامزن ہیں۔

قاری غلام رسول اشرفی نیّر غزالی

(ولادت: یکم جنوری ۱۹۷۳ء)

غلام رسول ابن نبی جان مرحوم یکم جنوری ۱۹۷۳ء کو موضع کچور، پوسٹ، پھولکہاں، ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا عرفی نام نیر غزالی ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے برادرِ اکبر مولانا عیسیٰ رضوی سے بشنپور میں حاصل کی۔ پھر الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں میں حافظ الفت حسین رضوی سے ابتدائی پارے حفظ کیے۔ پھر آپ کا کاروانِ تعلیم خانقاہ سمرقندیہ رحم گنج، دربھنگہ ہوتے ہوئے غوث الوریٰ عربی کالج، مخدوم سرائے، سیوان پہنچا اور سیوان ہی میں واقع مدرسہ غوثیہ انوار العلوم، قطب آباد، ارنڈہ سے ۱۹۸۷ء میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر مدرسہ اسلامیہ، سمرا مغربی چمپارن میں بھی کچھ دنوں دور سنایا۔ بعدہٗ باقاعدہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ چوک میں قرأت بروایت حفص کی تکمیل کی اور ۱۹۹۰ء میں فراغت حاصل کی۔

اس دوران قاری رحمت علی، سیوان، قاری جلال الدین حبیبی، سیوان، قاری ظفر الدین، لکھنؤ اور مولانا قاری مقری عظمت علی، لکھنؤ جیسے اساتذۂ فن سے کسب فیض کا موقع ملا۔

فراغت کے بعد مدرسہ غوثیہ انوار العلوم، ارنڈہ، حسن پورہ سیوان میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے اور ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۴ء اپنی پوری توانائی اور توجہ کے ساتھ انوارِ قرآن پاک سے طلبۂ دین متین کے قلوب کو منور کیا۔ پھر ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۶ء جامعہ شمسیہ مرجاد پٹی، بھدوہی، یوپی میں درس گاہِ حفظ وقرأت کے مسند نشیں رہے۔ اس کے بعد ۱۹۹۷ء میں دار العلوم اہلِ سنّت تبلیغیہ فیض الرسول، گوپال پور، سیوان واپس آئے، تاہم اِسی دوران آپ کے ذہن میں بار بار یہ بات گردش کرتی رہی کہ دیارِ بعید میں نورِ علم پھیلانے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ اپنے ہی دیار میں کوئی مرکزی درسگاہ قائم کیا جائے، جس سے ہمارا علاقہ علم

فن کی شاہراہ پر گامزن ہو۔ چنانچہ اس پاکیزہ خیال اور منصوبے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۹۸ء بروز بدھ حفظ وقرأت کی معیاری درس گاہ رضا دار القرأت، کچور، ضلع سیتامڑھی کی بنیاد ڈالی گئی اور موصوف نے اس کی تعمیر وترقی کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف چند برسوں میں ادارہ کی ایک عمدہ عالیشان عمارت تیار ہوگئی۔ آپ کی سعی مسلسل وپیہم جدوجہد سے دینی علوم وقرآنی فنون کا ایک گلشن آباد ہوگیا۔ جہاں فی الوقت آٹھ مدرسین اور دوسو طلباء تعلیم وتعلم میں سرگرم عمل ہیں۔

آج بھی موصوف اپنی جفاکشی، محنت اور ایمانداری، کمال ہوشمندی اور بلند حوصلگی سے رضا دار القرأت کے لیے وقف ہیں۔ دور دراز شہروں بلکہ دیگر ممالک سے بھی ادارہ کی آمدنی کے ذرائع تلاش کرتے ہیں۔ فی الحال ۲۰۱۳ء میں آپ نے سعودی عرب کا دورہ کیا ہے اور رضا دارُالقرأت کے لیے چندہ کی فراہمی کے ساتھ عمرہ کے شرف سے بھی مشرف ہوکر لوٹے ہیں۔

۱۹۹۱ء سے تادم تحریر تسلسل کے ساتھ آپ تعلیم وتدریس سے جڑے رہے، جس کے نتیجے میں آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزار سے متجاوز ہے۔ خود رضا دارُالقرأت سے اب تک ۸۰۰ سے زائد حفاظ قراء فارغ ہوچکے ہیں۔ جو سبھی آپ کے تلامذہ میں آتے ہیں۔ نیز حافظ وقاری شرف الدین احمد رضوی صدر المدرسین ادارہ رضا دارُالقرأت سمیت موجودہ تمام اسٹاف آپ کے تلامذہ میں ہی ہیں۔ ان کے علاوہ قاری فیاض رضوی، کشن گنج، قاری ظفیر عالم رضوی، بشن پور، قاری رضاء اللہ مصباحی، کچور، قاری غلام جیلانی، بھوتہی، قاری غلام جیلانی، کچور اور قاری محمود عالم، مہولیہ، سیتامڑھی وغیرہ سینکڑوں نام ہیں جو مختلف علاقوں میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔

سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف قدس سرہ، کچھوچھہ شریف سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

فی الحال رضا دار القرأت کے اہتمام وانتظام کے ساتھ تدریس تقریر، تصنیف اور تبلیغ دین آپ کے محبوب مشاغل ہیں۔ فن شعر وشاعری سے بھی خاصا شغف رکھتے ہیں اور نیر تخلص ہے۔ آپ کی قلمی خدمات میں قرأت بروایت حفص پر ایک کتاب بنام 'مختار القرأت' غیر مطبوعہ جو عنقریب منظرِ عام پر آنے والی ہے۔

مولانا غلام صابر حسین رضوانی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۳۹ء — وصال: ۱۴۰۸ھ)

مولانا غلام صابر حسین نان پور کے معروف علمی خانوادہ میں ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت شاہ شیخ وزارت حسین رضوان اللہ صدیقی کے فرزند اصغر ہیں چوں کہ آپ کے کئی بھائی بہن کم سنی میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ والدین کی نگاہوں میں محبوب نظر تھے۔ جب آپ ہوشمند ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے سوچا کہ اس بچے کو تعلیم وتربیت میں مشغول کر دیا جائے چنانچہ تعلیم وتربیت کے لیے باقاعدہ ایک مولوی صاحب (جن کا اسم گرامی بھی صابر حسین تھا) کو مقرر کیا جس دن آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی اس روز آپ کے والد محترم نے ایک خاص محفل میلاد منعقد کی اور بہت سارے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی نیز مٹھائیاں بھی تقسیم کرائیں۔

جب آپ نے فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم مکمل کر لی تو آپ نے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا چنانچہ آپ کی مرضی کے مطابق پوپری ہائی اسکول میں داخلہ کروا دیا گیا جہاں پرائمری کی تعلیم ہوتی تھی۔ آپ نے غالباً سات کلاس تک وہاں پڑھنے کے بعد پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کا اظہار خیال فرمایا۔ اس لیے آپ کو علاقہ کی مشہور ومعروف درسگاہ مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن نوری خلیفہ مفتی اعظم ہند علم وحکمت کے گوہر گراں مایہ لٹا رہے تھے۔ آپ اسی مرکز علم وحکمت سے علم وعمل کے خزانے حاصل کیے اور روحانیت کے فیوض وبرکات سے بھی مالا مال ہوئے۔ متوسطات کی تکمیل کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے بریلی شریف جانے کا قصد فرمایا حالانکہ آپ اپنے والدین کے نہایت عزیز تھے۔ وہ آپ کو اپنے سے دور رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن علمی تشنگی کے پیش نظر آپ کے والدین نے اپنے جگر پارہ کو حصول تعلیم کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی۔

آخر وہ وقت بھی آیا کہ آپ پوری تیاری کے ساتھ ملک وملّت کی مایہ ناز دینی درسگاہ دار العلوم منظر اسلام بریلی میں حاضر ہوئے اور حجۃ الاسلام حضرت محدث بہار علامہ احسان

علی فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ علم کی درسگاہ عالی سے خوشہ چینی کی اور حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ سے روحانیت کی دولت اور فیوض و برکات حاصل کیے۔

دورانِ تعلیم ہی آپ حضرت مفتی اعظم ہند کے روشن ضمیر، تقویٰ وطہارت کے قائل ہو چکے تھے اس لیے آپ تعلیم کی تکمیل سے پہلے شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے دست مقدس پر بیعت ہو گئے۔ غالبا بیس برس کی عمر ہوگی کہ منظر اسلا سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے وطن عزیز نان پور، ضلع سیتامڑھی واپس ہو گئے۔ کچھ دن آپ اسلام پور بیر بھوم (اڑیسہ) میں ایک مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ چند ماہ گذارے تھے کہ آپ کے محسن و مشفق والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ اور اس جانکاہ خبر کے سنتے ہی آپ گھر لوٹ آئے۔

آپ کے والد گرامی نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی آپ کو خلافت سے نواز دیا تھا اور مسند نشینی وسجادگی بھی آپ کے سپرد فرمانے کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ لیکن آپ کے دل میں درس وتدریس کا جذبہ غالب تھا اس لیے آپ اس وقت رضامند نہیں ہوئے۔ لیکن والد گرامی کے وصال کے بعد آپ کو منصب قبول کرنا پڑا چوں کہ حضرت والد محترم کا سلسلہ بیعت وارشاد حضرت شاہ احمد اللہ غازی پوری سے وابستہ تھا۔ اس لیے ان کے سجادہ مولانا شاہ غلام محمد غازی پوری نے ١٣٨٣ھ کے چہلم میں تشریف لا کر اپنی خلافت واجازت سے نوازا۔

آپ نے اس منصب پر فائز ہو کر اس کے تقاضوں کی بھر پور پاسداری کی اور خود اعتمادی کا دامن ہاتھ سے کبھی جانے نہیں دیا اور پیروں کی طرح جھولا اور بستہ لے کر اپنے مریدوں کے حلقہ میں نذرانہ نہیں بٹورا۔ بغیر بلائے کسی کے دروازہ پر قدم نہیں رکھا۔ علاوہ ازیں آپ مسلک اعلیٰ حضرت پر اس سختی سے قائم ودائم رہے کہ وقت کے بڑے بڑے بدعقیدوں کو بھی کبھی خاطر میں نہیں لائے پر تشدد دھمکیوں کی کبھی پرواہ نہ کی۔

زندگی کی کیسی ہی کٹھن منزل ہو مسلک اعلیٰ حضرت کا دامن نہیں چھوڑا۔ نجدیوں کی عیاری زوروں پر تھی ساری بستی کے لوگ ایک طرف ہو گئے تھے ایسے وقت میں بھی صابر ملت ثابت قدم رہے اور کسی کی پرواہ نہ کی اور اشاعتِ مذہب ومسلک میں ہمہ تن مصروف رہے۔

ایک مرتبہ رویتِ ہلال کے مسئلے پر ساری بستی کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب متفق

ہیں آپ بھی مان لیجیے۔ صابر ملّت نے فرمایا کہ: معاملہ شریعت کا ہے ہمارے ماننے یا نہ ماننے کا نہیں۔ جب تک چاند کے بارے میں ثبوت شرعی نہ مل جائے ہم عید کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس جملہ کو سن کر ایک زمین دار نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی زمین پر نہیں چلنے دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہاری زمین پر قدم بھی نہیں رکھیں گے۔ آپ اپنے اس قول پر اتنی سختی سے قائم رہے کہ مرتے دم تک ان کے کھیت کی آڑ پر بھول کر بھی قدم نہیں رکھا۔ آپ کی ہمشیرہ کی بھی گاؤں میں شادی ہوئی تھی۔ ان کے یہاں بھی اس راستے پر چل کر نہیں گئے۔

تبلیغ اسلام اور اشاعت سنّیت کے لیے آپ نے اپنی پوری زندگی صرف کردی اور اس کے لیے ہر طرح کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی کاوش سے علماء اہلِ سنّت کی ایک ایسی جماعت تیار کردی جو آج نان پور کی زمین پر سنّیت کی پاسبانی کر رہے ہیں۔ ان کے مشہور تلامذہ میں راقم (۱) مولانا وجہ القمر رضوانی (۲) مولانا جلال الدین رضوی (۳) مولانا جمشید عالم نوری (۴) حافظ عبدالودود برکاتی (۵) حافظ ظہیر عالم نوری (۶) مولانا کمال الدین رضوی (۷) مولانا اظہر القادری نان پوری (۸) مولانا شعیب عالم نانپوری وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ بالآخر علم و عمل، زہد و تقویٰ کا یہ روشن چراغ مورخہ ۲۶ رصفر المظفر ۱۴۰۸ھ کو گل ہوگیا۔ (اخذ و تلخیص: تجلیات رضوان)

مولانا غلام مرتضیٰ تیغی یوسفی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۲رجنوری ۱۹۶۶ء — وصال: ۱۷رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/ ۲۰رستمبر ۱۹۹۷ء)

عالمِ باعمل، فاضلِ بے بدل حضرت مولانا الشاہ غلام مرتضیٰ یوسفی ابن لیاقت حسین انصاری ابن عبداللطیف انصاری سیتامڑھی کے ایک معروف قصبہ محمد پور، پوسٹ مجھور میں ۲رجنوری ۱۹۶۶ء کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر علاقے کے معروف ادارہ مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں حضرت مولانا مطیع الرحمٰن نوری کی زیر سرپرستی داخلہ لیا اور یہیں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اعظم گڑھ کے معروف قصبہ گھوسی پہنچے اور یہاں کی سب سے معروف درسگاہ 'مدرسہ شمس العلوم' میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں

سندِ فراغت و دستارِ علم و فضل سے سرفراز کیے گئے۔ آپ کی سندِ فراغت جو آپ کے داماد حضرت مولانا مجاہد صاحب موضع گُرہر فارغ مدرسہ ضیاء العلوم ہوڑہ (۲۰۰۳ء) کے ذریعہ حاصل ہوئی اسے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ جب گھوسی تحصیلِ علم کے لیے تشریف لائے اُس وقت یہاں سلسلۂ رشیدیہ کے موجودہ صاحبِ سجادہ فقیہ عصر حضرت مفتی عبید الرحمن رشیدی پورنوی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ جب کہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قمر الدین اشرفی صاحب یہاں کے صدر المدرسین تھے۔ لہٰذا آپ کے مخصوص اساتذہ میں مولانا مطیع الرحمن پوکھریرا، مولانا مفتی عبید الرحمن رشیدی، مولانا قمر الدین گھوسی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

تعلیمی زندگی سے فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ کلکتہ میں رہے، پھر آپ نے اپنے ہی علاقے کے ایک معروف گاؤں گُرہر (سیتامڑھی) کو اپنی علمی جولانگاہ کے لیے منتخب فرمایا اور تاحینِ حیات یہیں درس و تدریس، وعظ و خطابت اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/ ۲۰ر جنوری ۱۹۹۷ء بروز سنیچر آپ کا وصال پُرملال ہوگیا۔ آپ کے وصال پر پورا علاقہ سوگوار ہوگیا۔ آپ کی شخصیت پورے علاقے کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔ نہایت سادگی پسند اور تواضع و انکساری کے پیکر جمیل تھے۔ گفتگو کے اندر ایسی جاذبیت تھی کہ ہر کوئی آپ کے لیے اپنی آنکھیں فرشِ راہ کیے رہتا۔ آپ کی تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاص و تواضع آج بھی علاقے کے علما کی زبان پر ضرب المثل کے طور پر ہے۔ ہر کوئی آپ کو نہایت احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ عالمانہ رعب و دبدبہ بھی مثالی پائی تھی۔ علاقے و اطراف میں آپ کے ذریعے ایک عرصے تک دین و سنیت کا جو کام ہوا وہ یقیناً ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آپ کی قبر انور آپ کے آبائی قبرستان (محمد پور) کے جانب شمال میں مرجعِ خلائق ہے۔ آپ کی تفصیلی سوانح کے لیے عزیزی مولانا ارشاد عالم نعمانی نے بہت کوشش کی لیکن حاصل نہ ہوسکی، البتہ محمد پور کے ایک مخلص مکرم عالی جناب محمد کمال انصاری کی وساطت سے آپ کی سندِ فضیلت اور تاریخِ ولادت و وصال حاصل ہوئی جس کے لیے ہم موصوف کے شکر گزار ہیں۔

مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری

(ولادت: ۱۱ر جون ۱۹۶۵ء)

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری کی شخصیت مذہبی و علمی دنیا میں معتبر عالم دین، مایہ ناز خطیب اور کہنہ مشق ادیب کی حیثیت سے مشہور و معروف ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر تینوں فنون پر آپ کو قدرت نے ملکہ عطا فرمایا ہے۔ جس سے آپ کی شخصیت بہمہ وجوہ پرکشش اور قابل رشک ہوگئی ہے۔ آپ کی پیدائش سیتامڑھی کے موضع رُدولی میں ۱۱ر جون ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔

آپ کے والد جناب عابد حسین گاؤں کے مشہور آدمی تھے۔ ان کی زیر نگرانی آپ کی ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کا داخلہ علاقے کے مشہور مدرسہ اور دینی قلعہ ''جامعہ قادریہ مقصود پور'' کرایا گیا۔ وہاں آپ نے شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ والرضوان کے زیر سایہ متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کے عشق کا جام یہیں آپ کو پلایا گیا اور یہیں سے حضرت شیر بہار نے آپ کو مدینۃ العلم ''بریلی شریف'' بھیجا جہاں آپ کا داخلہ اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ مدرسہ ''منظر اسلام'' میں ہوا اور یہیں سے ۱۹۷۹ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔

آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی، علامہ تحسین رضا خاں بریلی شریف اور تاج الشریعہ حضرت ازہری میاں مدظلہ شامل ہیں۔ شہزادۂ اعلیٰ، حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔ جب کہ خلافت و اجازت قطب چھتیس گڑھ حضرت علامہ سبطین رضا قادری اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ سے پائی ہے۔

فراغت کے بعد غالباً ۱۹۸۰ء میں آپ نے اپنے تدریسی و تحریری سفر کا آغاز فرمایا۔ جب سے اب تک آپ نے ان دونوں فنون سے اپنا رابطہ باقی رکھا ہے۔ یوں تقریباً ۲۵ر سال سے آپ تسلسل کے ساتھ دینی و ملی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ جامعہ قادریہ مقصود پور (مظفر پور) دار العلوم شاہ جماعت ہاسن، سنی دار العلوم محمدیہ مود

بدری (کرناٹک) اور جامعہ عربیہ رضاء العلوم خیرانی روڈ ممبئی وہ تدریسی مراکز ہیں جہاں آپ کا فیضان علم بادل بن کر برسا ہے نیز برس رہا ہے اور سینکڑوں طلبہ نے اپنی علمی پیاس بجھائی ہے نیز بجھا رہے ہیں۔ یوں ہی پندرہ روز رفاقت پٹنہ ماہنامہ قاری دہلی، سنی دنیا بریلی شریف، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، حجاز جدید دہلی پیغام رضا پوکھریرا اور پاکستان کے عالمی پیمانے پر پڑھے جانے والے معارف رضا کراچی اور جہانِ رضا لاہور وہ رسائل وجرائد ہیں جہاں ادب و تحقیق اور مذہب و ملّت کے موضوع پر آپ کے قیمتی اور وقیع مقالات ومضامین برسوں سے شائع ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر نجم القادری صاحب کی فکر و تحقیق کا بنیادی موضوع فکر رضا اور عشق رضا ہے جس نے رضویاتی ادب کے ناقدین و محققین کے درمیان انہیں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ انہوں نے اپنے خامۂ زرنگار سے امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی نگارشات کی تشریح وتوضیح اور تحقیق وتعبیر میں جو نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے وہ قابل تحسین اور ناقابل فراموش ہے۔ مقالات ومضامین کے علاوہ انہوں نے مختلف موضوعات پر قابلِ ذکر کتابیں بھی تالیف کی ہیں، جن میں خاص کر"امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ" ڈاکٹر نجم القادری کا ایک فکر انگیز اور ایمان افروز تحقیقی مقالہ ہے۔ جو اگرچہ بنیادی طور پر ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کی سند کے لیے لکھا گیا۔ لیکن اس میں علم کا وقار، عشق کا بانکپن، ادب کا حسن، خطابت کا رنگ اور نثر میں شعریت کی جلوہ سامانی پوری طرح سمٹی ہوئی ہے۔ فاضل محقق نے عشق اور امام احمد رضا کے موضوع پر حقائق وشواہد کی جو آئینہ بندی کی ہے اس سے ان کی علمی وسعت اور تحقیقی مزاج کی غمازی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر نجم القادری کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد درجن بھر سے زائد ہے جن میں یہ نام خصوصیت کے حامل ہیں:

- علم، عمل، عشق اور امام احمد رضا
- امام احمد رضا اور عشقِ مصطفیٰ
- امام علم وعمل
- ارکانِ تصوف اور حضور مفتی اعظم
- ولی ابن ولی
- صلح کلیت: اسباب اور سدّ باب
- مجمع البحرین (ذکر خواجہ و رضا)

قارئین ان کی اس قلمی خدمت سے ان کی علمی قدو قامت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ان کے تلامذہ کی تعداد بھی مختلف صوبوں میں علمی خدمات انجام دے رہی ہیں ان کی تعداد کا حتمی اندازہ تو مجھے نہیں تاہم ان کی تدریسی خدمات کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سینکڑوں میں ہیں میرے ذہن میں جو نام محفوظ ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

- مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد، القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ
- مولانا قمر الزماں مصباحی، لکچرار محسن ملّت کالج، رائے پور
- مفتی محمد مرتضیٰ • مولانا انظار الحق، بلوا • ولانا اعجاز احمد رضوی وغیرہ۔

رضویات کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں اور یقینا ان کی خدمات کے سبب رضویات کی خوشبو از کراں تا کراں پھیل رہی ہے۔خدائے تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان سے علمی ادبی روحانی عرفانی مذہبی ملی ہر طرح کی خدمات لیتا رہے۔آمین

OO

ف

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

(ولادت: ۳۱؍جولائی ۱۹۴۷ء)

جماعتِ اہلِ سنّت کے معروف دانشو، رضویات پر سب سے زیادہ پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کے نگراں، پختہ فکر شاعر، سنجیدہ ذہن ناقد اور مستند محقق کی حیثیت سے علمی و ادبی حلقوں میں اپنی منفرد شناخت رکھنے والے پروفیسر فاروق احمد صدیقی، جنھیں یقیناً علمی، مذہبی اور ادبی حلقوں میں مقامِ اعتبار حاصل ہے۔ آپ بھی ضلع سیتامڑھی کی اسی سرزمین کی پیداوار ہیں، جو اپنی شہرت کے اعتبار سے ممتاز و محترم اور قابلِ رشک ہے اور جسے ایک زمانے میں مذہبی اعتبار سے بھی مرکزیت حاصل رہی ہے۔ میری مراد 'پوکھریرا شریف' سے ہے، جس کے خمیر میں قدرت نے ایسی برکت ودیعت فرمادی ہے کہ ہر گھر میں کوئی نہ کوئی عالم ضرور ہے۔ آپ کی تاریخِ پیدائش (باعتبار اسناد) ۳۱؍جولائی ۱۹۴۷ء ہے۔

آپ کے والد گرامی مولوی محمد سلیم مرحوم بھی دینی معلومات اور دینی شغف رکھنے والے ایک اچھے مولوی تھے اور کلکتہ میں ایک مسجد کے خطیب و امام تھے۔ چنانچہ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں مولوی عثمان صاحب کے مکتب میں ہوئی۔ پھر اپنے ہی گاؤں کے مدرسہ نور الہدیٰ میں داخل ہوئے اور تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۶۴ء میں مدرسہ وحیدیہ آرہ سے علامہ شبنم کمالی کی زیر نگرانی عالم کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد مظفر پور، بہار کے شہرۂ آفاق ادارہ ایل۔ ایس۔ کالج مظفر پور میں داخلہ لیا۔ پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے اور مکمل تعلیم یعنی ایم۔ اے (اُردو)، ایم۔ اے (فارسی)، پی ایچ ڈی (اُردو) کی اسناد وہیں سے حاصل کیں۔ گویا مدرسہ اور کالج دونوں ہی تعلیم گاہوں سے آپ کا تعلق رہا۔ یعنی دینی اور عصری دونوں دانش گاہوں سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا اور جواہر پارے جمع کیے۔

تعلیم مکمل ہونے کے بعد بحیثیت لکچرار پہلی بحالی چکیا کالج، مشرقی چمپارن میں ہوئی۔ اس کے بعد ایم۔ ایس۔ کالج موتیہاری میں تقرری ہوئی۔ پھر ایل۔ ایس۔ کالج مظفر پور میں بحیثیت لکچرار آپ کا تبادلہ ہو گیا۔ پھر وہاں سے یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں آپ کی خدمات طلب کر لی گئیں اور بتدریج ریڈر، پروفیسر اور صدر شعبۂ اُردو تک ترقی ہوئی۔ اسی درمیان ڈین فیکلٹی کے منصب پر بھی فائز ہوئے، جو تقریباً وائس چانسلر کے درجہ کا عہدہ ہوتا ہے۔ اس کی مدت دو سال رہی۔ بالآخر مورخہ ۳۱ر جولائی ۲۰۰۹ء کو آپ چالیس سال تک یونیورسٹی کی ملازمت کر کے ریٹائرڈ ہو گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد علمی کاموں سے آپ کا شغف پہلے ہی کی طرح برقرار ہے کہ خود آپ کے بقول: ’’یہی روحانی غذا ہے اور اسی سے طبیعت کو آرام ہے۔‘‘

پروفیسر صاحب ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

’’میں نے جس دینی ماحول میں آنکھ کھولی اور مجھے جس طرح کا تربیتی ماحول ملا اس کا مثبت اثر یہ ہوا کہ میں کالج میں رہ کر بھی سچا پکا مسلمان رہا۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دامن سے وابستہ ہونے کے بعد میرے عقیدہ و عمل میں اور پختگی آ گئی اور میں نے کالج کے ماحول میں بھی کبھی اسلامی اقدار کو مجروح نہیں ہونے دیا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

یہی وجہ ہے کہ کالج میں میری خدمات کا معتد بہ حصہ مذہب سے جڑا ہوا ہے۔ چنانچہ میری نگرانی میں پی ایچ ڈی کے جتنے مقالے لکھے گئے، یا میں نے بذاتِ خود جس کے لیے محنت کی ان میں اچھی خاصی تعداد کا تعلق اسلامیات بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی ذات، خدمات اور ان سے وابستہ شخصیات سے ہے۔‘‘ (سہ ماہی ’آیات‘ امریکہ، ص ۵۴)

ذیل میں آپ کے ماتحت اور آپ کے توسط سے ڈاکٹریٹ کے لیے لکھے گئے مقالے کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

- امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری — مولانا ڈاکٹر جوہر شفیع آبادی، گوپال گنج، بہار — ۱۹۹۲ء
- امام احمد رضا کی مکتوب نگاری — مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی — ۱۹۹۴ء
- امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت — مولانا عبدالحکیم ثقافی ابن مولانا شیخ ابوبکر، کیرالا — ۱۹۹۴ء
- امام احمد رضا کی مفسرانہ حیثیت — مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی، اندور، مدھیہ پردیش
- ڈاکٹر مسعود احمد مظہری: حیات وخدمات — مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، منظر اسلام، بریلی شریف
- علامہ زمن حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر تحسین فاطمہ (بنت صاحب تذکرہ)، مظفر پور
- علامہ زمن حسن بریلوی بحیثیت غزل گو — ڈاکٹر عبدالستار، چھپرہ
- پروفیسر سید سلیمان اشرف کی علمی خدمات — ڈاکٹر شکیل احمد، سون برسا، ضلع مظفر پور
- شاہ قتیل داناپوری: حیات اور شاعری — مسعودہ خاتون، ارریہ
- مولانا بدر القادری: حیات وشاعری — مولوی ذیشان احمد، بریلی — ۲۰۰۵ء
- سید وحید اشرف کچھوچھوی بحیثیت رُباعی نگار — شہزاد عالم، چھپرہ
- علامہ شبنم کمالی: حیات وخدمات — ڈاکٹر اظہر عالم پورنیہ

ان خدماتِ جلیلہ پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے بطور تحدیثِ نعمت پروفیسر فاروق احمد صدیقی لکھتے ہیں:

”میں خوش ہوں کہ جماعت کی ان قدآور شخصیات پر یونیورسٹی میں مجھے کام کرنے اور کام کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بالعموم یونیورسٹی کی دُنیا میں مذہبی شخصیات پر کسی طرح کے کام کی سہولیات فراہم نہیں ہوتیں، مسائل نہیں بھی ہوں تو مسائل کھڑے کر کے روڑے اٹکائے جاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت کے حوالے سے تو کہنا ہی کیا ہے۔ یہ نام سنتے ہی ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر الحمدللہ! میں نے یہ روش توڑی اور ایسے لوگوں کو جو واقعی علمی کام کرنا چاہتے تھے اور جن شخصیات پر واقعی کام ہونا چاہیے تھا، میں نے اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے اس کام کو انجام دیا۔“ (ایضاً، ص ۵۵)

اس کے علاوہ سینکڑوں علمی، ادبی، فکری، تحقیقی مضامین ومقالے آپ کے سیال قلم

سے نکلے جو ہندو پاک کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے اور علمی سیمیناروں میں پڑھے گئے۔ ان میں سے درجنوں وہ مقالات ہیں جو مذہبیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جناب پروفیسر فاروق صدیقی انھیں اپنے لیے زادِ عقبیٰ اور توشۂ آخرت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''یونیورسٹی کے علاوہ میں نے جو علمی کام کیا اس کا تعلق بھی براہِ راست مذہب اور مسلک سے وابستہ ہے۔ آج ریٹائرمنٹ کے بعد جب میں پیچھے مڑ کر اپنے ماضی کی پرچھائیوں کی طرف دیکھتا ہوں تو یہ ہنستے، مسکراتے اور جھلملاتے ہوئے کام مجھے نیکیوں کے ذخائر معلوم ہوتے ہیں اور میں خوش ہوتا ہوں کہ ملازمت کی بیکراں مصروفیات کے باوجود میں نے آخرت کا کچھ توشہ تو جمع کیا۔'' (ایضاً ص ۵۵)

پروفیسر صاحب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (پاکستان) کے ذریعے امام احمد رضا پر منعقدہ عالمی سیمینار و کانفرنس کے لیے مدعو کیے گئے تھے۔ وہاں آپ بذریعہ طیارہ تشریف لے گئے۔ سیمینار میں شاندار مقالہ پیش کیا، تقریر کی اور منقبت بھی پڑھی۔ بیحد پذیرائی ہوئی اور آج بھی اُن حضرات سے تعلقات قائم ہیں۔ ایک اور خاص بات یہ کہ وہ کراچی یونیورسٹی (پاکستان) کے ممتحن بھی ہیں۔ اب تک پی ایچ ڈی کے چار مقالے اُن کے پاس جانچ کے لیے آچکے ہیں اور یہ ایسا اعزاز ہے جو پورے بہار کی کسی یونیورسٹی کے کسی استاد کو اب تک حاصل نہیں ہوا ہے۔

پروفیسر صاحب کے مقالات کا ایک مجموعہ بنام 'افہام و تفہیم' ۲۰۰۵ء میں شائع ہو چکا ہے، جب کہ دوسری کتاب 'دیوانِ ریاض حسن خاں خیال مع مقدمہ' ۱۹۸۹ء میں ہی شائع ہو چکی تھی۔ نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ منتظرِ اشاعت ہے۔

موصوف مشاعروں میں جب اپنا نعتیہ یا غزلیہ کلام پیش کرتے ہیں تو چھا جاتے ہیں۔ فکری و فنی دونوں لحاظ سے اُن کا کلام بہت معیاری ہوتا ہے۔ تنقیدی مقالات کا ایک مجموعہ بنام 'تفہیم و تجزیہ' زیرِ طباعت ہے اور خالص مذہبی مضامین کا مجموعہ بنام 'مقالاتِ فاروقی' بھی تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی کو اُن کی اعلیٰ علمی وادبی خدمات پر متعدد ایوارڈ بھی مل چکے ہیں جیسے:

- 'گولڈ میڈل ایوارڈ' منجانب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
- بہار اُردو اکیڈمی کا دیا ہوا نقد انعام مبلغ پندرہ ہزار روپے
- 'ملک العلماء ایوارڈ' منجانب مولانا سید سراج اظہر ممبئی
- 'امام احمد رضا ایوارڈ' منجانب برکات رضا فاؤنڈیشن، ممبئی

مولانا محمد فاروق احمد رضوی

(ولادت: ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء)

نام: محمد فاروق احمد، ولدیت: صوفی رستم علی مرحوم، تاریخ پیدائش: ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ۔ مطابق ۱۹۵۸ء بروز سنیچر۔

آپ کی تعلیم گاؤں کے مکتب سے شروع ہوئی پھر دارُالعلوم منظرِحق، ٹانڈہ یوپی میں ابتدائی فارسی و عربی کی تعلیم پائی اور متوسطات کی تعلیم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ہوئی جب کہ تکمیل بخاری ودستارِ فضیلت وسند دارُالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے ۱۹۸۱ء میں حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں مذکورہ مدارس کے معزز اساتذہ کے علاوہ سلطان الواعظین مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، یوپی)، مفتی تحسین رضا خاں (سابق شیخ الحدیث بریلی شریف)، شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی (بانی جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور) اور محدثِ جلیل علامہ عبدالشکور گیاوی (موجودہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد درج ذیل مدارس اسلامیہ میں تدریسی خدمات انجام دیئے۔ مدرسہ احیاء العلوم، تھتھیاں مظفر پور، بہار، جامعہ حمیدیہ نوریہ، شکر تالاب بنارس، بنارس اور مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم، بھدوہی، یوپی۔ پھر گاؤں والوں کے پیہم اصرار پر اپنے آبائی وطن گہردھن پور، ضلع سیتامڑھی میں واقع جامعہ مصطفویہ رضویہ میں پچھلے بیس سالوں سے

صدارت واہتمام کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں۔ اور تادم تحریر اُسی کے مہتمم کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف ہیں۔ آپ نے اپنی بے پایاں جدو جہد اور مسلسل کدوکاوش کے ذریعے ادارہ مذکورہ کو تعلیمی وتعمیری ہر اعتبار سے جامع بنا دیا ہے۔

مولانا محمد فاروق رضوی طبعاً شریف، منکسر المزاج، کم گو اور سادہ وضع کے انسان ہیں۔ دین متین کے سچے خادم، اسلام کے بہترین مبلغ، سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے مجسم پیکر اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بے مثال داعی ونقیب ہیں۔

تصلّب فی الدین وتمسک بالکتاب والسنہ کی اچھی مثال ہیں۔ آپ کی تبلیغ واشاعت سے بہت سے صلح کلی قسم کے لوگ متصلب سنی ہوئے اور بہت سے جھوٹے مدعیانِ مسلک کے دجل وفریب کا پردہ چاک کر کے آپ نے عملی طور پر اُن کو مسلک اعلیٰ حضرت کا صحیح مفہوم سمجھایا۔

مولانا موصوف اپنے افعال واقوال، تحریر وتقریر، تدریس وتربیت اور ہر نشست و برخاست سے مذہب اسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت کا صحیح وحقیقی تعارف پیش کرتے ہیں۔ شہرت وناموری اور تصنع وبناوٹ سے بے حد پرہیز رکھتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ الرضوان کے دست حق پرست پر ۱۹۷۴ء میں بیعت کا شرف پایا۔ جب کہ خلافت واجازت شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہوئی۔ پہلے تو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں بعدہ جب شیر بہار قدس سرہ عمرہ سے واپس آئے تو حضرت قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ سے حاصل شدہ سلسلہ شاذلیہ کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی، نیز پیر طریقت حضرت لعل محمد صاحب صفدر جنگ نے بھی آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی ہے۔

۲۰۰۹ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ بیت اُم ہانی میں معطر ستون کے قریب راقم الحروف (الیاس مصباحی) سے ملاقات ہوئی تھی۔ کثرت سے علاقائی وبیرونی سطح کے دورے کرتے رہتے ہیں۔ جن کے مقاصد متنوع ہوتے ہیں۔ کبھی زیارات مقاماتِ مقدسہ، کبھی احباب ومخلصین کے اصرار پر اُن کے پروگراموں میں شرکت اور کبھی حاجت مندوں کی حاجت برآئی اور عقدہ کشائی، تعویذ نویسی میں تو آپ کو کافی درک حاصل

ہے اور تعویذیں زود اثر ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے دور دور تک 'فاروق بابا' کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

انہیں مصروفیات کے سبب تصنیف وتالیف کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ قیامِ جامعہ حمیدیہ نوریہ، شکر تالاب بنارس کے زمانے میں ایک رسالہ 'زمزم' شائع ہوتا تھا۔ اس میں آپ کا ایک مستقل کالم 'ارمغان حدیث' شائع ہوا کرتا تھا۔ اُسی دور میں کئی رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوئے۔

۱۹۸۳ء میں قمری تاریخ ۶ رجب المرجب کو حضرت وزارت رسول رضوان اللہ علیہ الرحمہ بانی خانقاہ رضوانیہ کے برادرِ اصغر منشی محمد تمیز الحق صاحب کی صاحبزادی سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ جن سے ۵ صاحبزادے اور ۳ صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ اور سبھی دینی علوم سے مرصع ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد مبارک حسین، محسن شیموگہ کرناٹک، مولانا محمد شاہد القادری ایم اے بھاگلپوری (مرتب تجلیات تاج الشریعہ) مولانا محسن رضا، مدناپور، مفتی عبدالباقی مدرس مرکز الدراسات، بریلی شریف، مولانا شاکر القادری، مرپا کچور اور صاحبزادگان مولانا مفتی ضیاء الدین برکاتی، مولانا محمد غلام معین الدین برکاتی شامل ہیں۔

مولانا فرحت صابری رضوی

(ولادت: ۷ ستمبر ۱۹۷۰ء)

نام: محمد نسیم اختر، ولدیت: محمد جمیل اختر، تخلص ونسبت شاعری: فرحت، جس میں 'صابری' کا تتمہ اپنے عم محترم، استاذ مکرم حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری علیہ الرحمہ کی نسبت سے ہمیشہ ہی استعمال کرتے اور 'فرحت صابری' کہلاتے ہیں۔ آپ مشہور گاؤں اندولی کے ایک معزز و تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت باعتبار سند ۷ ستمبر ۱۹۷۰ء ہے۔ اردو قواعد و عم پارہ نیز قرآن مجید ناظرہ وغیرہ گاؤں کے مکتب میں حافظ عبدالجلیل مرحوم سے پڑھنے کے بعد ابتدائی فارسی وعربی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء بھانڑسر اور رضاء العلوم کنہواں میں عم محترم حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری نور اللہ مرقدہٗ کے زیر نگرانی ہوئی۔

سعدی زماں مولانا حامد حسین مرحوم اور ماہر فن حضرت علامہ عبدالوحید صاحب مکرانی سے فارسی زبان میں اچھی لیاقت پیدا ہوئی اور پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا جہاں ماہر فن حضرت علامہ عبدالوحید اعظمی مکرانی سے فارسی زبان میں اچھی لیاقت پیدا ہوئی۔ بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان علیہ الرحمہ، مولانا عبدالشکور مصباحی گیاوی اور مولانا نصیر الدین عزیزی سے کسب فیض کیا اور خواجہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی کا شہرہ آپ کو مبارکپور سے الہ آباد لے آیا، جہاں دارُالعلوم غریب نواز میں داخلہ لے کر منتہی کتابوں کا درس لیا۔ اس دوران حضرت خواجہ مظفر حسین سے منطق وفلسفہ اور دیگر اساتذہ دارالعلوم غریب نواز حضرت مفتی شفیق احمد شریفی، حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی پلاموی سے فقہ و ادب میں اچھا کمال حاصل کیا۔ ۱۹۸۷ء میں علوم متداولہ سے فراغت پائی تاہم حصول برکت کے لیے ایک سال دیار اعلیٰ حضرت بریلی شریف منظر اسلام میں بھی گذارا اور دورۂ حدیث کی جماعت میں شرکت کر کے ۱۹۸۸ء میں فراغت کا شرف حاصل کیا۔

بعد فراغت تدریسی و تعلیمی مشغلہ دارُالعلوم حمایت الاسلام جھریا دھنباد سے شروع کیا، جہاں ایک سال گذار کر جامعہ نوریہ معراج العلوم اہرورہ مرزاپور یوپی میں دو سال تدریسی خدمات انجام دی پھر الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ سیٹی میں بھی دو سال رہے۔ تاہم اسی دوران آپ کی شعروشاعری کا ذوق بھی پروان چڑھتا رہا، جلسوں اور مشاعروں میں نعتیہ کلام کی پذیرائی نے تدریس کتاب کے ذوق کو آہستہ آہستہ کم کر کے رکھ دیا۔ اور خوش نویس تھے فن کتابت سے اچھی شناسائی تھی چنانچہ تدریس سے وقت نکال کر کتابت و طباعت کا کام بھی کرنے لگے۔

آخر کار ۱۹۹۴ء میں تدریسی امور سے الگ ہو کر قصبہ پریہار میں ایک ''صابری پرنٹنگ پریس'' لگایا اور باضابطہ تجارت سے منسلک ہو گئے جو تادم تحریر جاری ہے۔ البتہ ذوق تعلیم و تعلّم نے پھر انگڑائی لی اور مخصوص احباب کے مشورہ سے شری یوگیشور یادو انٹر کالج لال بندی ضلع سیتامڑھی کے شعبہ اردو میں پروفیسر کے عہدے پر بحال ہوئے جہاں ۲۰۰۸ء سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ بے حد عدیم الفرصت انسان ہیں۔ راتوں میں جلسے اور پروگرام دن کے ابتدائی حصے میں کالج کا کام اور بقیہ اوقات

میں کاروباری انتظام وانصرام یہ آپ کی مصروف حیات کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔

فرحت صابری کی اصل شہرت ان کی نعتیہ شاعری سے ہے۔ جس کا ذوق انھیں بچپن میں مدرسہ اسلامیہ بھانڑسر کے دوران قیام ہی پیدا ہوا اور ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی بھانڑسر نے آپ کے اندر چھپی ہوئی فطری صلاحیت کو محسوس کر کے اسے اور بھی جلا بخش دی، ابتدا میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے اصلاح سخن لی بعدہٗ ڈاکٹر سید اکمل اجملی (دائرہ شاہ اجمل الہ آباد) سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اور پھر کلام میں پختگی آتی گئی، حتیٰ کہ اب استاذ الشعراء کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں اور گذشتہ بیس سالوں سے علاقہ سیتامڑھی و ملک نیپال کے ہر دل عزیز، مقبول عام شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ اور ہر جلسہ و کانفرنس میں آپ کی شرکت لازمی و لابدی مانی جاتی ہے۔ نہ صرف شمالی بہار بلکہ ملک کے دیگر صوبہ جات میں بھی آپ کی شاعری سنی اور پڑھی جاتی ہے۔ آپ کے کلام میں، حمد الٰہی، نعت نبی، منقبت اولیا، اور دیگر اصناف سخن سبھی کچھ ہیں۔ کلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں سادگی، روانی، عمدہ پیرایہ، حسین طرز ادا، بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے طبع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہوئے: (۱) غنچہ وگل (۲) مشک وعنبر (۳) ذریعۂ بخشش (۴) کوثر وسلسبیل (۵) نعتیہ مشاعرے۔ باقی نعتیہ مجموعے غیر مطبوعہ ہیں۔

نمونۂ کلام:

خدا والے نظر سے لوح دل کا نقش پڑھتے ہیں
بتاؤ سائنسدانو! ہے یہ طاقت دوربینوں میں

کیا ہے عقد جس نے بیوۂ چالیس سالہ سے
عرب میں میرے آقا ہی وہ پہلے نوجواں ٹھہرے

تیرتا ہے چاند فرحت جس کے بحر حسن میں　　اس حسین کے عارض گلنار کی باتیں کریں

غلام سید کونین پہلے بن جاؤ　　تیرے لیے بھی خدا کا کلام آئے گا

اگر ہو جذبۂ صادق اویس کی صورت
زباں خموش رہے دل کلام کرتا ہے

۱۹۸۷ء میں حضرت مولانا محمد جابر حسین شاکر القادری باڑاوی کی دختر نیک اختر سے عقد مسنون ہوا۔ بڑے صاحبزادے حافظ علیم اختر عرف صدام حسین حافظ قرآن ہیں اور کاروبار میں آپ کے معین ہیں۔ بقیہ صاحبزادگان تحصیل علوم میں کوشاں ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں ملنکواں سرلاہی کے ایک جلسہ میں تاج الشریعہ حضرت ازہری میاں دامت برکاتہم القدسیہ کے دامن بافیض سے وابستہ ہوئے۔

مولانا مفتی قاضی فضل کریم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء — وصال: ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۷ء)

فیض پور جو باتھ اصلی سیتامڑھی کا ٹولہ کہلاتا ہے۔ باتھ اصلی کے چند ٹولے ہیں، حسن پور، فیض پور اور بھتولی یہ خطہ انیسویں صدی کے اوائل سے ہی علم وعرفان کا سرچشمہ رہا ہے، اسی مردم خیز علاقہ سے آپ کا تعلق ہے۔

اسم گرامی محمد فضل کریم ہے۔ پہلے فیاضی تخلص رکھا اور پھر فضل۔ آپ اپنے وقت کے عابد شب زندہ دار حضرت مفتی محبوب علی فیض پوری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء فیض پور، ضلع سیتامڑھی (سابق ضلع مظفر پور) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بعدہ مولانا ریاض الدین شکرولی اور حضرت مولانا عبدالکریم باتھوی سے کتب فارسی وابتدائی عربی کی تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ، دربھنگہ میں مولانا مقبول احمد خاں، مولانا منظور احمد کے زیر نگرانی متوسطات کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے محدث احسان علی، فیض پوری قدس سرہ کے ہمراہ بریلی شریف گئے اور منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ جہاں کتب عربیہ درسیہ کی بالاستیعاب درجہ حدیث تک تعلیم حاصل کر کے ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد عرصہ تک حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

کی خدمت میں رہ کر افتاء کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی نگاہ کرم ہمیشہ آپ پر رہی۔ بعض سفر میں بھی حضرت کی بابرکت و پرفیض صحبت سے مستفیض رہے۔

یوں تو آپ نے دورانِ طالب علمی ہی ۱۹۳۶ء میں حضرت حجۃ الاسلام سے شرف بیعت حاصل کرلیا تھا تاہم مرشد کامل نے اپنی فیض بخش صحبت سے برسوں مستفیض و مستنیر فرما کر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

کچھ دنوں مدرسہ علمیہ انوار العلوم مظفر پور میں مدرس اول کی جگہ تعلیمی خدمت انجام دی۔ پھر ۱۹۴۲ء میں والد گرامی کے حکم پر اپنے گاؤں فیض پور میں ہی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع فرمایا مگر چند ماہ بعد ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی خواہش کے احترام میں پٹنہ تشریف لے آئے اور درگاہ شاہ ارزاں کے سجادہ نشیں حضرت سید شاہ حامد حسین قدس سرہ کے ولی عہد شاہ عاشق حسین صاحب کی تعلیم کے لیے اتالیق مقرر ہوئے۔ ان کو عالم وفاضل تک تفسیر وحدیث وفقہ کی تعلیم دی۔ ۱۳۶۴ھ میں ان کی تعلیم کی تکمیل کے بعد وطن جانے کا ارادہ کیا تو سجادہ نشیں نے ان کو جانے کی اجازت نہیں دی اور جامع مسجد درگاہ شریف میں امامت کی خدمت پر مامور کیا۔ اسی اثناء میں آپ نے گورنمنٹ اسکول میں ملازمت کرلی اور مدتوں تعلیم دیتے رہے۔

اسکول کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد حضرت سید شاہ برہان احمد ابوالفیاضی کے اصرار پر ۱۹۷۰ء سے ادارہ شرعیہ پٹنہ میں مفتی کے عہدے پر مامور ہوکر فقہ وافتا کا کام کرنے لگے۔ اس کے بعد جب ادارہ شرعیہ میں دارُ القضاء کا قیام عمل میں آیا تو بحیثیت قاضی منصبِ قضا کا کام بھی آپ کے سپرد کردیا گیا۔ تب سے دم آخر تک تنہا قضاء اور افتاء کا کام اپنی خرابی صحت اور دائمی علالت کے باوجود بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ نے فن قضا کے اصول وضوابط۔ کے ساتھ اپنی حیات مبارکہ میں تقریباً ساڑھے چار سو مقدمات کا فیصلہ کیا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کا ہر فیصلہ نافذ ہوا اور کسی نے کہیں بھی اسے چیلنج نہیں کیا۔

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پٹنہ شہر کی مختلف مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ قائم فرمایا تھا۔ ملک العلماء کے وصال کے بعد آپ

نے اس سلسلہ کو برقرار رکھا اور جب تک پٹنہ میں رہے بلا ناغہ دریاپور کی جامع مسجد میں ہفتہ میں ایک روز درس قرآن دیتے جو سلسلہ وار قرآن شریف کی تفسیر ہوتی اور سامعین کو روزمرہ کے مسائل پوچھنے کا حق ہوتا جس سے عوام وخواص کو آسانی سے مسائل شرعیہ کا علم ہوتا۔

۱۹۸۵ء میں آپ کی سرپرستی میں پٹنہ کی ایک فعال تنظیم 'انجمن فیضانِ رضا' کا قیام عمل میں آیا۔ اس انجمن کے زیر اہتمام جامع مسجد درگاہ شاہ ارزاں میں ہفتہ میں ایک روز تفسیر قرآن بیان فرماتے اور مسائل شرعیہ بتاتے۔ قاضی شریعت کی جلالت شان کا یہ عالم تھا کہ علما اس مجلس میں اپنی علمی پیاس بجھانے تشریف لاتے اور شادکام ہوکر واپس ہوتے۔

آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والے چند نام یہ ہیں:

(۱) سید شاہ عاشق حسین سجادہ نشیں درگاہ حضرت شاہ ارزانی (شاگرد)

(۲) مولانا نہال احمد صاحب کریمی مدظلہ (مرید شفیق)

(۳) مفتی عبدالحافظ صاحب

(۴) مولانا حسن رضا خاں پی۔ایچ۔ڈی پٹنہ

(۵) سید حسنین پاشا، صدر انجمن فلاح ملت، پٹنہ (معتقد وتلمیذ)

(۶) ضیائے ملّت مولانا ضیاء جالوی (دربھنگہ)

(۷) مفتی عبدالواجد قادری (دربھنگہ)

(۸) مولانا رکن الدین اصدق (بہار شریف)

(۹) مفتی اشرف رضا قادری (باتھ اصلی، سیتامڑھی)

کثرتِ کارِ قضا وافتا آپ کی تصنیفی راہ میں رکاوٹ رہی پھر بھی نقد و مضامین ومقالے آپ کے رشحاتِ قلم سے ٹپکے ہیں جو ماہنامہ 'رفاقت'، 'شانِ ملّت' اور دیگر رسالوں میں طبع ہوئے۔ اس کے علاوہ میٹرک کورس کی فارسی کتابوں کی شروح لکھیں اور ایک کتاب 'مجموعہ اوراد و وظائف' بھی قلم بند فرمائی۔ قضا کے ضوابط واصول سے متعلق ایک کتاب 'دستورِ قضا' آپ کی اہم تصنیف ہے۔ البتہ دارالقضا میں جن سیکڑوں مقدمات کے فیصلے کیے ان میں اہم فیصلوں کو اگر کتابی شکل دے دی جائے تو قاضیوں کے لیے ایک بہترین سرمایہ اور علمی وفقہی دنیا کے لیے ایک نادر اضافہ ثابت ہوگا۔ تعویذات ونقوش اور عملیات میں آپ کو خاصہ

درک تھا اور اس طرح بھی آپ کا فیض عام جاری رہتا۔

حضرت قاضی شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو شعر وادب سے بھی بے پناہ شغف تھا۔ درگاہ شاہ ارزاں میں اکثر شعر و شاعری کی مجلس منعقد ہوا کرتی تھیں اور شعرائے کرام مصرع طرح پر طبع آزمائی کرتے۔ آپ ان میں نعتیہ کلام پڑھا کرتے۔ نعت شریف کے علاوہ آپ نے دوسرے صنف کی جانب رخ نہیں کیا۔ آپ کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ملائک آتے ہیں صبح و مسا جس کی زیارت کو
خدا وندا اسی محبوب کا گھر ہم بھی دیکھیں گے
قیامت میں قیامت کا سماں پیش نظر ہوگا
تیری رفعت وہاں سلطان محشر ہم بھی دیکھیں گے

آپ آئے تو ظلمت کا ڈیرا اٹھا، نورِ حق کا جہاں میں سویرا ہوا
نور عرفاں سے عالم منور ہوا میرا تاریک دل جگمگا دیجئے

ثنا خواں فضل میں اس کا ہوں جو محبوب یزداں ہے
خدا کی رحمتیں ہوتی ہیں حضرت کے ثنا خواں پر

۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء میں آپ کے انتقال کی غلط خبر نے اہل پٹنہ کو متوحش کر دیا تھا۔ لیکن ۲۲/دسمبر ۱۹۹۰ء کی شب نے اس خبر وحشت اثر کی تصدیق کر دی کہ تقویٰ وطہارت علم و فضل کا مجسمہ اور سادگی وضع داری اور رواداری کا پیکر تین بجے شب میں روپوش ہو گیا۔ آپ کا مزار فیض پور ضلع سیتامڑھی میں مرکز فیض عام ہے۔ پسماندگان میں صاحبزادہ عتیق احمد و صاحبزادہ حضرت مولانا وصی احمد قاضی ادارہ شرعیہ ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کی دو جلدیں ۱۳۷۵/صفحات پر مشتمل، امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ کی نظر ثانی کے بعد ۲۰۱۲ء میں ادارہ شرعیہ، پٹنہ سے ''فتاویٰ شرعیہ'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

○○

ق

مولانا محمد قاسم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۷ء)

نام: محمد قاسم، نسبت ارادت: 'رضوی' ولدیت: محمد سراج الحق انصاری، جائے ولادت: موضع باڑا پوسٹ، لہوریا، ضلع سیتامڑھی (بہار)

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی مولانا الحاج عبد الرشید باڑاوی سے حاصل کی۔ بعدہٗ مدرسہ رضاء العلوم کنہواں پہنچے کچھ دنوں وہاں ٹھہرنے کے بعد والد گرامی کی اجازت سے جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف چلے گئے۔ جہاں اکابر علمائے کاملین۔ اپنے گوہر علم لٹا رہے تھے۔ آپ مفتی عبد الحلیم اشرفی رضوی کی بافیض خدمت میں رہے اور چند سال کے بعد مفتی صاحب موصوف جب بریلی شریف منظر اسلام سے مستعفی ہو کر جامعہ نعیمیہ چھپرہ بہار آگئے تو آپ بھی انہیں کے ہمراہ چھپرہ آگئے۔ اور کئی برس چھپرہ میں گذارا۔ لیکن جب مفتی عبد الحلیم صاحب اشرفی رضوی سے ناگپور منتقل ہو گئے۔ تو آپ نے وہاں سے پھر بریلی شریف کا رخ کیا۔ اور دوبارہ منظر اسلام میں کئی سال گذار کر متعدد اساتذہ کرام سے مروجہ نصابی کتابوں کا کورس مکمل کر کے ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں دستار فضیلت اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں مذکورہ دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت مفتی افضل حسین مونگیری، حضرت مفتی جہانگیر احمد فتحپوری، حضرت محدث احسان علی مظفر پوری، مولانا بلال احمد پورنوی، اور حضرت مولانا سید محمد عارف نانپاروی شامل ہیں۔

فراغت کے بعد چند سال جامعہ رضویہ ملنگواں ضلع سرلاہی نیپال میں مدرس رہے۔ پھر وہاں سے مستعفی ہو کر اپنے ہی گاؤں کے ادارہ مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں نائب

صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اور شمس العلماء مولانا شمس الحق نوری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دوش بدوش مدرسہ کی صلاح وفلاح کے لیے کوشاں رہے۔ واضح ہو کہ اس دور میں آپ کے والد گرامی جناب محمد سراج الحق انصاری مدرسہ مذکورہ کے سکریٹری تھے۔

مولانا محمد قاسم رضوی بڑے ہی لحیم وشحیم، قوی الجثہ اور لمبے قد وقامت والے، بارُعب، گرجدار آواز کے مالک تھے۔ تقریر وخطابت میں زور بیانی بلا کی تھی۔ آپ کی تقریر سے مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا اور عوام وخواص بے حد متاثر ہوتے۔ پورے علاقے میں آپ کی شخصیت جانی پہچانی تھی۔ آپ کے چالیس سالہ تدریسی خدمات کے نتیجے میں آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔

دوران طالب علمی بریلی شریف میں ہی شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

مورخہ ۹ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷ر ستمبر ۲۰۰۲ء میں مختصر علالت کے بعد دین وملّت کا یہ روشن ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ جنازہ میں لوگوں کا اژدہام ان کی مقبولیتِ انام کی غمازی کر رہا تھا۔ حضرت مولانا الحاج صوفی عبد الحمید صاحب کنہواں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور باڑا کے اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کے پسماندگان میں ۴ر صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں۔ ان میں بڑے صاحبزادے مولوی کوثر ربّانی عرف تمنّے فی الوقت مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں۔

مولانا حافظ قمر الہدیٰ صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء)

آپ کی پیدائش ۱۹۳۴ء میں برپا ہونے والے سخت زلزلہ سے چند سال قبل کی ہے آپ نے اپنے گاؤں لہوریا شریف کے عالم دین مولانا حسن رضا صدیقی، حافظ عبد الکریم اور مولانا محمد ابراہیم سے ابتدائی تعلیم، ناظرہ قرآن پاک پھر حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی اور اردو فارسی، گلستاں، بوستاں وغیرہ پڑھنے کے بعد ۱۴/۱۵ر سال کی عمر میں مڈل اسکول سے

آٹھواں کلاس پاس کیا پھر ایک سال پھلواری میں حفظ کا دور و فارسی کی تعلیم پانے کے بعد کلکتہ پہنچے وہاں چند علماء و حفاظ سے کسب فیض کیا۔ پھر ضلع چٹگاؤں بنگلہ دیش کے علاقہ میں کچھ اساتذہ سے اکتسابِ علم و فیض کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ایک سال گذارنے کے بعد اپنے وطن لوٹے اور وہاں مولانا ابراہیم برہمپوری ثم بچھارپوری سے ایک عرصے تک فیض پایا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بریلی شریف کا سفر کیا اور مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی میں داخلہ لے کر اجلہ علماء و مشائخ مثلاً مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، مولانا تحسین رضا خاں، محدث احسان علی مظفر پوری، اور محدث مبین الدین امروہوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور درس فقہ و حدیث، تفسیر، کلام و دیگر مروجہ فنون کی تکمیل فرمائی اور سند فراغت واسناد تعویذات حاصل کیے۔

فراغت کے بعد وطن واپس ہوئے ۱۹۶۰ء میں پہلے مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا کے قیام میں ہر ممکن خدمات انجام دیں پھر اپنے گاؤں لہوریا شریف میں ایک ادارہ 'مدرسہ غوثیہ رضویہ قمر العلوم' کی بناء ڈالی اور اسی کو پروان چڑھانے میں شب و روز یکساں کر دیا اور تاعمر اسی ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی توانائی نثار کرتے رہے۔

حافظ قمر الہدیٰ قائل رضوی ایک سچے عاشقِ رسول داعی حق، مبلغ مسلک امام احمد رضا تھے، آپ کو علمائے علاقہ پنچ محلہ میں خشت اول کی حیثیت حاصل ہے۔ جس دور میں آپ نے اپنے وطن کو مستقر بنایا اس وقت پورے علاقہ میں خال خال ہی علماء نظر آتے، یہی وجہ ہے کہ جہالت بھی اپنے عروج پر تھی ہندوانہ رسوم و رواج مسلمانوں کے گھروں میں بے روک ٹوک ادا کیے جا رہے تھے، ایسے ماحول میں آپ نے اپنے مواعظ حسنہ و تبلیغ دین کے ذریعہ عوام کو دین حق کی صحیح راہ دکھائی۔ زبان و بیان میں ایسی چاشنی کہ عوام ان کی تقریر و وعظ کے دیوانے نظر آتے اور مجالس میلاد ان کی شیریں بیانی کے بغیر سونی سمجھی جاتی۔ دس دس بارہ کوس کی دوری پر کبھی تنہا ایک لالٹین ہاتھ میں لیے جاتے اور بعد میلاد شریف لہوریا واپس آجاتے اور دن میں تدریسی خدمات میں لگ جاتے۔

عمر کے آخر میں جب کہ آپ کی عمر تقریباً ۸۰ ربرس کی ہو چکی تھی، آواز میں وہی کڑک، لہجہ وہی نرم انداز، وہی لبھاونی اور پیاری پیاری باتیں۔ ظاہر حال فقیرانہ مگر باطن کا

خزانہ دولت نور سے معمور۔ آپ کی فقیرانہ روش و امیرانہ دینی جذبات کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی حیات مستعار کے لیے اپنی جائداد بنانے کے بجائے لہوریا میں تقریباً ۲ لاکھ کے صرفہ سے ایک تاریخی حسین دو منزلہ 'رضا مدینہ مسجد' کی تعمیر کرائی۔ جو فن تعمیر کا ایک حسین مرقع ہے۔ حافظ قمر الھدیٰ اپنی جد و جہد و سعی مسلسل کے بارے میں ایک جگہ خود لکھتے ہیں:

''میری جوانی کا زمانہ تھا جب کہ پنج محلہ میں سوائے کنہواں اور لہوریا کے کوئی دینی ادارہ نہ تھا۔ نہ اس علاقے میں کوئی اسکول سوائے اَپر اور لوَر کے تھا، میں لہوریا صبح کے وقت بچوں کو پڑھا کر بسوریا پھر باڑا، چاند پورہ، کھدی بکھاری، کھرساہا، جگدر، رمنیکا جا کر ایک ایک گھنٹہ پڑھا کر شام کو گھر لوٹتا اور شب میں پھر قصبہ لہوریا کے اندر تعلیم دینے کے بعد دم لیتا تھا۔''

(مکتوب قمر قائل رضوی بنام مرتب مورخہ ۳ رشوال ۱۷ ۱۴۱ھ/ مطابق ب ۱۲ رفروری ۱۹۹۷ء)

تعلیم و تبلیغ کی گوناگوں مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک انجمن بنام 'انجمن امام احمد رضا' قائم فرمایا اور علاقہ میں پھیلی ہوئی تعزیہ داری کے رسم بد سے بیزار ہو کر آج سے تقریباً ۳۹ رسال پہلے آپ نے 'بزم حسین' کے نام سے سالانہ مجالس و محافل کا انتظام کیا۔ جو ۹ رمحرم الحرام سے شروع ہو کر ۱۴ رمحرم الحرام کی شب تک مختلف اجلاس پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں مشاہیر علما، خطبا، قرا و شعرا شریکِ اجلاس ہو کر اسلام و سنّیت کی اشاعت فرماتے ہیں، نیز پیران درگاہ لہوریا شریف کے اعراس کی تقریبات اور 'بزمِ نوری' کا اہتمام ہوتا ہے۔

آخر میں بزم حسنین، اور عرس کے سامعین و زائرین کی سہولت کے لیے بارہ لاکھ کی اسکیم سے خانقاہ کے ۵۲ کمرے اور ایک بڑے ہال نیز خانقاہ کے اندر حسینی مسجد اور تعمیرات مزارات پیران لاہور میں کوشاں تھے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان تمام نیک ارادے کی تکمیل فرمائے۔ آمین

حافظ قائل رضوی پہلے تو امان اللہ پھلواری سے بیعت ہوئے مگر ادارہ شرعیہ پٹنہ کے قیام کے بعد جب یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ خانقاہ پھلواری مجیبی اپنی صلح کلیت کے

سبب ''خواہ مخواہ'' بن گئی ہے، اور وہاں نام نہاد سجادگان اپنے اسلاف کے طرز فکر سے الگ دیابنہ ونجدیان ندوہ کے پیروکار ہو گئے ہیں تو آپ نے ان کی بیعت توڑ دی اور حضرت سید ظہور الحسین احمد رضوی خلیفہ مفتی اعظم سادات پورسیوان سے تجدید بیعت فرمالیا اور انہیں کی دعاؤں سے ہر مقام پر فائز المرام رہے۔

حافظ صاحب ایک مقبول انام شاعر بھی تھے حمد و نعت اور منقبت لکھنا اور شاگردوں سے پڑھوا کر مجالس ومحافل میں سننا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ قائل تخلص ہے۔ حمد و نعت و مناقب کے ہزاروں اشعار شاگردوں کو دیئے جو محفوظ نہ رہ سکے البتہ پانچ سو کے قریب اشعار اب بھی موجود ہیں مگر تشنہ طباعت ہیں۔

ماہ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ میں آپ نے 'مناجات قمر قائل' کے عنوان سے ایک دعائیہ نظم تحریر کیا ہے جس کے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

یا الٰہ العٰلمین اے کردگار — قائل رضوی ہے مجرم شرمسار
کردہ ام بد، روز و شب ائے کریم — تو ہی ہے غفار و ستار و رحیم
مجرمم من جرم کردم لاجرم — واسطہ دارم شہ خیر الامم
پاک کردے فضل سے اپنے الٰہ — واسطہ پیارے نبی کا اے الٰہ
تیری بخشش کا سمندر ہے اتھاہ — ہے فقط لَاتَقْنَطُوْا داد راہ
واسطے سے انبیا کے اے خبیر — اولیا و غوث اعظم دستگیر
فاطمہ زہرا کی عفت کے صلے — ہم گنہگاروں کو یارب بخش دے
مرشدی احمد ظہور ال کے طفیل — قائل رضوی کو اپنے بخش دے

۲۳ر ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ/ ۱۲ر نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات اسلام وسنیت کا یہ داعی وناشر اپنی پچاس سالہ خدمات سے لہوریا و علاقہ 'پنچ محل' کو فیض یاب کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ 'استغفر اللہ رب' سے تاریخ وصال ۲۰۰۹ نکلتی ہے۔ لہوریا کے قبرستان میں لب سڑک پرانے مدرسہ کے قریب آپ کی قبر ہے۔ مزار کی تعمیر کا کام ہنوز جاری ہے۔ آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک کتابچہ آپ کے صاحبزادے محمد حماد رضا قادری نے ترتیب دے کر طبع کرایا ہے۔

مولانا محمد قمر الزماں مصباحی

(ولادت: ۱۰ر جنوری ۱۹۶۸ء)

مولانا محمد قمر الزماں مصباحی جماعت اہل سنّت کے باوقار، سنجیدہ، صاحب بصیرت اور مخلص علما میں ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۰ر جنوری ۱۹۶۸ء کو بمقام کمہرار، ضلع سیتامڑھی (موجودہ ضلع شیوہر) کے ایک متمول، مہذب، شریف اور دیندار گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے پڑدادا جناب عزت ابراہیم حسین صاحب مرحوم جلالۃ العلم والعرفان، حامی دین وملت، محبِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن محبیؔ علیہ الرحمہ سے مرید تھے۔ آپ کے جد کریم محترم جناب محمد عین الحق مرحوم شہزادۂ حجۃ الاسلام، مفسرِ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست گرفتہ تھے۔ آپ کے والد گرامی جناب محمد اسمٰعیل رضوی پیشۂ طبابت سے منسلک ہیں جو طبیب حاذق ہونے کے ساتھ خوش فکر اور بلند خیال شاعر بھی ہیں۔ مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ سے شرفِ بیعت حاصل ہے اور خود صاحبِ تذکرہ بھی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت کی سعادت سے مشرف ہیں۔ گویا بریلی شریف سے محبت وعقیدت اور عشق کی حد تک لگاؤ مولانا کو خاندانی ورثے میں ملا ہے۔

آپ نے تیسرے درجے تک اپنے گاؤں کے ایک اسکول میں پڑھا پھر اپنے عم محترم مولانا مطیع الرحمٰن منظری کمہراروی علیہ الرحمہ کے ہمراہ دارالعلوم غوثیہ قصبہ نیوریا، حسین پور، ضلع پیلی بھیت یوپی چلے گئے وہیں قرآن شریف ناظرہ اور درجہ اعدادیہ کی تعلیم مکمل کی۔ جب مولانا مطیع الرحمٰن دارالعلوم غوثیہ کے منصب صدارت سے مستعفی ہو کر اپنے وطن لوٹے تو جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی ضلع مظفر پور میں داخلہ کروایا۔ شیر بہار، خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ جن کی علمی، مذہبی اور مسلکی خدمات سے پورا شمالی بہار متعارف ہے۔ آپ ہی کی سرپرستی میں مولانا موصوف تقریباً تین سال تک رہے اور وہاں کے نامور اساتذہ میں الحاج نسیم الدین رضوی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری اور فارسی زبان وادب کے ماہر مولانا فیاض احمد رُدولوی کے فیضانِ علم وشعور سے بھی حظ اٹھاتے رہے، اس کے بعد ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارکپور چلے گئے اور ۲۹ر دسمبر ۱۹۹۰ء میں دستارِ فضیلت

سے نوازے گئے۔ وہاں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء یہ ہیں:
مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، علامہ عبدالشکور، علامہ نصیرالدین عزیزی، علامہ شمس الہدیٰ بستوی، علامہ اسرارالحق مصباحی گھہڑوی۔

تدریسی خدمات: الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ، پٹنہ سٹی، دارالعلوم امام احمد رضا بھائیکلہ ممبئی، دارالعلوم سلمانیہ، مسلم یتیم خانہ، مظفرپور، جامعہ قادریہ کونڈاپونہ، جامعہ رضویہ برکات العلوم گوونڈی ممبئی۔ ۲۰۰۵ء میں رائے پور چھتیس گڑھ محسن ملت یونانی میڈیکل کالج کے شعبۂ عربی میں بحیثیت لکچرار تشریف لائے اور تادم تحریر اسی ادارہ سے منسلک ہیں۔

ڈگریاں:

- عالمیت، فضیلت جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی
- فوقانیہ، مولوی، عالم، بہار بورڈ
- منشی، منشی کامل، مولوی، عالم اترپردیش بورڈ
- ایم اے اردو، میسور اوپن یونیورسٹی

تبلیغی خدمات: آپ اسلام وسنیت کے مخلص، سچے، بے باک اور پرجوش داعی وترجمان ہیں۔ ملک کے اکثر صوبے میں آپ وعظ وخطابت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ سنجیدہ، باوزن، علمی اور پرنکاتی گفتگو کرتے ہیں۔ زبان وبیان نہایت پاکیزہ، لب ولہجہ میں جذباتیت کم اور وقار زیادہ۔ انداز میں حددرجہ کی شیرینی وحلاوت، گویا خطابت پر قادر مطلق نے بھرپور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت سے عبارت ہے۔ حرص وطمع سے بے نیاز مسلک ومذہب کی خدمت کرنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔

تالیفات: تقریر کے ساتھ تحریری صلاحیت اور قلمی شعور بھی بہت بلند ہے۔ تقریباً ایک درجن کتابیں اور پچاسوں مقالات ملک کے معیاری رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب تک جو کتابیں طبع ہوکر ارباب علم ودانش سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں وہ یہ ہیں:

• انوار خاکی • امام احمد رضا اور اصلاحِ معاشرہ • معارف محسن ملت • مناقبِ محسن ملت • محسنِ ملت ارباب: علم ودانش کی نظر میں • مظہر مفتی اعظم شخص وعکس • آفتاب وماہتاب • بسم اللہ کی برکتیں • امام احمد رضا اور تبرکات کی عظمت • آقائے کائنات اور ان

کا اخلاق • جو آنکھوں نے دیکھا (سفر نامہ حجاز)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں زیر طبع ہیں:

• مفتی اعظم اور ان کا تقویٰ • ملک العلماء حیات وخدمات • معارف محدث اعظم بہار • شیر بہار شخصیت کارنامے • اور مقالات کا مجموعہ طلعت افکار۔

آپ شاعری کا بھی اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں، فکر میں گیرائی و گہرائی، خیال میں بلندی، جذبات میں تقدس اور احساسات میں بڑی پاکیزگی ہے۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''مثل تو نہ شد'' بہت جلد قارئین کے مطالعہ کی دہلیز پر بہاروں کی سوغات لٹانے والا ہے۔

صحافت: مندرجۂ ذیل رسائل و جرائد کی ادارت بھی آپ نے فرمائی ہے جو آپ کے صحافتی تجربہ کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے:

• پیغام رضا، ممبئی • سہ ماہی الخضراء، مظفر پور • ماہنامہ نورِ مصطفیٰ، پٹنہ • آپ ہی کے زمانہ ادارت میں ماہنامہ 'نورِ مصطفیٰ' کا 'پاسبانِ ملّت' نمبر شائع ہوا۔

ایوارڈ:

- ۲۰۰۸ء میں شہر سیرت النبی کمیٹی رائے پور کی جانب سے فخر صحافت ایوارڈ۔
- ۲۰۱۰ء میں مرکزی محسن ملّت کمیٹی کی جانب سے محسنِ ملّت ایوارڈ

خلافت: • شبیہ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ سبطین رضا خاں بریلوی، رائے پور • حضرت مولانا توصیف رضا خاں، بریلی شریف • شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم علیہ الرحمہ مقصود پور، مظفر پور • مؤرخ اہلِ سنّت حضرت علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی مظفر پوری سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔

حج و زیارت: ۲۰۱۱ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے اور اس کے علاوہ چار مرتبہ عمرہ کی برکتوں سے بھی فیضیاب ہو چکے ہیں۔

اولاد و امجاد: آپ کے دو لڑکے: عزیزم محمد حسان رضا قادری، عزیزم سلمان رضا غوثی، ایک بچی عائشہ قمر نوری۔ تینوں حصول علم میں مصروف ہیں۔

○○

۴

شاہ عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء — وصال: ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

محبِ اعلیٰ حضرت الشاہ ابوالولی محمد عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمۃ والرضوان کا سن ولادت ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء ہے اور حسنِ اتفاق کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی تاریخ ولادت بھی ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء ہی ہے۔ آپ کی جائے ولادت ضلع سیتامڑھی (سابق ضلع مظفرپور) کی ایک مردم خیز بستی پوکھریرا ہے۔ آپ نے اپنے رسالہ نورالہدیٰ میں اپنا تعارف اس انداز میں پیش کیا ہے:

> ''ابوالولی محمد عبدالرحمٰن ابن شیخ منیرالدین ابن شیخ ریاض الدین صدیقی نسباً محمدی، دیناً قادری، نورالحلیمی، نظامی، فخری، مشرباً حنیفی حنفی مسلکاً پوکھریروی مولداً و مسکناً۔'' (نورالہدیٰ ص ۲)

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، جو پابند شریعت وطریقت تھے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا۔ پھر ملک کی دوسری درسگاہوں اور اور مشاہیر علمائے کرام سے بھی شہر پٹنہ اور دربھنگہ میں اکتساب فیض کیا اور اٹھارہ سے بیس سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اور مسند درس وتدریس پر متمکن گئے تھے۔

عارف باللہ حضرت سید شاہ داتا نورالحلیم کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مدفن موضع نستہ، ضلع دربھنگہ) سے بیعت وارادت وخلافت کی دولت پائی اور تاحیات اپنے مرشد کریم کی عظمت ورفعت کا خطبہ پڑھتے رہے۔

علوم مشرقیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد اولاً 'امانت' کا کام انجام دیا۔ پھر گاندھی ازم

کی اسلام دوز تحریک اور وہابیت و دیوبندیت کی عقیدہ سوز چال سے بے زار ہو کر امام اہلِ سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کی تائید میں بہار میں سرگرم عمل ہوئے اور تحریک آزادیِ ہند میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں دیگر اکابر و مشائخ کی زیرِ سرپرستی بڑے بڑے شہروں میں کانفرنس و اجلاس کی طرح شہر مظفر پور کی کانفرنس حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کی قیادت و صدارت میں ۱۳۱۰ھ میں پوکھریرا شریف میں منعقد ہوئی جس کی قدرے تفصیلی رپورٹ اسی زمانے میں مرادآباد سے نکلنے والے رسالہ 'السواد الاعظم' میں شائع ہوئی تھی۔

حضرت محبی علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے اپنے گاؤں پوکھریرا 1310ھ میں مدرسہ نو الہدیٰ کی بنیاد رکھی۔ اور اولین استاد کی حیثیت سے خود مسند تدریس کو سنبھالا پھر بعد میں ماہرین اساتذہ کی خدمات لیں اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے ہاتھوں لگایا ہوا پودا ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر گیا۔ اور اس پاکیزہ درخت کے عطر بیز پھولوں کی خوشبو سے انسانیت کی مشام جاں معطر ہونے لگی۔ مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں آپ نے اپنے وجود کی ساری توانائی جھونک دی۔ اس طرح سے مدرسہ نور الہدیٰ اس زمانے میں شمالی بہار کا اوّلین مرکزی ادارہ بنا۔

قدرت نے حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کو بے شمار فضائل و کمالات سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ آپ بکثرت علوم و فنون کے ماہر ہی نہیں بلکہ بحر علم کے شناور اور درّ شاہوار بھی تھے۔ اپنے مذہب و مسلک میں مخلص ہی نہیں بلکہ انتہائی متصلب، عالم باعمل، فاضل بے بدل تھے۔ آپ کی ذات شمالی بہار کے مسلمانوں کے لیے ربّ کائنات کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تھی۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو اس خطہ میں مذہبی، مسلکی اور علمی انقلاب کا خواب خواب ہی رہ جاتا۔ آپ کی شخصیت دینی درد سے عبارت تھی۔

مولانا رحمت اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محبیؒ علیہ الرحمہ کی تین اہم تحریکات تھی۔ اول: درس و تدریس کے لیے 'مدرسہ نور الہدیٰ'، دوم: دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے لیے 'انجمن نور الاسلام' سوم: دینی و فکری اصلاح کے لیے رسالہ 'نور الہدیٰ'۔'' (پیغام رضا)۔

یہ تینوں تحریکات آپ کے دورِ حیات میں جس تیزی وتندی کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہیں، ان سب کو صفحہ قرطاس پہ لانا امر مشکل ہے۔ البتہ بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ شمالی بہار میں:

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو!
یہ بھی اُسی جرس کی ہے آواز دوستو!

''یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ شمالی بہار کا ایک ایسا کردار ہے، جسے نظر انداز کر کے اس خطہ کی کوئی تاریخ مکمل نہیں سمجھی جاسکتی۔ آج اس خطہ میں اہلِ سنت کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں۔ سب اُنہیں کی رہین منت ہیں۔ ان کے بعد دوسرے مبلغین بھی نمودار ہوئے، ہم ان کی خدمات سے انکار نہیں کرسکتے، لیکن حضرت محبیؒ کو ہر حال میں مقدمۃ الجیش کی حیثیت حاصل رہے گی۔'' (پیغام رضا، ممبئی)

آپ کی تبلیغی خدمات کے ضمن میں مولانا ریحان رضا انجم مصباحی رقمطراز ہیں:

''پوکھریرا کی سرزمین پر ۱۳۲۴ھ میں حضرت محبیؒ نے ایک پانچ روزہ جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ کے مقاصد وہی تھے جو سابقہ جلسوں کے ہوا کرتے تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور وہابیت کی بیخ کنی۔ اس جلسے اور آپ کی دینی خدمات سے متاثر ہو کر ابوالمساکین علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی نے حضرت محبیؒ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ اس کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ 'تحفۂ حنفیہ' پٹنہ میں شائع ہوئی تھی۔ اس منظوم خراج عقیدت کا تاریخی نام 'توضیح ملل' (۱۳۲۴ھ) اور دوسرا مادۂ تاریخ طبع 'تذکرہ' ۱۳۲۵ھ۔'' (سرکار محبیؒ کا گوشۂ حیات)

الغرض! حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کی تبلیغی ودعوتی خدمات کا دائرہ ۶ر دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس عرصے میں انہوں نے کس قدر تحریری، تدریسی اور تبلیغی جواہر پاروں کو وجود بخشا ہوگا، اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ البتہ مولانا ریحان رضا انجم نے حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کی تصنیفات کی ایک نامکمل فہرست تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے درج ذیل تصنیفات کا

ذکر کیا ہے:

۱۔ نور الطلاب فی علم الانساب: حصہ اول، دوم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء کے نسب نامے اور حالات۔

۲۔ تعلیم التفسیر مجتبٰی (۱۳۱۹ھ) یہ قرآن حکیم کی مختصر تفسیر ہے۔

۳۔ شرح نسائی المعروف ترجمہ مجتبٰی: یہ نسائی شریف کی شرح ہے جو پوکھریرا سے شائع ہوئی۔

۴۔ غرہ محجّلین (۱۳۴۶ھ) المعروف نور الاسلام، حصہ اول، دوم: ارکان اسلام کا بیان ہے۔

۵۔ نور الھدیٰ فی ترجمة المجتبیٰ: سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات، اس کتاب کو مولانا ریحان رضا مصباحی نے نئی آب وتاب کے ساتھ بنام 'عظمتِ امام اعظم' کے نام سے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔

۶۔ الحبل القویٰ لھدایة الغویٰ (۱۳۲۰ھ) المعروف ''اثبات تقلید شرعی'' اس کتاب کو مولانا ریحان رضا انجم مصباحی نے ترتیب جدید وتحشیہ کے ساتھ ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔

۷۔ بارہ ماسہ ریاضی (۱۳۳۵ھ) المعروف بارہ ماسہ خام رسول: یہ منظوم رسالہ ہے۔ اس میں بارہ مہینوں کے فضائل نظم میں بیان کیے گئے ہیں۔

۸۔ چھٹ بلبل ناداں المعروف بہ حدیث وھابیاں: وہابیوں کے دجل وفریب کا ذکر ہے۔

۹۔ نور الجمعہ: یہ رسالہ مسائل جمعہ پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ تمسک اقوی باحادیث نبی الانبیاء (۱۳۲۲ھ) حصہ اول، دوم، اس کتاب میں رفع یدین کا نسخ، قرأة خلف الامام، آمین بالسر وغیرہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور احادیث سے احقاق حق وابطال باطل کیا گیا ہے۔

۱۱۔ انفع الشواھد لمن یخرج الوھابیین عن المساجد: یہ ایک استفتاء ہے جو حضرت مجتبیٰ علیہ الرحمہ نے ۲۸ / ذوالقعدہ ۱۳۲۱ھ میں خاتم المحدثین حضرت علامہ

وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں بھیجا تھا۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے اس کا تفصیلی جواب دیا۔ اس پر دیگر علمائے اہلِ سنّت کے علاوہ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری محقق بریلوی کی تقریظ موجود ہے۔ اس کی دوسری اشاعت ممبئی سے قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری کی نگرانی میں ہوئی۔ پھر دوسرے اداروں سے بھی کئی بار چھپی۔

۱۲۔ الجواب المستحسن فی رد هفوات المرتضیٰ حسن: یہ جوابی رسالہ مرتضیٰ حسن دربھنگوی کے اخبار النجم، لکھنؤ میں شائع شدہ مضمون کے جواب میں لکھا گیا۔ جس میں اس کی ہفوات کا دنداں شکن جواب ہے۔

۱۳۔ دیور بھاوج: (۱۳۰۹ھ) اس رسالہ میں غیر محرمات سے پردہ کے تعلق سے جو آیات کریمہ اور احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔ اس کی دل چھولینے والی منظوم تفسیر وتشریح ہے۔ یہ کتاب آج سے تقریباً ایک سو پچیس برس پہلے طبع ہوئی۔ اس کو دوبارہ نئی ترتیب کے ساتھ مولانا محمد ریحان رضا انجم نے 'غیر محرم کا شرعی حکم' نام رکھ کر ۲۰۱۲ء میں شائع کیا ہے۔

۱۴۔ نور المغیب: (ردّ گاندھویت) گاندھی اور گاندھی نوازوں کے رد میں لکھا گیا ہے۔

۱۵۔ نورِ کلید عظیم: کامیابی کی مستحسن راہیں کیا ہیں۔ اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۶۔ ثبات بحیات حبیب: (۱۳۴۶)، المعروف تحفہ محبیؒ بعطائے مولیٰ

۱۷۔ نجم المیلاد: میلاد النبی کے جواز پر حوالوں و دلائل سے بحث کی گئی ہے۔

۱۸۔ نور الحجاب: اس میں عیب پوشی کی فضیلت اور افشائے عیب کی قباحت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۱۹۔ تعلیمات مرغوب محبیؒ: ابتدائی جماعت کے بچوں کے لیے فارسی زبان میں مفید رسالہ ہے۔

۲۰۔ خطبہ عید الفطر ۔۔۔ ۲۱۔ خطبہ عید الاضحی

۲۲۔ شش تکبیر عید واجب ۔۔۔ ۲۳۔ نور السلام

۲۴۔ معلومات محبیؒ ۔۔۔ ۲۵۔ دیوبندی کا بطال تلمیذ

۲۶۔ قند طفلان: حصہ اول، دوم: ابتدائی بچوں کے لیے مفید نصابی کتاب ہے۔

۲۷۔ لابری عذاب القبر ۲۸۔ بارہ ماسہ محبیؔ اردو

۲۹۔ شمع شبستان ۳۰۔ دستور السواك

۳۱۔ ترجمہ قرآن بزبان فارسی: یہ ترجمہ قرآن کا قلمی نسخہ ہے۔

یہ سارے رسائل حضرت محبی علیہ الرحمہ کے علمی کمال وملی درد کے عکاس ہیں۔ حضرت محبی علیہ الرحمہ علوم وفنون کی ایک تابندہ انجمن تھے۔ ان کی حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ صرف فارسی ہی کے امام نہ تھے۔ بلکہ تفسیر قرآن، حدیث، اصول حدیث، منطق، فلسفہ، نحو وصرف، ریاضی اور اسی طرح کے بہت سارے دوسرے فنون پر بھی آپ کی گرفت مضبوط تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ حضرت محبی سے بے حد متأثر تھے اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ ہی نے محبیؔ (الف حرف ندا آخر میں ضم فرمایا) کے لفظ سے پکارا اور نوازا تھا۔ جو حضرت محبیؔ کو اس قدر پسند آیا کہ آپ نے اسے اپنا تخلص بنالیا۔ اور یہ لفظ آپ کے لیے علَم کا درجہ اختیار کرگیا۔ ایک شاعر نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ؎

پایا ہے شاہ بریلی سے محبیؔ کا لقب
شادماں تھے کس قدر اعلیٰ حضرت آپ سے

یہی وجہ ہے کہ حضرت محبیؔ علیہ الرحمہ تا حیات اعلیٰ حضرت کے مشن کا تحفظ اور اس کی نشر واشاعت کرتے رہے۔ اگر کہیں سے اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی آواز اٹھتی تو آپ بروقت اس کی خبر لیتے۔ چنانچہ مرتضیٰ حسن دربھنگی کے ہفوات کے جواب میں اس کو مخاطب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”میں مولانا احمد رضا خان صاحب (لازالت شموس افاضاته طالعة) کا شاگرد نہیں، مرید نہیں، البتہ میں انہیں بحر ذخار علومِ دینیہ اور رسمیہ متعارفہ جانتا ہوں۔ اور اس وقت ہندوستان میں ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں جمیل بنایا ہے۔ ان الجمیل جمیل العلم والادب سے میں ان کا ایک محب ہوں:

احب الصالحین و لست منہم لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

اور میرا کام ہے کہ تا مقدور ہر جادۂ اعتدال سے گرے ہوئے کی رہنمائی کروں۔ اور آپ حد اعتدال کے اعتدال سے بڑھ کر گرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تحریر پر تزویر پر وہ تازیانہ اصلاح رسید کرتا ہوں کہ اس سے چھٹی کا دودھ نکل جائے تو عجب نہیں۔ اگر آپ اس پر سنبھلے تو خیر میں بھی اپنے سیف قلم کو درمیان کرلوں گا۔ ورنہ ضربت ضرباً بالقلم کا وہ سبق پڑھاؤں گا کہ قیامت تک یاد رہے گا۔ و نستعین بالمستعان و علیہ التکلان۔ (ص ۱۳ الجواب المستحسن فی رد ہفوات مرتضیٰ حسن)

سرکار محبیؒ علیہ الرحمہ کو مجدد اعظم قدس سرہ کن نظروں سے دیکھتے تھے مندرجہ ذیل تحریر سے اندازہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ (الحبل القوی لھدایۃ الغوی) کا مطالعہ کیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ مولانا المکرم ذی المجد والکرم، سالک طریق الامم، حامی سنن، ماحی الفتن، نجدی شکن، وہابی فگن، مولانا مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب معروف بمحبیؒ جزاہ اللہ سبحانہ اجزاء الاحباء کو تائید دین وتبکیت مفسدین واعانت راشدین واہانت معاندین کے ساتھ دائم وقائم رکھے۔" (ص ۱۵ اثبات تقلید شرعی)

حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے تین ملاقاتیں ہوئیں۔ دو مرتبہ خود حضرت محبیؒ نے بنفس نفیس بریلی جا کر ملاقات کی۔ اور تیسری ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ نے ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں امام احمد رضا قدس سرہ کو پوکھریرا تشریف لانے کی دعوت دی۔ جب کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ، حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی کی منعقدہ سات روزہ کانفرنس میں پٹنہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کثرت کار کے سبب پوکھریرا نہیں جاسکے۔ مگر اپنا قائم مقام بنا کر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کو بھیجا۔ ساتھ میں اپنا جبہ شریف معہ گرامی نامہ تحریر فرما کر روانہ کیا۔ جس میں تحریر فرمایا:

''اگرچہ اپنی مصروفیت کی بناء پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں۔ یہ میرے قائم مقام ہیں۔ ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے۔'' (ص ۱۲۲، تذکرہ جمیل)

چنانچہ اس خط کے ساتھ حجۃ الاسلام اعلیٰ حضرت کی نیابت کرتے ہوئے پوکھریرا تشریف لے گئے۔ اس طرح پہلی بار خانوادۂ رضا سے علاقہ کے لوگوں کو شرفیاب ہونے کا موقع ملا۔

حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کا وصال ۱۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۱ء کو ہوا۔ آپ کی چار صاحبزادیاں اور چار ہی صاحبزادے تھے:

۱۔ جلالۃ العلم مولانا شاہ ولی الرحمٰن ولی علمی ۲۔ مولانا حکیم عطاء الرحمٰن

۳۔ مولانا حافظ شریف الرحمٰن ۴۔ مولوی حبیب الرحمٰن

حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ نے جہاں تالیفات وتصنیفات کی شکل میں بہت بڑا تحریر سرمایہ چھوڑا وہیں درسگاہ کی شکل میں مدرسہ نور الہدیٰ اور اپنی تحریکات کو آگے بڑھاتے رہنے کے لیے صاحبزادگان اور تلامذہ کی بہت بڑی جماعت چھوڑی۔ جن کے دلوں میں جذبۂ نبی اور مذہبی علوم وفنون کے حصول کی تڑپ بھر دی تھی۔ وہ تڑپ دیر پا ثابت ہوئی اور آج بھی اہل خاندان اس تڑپ کو اپنے سینوں میں بسائے ہوئے ہیں۔ فی الوقت پوکھریرا میں تین دینی درسگاہیں ہیں۔ ایک حضرت محبیؒ علیہ الرحمہ کا قائم کردہ مدرسہ نور الہدیٰ ہے جس کے موجودہ صدر مدرس حضرت مولانا حافظ حسن الرحمٰن ہیں۔ دوسرا ادارہ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ ہے، مولانا حمید الرحمٰن اس کے ناظم اعلیٰ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد رضا صدر مدرس ہیں۔ اور تیسرے ادارے کے بانی مولانا سعید الرحمٰن ہیں۔ (پیغام رضا، اثبات تقلید شرعی، گوشۂ حیات)

مرتب تذکرہ فقیر الیاس مصباحی عفی عنہ کو بے حد تعجب اور بے پناہ افسوس ہے کہ فضل وکمال کا یہ کوہِ گراں، علم وعرفان کا یہ درِّ نایاب، شریعت وطریقت کا سنگم اور زبان وقلم کا یہ سیف براں پچھلی آٹھ دہائیوں تک غفلتوں کے دبیز پردے میں رہا۔ البتہ جائے مسرت یہ ہے کہ نبیرۂ سرکار محبیؒ حضرت مولانا ریحان رضا انجم مصباحی زیدہ مجدہ السامی نے اس سورج کو بادلوں کے حجاب سے نکالنے اور اس موتی کو گرد وغبار سے صاف کرنے کی ٹھان لی ہے۔ اور حضرت موصوف کے علمی نوادرات کو تقاضائے وقت کے مطابق نئے آب وتاب

کے ساتھ منظر عام پر لانے کے لیے کمر بستہ ہو چکے ہیں۔ اور سرکار محبیؒ علیہ الرحمہ کا گوشۂ حیات کتاب لکھ کر آپ کے علمی کارنامے کی اشاعت واظہار کے تعلق سے پائے جانے والے جمود و تعطل کو توڑا ہے۔ اور اب ایک مبسوط سوانح حیات حضرت محبی علیہ الرحمہ ترتیب دے رہے ہیں۔ مولانا انجم مصباحی اس کے لیے اہل علم وبصیرت کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ مولائے قدیر ان کے عزائم میں استحکام اور ان کے کام میں بے پناہ برکت عطا فرمائے۔ آمین!

مفتی محبوب رضا روشن القادری

(ولادت: ۱۳۵۹ء)

مفتی محبوب رضا نعیم الدین انوار الاولیاء اقبال احمد روشن القادری ابن مولانا محمد عظیم الدین فاضل بہاری قدس سرہٗ مکن پورہ، ڈاکخانہ سنہ پورہ، ضلع دربھنگہ میں ۱۳۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام 'محبوب مکرم رضا' ہے ۱۳۵۹ھ۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی پھر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، ساتھ میں الہ باد بورڈ اتر پردیش سے مولوی، عالم، فاضل، طب کی اسناد بھی اچھے نمبرات سے حاصل کیے نیز قیام بریلی کے ایام میں طبی شفا خانہ کانکر ٹولہ بریلی ملحقہ بورڈ آف انڈین میڈیسین لکھنو (رجسٹرڈ) سے حکمت وطبابت کی تعلیم بھی پاتے رہے بالآخر وہاں سے ادیب وحکیم کی سندوں سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں صدر المدرسین کی جگہ پر فائز ہوئے۔ اور اپنی محنت شاقہ اور کمال تدبیر سے ادارہ کو بڑی ہی ترقی دی اسی زمانے میں ۱۹۶۹ء آپ نے اپنے اہتمام میں ایک عظیم الشان تاریخی کانفرنس منعقد کی جس میں شرکت کرنے والے اکابر علماء ومشائخ وشعرا اسلام کی تعداد ہزاروں میں تھی جب کہ مسلمانان اہلِ سنّت کی تعداد تین لاکھ سے تجاوز تھی۔ شرکائے کانفرنس میں مفتی اعظم ہند، حضرت ریحان رضا خان رحمانی میاں، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد

نظامی، مفتی محمد انیس عالم، مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی، اور حضرت مولانا کاظم علی بستوی کا نام قابلِ ذکر ہے۔

رضاء العلوم کنہواں سے علیحدگی کے بعد گزشتہ تین دہائیوں سے آپ دار العلوم المشرعیہ حمیدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ میں اپنے علمی فیضان سے تشنگان علوم دینیہ کو فیضیاب کرتے رہے۔ پھر ممبئ عظمیٰ کی سرزمین پر اپنے فیوض وبرکات بانٹ رہے ہیں۔ دار العلوم فیضان مفتی اعظم ممبئ کے شیخ الحدیث ہیں۔

مفتی محبوب رضا قادری متعدد علوم وفنون کے ماہر اور بے شمار فضائل کے جامع ہیں جہاں آپ علم فرائض، علم عروض، افتاء، درس وتدریس، تحریر وتقریر، اور مضمون نگاری کے بہترین شاہکار ہیں وہیں علم حکمت، عملیات، استخراج، تاریخ از اعداد ابجدی، نکات فن، مناظرہ وغیرہ کئی فنون پر بے پناہ دسترس رکھتے ہیں۔

تبلیغی خدمات کے ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ کا اشہب قلم مختلف موضوعات پر یکساں اپنی جولانیِ فکر وفن دکھاتا ہے۔ تقریباً ایک درجن کتابوں کے آپ مصنف ہیں جن میں 'اعجاز محبوب خدا'، 'عین العروض'، 'علم الفرائض'، 'بشریٰ'، 'سیف براں'، 'نماز ونیاز'، 'مشعل ہدایت' اور 'ثبوتِ فاتحہ' نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔

مفتی روشن القادری کو فن شاعری وشعر وسخن سے بھی خاصا شغف ہے۔ اس فن کا علم آپ کو والد گرامی فاضل بہار علیہ الرحمہ سے حاصل ہوا، جو خود بھی اپنے عصر میں اس فن میں یکتائے روزگار تھے۔ اسی طرح آپ بھی فی البدیہہ اور قادر الکلام شاعر ہیں اور فن عروض میں کافی مہارت رکھتے ہیں، جس کی زندہ مثال آپ کی تالیف 'عین العروض' ہے، جو راقم الحروف کے پیش نظر ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام 'نغمات روشن' ارباب علم ودانش سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔

درج ذیل اشعار کے ذریعہ شعر وشاعری سے آپ کے ربط وتعلق اور زبان وبیان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

مزار مصطفیٰ کے گنبد خضریٰ کا کیا کہنا
جہاں پر روشنی ہی روشنی معلوم ہوتی ہے

زباں سے جب نکلتا ہے اغثنی یارسول اللہ
تو ساحل پر مری کشتی لگی معلوم ہوتی ہے

وہی مختار کل فخر رُسل سردارِ عالم ہیں
زمیں سے عرش اعظم تک انہیں کی مصطفائی ہے
میں مجرم ہوں سہی لیکن غلام شاہِ طیبہ ہوں
مجھے یہ ناز ہے محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے

جب کبھی بے پردہ اُن کا روئے انور ہوگیا
فرش تا عرش بریں روشن منور ہوگیا
جھک گیا سنگ درِ جاناں پہ سر بے ساختہ
جب حریم پاک کا نظروں میں جھالر ہوگیا
ہے وظیفہ جس کا روشن نعت خوانی رسول
وہ قریب رحمت ساقی کوثر ہوگیا

مفتی محمد محمود عالم خاں نوری رضوی

(ولادت: ۲؍اکتوبر ۱۹۶۶ء)

نام: محمد محمود عالم خاں نوری، کنیت: عبید المصطفیٰ، تخلص: نوری، ولدیت: صوفی محمد رئیس خاں مرحوم۔ آپ سیتامڑھی کی مشہور و معروف سرزمین کما میں ۲؍اکتوبر ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علوم: ابتدائی تعلیم سے لے کر ھدایۃ النحو تک اپنے مادر علمی مدرسہ نور العلوم، رضا چوک کما میں پڑھا۔ اور کافیہ وغیرہ مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں پڑھا اور کافیہ سے درجۂ عالمیت تک باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں حاصل کی۔ درجۂ عالمیت سے فضیلت تک کی تعلیم آپ نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف

میں حاصل کیا۔ اور دارُ العلوم مظہر اسلام ہی سے ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں فارغ ہوئے اور اپنے ہم سبقوں میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

موصوف کو تاجدارِ اہلِ سنّت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی شریف کے قیامِ تعلیم کے دوران آپ کو مفتی اعظم ہند کی خدمت کا بہترین موقع ملا۔ چناں چہ مفتی اعظم ہند کی دُعاؤں اور نگاہِ کیمیا گر نے بحر تفقہ میں شناوری کرنے کا عظیم موقع عنایت فرمایا۔

خلافت واجازت: آپ کو شمس العلماء حضرت علامہ مفتی شمس الحق نوری نوراللہ مرقدہ بانی مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا، ضلع سیتامڑھی سے خلافت واجازت حاصل ہے۔

درس و تدریس: فراغت کے بعد آپ کی علمی لیاقت وقابلیت اور ذہانت وفطانت کو دیکھ کر متعدد اداروں والوں نے خدمات کی دعوت دی لیکن موصوف نے مسترد کردیا اور اپنے آباواجداد کی یادگار مدرسہ رحمانیہ اسلامیہ، مرپا کی خدمت کو ترجیح دیا اور ۵رجون ۱۹۸۳ء سے ۳۰رجون ۱۹۸۹ء تک مدرسہ رحمانیہ اسلامیہ کے منصب صدارت پر فائز رہے اور مدرسہ رحمانیہ کو عروج وارتقاء تک پہنچانے میں خون جگر کی قربانی پیش کی اور بہت سے طالبانِ علومِ نبویہ دولت علم سے مالامال ہوئے۔ اور بہت جلد مرپا گاؤں علم کی آماجگاہ بن گیا لیکن کچھ نا مساعد حالات اور دارُ العلوم حمایت الاسلام، جھریا، دھنباد کے اراکین کی دعوت واصرار پر آپ نے مدرسہ رحمانیہ کو خیرباد کہہ دیا۔ اور ۵ جولائی ۱۹۸۹ء سے ۵رمئی ۱۹۹۰ء تک دارالعلوم حمایت الاسلام کے منصب صدارت پر فائز رہے۔ آپ کی موجودگی میں علماء وقراء کی دستار بھی ہوئی۔ لیکن جھریا کی آب وہوا مخالف طبع ثابت ہوئی اور موصوف علیل وبیمار رہنے لگے۔ بایں وجہ ۵رمئی ۱۹۹۰ء کو مخلص احباب کی گذارشات کے باوجود آپ نے مدرسہ حمایت الاسلام کی خدمت سے دست بردار ہوکر وطن مالوف واپس آگئے۔ بعدہٗ مادرِ علمی مدرسہ نورالعلوم، رضا چوک، کما کے ارکان اور احباب ومخلصین کے اصرار ودباؤ کے پیش نظر آپ نے مدرسہ نورالعلوم، رضا چوک کما کے مسند صدارت کو ۶رجون ۱۹۹۰ء سے ۲۰رمارچ ۱۹۹۴ء تک زینت بخشا۔ اِدھر بنارس جامعہ قادریہ، اروِلی بازار کے اراکین خصوصاً حضرت مولانا محمد طاہر القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش

ہوئی کہ یہ نعمت عظمیٰ میرے جامعہ کے ہاتھ آئے اور حضرت مولانا عبد الہادی خاں رضوی مدظلہ کی بھی خواہش ہوئی۔ بایں وجہ حضرت موصوف نے اہل کما کی تمام تر محبت والفت کے باوجود اپنے جملہ معتقدین ولواحقین سے جدائی برداشت کرتے ہوئے بنارس تشریف لائے اور ۲۲ / مارچ ۱۹۹۳ء سے جامعہ قادریہ، خانم جاں احاطہ اُلفت بی بی اردلی بازار، بنارس کے مسندِ افتا اور تدریس کو آپ نے زینت بخشا۔ اور تادم تحریر حضرت موصوف جامعہ مذکور کو اپنے دم قدم سے منور ومجلیٰ بنائے ہوئے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

۱۔ مسائل نوریہ، (یہ متفرق اہم مسائل کا بہترین مجموعہ ہے، جو قاری کے علم میں اضافہ کرتا ہے)

۲۔ دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر، مطبوعہ (یہ کما اور اس جیسے گاؤں میں جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کے وجوہ کے اثبات میں بزرگوں کے فتاوے سے مؤید ہے۔)

۳۔ تحقیقی مسائل، مطبوعہ

۴۔ فضائل ومسائل رمضان (یہ رمضان شریف کے فضائل پر مشتمل ہے۔)

۵۔ ایمان شریعت، غیر مطبوعہ

۶۔ خطبات نوری، غیر مطبوعہ

۷۔ تحفہ نوری، غیر مطبوعہ

۸۔ دیوبندیوں کی پہچان، غیر مطبوعہ

موجودہ مشغلہ: درس وتدریس کے ساتھ سنت کی اشاعت کے لیے جگہ جگہ مدارس ومکاتب کا قیام اور مدارس کی فلاح وبہبود کے لیے لائحہ عمل تیار کرانا۔ بدمذہبوں سے مناظرہ ومباحثہ۔ وعظ وتقریر کے ذریعہ خدمات سنیت کو انجام دینا نیز خدمت خلق کے جذبہ کے تحت تعویذ نویسی اور عوام الناس کی حاجت روائی کرنا۔

حج وزیارت: ۱۹۹۸ء میں آپ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ اس سفر کی خصوصیت رہی کہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، علامہ سبطین رضا مدظلہ، ابو الحقانی مولانا محمد حسین صدیقی، حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف ناگوری جیسے اکابر اہلِ سنّت کی ہمرکابی حاصل رہی۔

مولانا محمد محمود عالم نوری

(ولادت: ۱۹۴۴ء)

نام: محمد محمود عالم۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ بریلی شریف سے بیعت ہوجانے کے بعد سے نوری کا اضافہ ہوا اسی لیے محمد محمود عالم نوری سے مشہور ہوئے۔

ضلع سیتامڑھی کے موضع موجولیا بازار محلہ رضا نگر میں انصاری خانوادہ کے ایک اہل علم دینی و مذہبی شخص جناب مولوی عبداللطیف ابن محمد منصف انصاری تھے جن کے دو صاحبزادے (۱) جناب مولوی محمد منصور عالم رضوی (۲) جناب مولانا محمد محمود عالم نوری صاحب۔ جناب مولانا محمد محمود عالم نوری صاحب کی ولادت موضع موجولیا بازار ہی میں ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ ہدایت الاسلام موضع موجولیا بازار سیتامڑھی ہی میں محمد خلیل الرحمٰن علیہ الرحمہ نانپوری سے حاصل کی۔ بعدہٗ متوسطات کی کے لیے الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم کنہواں ۱۹۵۹ء میں داخل ہوئے۔ پھر ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم علیمیہ انوارالعلوم دامودر پور مظفر پور میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اور ۱۹۶۹ء میں فضیلت کی دستار حاصل کی اور عم محترم جناب حافظ محمد فخرالدین انصاری رضوی علیہ الرحمہ و برادر بزرگ جناب مولوی محمد منصور عالم رضوی علیہ الرحمہ کے پرزور اصرار پر ایک سال اور مزید رہ کر دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوکر دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۹۷۰ء میں فراغت حاصل کی۔

بعد فراغت ۱۹۷۱ء میں صوبۂ بہار کی عظیم درسگاہ دارالعلوم علیمیہ انوارالعلوم دامودر پور مظفر پور میں درس و تدریس کا اہم فریضہ انجام دیے۔ ماہ جون ۱۹۷۴ء سے دارُالعلوم فیضان العلوم تیغیہ موضع داراپٹی مظفر پور میں ۱۹۸۷ء تک شیخ الحدیث و صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

بعدہٗ اپنے گھر پر ایک ادارہ بنام مدرسہ مصباح العلوم موجولیا بازار سیتامڑھی

۱۹۷۷ء میں قائم کیا۔ خواص وعوام واعزہ واقربا کے اصرار پر ماہ جنوری ۱۹۸۸ء سے ادارہ ہذا میں شیخ الحدیث وصدر المدرسین کے عہدہ پر مقرر ہو کر درس وتدریس کا اہم فریضہ کا کام انجام دینا شروع کیا اور ابھی بھی اسی ادارہ میں دینی کام ودرس وتدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور ۱۶ر شعبان ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۱ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو طبیب ملّت حافظ محمد اخلاق احمد نوری یوسفی نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا مشتاق احمد اشرفی

(ولادت: ۱۹۵۴ء)

آپ ولادت ۵ر شوال المکرم بروز جمعرات ۱۹۵۴ء میں آپ کی پیدائش مقام کھرساہا، پوسٹ لہوریا، وایا پریہار ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔

نسب: آپ کے والد گرامی عارف باللہ حافظ الشاہ اسحاق احمد چشتی علیہ الرحمہ ہیں۔ جو علاقہ کے اکابر بزرگان دین سے شمار کیے جاتے ہیں، جد امجد کا نام صوفی چولہائی میاں ہے، جو صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نیک دل شخص تھے، غرباء کے امداد کے لیے آپ کا خاندان ہمیشہ سے ایک امتیازی خصوصیت رکھتا ہے۔

آغاز تعلیم: مدرسہ شمس العلوم باڑا سے آپ نے تعلیم کی ابتدا کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں حافظ صوفی ادریس وشمس الاولیاء علامہ شمس الحق باڑاوی اور آپ کے برادر بزرگ علامہ الیاس علیہم الرحمہ قابلِ ذکر ہیں۔

اعلیٰ تعلیم: باڑا سے آپ علاقہ کے مشہور ومعروف ادارہ مدرسہ رضاء العلوم کنہواں تشریف لے گئے جہاں آپ نے ہدایت النحو، کافیہ، شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں علامہ محبوب رضا پوکھریرا، استاذ العلماء مولانا عبد الحمید اور سعدیِ زماں مولانا الحاج حامد حسین، کنہواں قابلِ ذکر ہیں۔ پھر آپ مدرسہ علیمیہ دامودر پور، مظفر پور، تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا کاظم علی عزیزی، مولانا شاکر القادری اور

مولانا عبدالقادر سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر بریلی شریف دارالعلوم منظر اسلام تشریف لے گئے، جہاں آپ نے دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں صدر العلماء مولانا تحسین رضا علیہ الرحمہ و تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری، و مولانا اعظم و مولانا رئیس پورنوی، محدث بہار علامہ احسان علی مظفرپوری علیہ الرحمہ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے تاج الشریعہ سے ہدایہ اولین، مولانا ہاشم سے ہدایہ آخرین مولانا اعظم سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ کی فراغت مظہر اسلام سے اکابر علماء کی موجودگی میں ہوئی، جن میں چند قابلِ ذکر اسماء یہ ہیں: مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی، مفتی اعظم ہند مفتی مصطفی رضا قادری بریلی شریف، حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، خطیبِ مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ اور مفتی مظفر میاں۔

تدریسی میدان: آپ نے جن اداروں میں تدریسی فرائض انجام دیے اس کی تفصیل یہ ہے:

مہن پور مظفرپور دو سال تک۔ گلشن مدینہ بیل بانس ایک سال تک۔ دارالعلوم فیضان رسول تجپورو اتین سال تک۔ دارالعلوم تیغیہ یوسفیہ چاندپور فتح دو سال تک۔

چند جید تلامذہ: مولانا اظہار اشرف، مولانا ابوالکلام سمستی پور، مولانا خورشید مصباحی کھرساہا، مولانا غلام مصطفی کھرساہا،

اہم کارنامے: اوپر درج کیے گئے مدارس سے جن میں آپ نے تعلیم دیا، وہاں سے جب آپ لدھیانہ پہنچے تو وہاں کا ماحول دینی علمی اعتبار سے بہت تنزلی کا شکار تھا، کفر والحاد و شرک و بدعت عام تھی، سب سے پہلے آپ نے وہاں ایک شاندار جامع مسجد جو اپنی مثال آپ ہے۔ بنام 'سنی نوری مسجد' قائم کی، پھر کچھ نامساعد حالات کی بناء پر یہاں سے دستبردار ہو کر وہیں ایک اور جامع مسجد بنام خواجہ 'غریب نواز مسجد' تعمیر کروائی، تاحال آپ یہیں خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔

مدارس کی بنیاد: مدرسہ غوث العالم لدھیانہ میں آپ نے دس سال تک 'سلطان الہند کانفرنس' نام سے شاندار جلسہ منعقد کروایا، جس میں آپ کی صدارت ہوئی۔

اس دس سالہ کانفرنس میں جو مخصوص اکابر علماء شریک ہوئے ان کے بابرکت اسماء یہ ہیں: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری، علامہ مفتی اسلم رضوی علیہ الرحمہ، (شیر بہار) سید رکن الدین اصدق، علامہ سبحانی میاں، علامہ منانی میاں، علامہ قمر رضا خاں علیہم الرحمہ اور ہاشمی میاں۔

تعلیم باطنی و خلافت و اجازت: آپ نے پانچ سال تک سرکار کلاں کے اول سجادہ نشیں علامہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ سے علم باطنی حاصل کی، اور خلافت واجازت انھیں سے حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ خانقاہ اصدقیہ سے سید رکن الدین اصدق اور خانقاہ بریلی سے علامہ منانی میاں، سے خلافت واجازت حاصل ہے۔ نیز تعویذ نویسی کی اجازت علامہ احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ سے بھی حاصل ہے۔

مفتی محمد مشتاق احمد رضوی

خطیب الہند علامہ مفتی مشتاق احمد رضوی باتھوی بن استاذ العلماء مولانا عبد الکریم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ آپ نے فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ کی تعلیم اپنے والد سے جنوبی مسجد کے قریبی دالان مدرسہ کریمیہ باتھ اصلی، سیتامڑھی (سابق ضلع مظفر پور) میں حاصل کی پھر منظر اسلام بریلی شریف میں جملہ علوم وفنون کی تکمیل ومہارت حاصل کیا۔ فراغت کے بعد ہی منظر اسلام میں مدرس ومفتی مقرر ہوئے۔ (فتاویٰ منظرِ اسلام مرتب ومدون ہو رہا ہے۔ ابھی جنوری ۲۰۱۳ء کے شمارہ میں بطور نمونہ آپ کے چند فتاویٰ شائع ہوئے تھے)

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ برسوں مدرسہ بحر العلوم کٹیہار بہار میں تدریسی خدمات انجام دیا۔ تحریر وتقریر دونوں میں ملکہ حاصل تھا۔ قدیم رسائل میں آپ کے مضامین ومقالات شائع ہوتے تھے۔

عروس البلاد ممبئی کی مجالس محرم کے آپ شہرہ آفاق خطیب تھے۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان باتھوی ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، پٹنہ، ومولانا الحاج قاری محمد اطہر حسین رضوی وغیرہم آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ باتھ اصلی کے جنوبی قبرستان میں والد کے پہلو میں

آپ کی قبر شریف ہے۔ آپ کو دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں: (۱) محمد اشفاق راجا کریمی (۲) مولانا محمد اشتیاق کریمی۔

مفتی محمد مطیع الرحمن نوری

مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری نبیرہ محبیؒ رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا حکیم محمد عطاء الرحمٰن بن عارف باللہ مولانا الشاہ عبدالرحمٰن محبیؒ متوطن پوکھریرا ضلع سیتامڑھی۔

ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں حاصل کی۔ کچھ سالوں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی رہ کر علمی وفنی استفادہ کیا اور مکمل تعلیم مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام میں حضرت علامہ مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل فرمائی۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وخلافت اور خصوصی تقرب کا شرف حاصل تھا۔ حکیم محمد عطاء الرحمٰن صاحب نے مدرسہ نورالہدیٰ کی پوری ذمہ داری انہی کو سونپ دیا تھا۔ تدریس و افتا اور اہتمام کی خدمت تاحیات انجام دی۔ بہار ونیپال کے علاوہ بنگال کے درجنوں طلبہ مطبخ سے کھانا پاتے، تعلیم عمدہ وٹھوس تھی۔ ماہر اساتذہ بڑی دلجمعی سے کام کرتے تھے۔ آپ کے چند مشہور شاگرد کے نام حسب ذیل ہیں:

مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی ناگپور، مولانا شبیہ القادری سیوان، مولانا الیف الرحمٰن نوری مصباحی، مولانا عقیل الرحمٰن نعمانی، مولانا حسن رضا خان باتھوی پٹنہ، مفتی اشرف رضا مصباحی قاضی مہاراشٹر۔

علاقہ پر آپ کا علمی اثر و دبدبہ تھا۔ تحریر وتقریر، تدریس وحسن تربیت میں کمال درک حاصل تھا۔ آپ کی متعدد تصانیف وفتاویٰ کا مجموعہ قلمی غیر مطبوعہ ہے۔ ایک کتاب 'تردید مکاید وہابیہ' چھپی ہوئی ہے۔ آپ کے بھتیجا و داماد حافظ مولانا محمد حسن الرحمٰن آپ کے جانشیں ومدرسہ نورالہدیٰ کے ناظم ومہتمم ہیں ۲۰ ربیع النور ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۰ء بروز جمعرات آپ کا وصال ہوا۔ حضرت حافظ الطاف الرحمٰن نے نماز جنازہ پڑھائی اور آستانہ حضرت محبیؒ سے متصل اپنے والد کے پہلو میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

(مکتوب حضرت مفتی اشرف رضا قادری بنام راقم الحروف)

مفتی محمد مطیع الرحمٰن نظامی

(ولادت: ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)

مولانا محمد مطیع الرحمٰن نظامی بن محمد امام الدین منّانی بن محمد یٰسین رضوی مرحوم محلہ رضانگر پرسونی، پوسٹ راجہ پرسونی ضلع سیتامڑھی میں ۱۵ر شوال ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۵ر اگست ۱۹۸۰ء بروز پیر تولد ہوئے۔ مولانا عبد العزیز نے ۱۹۸۶ء میں رسم بسم اللہ خوانی کرائی اور گاؤں ہی کے ایک مدرسہ رضائے مصطفیٰ رضانگر پرسونی میں تعلیم شروع کی قاعدہ بغدادی سے قرآن شریف تک اور اردو کی کتاب تا ابتدائی فارسی نیز ہندی انگریزی کی ابتدائی تعلیم مولانا عبد العزیز اور مولانا شمیم احمد نوری سے حاصل کی۔

فارسی و عربی کی مزید تعلیم کے لیے ۱۹۹۱ء میں دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی کا رخ کیا اور وہاں داخلہ لینے کے بعد اعدادیہ و جماعت اولیٰ نصف سال کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے پھر باقی تعلیم ثالثہ تک دار العلوم اہلِ سنّت انوار حق دوکڑا مہولی ضلع بستی میں حاصل کی پھر ۱۹۹۵ء میں معیاری درسگاہ ضیاء العلوم ادری ضلع مئو میں دوبارہ ثالثہ میں داخلہ لے کر سادسہ تک کی تعلیم وہاں کے مؤقر اساتذۂ فن سے پائی۔ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کا تعلیمی شہرہ اور حافظِ ملّت علیہ الرحمۃ کے فیضان کرم کا چرچا آپ کو مبارکپور کھینچ لایا، جہاں ۱۹۹۹ میں داخلہ لے کر سابعہ و ثامنہ یعنی دورۂ حدیث اول و ثانی میں دو سال رہے اور علوم مروّجہ متداولہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد ۲۱ر اگست ۲۰۰۱ء میں دستار فضیلت واسناد فراغت پائی۔

تحقیق فی الفقہ و تربیت افتا کی غرض سے مرکز عقیدت بریلی شریف پہنچے اور ۲۶ر دسمبر ۲۰۰۱ء کو مرکزی دار الافتاء بریلی شریف میں داخلہ لیا اور حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ اور حضرۃ العلام مفتی و قاضی عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی افتا کا کورس مکمل کیا۔ اسی دوران حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے بخاری شریف ۲۵ر پارے تک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، مزید عربی ادب و اصول افتا کی دوسر کتابیں بھی پڑھیں اور ۲۰۰۳ء میں عرس رضوی کے موقع سے افتا کی دستار عطا ہوئی۔

نومبر ۲۰۰۴ء میں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے قائم کردہ ادارہ

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا مرکز نگر متھرا پور بریلی شریف میں حضرت ہی کے حکم سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور ہنوز تدریس و افتا کی خدمت انجام دینے پر مامور ہیں۔

مولانا نظامی ذکی الحس، سلیم الطبع، شریف النفس، وسیع الخُلق اور کثیر المطالعہ عالم دین ہیں۔ دیارِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی آب و ہوا نے تحقیق و جستجو کا خوگر بنا دیا ہے۔

بریلی شریف کے مدارس میں کسی زمانے میں صوبۂ بہار کے علما و طلبہ کا بول بالا رہا کرتا تھا، لیکن بُرا ہو علاقائی عصبیت کا جس کے شکار ہمارے اکابر بھی ہوئے اور جس کے نتیجے میں ایک بہت پرانے استاذ مولانا اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری کے علاوہ کسی بھی ادارے میں صوبۂ بہار کا کوئی عالم بحیثیت مدرس نہیں ہے۔ البتہ مشرقی طلبہ کی کثرت بوجہ ضرورت بدستور ہے۔ ایسے متعصّبانہ ماحول میں بھی اپنی علمی قابلیت اور فطری صلاحیت کے بل پر مولانا موصوف تن تنہا جامعۃ الرضا میں بہار کی بہاریں لٹا رہے ہیں۔

۱۹۹۶ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں خطیب البراہین حضرت صوفی نظام الدین مصباحی بستوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور مندرجہ ذیل اساطین امت سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔

(۱) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا ازہری دام ظلہ القوی

(۲) مرشد طریقت حضرت مفتی محمد سبطین رضا خاں بریلی شریف

(۳) حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم قادری رحمۃ اللہ علیہ

(۴) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی

اول الذکر نے 'النور والبہاء' اور سلسلہ منوریہ معمریہ کی بھی خاص اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں مذکورہ مرشدان اجازت وخلافت کے علاوہ محقق مسائلِ جدید مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرّسین الجامعۃ الاشرفیہ، ودیگر اساتذہ جامعہ نیز مولانا عرش محمد برکاتی صدر المدرسین ضیاء العلوم ادری، وتمام اساتذہ ضیاء العلوم۔ اور مولانا عبداللہ خاں عزیزی واساتذہ دار العلوم علیمیہ شامل ہیں۔

مولانا محمد مظہر الحق رضوی

مولانا محمد مظہر الحق رضوی ابن محمد عالم حسین جگدر، سیتامڑھی میں یکم جنوری ۱۹۶۰ء کو اپنے ننہال موضع بسوریا، پوسٹ لہوریا، ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش سند کے اعتبار سے ۳۱؍جنوری ۱۹۶۰ء ہے۔

تحصیل علوم کی ابتدا مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا سے کی۔ پھر نور العلوم، کما، مدرسہ عربیہ امداد العلوم، اختہ، ہوتے ہوئے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور ایک سال گزار کر دورۂ حدیث سال آخر میں مظہر اسلام میں داخلہ لیا اور وہیں سے ۱۵؍شعبان ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں فراغت پائی۔ مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد درس وتدریس کو اپنا شغل بنایا اور مندرجہ ذیل مدارس اسلامیہ کو فیضیاب کیا۔

• مدرسہ گلشن رضا، کچور • مدرسہ اسلامیہ، سسوا • مدرسہ نور العلوم، کما • دار العلوم بربل، اڑیسہ • جامع مسجد دھانو، مہاراشٹر میں خطیب وامام۔

اس دشت کی سیاحی کے بعد اپنے گاؤں جگدر کے مشہور ادارہ دار العلوم حامدیہ، جگدر، وایا پریہار، ضلع سیتامڑھی میں نائب مدرس کے عہدے پر کام کیے۔

مولانا موصوف بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے، فوقانیہ، مولوی، عالم اور فاضل اردو کے امتحانات بھی پاس کیے ہیں۔

حضرتِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ جب کہ سجادہ نشین آستانہ مارہرہ حضرت مصطفیٰ حیدر حسن میاں اور حضرت مولانا اختر رضا ازہری میاں سے اجازت وتعویذ نویسی ملی ہے۔

مولانا محمد مظہر الحق رضوی ایک متحرک اور فعال انسان ہیں۔ خدمت دین کا جذبہ آپ کے اندر بے حد ہے۔ مختلف موضوعات پر متعدد مفید مقالات، مضامین آپ کی یادگار ہیں۔ پھر ترک وطن کر کے گجرات کے دور دراز علاقے ضلع پنچ محل کے تعلقہ ہالول میں اپنے نور علم کی روشنی بکھیر رہے ہیں۔ پچھلے دس سال سے مدرسہ محمدیہ محمدی اسٹریٹ تعلقہ ہالول، ضلع پنچ محل گجرات میں مسند صدارت پر فائز ہیں۔

مولانا محمد مظہر الحق نوری

ولادت و تعلیم: بتھا کی سرزمین پر ایک زمیندار گھرانے میں ۱۵ر جولائی ۱۹۶۴ء میں صبح کے وقت ولادت ہوئی۔ معمول کے مطابق ابتدائی تعلیم مدرسہ دارُالاسلام بتھا میں حضرت علامہ مولانا محمد سکندر علی شبنم القادری کے تحت شرف ہوئی۔ کچھ اسباق حضرت حافظ عثمان صاحب سے بھی پڑھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عمدہ اور اعلیٰ قسم کی ذہانت عطا فرمائی تھی۔ قرآن شریف ناظرہ پڑھنے کے دور میں ہی تمام اسلامی کلمے، تحیات، درود، ازبر کر چکے تھے۔ حضرت مولانا سکندر علی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ یہ مظہر ٹیپ ریکارڈر ہے۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ دارُالاسلام بتھا ہی میں پڑھی۔ اس وقت برادر مکرم حضرت مولانا محمد حسنین رضا صاحب دارُالعلوم غریب نواز الٰہ آباد میں تعلیم کی تمام ترسعادتوں سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ علمی ذوق نے ان کے ساتھ جانے کی تڑپ دل میں قائم و دائم فرما دی۔ اس طرح ۱۹۷۶ء میں الٰہ آباد کی سرزمین پر دارُالعلوم غریب نواز کی علمی فضاؤں میں سانس لینے کا موقع ملا اور پورے انہماک کے ساتھ تعلیم کا آغاز ہوا۔ وہیں سے ۱۹۸۴ء میں درجہ فضیلت کی تکمیل ہوئی کچھ نامساعد حالات کی بنا پر جامعہ عربیہ سلطان پور اور دارُالعلوم قادریہ ربّانیہ باندہ میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا شرف میسر ہوا۔ الٰہ آباد بورڈ سے منشی، مولوی، کامل، عالم اور فاضل دینیات کے امتحانات میں بہترین کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۹۴ء میں میسور یونیورسیٹی سے ایم، اے اردو کا امتحان امتیازی نشانات کے ساتھ پاس کیا اور امتیازی کامیابی کی بنا پر گولڈ میڈلسٹ کے خطاب وانعام سے نوازے گئے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد تدریسی خدمات کا سلسلہ دارُالعلوم غوثیہ چھوٹی درگاہ ریوا (ایم، پی) سے ہوا۔ پہلی ملاقات میں اراکین ادارہ نے کم عمری کی بنا پر تقرری میں شش و پنج کا اظہار کیا مگر دارُالعلوم غریب نواز سے تعلیمی صلاحیت و قابلیت کی ضمانت کی بنا پر اراکین نے تقرری کر لی۔ اپنی بہترین صلاحیت و قابلیت اور سعی جمیل کی بدولت پہلے سال میں ہی شرح جامی تک کی تعلیم ایسے احسن اور دل نشیں انداز میں دی کہ اراکین ادارہ کو کم عمری کی

شکایت پر افسوس کرنا پڑا۔ دار العلوم غوثیہ میں تعلیمی خدمات کا سلسلہ چھ سالوں تک جاری رہا۔ اس درمیان میں درجہ فضیلت تک کی تعلیم کے لیے سازگار ماحول تیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی جب اراکین ادارہ رضامند نہ ہوئے تو مجبوراً وہاں سے آپ کو ہجرت کرنا پڑا۔

۱۹۹۱ء میں ریاست کرناٹک کی مرکزی درسگاہ دار العلوم شاہ جماعت کے، آر، پورم ہاسن کے اراکین و مدرسین کے پیہم اصرار کی بنا پر تدریسی فرائض کی ذمہ داریوں کو سنبھالا اور اپنی تعلیمی و تدریسی صلاحیت و قابلیت اور تربیتی نظام کی شفافیت کی بنا پر محض ایک ماہ کے اندر اراکین ادارہ اور عوام الناس میں محبوب و مقبول ہو گئے۔ اس سے پہلے اساتذہ کی آمد و رفت کا جو سلسلہ جاری و ساری تھا وہ بند ہوا۔ الحمد للہ تعلیم و تعلّم کا سلسلہ تب سے آج تک جاری و ساری ہے۔ شیخ الحدیث اور تدریسی صدارت کے منصب پر اتنے دنوں تک فائز رہنا اس ادرہ کے لیے ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تہی دامن طلبہ آرہے ہیں اور دامن کو علم و حکمت کے گوہر آبدار سے بھر کے جارہے ہیں۔

تصنیفی خدمات: طالب علمی کے دور سے ہی تحریری سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو کہ آج تک جاری ہے زمانہ طالب علمی میں کچھ ایسے مضامین معرض تحریر میں آئے جن کی خوب خوب پذیرائی ہوئی اور وہ مختلف رسائل و جرائد کی زینت بنے۔ 'کیا آپ جھوٹ بولتے ہیں' 'شہادت عظمیٰ' 'یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا نکاح برحق ہے' 'امام احمد رضا شہنشاہ فکر وفن' وغیرہ ایسے مضامین ہیں جو کہ دور طالب علمی کی یادگار اور ماہنامہ استقامت، ماہنامہ اعلیٰ حضرت نیز ماہنامہ نور و نظر کے زرّیں صفحات پر منقش و مرتسم ہیں۔

تصنیف و تالیف کی شکل میں چند کتابیں منصۂ شہود پر آنے کی منتظر ہیں: (۱) فیضانِ شفاعت (۲) امام احمد رضا اور علم تفسیر (۳) تزئین معاشرت (۴) میزانِ عدل۔ یہ کتابیں کتابت کے مرحلہ سے گذر چکی ہیں طباعت کی منتظر ہیں۔

تبلیغ و خطابت: تبلیغ و خطابت کا سلسلہ دوران تعلیم سے ہی جاری و ساری ہے۔ زبان پاک و صاف اور بیان نہایت ہی سلجھا ہوا ہے جس میں تدریس کا انداز نمایاں ہے۔ تقریر لفاظی اور زور بیانی سے محفوظ قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث کریمہ کی تشریح کا

آئینہ دار ہے۔ سخت سے سخت مسئلہ کو عام فہم مثالوں کے ذریعہ آسان بنا کر سامعین کے قلب وذہن میں بٹھادینا آپ کے خطابت کی خصوصیت ہے۔ جن باتوں کو دیگر حضرات لمبے انداز میں بیان کرنے کے بعد بھی ناکام رہ جائیں انہیں مختصر انداز میں سمجھا دینا آپ کے خطابت کی خوبی ہے۔ بڑے بڑے اجلاس وکانفرنس میں شرکت جلسے اور کانفرنسوں کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ قدرو منزلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سارے عظیم الشان جلسے آپ کی صدارت میں منعقد ہوتے چلے آرہے ہیں۔

مباحثہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے اندر مناظرانہ اوصاف پیدا فرمایا ہے۔ ریاست کرناٹک اور کیرالا کی سرزمین پر درجنوں مباحثہ کی محفلوں میں تن تنہا آپ نے مخالفین سلفی اور وہابی علما سے مباحثہ کیا اور فائز المرام رہے۔ ان میں خاص طور پر کائی کمبا، ضلع منگلور کرناٹک کا مباحثہ ہے جو کہ بیس مختلف فیہ عقائد ومسائل پر مبنی تھا۔ مختلف علما اپنے اعتراضات کا مسکت جواب پاکر مبہوت رہ گئے۔ اس کا یہ عظیم الشان اثر ہے کہ آج بھی، کائی کمبا، ان بدعقیدوں کی دسترس سے باہر ہے۔

افتا: دارالعلوم غوثیہ ریوا ایم پی اور اس کے بعد دارالعلوم شاہ جماعت ہاسن میں افتا کی ذمہ داری آپ کے سپرد رہی۔ سوالات کے موافق جواب دیے۔ اگر جواب میں اختصار مطلوب ہوتا تو مختصر مگر جامع اور مکمل جوب دیتے اور اگر سائل کو تفصیل درکار ہوتی تو مفصل قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ وفقہا سے مبرہن جوابات دیے۔ یہ سارے فتاویٰ محفوظ ہیں جو منتظر طباعت ہیں۔

مولانا محمد ملازم رضا مصباحی

(ولادت: ۷/مئی ۱۹۶۹ء)

مولانا محمد ملازم رضا مصباحی بن محمد سعید صدیقی بن لیاقت علی صدیقی بن محمد شرف الدین صدیقی کی تاریخ پیدائش ۷/مئی ۱۹۶۹ء ہے۔ آپ بھی ضلع سیتامڑھی کے زرخیز گاؤں اندولی کی بہترین پیداوار ہیں۔

ابتدائی تعلیم تو گاؤں کے ایک مدرسہ رحمانیہ میں ہوئی تاہم سات سال کی عمر میں ہی

والد گرامی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور معاشی تنگی دامن گیر تھی۔ پھر بھی آپ کے دل میں دینی تعلیم کا شوق دیکھ کر آپ کی والدہ نے ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے دارُ العلوم فیض الغرباء دھرمپور بھانڑسر، نیپال میں خود لے کر گئیں اور حضرت مفتی شبیر احمد صابر القادری کو سپرد کر کے آگئیں۔ بچپن کا ماحول، تعلیم کا پہلا سفر، دل نہ لگا اور چند ہی روز کے بعد واپس آگئے۔ اس دوران حضرت مفتی صاحب قبلہ، بھانڑسر سے منتقل ہو کر الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں تشریف لے آئے اور مولانا ملازم رضا کو اپنے ساتھ کنہواں لے گئے جہاں مولانا سعید حسن خان مصباحی، مولانا عبدالحمید صاحب اور علامہ الحاج حامد حسین اور مولانا محمد اظہار احمد، بھیمواں کی سرپرستی حاصل رہی۔ اور تقریباً دو سال تک فارسی وابتدائی عربی کی تعلیم پائی، چونکہ مولانا موصوف بچپن سے ہی تیز وطرار واقع ہوئے تھے۔ اس لیے اپنی دلکش باتوں اور عمدہ طرز عمل سے تمام اساتذہ کے منظورِ نظر رہے۔

مولانا موصوف کے اس تعلیمی سفر میں بڑے اتار چڑھاؤ آئے۔ لیکن آپ سب سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی جانب گامزن رہے۔ آپ کی گھریلو پریشانی اور معاشی تنگی کا کچھ موقع پرست لوگوں نے غلط استعمال کرنا چاہا اور بدعقیدوں کے مدرسوں میں داخلہ کرانے کی صورت میں پورا تعلیمی خرچ دینے کی بات کہی اور اشرف العلوم، کنہواں اور دارالعلوم مئو میں داخلے کی پیش کش کی گئی، مگر تائید الٰہی آپ کے شامل حال تھی کہ اُن بدعقیدوں کی ایک نہ چلی اور ایک مقام ایسا بھی آیا کہ غربت وافلاس ومعاشی تنگ حالی کے سبب آپ نے ترک تعلیم کر کے ممبئی جانے اور کمانے کی ٹھان لی، لیکن آپ کی والدہ جن کے دل میں آپ کو عالم دیکھنے کی تمنا حد سے زیادہ تھی۔ حضرت مفتی شبیر احمد صاحب کے گھر پہنچ گئیں اور اپنے بیٹے کو سمجھانے کی فرمائش کرنے لگیں۔ اور پھر حضرت مفتی صاحب نے اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور ایسی پرتاثیر نصیحت فرمائی کہ آپ بمبئی جانے کا ارادہ دل سے نکال کر دوبارہ رضاء العلوم پہنچ گئے اور پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ایماء پر راقم سطور (الیاس مصباحی) کی معیت میں الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کے نابغۂ روزگار اساتذہ کی صحبتوں اور رہبر نصیحتوں نے اس سونے کو کندن بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خاص طور سے بحر العلوم

حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ، علامہ عبدالشکور عزیزی مصباحی اور علامہ نصیرالدین مصباحی پلاموی کی بارگاہوں سے خوب خوب فیض پایا اور ۲۰؍جنوری ۱۹۸۸ء کو حافظ ملّت علیہ الرحمہ کے عرس سراپا قدس کے موقع پر تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خاں ازہری، عزیز ملّت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب سربراہِ اعلیٰ اور دیگر سینکڑوں علماو فضلا کے مقدس و بابرکت ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

مولانا موصوف اسی عرس و دستار کے موقع کے پر حضرت ازہری میاں کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر داخل سلسلہ عالیہ رضویہ ہو گئے۔

مولانا ملازم رضا بڑے ہی خوش مزاج اور شیریں کلام واقع ہوئے ہیں۔ اسی شیریں کلامی کا نتیجہ تھا کہ مبارکپور میں تعلیم کے دوران محلہ شہید نگر واقع جانب مغرب الجامعۃ الاشرفیہ میں عالی جناب بشیر احمد انصاری جن کے گھر آپ کھانا کھاتے اور عرف مدرسہ میں جسے 'مجگر' کہا جاتا ہے، انہوں نے آپ کی ذات اور موجود حالات سے متاثر ہوکر ہر طرح سے آپ کا تعاون کیا اور سرپرستی کا حق ادا کر دیا۔ اور آج بھی ان سے راہ ورسم و دوستانہ مراسم قائم ہیں۔

۱۹۸۸ء میں فراغت کے بعد اپنی مادرِ علمی الجامعۃ الاسلامیہ، رضاء العلوم، کنہواں میں مدرس ہوئے اور تقریباً چار سال تک نہایت ہی جدو جہد اور محنت ولگن کے ساتھ تدریسی امور انجام دیے اور تنظیمی و تعمیری کاموں میں حضرت مولانا سعید حسن خاں مصباحی اور مفتی شبیر احمد صابر القادری کے شانہ بشانہ رہے، تاہم معمولی تنخواہ، گرانی کی مار سے مجبور ہوکر راقم السطور کے مشورہ سے ۱۹۹۲ء میں ضلع بلرامپور کے قصبہ رامپور ارنا میں پرنسپل کے عہدے پر بحال ہوئے اور پانچ سال تک اپنی محنت شاقہ سے اہل رامپور ارنا اور قرب جوار کی آبادی میں اپنی خداداد صلاحیت، تعمیری خدمت اور زورِ خطابت سے کافی مقبول رہے، چنانچہ آپ کی مقبولیت کے پیش نظر مدرسہ ہدایت الاسلام، چنداپور، ضلع بلرامپور کے ارباب حل وعقد نے اپنے مدرسہ کے لیے آپ کو راضی کرلیا او ۱۹۹۶ء میں وہاں بحال ہو گئے اور وہاں بھی چنداپور کو چمکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ۲۰۰۰ء تک تقریباً پانچ سال قیام رہا۔

پھر وہاں سے چھوڑتے ہی جامعہ فیض النبی، بڑھیا پکڑی بازار، اترولہ، ضلع

بلرامپور میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے اور تادم تحریر وہیں قیام پذیر ہیں اور تعلیم و تعمیر، اشاعت و تبلیغ و خدمات دین متین میں مصروف ہیں۔

مولانا ملازم رضا مصباحی بڑے متحرک و فعال عالم دین ہیں۔ جہاں بھی مدرس ہوئے ہر جگہ اپنے تعمیری ذہن کے نتیجے میں بلند و بالا عمارت یادگار چھوڑی ہے۔ آخر الذکر مدرسہ فیض النبی جو آپ کی آمد سے قبل چوراہے کی ایک دُکان معلوم ہو رہی تھی، پچھلے بارہ برس میں تعمیر و ترقی کے لحاظ سے ہر دیکھنے والے کو دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

مولانا موصوف کا ایک سب سے بڑا وصف زور خطابت و دلفریب انداز بیان ہے۔ چنانچہ پچھلے چند برسوں میں مولانا ملازم رضا اسٹیج کی دنیا میں ایک روشن ستارے کی طرح ابھرے ہیں اور علاقہ بلرامپور کے علاوہ شمالی سیتامڑھی میں آپ کی تقریر کی دھوم ہے۔ دور دراز کے علاقے بمبئی، بنگلور اور مغربی بنگال کے دورے بھی کرتے رہتے ہیں۔ مولانا کے خانوادہ میں اہلیہ کے علاوہ پانچ صاحبزادیوں کے بعد ایک صاحبزادہ عزیزم انس رضا سلمہٗ ہے۔

مفتی محمد منظور علیہ الرحمۃ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی منظور احمد بن حافظ محمد اسماعیل کی ولادت موضع بسور یا پوسٹ لہوریا ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے اور فارسی و ابتدائی عربی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ بسوریہ میں مولانا محمد ابراہیم سے حاصل کی۔ پھر والد گرامی نے آپ کا داخلہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ بہار میں کروایا جہاں حضرت مولانا عبد الغفور صاحب آرہ، حافظ عیدن نابینا آرہ اور حضرت علامہ رحیم بخش آروی خلیفہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظل عاطفت میں رہ کر درسیات کی تکمیل و تحصیل کی اور سند فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد مدرسہ رضاء العلوم کنہواں سے درس و تدریس کا آغاز کیا اور وہیں پہ اختتام بھی۔ آپ جس وقت کنہواں تشریف لائے اس وقت مدرسہ رضاء العلوم ایک چھوٹے سے مکتب کی شکل میں چند کمروں پر مشتمل تھا۔ لیکن آپ کی آمد کے بعد وہ ہوا کے دوش پر سوار ہوگیا، اور گنتی کے دنوں میں اس کی شہرت و مقبولیت عوام و خواص کی زبانوں پر آگئی اور

طالبان علوم نبویہ کا ہر چہار جانب سے اژدحام ہونے لگا اور موجودہ عمارت ناکافی ہونے کے سبب تعمیری کام بھی انجام پایا اس طرح پوری زندگی آپ نے رضاء العلوم کی تعلیم وترقی میں صرف کر کے اسے شاہراہ ترقی پر گامزن کر دیا۔

چونکہ آپ نے اپنی عمر عزیز کا پورا حصہ قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں میں گذارا اور قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور معانی وبیان کا درس دیتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کی اس لیے آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان کی تعداد بھی بے شمار ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ شمالی بہار میں حضرت محدث احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ کے بعد اگر کوئی کثیر التلامذہ استاذ ومدرس ہیں تو وہ مفتی منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو بے جانہ ہوگا۔

آپ کے خوان علم سے سیراب ہونے والوں میں چند مشاہیر علما وافاضیل کے نام یہ ہیں:

(۱) شمس العلماء حضرت علامہ مولانا محمد شمس الحق باڑہ
(۲) حضرت مولانا محمد داؤد رضوی باڑا
(۳) حضرت مولانا مفتی شعیب رضوی باڑا
(۴) مولانا عبد الحمید نوری کنہواں
(۵) مولانا محمد سالک حسین مرحوم کنہواں
(۶) حضرت مولانا محبوب رضا روشن القادری پوکھریرا
(۷) مولانا مظہر القادری مرحوم موجولیا بازار
(۸) مولانا محمود عالم صاحب موجولیا بازار
(۹) مولانا شمس الحق صاحب پھانڑی پرسا
(۱۰) مولانا رحمت علی مرحوم بھیرہ نیپال
(۱۱) حافظ اخلاق احمد یوسفی کھرساہا
(۱۲) مولانا عبد الغفار ثاقب پپریا نیپال
(۱۳) مولانا ادریس رضا نوری موتی گیر پرسا
(۱۴) مولانا نذیر احمد مرحوم نرائن پور

(۱۵) مولانا قاری ظہیر القادری بستی نیپال

(۱۶) مولانا رفیق عالم رضوی موتی گیر پرسا۔

حضرت علامہ منظور احمد ایک متصلب عالم دین ہونے کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں ہمیشہ کوشاں اور عقائد اہلِ سنّت و جماعت کی نشر و اشاعت میں بے حد متحرک رہے۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور بے پناہ عشق رکھتے تھے اور آپ کی دعوت و تبلیغ کا محور بھی یہی ہوتا۔

آپ بہترین مبلغ، عمدہ مربی، لائق مدرس اور حاضر جواب مناظر تھے۔ موضع پرسا کے محمد ادریس نامی ایک وہابی مولوی سے 'نورانیتِ مصطفیٰ' کے موضوع پر آپ کا مباحثہ ہوا۔ یہ مباحثہ مناظرہ کی حد کو پہنچ گیا۔ آپ نے قرآن پاک و احادیث مصطفیٰ کی روشنی میں 'نور مصطفائی' کا ثبوت اس انداز سے دیا کہ وہابی مولوی ہکا بکا، لاجواب اور مبہوت ہوگیا۔ جس میں اہلِ سنّت و جماعت کو فتح مبین اور وہابیت کو خسران مبین ہاتھ لگی۔ پھر آپ نے اسی موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے "انوارُ المُصطفویّہ فی رَدِّ النَّجدیَّہ"۔

کئی دہائیوں تک نور علم بکھیرنے کے بعد یہ ماہتاب علم آخر کار ۵ ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء کو زیر لب کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ سعدیِ زماں حضرت مولانا حامد حسین کنہواں نے نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں علما، فضلا اور حفاظ کی تعداد عوام سے زیادہ تھی۔

وفات کے قبل آپ کے پاؤں میں ایک زخم ہوگیا تھا جس کے علاج کے سلسلہ میں آپ اپنی سسرال موتی گیر پرسا نیپال میں اپنے خسر صاحب محمد سلیم ادھکاری کے گھر پر قیام پذیر تھے۔ وہیں انتقال ہوا اس لیے آپ کی تجہیز و تکفین بھی آپ کے خسر کے خاندانی قبرستان موتی گیر پرسا میں ہوئی۔ وہیں آپ کا سالانہ عرس بھی ہر سال تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

○○

ن

مولانا نثار احمد مصباحی

(ولادت: ۱۹۷۶ء)

ضلع سیتامڑھی بہار کے ایک معروف قصبہ باتھ اصلی کی سرزمین خاص طور پر علمی اعتبار سے نہایت زرخیز رہی ہے۔ اس سرزمین سے ہر دور میں بڑی نامور اور ناقابلِ فراموش شخصیات پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن کے علم و فضل اور روشن خدمات کا زمانہ گواہ رہا ہے۔ انہیں میں مولانا نثار احمد مصباحی کی ذات بھی ہے۔

ان کی ولادت مذکورہ مردم خیز بستی باتھ اصلی وایا رائی پور ضلع سیتامڑھی میں ۱۴ر جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی۔ ان کا تعلق ایک متوسط خاندان سے ہے۔ دینی و مذہبی ماحول میں پرورش و پرداخت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم والد گرامی الحاج حامد رضا مرحوم سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی، وسطانیہ تا فوقانیہ کا امتحان مذکورہ مدرسہ سے دیا۔ اور اچھے نمبرات سے امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں چند سالوں تک تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے مختلف حالات سے دوچار ہوتے رہے بالآخر قسمت نے یاوری کی اور اپنے چچا مولانا قاسم رضوی کے ہمراہ سیوان شہر کے قریب ایک گاؤں بنوسار بزرگ مدرسہ میں مولانا امتیاز احمد جو شیر بہار مفتی اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے قریبی رشتہ دار تھے ان کی سرپرستی میں رہ کر لگ بھگ ایک سال تک علم کی تشنگی بجھایا۔ مزید تحصیل علم کے لئے جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو، یوپی کا رخ کیا جہاں لگ بھگ درجہ رابعہ تک لائق فائق اساتذہ مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی، مولانا محمد صدیق مصباحی، مولانا محمد عبدالرحمٰن مصباحی، مولانا صدر الوری مصباحی مولانا علاء المصطفیٰ قادری، مولانا حبیب اللہ مصباحی وغیرہ سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ تحصیل علم کرتے

رہے اور آخر میں مرکز علم، ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے سند عالمیت و فضیلت ۱۹۹۷ء میں حاصل کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد مزید اضافی تعلیم کے لئے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی اپنے چند ہم سبق ساتھی مولانا افضل مصباحی، مولانا نعمان اختر جمالی وغیرہ کے ساتھ تخصص فی الادب والدعوہ میں داخلہ لے کر ۱۹۹۸ء تک تحصیل علوم کرتے رہے۔

دورانِ طالب علمی ۱۹۹۸ء میں الحاج مولانا عبداللہ صاحب باتھ اصلی کی چھوٹی صاحبزادی سے عقد مسنون ہوا۔ لگ بھگ ۲۰۰۰ء میں بسلسلۂ ملازمت ڈاکٹر مولانا قمر ثاقب ابن استاذ الشعراء حضرت مولانا شبنم کمالی علیہ الرحمۃ کے توسط سے پٹنہ کی مشہور درسگاہ الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ، پٹنہ سٹی میں آنا پڑا۔ جہاں فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن کے سایہ عاطفت میں رہ کر تدریسی خدمات انجام دینا شروع کیا۔ جب مفتی صاحب کی خدمات بنگلور کے مدرسہ جامعہ بلال کو حاصل ہوگئی تو ان کے بعد ادارے کے اراکین و اربابِ حل وعقد نے آپ ہی کو صدر مدرس کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ یہاں ۲۰۰۸ء تک بحسن وخوبی خدمات دیتے رہے۔ اسی دوران مدرسہ نور الہدیٰ، پوکھریرا، سیتامڑھی میں سرکاری ملازمت ہوگئی۔ ان کو مضمون نویسی کا شوق شروع سے رہا ہے۔ چناں چہ زمانۂ طالب علمی میں امجدیہ اور اشرفیہ وغیرہ میں مضمون نویسی کے مقابلہ میں شریک ہوتے رہے اور لکھنے کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ملک و بیرون ملک سے نکلنے والے مختلف رسالے اور اخبارات میں مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ شہر پٹنہ کے علمی وادبی سمیناروں میں بھی شرکت ہوتی رہتی ہے۔

اللہ رب العزت کا بے پناہ فضل واحسان ہے کہ تحریری قوت کے ساتھ تقریری صلاحیت سے بھی مالامال ہیں۔ پٹنہ سمیت بہار کے مختلف علاقوں میں کانفرنس اور جلسوں میں شرکت فرماتے رہتے ہیں۔ خطابت کے مخصوص لب ولہجہ اور طرز بیان کی وجہ سے پٹنہ کے علمی حلقوں میں بے حد پسند کیے جاتے ہیں۔ یوں تو ان کو تحریر، تقریر اور تدریس تینوں سے شغف اور لگاؤ ہے لیکن تدریس ترجیحات میں شامل ہے۔

ان کا قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ یہ مذہبی وعصری علوم کے حسین سنگم ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے پٹنہ میں دوران ملازمت عربی سے گریجویٹ کے ساتھ پٹنہ یونیورسٹی سے عربی

ایم، اے اور ماس کمیونی کیشن کا امتحان نمایاں نمبرات سے پاس کیا ہے نیز لائبریری سائنس کا بھی کورس کیا۔ دیا فی الحال پٹنہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تیاری چل رہی ہے۔ اور جامعہ غوثیہ تاج العلوم سٹی کورٹ پٹنہ سٹی پٹنہ بہار میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہیں۔

مجذوبِ کامل نعمت اللہ شاہ عرف خاکی بابا علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۲ء)

عارف باللہ حضرت الحاج نعمت اللہ شاہ المعروف بہ خاکی بابا قدس سرہٗ سلسلہ قادریہ چشتیہ کے ایک صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے، آپ کی کرامتیں تواتر کی حد تک مشہور ہیں۔ آپ مجذوب صفت، عجیب وغریب حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۷۷ء میں موضع پرول میں ہوئی جسے اب پنڈول بزرگ کہا جاتا ہے۔ یہیں آپ کی ننہال تھی۔ آبائی وطن موضع دوری، ضلع سیتامڑھی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا ولی الرحمٰن علیہ الرحمہ سے بڑے گہرے دوستانہ مراسم تعلقات تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۲ء مہنار نزد حاجی پور میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۳ رشعبان المعظم کو منعقد ہوتا ہے۔

آپ کا تعلق خاطر حضرت مولانا اصغر حسین المعروف بہ داتا کمبل شاہ مظفر پور سے بھی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ذات کے نائی تھے۔ آپ کے والد ماجد نے مستقل پرول میں سکونت اختیار فرمائی۔ صرف ایک صاحبزادی تھی وفات سے ایک دن قبل ۱۳ بیگھہ زمین اپنے داماد شاہ ریاست علی، مہنش تھانوں کو پوپری رجسٹری آفس پہنچ کر رجسٹری کر کے مہنار تشریف لے گئے اور دوسرے دن ہی وفات پائی۔

آپ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی بارگاہ کے بھی فیض یافتہ تھے۔ آپ کے ذریعہ پوچھے گئے دسیوں استفتا آج بھی فتاویٰ رضویہ کے مختلف حصوں میں محفوظ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں عظیم المرتبت شخصیتوں کے درمیان بڑے روحانی روابط تھے۔ حضرت محدث احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ اپنے دورِ طالب علمی کا

ایک دلچسپ قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ جب بھی گھر سے بریلی شریف کے لیے رختِ سفر باندھتے تو حضرت خاکی بابا سے ضرور ملتے حضرت خاکی بابا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں تحفے بھیجا کرتے جسے اعلیٰ حضرت بڑی محبت سے قبول فرماتے۔ یوں ہی جب محدث صاحب بریلی شریف سے اپنے وطن فیض پور آتے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اپنے ارادے کا اظہار فرماتے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حضرت خاکی بابا کے لیے تحفہ بھیجتے اور جب محدث صاحب قبلہ اس تحفہ کو لے کر حضرت خاکی بابا کی خدمت میں پہنچتے تو آپ اس تحفہ کو لے کر خانقاہ سے ایک کیلومیٹر دور ہی ہوتے کہ حضرت خاکی بابا پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور اپنے خانقاہ سے دو سو میٹر فاصلے سے چل کر اعلیٰ حضرت کے اس تحفے کو لے کر اپنے سر پر رکھتے اور اسی وجدانی کیفیت میں اپنی خانقاہ میں تشریف لاتے اور تمام حاضر لوگوں کو بطور تبرک عنایت کرتے اور مہینوں اسے رکھتے اور استعمال فرماتے۔ (تفصیل کے لیے انوار خاکی، مرتب مولانا قمر الزماں مصباحی کا مطالعہ کریں)

صدر الافاضل علامہ شاہ نعیم الدین مرادآبادی کی کوشش سے متحدہ ہندوستان میں بڑے پیمانے پر 'آل انڈیا سنی کانفرنس' منعقد کی جارہی تھی اس وقت صوبۂ بہار کی کانفرنس پوکھریرا شریف میں منعقد ہوئی اس جلسہ کی روداد ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد میں بالتفصیل شائع ہوئی اس روداد میں حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ کے وجود بابرکت کا ذکر جمیل کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> "ان کے جلسہ میں شاہ نعمت اللہ صاحب مجذوب سالک جن کو خاکی شاہ صاحب کہتے ہیں شریک رہتے تھے۔ آپ نے علما کی دعوتیں فرمائیں، آپ کا وجود مبارک عجائب روزگار میں سے ہے۔ آپ کا کشف قوی ہے کہ دلوں کے خطرے اور دماغوں کے خیال بے تکلف ان کی زبان پر آتے رہتے ہیں۔ ہم نے اس تھوڑی سی ملاقات میں ان کے زبردست اور کشف صحیح کے بہت سے واقعے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے وجودوں کو دیر تک باقی رکھے اور ان کے فیوض و برکات سے عالم کو متمتع فرمائے۔"

(ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ج ۳ ش ۱۳ بحوالہ محبوب الاولیا کا نقش حیات: از مولانا محمد ریحان رضا انجم مصباحی)

مولانا محمد نور الہدیٰ رضوی مصباحی

(ولادت: ۱۹۶۷ء)

نام: محمد نور الہدیٰ، کنیت ابوالافضل اور تخلص فاتحؔ ہے۔ ذات کے پٹھان ہیں۔ اکتوبر ۷ ۱۹۶ء بروز پیر اپنے نانیہال مرپا شریف پوسٹ پپرادادن، ضلع سیتامڑھی میں پیدائش ہوئی۔ والد گرامی کا نام محمد وارث خان ہے۔

چار پانچ سال کی عمر میں اپنے قصبہ کے مدرسہ سے تحصیلِ علم کا آغاز ہوا اور گلستاں بوستاں تک پڑھنے کے بعد الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم، کنہواں پہنچے۔ جہاں تین سال رہ کر متوسطات تک کی تعلیم پائی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پہنچے۔ اور مروجہ علوم وفنون کی فراغت کے بعد یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ/ ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو سند و دستار فضیلت تفویض ہوئی۔

فراغت کے بعد اپنے استاذ حضرت مولانا سعید حسن خاں مصباحی بستوی کے ایما پر جامعہ رضویہ رضا نگر ڈمرا سیتامڑھی سے تدریس کا آغاز کیا۔ لیکن صرف آٹھ ماہ بعد ہی مستعفی ہوکر جامعہ رضویہ ہدایت المسلمین، سرلاہی نیپال چلے گئے۔ جہاں ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ سے ۱۴۱۶ھ تک صدارتی ذمہ داری قبول فرما کر تدریسی خدمات انجام دی۔ بعدہٗ ۱۴۱۷ھ سے الجامعۃ الاسلامیہ بسنت پور، ضلع مظفر پور میں بحیثیت صدر المدرسین مسند تدریس کو زینت بخش رہے تھے کہ شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء) میں جامعہ قادریہ مقصود پور میں تدریسی خدمات کے لیے آدمی بھیج کر بلالیا۔ جہاں ایک سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد استعفیٰ دے دیا اور رضا باغ گنگٹی میں کچھ دن امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس کے بعد اہلِ سنّت وجماعت کی کتابیں گاؤں گاؤں پہنچانے کی غرض سے ۲۱ر مارچ ۱۹۹۹ء کو فیضی کتاب گھر کے نام سے مہسول چوک، سیتامڑھی میں ایک کتاب کی دوکان کھولی۔ جو بفضل مولیٰ بخیر خوبی چل رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۰۰۰ء سے مولانا عبدالہادی خاں کے ساتھ مل کر قلب شہر سیتامڑھی میں 'امام احمد رضا جامع' مسجد کے لیے زمین کی خریداری کی اور ۲۰۰۶ء سے مسجد کی تعمیر وترقی اور

جملہ انتظام وانصرام وغیرہ دیکھ رہے ہیں۔

نیز ۲۷ر اپریل ۲۰۱۲ء کو امام احمد رضا جامع مسجد میں مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے دارُ القضا کی ضلعی شاخ کا قیام ہوا۔ جس کی ذمہ داری بھی مولانا نوالہدیٰ خاں مصباحی کے ذمہ ڈالی گئی۔

مولانا نور محمد رضوی

مولانا نور محمد رضوی ابن عبد الشکور مرحوم ابن محمد علی خان مرحوم، ولادت ۱۵ر جولائی ۱۹۶۱ء مولد ومسکن: بلوا پوسٹ ڈمرا، ضلع سیتامڑھی۔

ابتدائی تعلیم: بسم اللہ خوانی جناب مولانا ثناء اللہ خان مرحوم کے پاس ہوئی۔ بعدہٗ مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا شریف میں ناظرۂ قرآن سے فارسی دوم تک اکتساب فیض کیا، جامعہ قادریہ مقصود پور میں گلستاں تا ھدایۃ النحو کی تعلیم حاصل کی، پھر سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین قادری مفتی اعظم کانپور، کی بارگاہ میں مدرسہ احسن المدارس کی آغوش تعلیم وتربیت میں ایک سال رہے اس کے بعد حضرت محدث اعظم بہار علامہ احسان علی مظفر پوری کی معیت میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف گئے اور وہاں سے دستار فضیلت حاصل کی، آپ کے قابل فخر اساتذہ یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن نوری پوکھریروی علیہ الرحمہ

(۲) حضرت مولانا سلیمان رضوی پوکھریروی علیہ الرحمہ

(۳) شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی، بانی جامعہ قادریہ مقصود پور

(۴) امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین مفتیِ اعظم کانپور

(۵) محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی فیض پوری سابق شیخ الحدیث منظرِ اسلام بریلی شریف

(۶) مظہر مفتیِ اعظم حضرت مفتی تحسین رضا خان صاحب بریلی شریف

(۷) جانشین مفتیِ اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری

(۸) حضرت مولانا بلال احمد، مدرس منظر اسلام بریلی شریف۔

(۹) حضرت علامہ جہانگیر صاحب فتحپوری سابق شیخ الحدیث بریلی شریف۔

بیعت و ارادت: جامعہ قادریہ مقصود پور میں جب زیر تعلیم تھے اسی زمانہ میں مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پھر جامعہ منظرِ اسلام میں جب زیر تعلیم تھے تو رضا مسجد میں حضور مفتیٔ اعظم ہند نے نماز عصر کی امامت کا حکم دیا اور اس طرح منصب امامت کی دولت سے مرشد گرامی نے نوازا۔

تدریسی خدمات: بعد فراغت دو سال اودے پور راجستھان، پھر دو سال مہنار شریف آستانۂ خاکی بابا سے قریب، بعد میں امامت و خطابت اور مدرسہ نعمت العلوم چھپرا میں صدر مدرس رہے۔ پھر دو سال مدرسہ نوریہ رضویہ سمیرا انور نگر مظفر پور رہے۔ پھر چار سال مدرسہ نوریہ رضویہ رونی سید پور ضلع سیتامڑھی میں رہے۔ پھر تین سال مدرسہ حمیدیہ انوار العلوم اکبر آباد علی گڑھ یوپی میں خدمات درس انجام دیے، اس کے بعد ایک سال دار العلوم محمدیہ گلورہ مدھوبنی ضلع چمپارن میں رہے۔ اور پھر ۲۴؍ مارچ ۱۹۸۸ء سے اب تک عالمیت کے عہدہ پر مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا شریف میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور پوکھریرا کے اطراف میں حتی المقدور تبلیغی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔

خلافت و اجازت: پیر طریقت حضرت مولانا حافظ محمد حمید الرحمٰن قادری مدظلہٗ العالی (سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ رحمانیہ رضویہ نوریہ پوکھریرا شریف) نے سلسلۂ رحمانیہ رضویہ نوریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے۔

عقد مسنون: ۱۹۷۹ء میں مرشد خلافت و اجازت کی دختر نیک اختر سے عقد مسنون ہوا۔ رسم مناکحت حضرت مفتی مطیع الرحمٰن نوری پوکھریروی علیہ الرحمہ نے ادا فرمائی۔

موجودہ مسکن: رضوی منزل پوکھریرا شریف، روضۂ سرکار محبیؒ سے جانب مغرب واقع ہے۔

○○

و

مفتی محمد وجہ القمر رضوانی نوری

(ولادت: ۱۰ر جنوری ۱۹۶۱ء)

حضرت مفتی محمد وجہ القمر رضوانی نوری ابن شیخ غلام جیلانی صدیقی ابن شیخ وزارت حسین رضوان اللہ قادری صدیقی ابن ریاض علی صدیقی ابن امام الدین صدیقی ابن ضیاء الدین صدیقی ایک علمی خاندان کے پاکیزہ ماحول میں قصبہ نانپور ضلع سیتامڑھی (سابق ضلع مظفر پور) میں بتاریخ ۱۰ر جنوری ۱۹۶۱ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے جد گرامی حضرت رضوان اللہ قادری علیہ الرحمہ کی بڑی آرزو اور دیرینہ تمنا تھی کہ میرے بیٹوں میں کسی کے یہاں اولاد نرینہ پیدا ہو جائے جو میری روحانی دولتوں کا امین بنے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے جد گرامی نے اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے گیارہویں شریف کے موقع پر محفل غوثیہ کا شاندار اہتمام فرمایا۔ علمائے کرام کی پُر مغز تقریریں ہوئیں۔ جملہ خاندان اور بستی کے لوگوں کی دعوت کی اور پورے گاؤں میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ آپ کے عم محترم مولانا محمد صابر حسین نوری نے آپ کا نام محمد وجہ القمر رکھا۔

رسم بسم اللہ خوانی: زہے نصیب کہ جس وقت آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی آپ کے جد گرامی وصال کر چکے تھے مگر مولانا غلام محمد صابر حسین نوری علیہ الرحمہ نے اس رسم کا پورا حق ادا فرمایا اور آپ ہی کی نگرانی میں بزرگوں کے رسم و روایات کے مطابق بسم اللہ خوانی ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: آپ کے جد گرامی اپنے دروازہ پر ایک مکتب جاری کر چکے تھے جس میں مقامی بچے دینی تعلیم پاتے تھے اور تعلیم و تربیت کے لیے مولانا محمد صابر حسین

اشرفی، مولانا صوفی محمد ایوب رضوی باڑاوی مقرر تھے۔ انھیں دو حضرات کی ذمہ داری میں مفتی صاحب کی تعلیم کا ابتدائی مرحلہ مکمل ہوا۔ ایک سال کی مختصر مدت میں ناظرہ قرآن ختم کر کے فارسی کی ابتدائی کتابیں شروع کردی اور کچھ ہی ماہ میں میزان ومنشعب وگلستاں بوستاں تک تعلیم مکمل کی۔ ابتدائی تعلیم مکمل کر کے جب گھر سے باہر جا کر دینی تعلیم کا معاملہ آیا تو محترم چچا جان نے فرمایا: ابھی بہت ہی کم عمر ہے کچھ دن گھر پر رہ کر اور تعلیم حاصل کیجیے۔ چناں چہ گھر کے قریب ایک سرکاری اسکول میں داخل کردیئے گئے۔ صبح دس بجے تک مدرسہ میں پڑھتے اور پھر اسکول جا کر حساب، ہندی، انگریزی تعلیم حاصل کرتے اس طرح ۴رسال اسکولی تعلیم میں صرف ہوگیا۔ بہر حال جب شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ نے ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں جامعہ قادریہ مقصود پور مظفر پور کی سرزمین پر قائم فرمایا تو آپ وہاں داخل کردیئے گئے۔

موصوف اپنی ذکاوت ذہنی کی وجہ سے زیادہ دنوں تک کسی ایک مدرسہ میں قیام نہیں کر پاتے۔ جیسے ہی آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں مدرسہ میں تعلیم اچھی ہوتی ہے یا اساتذہ اچھے ہیں تو آپ وہیں حاضر ہوجاتے یہی وجہ ہے کہ فیض العلوم جمشید پور چلے گئے جب وہاں دل آسودہ نہیں ہوا تو الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے جب حافظ ملّت کا وصال ہوگیا تو دل اچاٹ ہونے کی وجہ سے مرکز اہلِ سنّت منظر اسلام بریلی شریف چلے گئے اور آخر کار دارُ العلوم منظر اسلام سے ۱۹۷۹ء میں سند فضیلت ودستار سے نوازے گئے۔ غالباً یہ ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۹۹ھ کی تاریخ تھی۔

سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ختم بخاری فرمایا اور جلسہ ودستار بندی میں بھی جلوہ فرمارہے۔

خلافت واجازت: زمانہ طالب علمی ہی سے اپ کے محسن استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ٹانڈوی شیخ الحدیث دارُ العلوم مظہر اسلام نے ارشاد فرمایا: تم کس سے مرید ہو تو آپ نے عرض کیا کہ حضور میں جب دس یا بارہ سال کا تھا جبھی سے حضور مفتی اعظم ہند کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: چلو میں تمہیں حضرت سے سلسلۂ نوریہ برکاتیہ کی خلافت واجازت دلوادیتا ہوں۔ ان کے ساتھ چل کر بارگاہ نوری میں حاضر ہوئے

اور ۱۵؍شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں مفتی اعظم ھند نے اپنی زبان وقلم سے سلسلہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی خلافت واجازت عطافرمائی۔

مسند طریقت: موصوف کو اپنے جدّ گرامی وعم محترم مولانا غلام محمد صابر حسین علیہما الرحمہ کی وصیت کے مطابق مسند سجادگی کا حق حاصل ہے لیکن آپ نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے یہ منصب اپنے چچازاد بھائی حافظ غلام مجتبیٰ کو بخش دیا۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت کے علاوہ سلسلۂ برکاتیہ کی خلافت واجازت سابق امینِ شریعت بہار مفتی انیس عالم، شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی، امینِ شریعت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی، محدث اعظم بہار مولانا احسان علی فیض پوری اور امین خانوادہ مجیبیؒ حضرت مولانا حافظ حمید الرحمٰن رحمانی سے حاصل ہے لیکن پیری مریدی سے بہت اجتناب فرماتے ہیں۔ اب تک آپ نے سلسلہ کا فیض جاری نہیں فرمایا اور کسی کو مرید نہیں فرمایا ہے۔

فتویٰ نویسی: دورۂ حدیث کے سال مفتی محمد اعظم ٹانڈوی کی نوازش ایسی ہوئی کہ مختصر سی مدت میں فن افتاء کی ایسی باریکیاں بتائیں جو علامہ رضوانی کے لیے خزانہ بیش بہا ہے۔ فی الحال تقریباً پچیس سال سے مدرسہ مدینۃ العلم کٹک کے صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہنے کے ساتھ حبیبی دار الافتاء زیر اہتمام انجمن اسلامیہ اہلِ سنّت و جماعت کے مفتی وقاضی بھی ہیں۔ اب تک سیکڑوں فتاویٰ صادر فرما چکے ہیں، جو غیر مرتب وغیر مطبوع ہیں۔ ابتداءً سوال نامہ پر ہی فتوی درج فرمایا کرتے اور دے دیتے جس کی بنا پر بہت سارے فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے۔ واضح رہے کہ جہاں آپ دار الافتاء کے مفتی ہیں کل اڑیسہ سنی رویت ہلال کمیٹی کے قاضی وفیصل بھی ہیں، آپ ہی کے فیصلہ کو کل اڑیسہ کے سنی مسلمان بابت رویتِ ہلال عیدین تسلیم کرتے ہیں۔

تعلیمی خدمات: یوں تو علامہ رضوانی دورِ طالب علمی ہی سے درس وتدریس کے بے پناہ شوقین تھے، مدرسہ سے پڑھ کر آنے کے بعد دوپہر میں ایک مزار کے صحن میں چند بچوں کو تعلیم دیتے فراغت کے فوراً بعد استاذ کریم مولانا محمد اعظم ٹانڈوی کے حکم پر دار العلوم مظہر اسلام میں تعلیم دینے گئے پھر حضرت کے فرمان پر آپ مدرسہ فیضان العلوم جوکھن پور بریلی شریف میں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے اور جب مفتی اعظم ہند کا وصال

ہو گیا۔ تو آپ عرس چہلم کے بعد وطن (نان پور) واپس آ گئے اور پھر ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ بروز ہفتہ آپ کا نکاح صابرہ خاتون بنت مولوی محمد ظہور حسین صدیقی کچہروی، مدھوبنی سے ہو گیا اور آپ اپنی بستی کے قریب مدرسہ مدینۃ العلوم محمد پور میں صدر مدرس کی جگہ بحال ہو گئے پھر غالباً ۱۹۸۵ء یا ۱۹۸۶ء میں ادارہ شرعیہ پٹنہ تشریف لے گئے۔ فی الحال ۱۹۸۷ء سے مجاہد ملّت علیہ الرحمہ کے قائم فرمودہ اڑیسہ کے عظیم ادارہ مدرسہ مدینۃ العلم کٹک میں صدر مدرس کے منصب پر فائز رہ کر پچیس سال سے تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت عالم بن کر دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

تبلیغی خدمات: وعظ و نصیحت اور خطابت و تقریر کا ذوق تو اسی وقت پیدا ہو چکا تھا جب آپ جامعہ قادریہ مقصود پور میں زیر تعلیم تھے اور بریلی شریف پہنچ کر اس فن میں چار چاند لگ گیا۔ آپ کے استاذ گرامی مولانا محمد اعظم ٹانڈوی علاقائی جلسوں میں آپ کو ساتھ رکھتے ہی تھے۔ فراغت سے ایک سال قبل دھمتری رائے پور ایم پی ایک مرتبہ محرم الحرام کے دس روزہ پروگرام میں بھی ساتھ لے گئے۔ بہر حال جب کٹک میں رہنا پڑا تو آپ نے غور فرمایا کہ ہر طرف گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔ سنی کہلانے والے بھی جاہلانہ رسم و روایات میں پھنسے ہوئے ہیں نیز حضرت مجاہد ملّت کی قائم کردہ دینی تحریک 'آل انڈیا تبلیغ سیرت' کسی وجہ سے سستی کا شکار ہو چکی ہے۔ آپ نے اپنے چند مخلص ساتھیوں کو لے کر اس تحریک کی پھر سے شروع کیا اور شہر شہر گاؤں گاؤں دورہ فرما کر لوگوں کو مذہب و ملّت سے قریب کیا۔ آپ کے تبلیغی دورے سے ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آ گئے۔ فی الوقت آپ 'آل انڈیا تبلیغ سیرت شاخ کٹک' کے صدر ہیں ٹ اب تک آپ کی صدارت میں درجنوں جلسے ہو چکے ہیں اور متعدد کتابیں چھپوا کر مفت تقسیم کی جا چکی ہے۔ علامہ رضوانی کی خصوصی صفت یہ ہے کہ وعظ و نصیحت اور خطابت و تبلیغی خدمات کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ اپنے اکابر کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس سلسلہ میں کسی سے گاڑی کرایہ تک نہیں مانگتے۔

قلمی خدمات: بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرتے وقت ہی آپ نے کاغذ و قلم سے رشتہ قائم کر لیا تھا چنانچہ منظر اسلام میں تقریری مقابلہ کے لیے مسلسل دو سال آپ نے مضمون رقم فرمایا جسے مقابلہ خطابت میں بیان بھی کیا اور انعام سے نوازے گئے اس

کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ نے مضامین تحریر کیے جو ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت'، ماہنامہ 'قاری' دہلی، ماہنامہ 'رضائے مصطفیٰ' پٹنہ میں شائع ہوئے۔ نیز جب ادارہ شرعیہ میں آپ رہا کرتے تھے تو رسالہ 'رفاقت' کے مدیر ضیائے ملّت ضیا جالوی علیہ الرحمہ کے ساتھ ترتیب وتدوین کا کام انجام دیتے۔ مقصد حسین، ضیائے حرم، حج تمتع، رسول امین، آپ کی قلمی کاوش شائع ہو چکی ہے۔ 'امام اہلِ سنّت' زیر ترتیب ہے۔

شاہ وزارت حسین عرف رضوان اللہ شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۳۸۳ھ)

شاہ وزارت حسین عرف شاہ رضوان اللہ نانپوری قدس سرہ صحیح النسب شیخ صدیقی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

حضرت شیخ وزارت حسین بن شیخ ریاض علی بن شیخ نبی بخش۔ آپ کی تاریخ ولادت نہ معلوم ہو سکی۔

علم ظاہری: آپ علم دین ظاہر کے سند یافتہ عالم ومولوی تو نہیں تھے لیکن فارسی کی انتہائی کتابوں کی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور ساتھ ساتھ اس کے آپ حافظ قرآن بھی تھے آپ ایک اچھے اور خوش الحان قاری کی طرح قرأت قرآن بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کو مسائل دینیہ پر اچھی طرح عبور حاصل تھا۔ کتب تصوف کے علاوہ مسائل کی کتابوں کا بھی ایک ذخیرہ تھا۔ بیشتر کتب عقائد اہلِ سنّت وجماعت کے موضوع پر تھیں۔

بیعت وریاضت ومجاہدے: آپ حضرت مولانا حکیم شاہ تفضّل حسین غازی پوری سے سلسلۂ آبادانیہ قادریہ میں بیعت ہوئے تھے۔ اور بہت دنوں تک ان کی صحبت اور خدمت میں غازی پور رہے، آپ کو ابتدا ہی سے سفر وسیاحت کا بہت شوق تھا۔ ہندوستان وپاکستان کی خوب سیر وسیاحت کی ہے تقریباً ہندوستان وپاکستان کے مشہور ومعروف مزارات کی زیارتیں اور اس وقت کے بیشتر مشائخ کے دیدار وملاقات کا شرف حاصل ہے، اجمیر شریف کے پہاڑوں اور مخصوص مقامات میں آپ نے مدتوں ریاضت ومجاہدے اور چلہ کشی کی۔ ایک تو نہ سوکھی روٹی یا صرف ایک دو چھوارے اور چند گھونٹ پانی کے افطار سے

ہی روزے ادا کرتے تھے۔ آپ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر بھی بہت دنوں تک مقیم رہے اور چلّے کیے ہیں۔

اخلاق و اوصاف: آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پاکیزہ بڑے بلند تھے۔ آپ ہر ملنے والوں سے بڑے بلند اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ مہمانوں کی بڑی تعظیم وتوقیر کرتے تھے اور ان کی خدمت اپنے ہاتھوں سے بھی انجام دیا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر آپ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور جب مہمان خانقاہ سے رخصت ہوتے تھے تو کچھ دور تک ان کے ساتھ جاتے تھے۔

الحمدللہ! آپ اپنے عہد کے بے مثل فقیر و کامل درویش اور واصل الی اللہ میں سے تھے۔ آپ کی خوراک زیادہ سے زیادہ دو نوالہ یا اس سے بھی کم تھی۔ آپ بہت ہی کم چاول یا روٹیوں کے تین چار ٹکڑے ہی کھا کر دسترخوان سے ہاتھ ہٹا لیتے اور کچھ پانی پی کر ہی رہ جاتے تھے۔ آپ کے پاس ہدایا و تحائف بہت زیادہ آتے تھے مگر گھر کے لیے ایک کوڑی بھی جمع نہ کرتے تھے تمام آمدنی مہمانوں، غریبوں اور مجالسوں میں خرچ کر ڈالتے تھے۔

آپ صرف خانقاہی پیر طریقت بزرگ ہی نہیں تھے بلکہ مرد میداں غازی بھی تھے، چنانچہ جب قصبہ نانپور پر ہندو فتنہ پرور حملہ آور ہوئے تو آپ خود بنفس نفیس نوجوانان اسلام کی سپہ سالاری کرتے ہوئے دست بہ شمشیر دشمنان دین کے صفوں میں گھس کر انہیں مارتے پیٹتے درہم برہم کر دیا، بالآخر حملہ آوروں میں کچھ زخمی اور ہلاک بھی ہوئے باقی پورے حملہ آور لوگ بھاگتے ہوئے پائے گئے۔

کشف و کرامات: آپ پیر کامل اور روشن ضمیر اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، لیکن اپنے آپ کو نہایت پوشیدہ رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس طرح اگلوں کو کشف وکرامات کا ظاہر کرنا ضروری اور واجب تھا اسی طرح ہم پچھلوں کو کشف وکرامات کا چھپانا ہی واجب ہے ایک بار آسام کے علاقے میں کچھ ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا تھا۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ یہ پیر فقیر آدمی ہیں، مرید و معتقد لوگ انہیں روپیہ پیسہ نذرانہ دیتے ہیں لہٰذا ان کے پاس ضرور کچھ ہوگا اور اس برے ارادے سے جب یہ لوگ حملہ آور ہوئے تو آپ نے صرف نعرۂ اللہ بلند کیا۔ اس نعرے کی آواز سے وہ لوگ بالکل خوف

زدہ ہوگئے اور اپنے ارادے سے رک کر آپ سے معافی کے طالب ہوئے اور سب کے سب وہیں تائب ہوکر حلقۂ مریدان میں داخل ہوگئے۔

ایک بار نانپور کے اندر کوئی ہندو پہلوان آیا اور اس نے مسلمان پہلوانوں کو کشتی کھیلنے کا چیلنج دے دیا۔ ایک مسلمان پہلوان نے آپ سے درخواست کی اور حکم چاہا حالانکہ اس ہندو پہلوان کے مقابلہ کا یہ مسلمان پہلوان نہیں تھا، لیکن آپ نے اجازت دے دی۔ لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ وہ کمزور مسلمان پہلوان نے اکھاڑے پر صرف ہاتھ ملایا اور ایک ہی جھٹکے میں اسے گرا کر چت کرڈالا۔ نیپال کے بہت سے علاقوں کپنا، چکچکی، رنگیاں تھان، جھاپا، وغیرہ میں حضرت کے اب بھی کئی ضعیف العمر مریدین بقید حیات ہیں جو بہت سی کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل حضرات کو آپ نے خلافت واجازت عطا فرمائی:

(۱) یار محمد خاں یارادھیان پوری نیپالی

(۲) مولوی محمد شاہ حبیب الرحمٰن بھیروی دربھنگہ

(۳) مستان شاہ محمد اختر حسین کابوی

(۴) شاہ صوفی محمد سلیم اللہ خاں سرسنڈوی علیہ الرحمہ

(۵) حافظ غلام امام حسین پواخالی کشن گنج

(۶) صوفی مولوی محمد تمیز الحق نانپوری

یادگاریں:

۱۔ خانقاہ قادریہ رضوانیہ شاہ منزل روڈ نانپور

۲۔ مدرسہ اسرار العلوم غوثیہ

۳۔ سرزمین پواخالی میں جامع مسجد اہلِ سنّت ومدرسہ رضوانیہ تعلیم الاسلام

۴۔ سرزمین بھیڑ رانی میں مدرسہ رضوان العلوم

۵۔ مدرسہ نظامیہ سرسنڈ محلہ قاضی پٹی۔

آپ کا وصال مبارک ۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ بروز سوموار ہوا۔ نانپور ضلع سیتامڑھی میں آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلائق ہے۔ (تجلیات رضوان)

مولانا محمد وصی حیدر رضوی مصباحی

(ولادت: ۲ر دسمبر ۱۹۷۸ء)

ولادت و نسب: ضلع سیتامڑھی کے پریہار بلاک سے جانب شمال دو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع مسلمانوں کی کثیر آبادی والا قصبہ "بتھا" ہے۔ اسی قصبہ کے ایک متصلب سنی، صحیح العقیدہ، دیندار گھرانے میں مولانا محمد وصی حیدر رضوی مصباحی کی ولادت ۲ر دسمبر ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: محمد وصی حیدر بن عبد الغنی بن محمد ریاست بن محمد فاضل۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں مولانا حکیم نور الحسن نوری اور ماسٹر عبد الحلیم مرحوم سے حاصل کی اور اپنی بستی کے ہی جامعہ نوریہ بدر الاسلام بتھا میں حافظ محمد عباس علی مرحوم جگدروی اور ماسٹر حسن صاحب سے ناظرہ، اردو، انگریزی وغیرہ کی تعلیم پائی۔ پھر اپنے بہنوئی مولانا عبد الحنان صاحب استاذ مدرسہ رضاء العلوم کنہواں کے ایماء پر انھیں کے ہمراہ رضاء العلوم کنہواں پہنچے اور ابتدائی فارسی و عربی، قواعد املاء وغیرہ انھیں سے پڑھا۔ پھر جامعہ نوریہ بدر الاسلام بتھا لوٹ آئے اور مولانا عبد الصمد مرحوم، مولانا طاہر حسین، مفتی عبد الحلیم صاحب اور مولانا عبید الرحمٰن رضوی سے جماعت ثالثہ تک کی مروجہ کتابیں پڑھیں آخر الذکر کی نظر عنایت کچھ زیادہ ہی آپ پر رہی جو گاہے بہ گاہے اپنے نیک مشوروں سے نوازتے رہے۔

مولانا عبید الرحمٰن صاحب کچھ دنوں کے لیے جامعہ قادریہ مقصود پور تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنے ہم درس ساتھیوں کے ہمراہ مقصود پور چلے گئے۔ اور حضرت شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ اور الحاج نسیم الدین صاحب سے چند کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۹۹۱ء میں دار العلوم غریب نواز الہ آباد میں جماعت ثالثہ میں داخلہ لیا۔ اگلے سال جماعت رابعہ میں تھے کہ ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء میں انہدام بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا۔ اور ہندوستان کے دیگر شہروں کی طرح الہ آباد بھی کرفیو اور فساد کے زد میں رہا۔ چنانچہ بعد رمضان

شریف الٰہ آباد نہ جاکر آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا رخ کیا۔ اور پھر ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۷ء مکمل پانچ سال تک باغ فردوس حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خوشہ چینی کی۔ اور یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴ / اکتوبر ۱۹۹۷ء بہ موقع عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ فراغت حاصل کی 'تصدق بخاری شریف' (۱۹۹۷ء) سے مادۂ فراغت کا استخراج ہوتا ہے۔

درس و تدریس: فراغت کے معاً بعد ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ میں الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم کنہواں سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تین سال تک مسند تدریس کو زینت بخشنے کے بعد ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ میں دارالعلوم غوثیہ حمایت الاسلام فتحپور بھوتھی میں بحیثیت صدرالمدرسین تقرری ہوئی۔ اور سال بھر رہنے کے بعد بوجہ علالت اسے بھی خیر باد کہنا پڑا۔ اسی دوران لہوریا میں واقع دارالعلوم فیض الرسول میں صدر مدرس کی تلاش تھی، آپ کے رفیق درس مولانا محمد رضا مصباحی کھرساہا کے ایما پر کمیٹی کے لوگ آپ کے درپے ہوگئے اور اپنے ادارہ کے لیے آپ کو راضی کیا۔ چنانچہ اسی وقت سے تادم تحریر آپ بحیثیت صدر المدرسین و مہتمم اسی ادارہ کی توسیع و ترقی میں کوشاں ہیں۔

مولانا محمد وصی حیدر رضوی فاضل اشرفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ فاضل الٰہ آباد بورڈ ۱۹۹۶ء فاضل مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ ۲۰۰۵ء ایم، اے، اردو مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد شاخ راجو پٹی سیتامڑھی ۲۰۱۳ء اور لائبریری سائنس ٹرینڈ بھی ہیں۔ گذشتہ ۳/ مارچ ۲۰۱۱ء سے کسان کالج بریار پور سیتامڑھی میں شعبہ اردو کے پروفیسر کے عہدے پر بحال ہیں۔

مولانا محمد وصی حیدر مصباحی بڑے ہی باصلاحیت، ذی استعداد، متحرک و فعال عالمِ دین ہیں۔ جب آپ کا ورود فیض الرسول لہوریا میں ہوا۔ اس وقت تک وہ ایک مکتب کی شکل میں تھا جس کا صحیح انتظام و انصرام بھی نہ تھا۔ لہوریا کا ماحول بھی پراگندہ و تاریک تھا۔ تاہم آپ کی آمد کے بعد کل کے لہوریا اور آج کے لہوریا میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ جس کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ فیض الرسول کو آپ کی آمد سے اتنی ترقی ملی کہ اس نے ضلع میں ایک اپنی شناخت بنالی ہے۔ اور ابتدائی تعلیم تا جماعت ثالثہ اور حفظ و قرأت کی مکمل تعلیم نہایت عمدگی سے دی جاتی ہے۔ گذشتہ سولہ سال سے آپ اسی ادارہ کو سجانے سنوانے اور

بنانے میں لگے ہیں۔ اور حتی الوسع علم دین مصطفی کے فروغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اپنی تقریر وخطابت سے دوسرے صوبہ جات مثلاً گجرات، مہاراشٹر دہلی اور راجستھان وغیرہ میں بھی ہزاروں گم گشتگان راہ کو منزل مقصود سے ہمکنار کیا کرتے ہیں۔

دار العلوم فیض الرسول لہوریا کی تعمیر وترقی کے ساتھ مدرسہ رضویہ خدیجۃ الکبریٰ چاند ٹولہ پریہار کی تاسیس وتعمیر آپ نے کی ہے۔ دور طالب علمی سے لے کر ابتک متعدد تنظیموں کا قیام اور اس کو فروغ دینا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ مثلاً انجمن فیضان رضا کا قیام ۱۹۹۲ء میں انجمن غریب نواز کمیٹی دہلی ۲۰۱۱ء میں اور فیضان خواجہ غریب نواز رجسٹرڈ سوسائٹی ممبئی ۲۰۱۳ء میں قائم کیے۔

۱۹۹۳ء میں جامعہ اشرفیہ کے پہلے فقہی سمینار کے موقع پر تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری مدظلہ سے بیعت ہوئے۔

مولانا ولی الرحمٰن ولی علیمی پوکھریروی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۳۰۶ھ — وصال ۱۳۷۰ھ)

اسم گرامی: ولی الرحمٰن، کنیت: ابوالعبید، تخلص: ولی۔ آپ ۱۳۰۶ھ میں مردم خیز خطہ موضع پوکھریرا میں پیدا ہوئے۔ نسب نامہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا ولی الرحمٰن بن حضرت شیخ عبدالرحمٰن مجتبیٰ بن شیخ منیر الدین حسین بن شیخ ریاض الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آپ کی والدہ موضع مہوارا، تھانہ کٹرہ کے ایک بڑے مالدار شریف ورئیس کی صاحبزادی تھیں۔

آپ بچپن ہی سے بڑے تیز طبیعت اور ذکی الدماغ تھے۔ فارسی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور عم محترم حضرت مولانا مجیب الرحمٰن سے حاصل کی۔ حافظہ بڑا قوی تھا، جس فن کی کتاب ایک دوبار مطالعہ فرمالیتے اُسے یاد کر لیتے تھے۔ والدین کی اجازت سے ضلع شاہ باد آرہ مدرسہ فیض الغرباء پہنچے اور وہاں کے باکمال اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ بالخصوص

خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام المنطق بحر العلوم حضرت علامہ رحیم بخش آروی قدس سرہ کے زیر شفقت رہے جو آپ کی خداداد ذہانت اور اخاذ طبیعت پر صد آفریں فرماتے۔ اسی موقع پر ایک جلسہ میں امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ صدر جلسہ کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ مولانا ولی الرحمٰن صاحب کا امتحان دیگر طلبہ کے ہمراہ لیا گیا، آپ نے اتنے اچھے طریقے سے جواب مرحمت فرمایا کہ علماء آپ کی ذکاوت پر عش عش کرنے لگے اور آپ سے تقریر بھی کرائی گئی۔ اور بعد تقریر علمائے اہلِ سنّت نے 'سلطان الواعظین' کا خطاب عنایت فرمایا۔

پھر آرہ سے آپ بغرض تعلیم پیلی بھیت شریف پہنچے اور حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین جیسی بلند پایہ شخصیت کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان عظیم بزرگوں نے آپ کو تمام مروجہ علوم وفنون کا تاجدار بنادیا۔ اور ظاہری تعلیم سے فراغت پائی تو باطنی فیوض وبرکات کے اکتساب کے لیے حضرت علامہ عبدالعلیم آسیؔ غازی پوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۱۷ء) کی بارگاہ میں مدرسہ حنفیہ جونپور پہنچ گئے۔ اور حضرت آسی علیہ الرحمہ کے دریائے فیض میں خوب خوب نہانے کے بعد یایوں کہیے کہ علوم ظاہری وعلوم باطنی سے آراستہ وپیراستہ ہونے کے بعد ہر ایک کی سند صحت لینے بارگاہِ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلی شریف حاضر ہوئے اور پھر امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت نے اپنے چہیتے محبؔ حضرت سرکار محدّثی کے چہیتے لاڈلے کو وہ سب کچھ عطا فرمادیا جس کے لیے وہ حاضر بارگاہ ہوئے تھے۔

آپ کی دینی خدمات ایک دور کو محیط ہے۔ آپ کی ذات گرامی اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ کے مصداق تھی۔ اہل اسلام سے محبت اور دشمن اسلام سے عداوت آپ کا خاص وصف تھا۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ اور محدث منظر اسلام مولانا احسان علی فیض پوری بھی آپ کے بڑے قدرداں تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری خلف اکبر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہما ایک بار پوکھریرا تشریف لائے، جمعہ کا دن تھا، خطبۂ جمعہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے پڑھا اور نمازِ جمعہ کی امامت کے لیے

حضرت مولانا ولی الرحمٰن کو مصلائے امامت پر کھڑا کر کے عزت افزائی فرمائی۔ نیز مولانا موصوف کو حضرت نعمت اللہ شاہ عرف خاکی بابا پنڈولوی (متوفی ۱۳۵۴ھ) سے بڑی خاص نسبت تھی اور حضرت نے بیشمار انعام واکرام سے آپ کو نوازا تھا، جن سے تقریباً بیس برس تک مولانا کی رسم وروا رہی اور ان کی فیض صحبت سے آپ نے وافر حصہ پایا۔

حضرت مولانا ولی الرحمٰن قدس سرہ کو فن مناظرہ میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ جب کبھی آپ کو مناظرہ کا موقع ملا بحمدہ تعالیٰ فتح ونصرت کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ مثلاً باتھ کے دو مناظرے، موضع کنہواں سیتامڑھی کے دو مناظرے۔ بلکہ کئی مناظروں میں ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری اور اپنے والد گرامی حضرت محشیؒ کے ہمراہ وہابیوں کے مدمقابل سینہ سپر ہوئے۔ اور کامیاب وکامراں رہے۔ مثلاً موضع بیریا نیپال کا دلچسپ اور یادگار مناظرہ جس میں دیوبندی مناظر جمال احمد مکیاوی تہائی شب گزرنے کے بعد راتوں رات فرار ہو گیا تھا۔ یوں ہی اواخر عمر میں موضع جیا میں مناظرہ طے ہوا۔ جس میں مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین قادری مظفر پوری قدس سرہ اور صوفیِ زماں، عالمِ باعمل حضرت مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی علیہ الرحمۃ نے آپ کو یاد فرمایا۔ اس ضعف ونقاہت کے عالم میں بھی آپ تشریف لے گئے اور فریقِ مخالف سے مناظرہ فرمایا۔ الحمد للہ! وہاں بھی یہ حضرات کامیاب رہے۔

حضرت مفتی عبد الواجد قادری دربھنگہ، بہار اپنے استاذ محترم کا تذکرۂ جمیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج میں جن کے ذکر جمیل سے اجر جزیل اور رضائے خلیل حاصل کرنا چاہتا ہوں ان پر ولایت بطور صفت ہی صادق نہیں آتی بلکہ وہ اپنی نشست وبرخاست میں ولی، رفتار وگفتار میں ولی، افعال وکردار میں ولی، تنہائی وانجمن میں ولی، اپنے وبیگانے میں ولی، دوست ودشمن میں ولی، مسجد ومدرسہ میں ولی، خانقاہ وبازار میں ولی، صحرا وگلزار میں ولی، گویا کہ سارے سنسار میں ولی۔ پیدا ہوئے تو گھر والوں نے ولی کہا، مدرسہ گئے تو

اساتذہ نے ولی کہا، جوان ہوئے تو دوستوں نے ولی کہا، مسند درس وارشاد پر آئے تو شاگردوں نے ولی کہا، مریدوں نے ولی کہا جہاں گئے ولی کہلائے جس نے دیکھا ولی جانا، جو مجسم ولی تھے، جن کی ولایت کا شہرہ زندگی میں بھی اور پردہ فرمانے کے بعد بھی ہے جن کی جلالت علمی کبھی فقرو درویشی پر غالب آتی تھی۔ اور کبھی خرقہ پوشی وسادگی وقار علم پر نمایاں ہوتی تھی۔'' (سہ ماہی رفاقت پٹنہ)

حضرت مفتی عبدالواجد قادری مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ صحیح ہے تو آپ کے جیسا بہت کم خوش نصیب ہے جسے اس قدر فیضان پدری ملا ہو۔ نسبتی باپ اپنے وقت کا شیخ الاسلام والمسلمین، سنت کا بے باک ترجمان حضرت مولانا عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمہ تعلیمی باپ، محدث روزگار، انتہائی متقی وپرہیزگار، عابد شب زندہ دار حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ اور روحانی باپ عارف باللہ آیت من آیۃ اللہ علامہ آسی غازی پوری علیہ الرحمہ جیسی مقدس مایہ روزگار ہستیوں سے آپ نے اکتساب فیض کیا۔

مست بادۂ الست حاجی نعمت علی شاہ عرف خاکی بابا علیہ الرحمہ سے آپ کی محبت وعقیدت اور شیفتگی نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خان) اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند (مولانا ابراہیم رضا خان) علیہما الرحمۃ والرضوان نے خانوادۂ ولی کو اپنے ہی کنبہ کا ایک حصہ سمجھا۔ ان تمام خصوصیتوں نے آپ کو فرد روزگار، سرمایۂ عزووقار اور اسلاف کی یادگار بنا دیا تھا۔ آپ کو علوم دینیہ اور مسلک سنیت کی ترویج و ترقی سے والہانہ شغف تھا۔'' (سہ ماہی رفاقت پٹنہ)

آپ کے تدریسی کمالات کے سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں:

''ایک طرف علوم ومعرفت کا دریا رواں تھا تو دوسری طرف علوم شریعت

کے چشمے ابل رہے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علوم و معارف حاصل کیے درس حدیث سے آپ کو خاص اُنسیت تھی۔ اکثر اوقات محویت کے عالم میں کتب احادیث پڑھاتے اور علوم و معارف کے دریا بہاتے۔ محدث جلیل حضرت علامہ مولانا احسان علی صاحب فیض پوری سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف جیسی مقتدر ہستیوں نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔'' (سہ ماہی 'رفاقت' پٹنہ)

یہاں چند قابل فخر مشاہیر شاگردوں کے اسما درج کیے جارہے ہیں، جن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی بارگاہِ علم و فضل سے کیسے کیسے ماہ و نجوم پیدا ہوئے:

۱۔ محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی صاحب فیض پوری سابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

۲۔ مفتی اعظم گجرات حضرت علامہ مفتی عزیز الرحمٰن حامدی سابق شیخ الحدیث دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات

۳۔ فاضل بہار حضرت علامہ عظیم الدین رضوی سابق مفتی مظہر اسلام بریلی شریف

۴۔ قاضی بہار حضرت علامہ قاضی فضل کریم رضوی چیف قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ

۵۔ مناظر اسلام حضرت علامہ حکیم عطاء الرحمٰن خلف دوم سرکار محبیؒ

۶۔ استاذ العلما حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن نوری پرکھریروی نبیرۂ سرکار محبیؒ

۷۔ فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی عبد الواجد قادری، سابق امین شریعت ادارہ شرعیہ پٹنہ و مفتی اعظم ہالینڈ

جب آپ کے والد گرامی سرکار محبیؒ کا وصال پر ملال ہوا تو عرس چہلم کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے پوکھریرا شریف میں آپ کو اپنی طرف سے اپنے جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ حضرت علامہ مفتی ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری ثم بدایونی تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا (محبیؒ) کے عرس چہلم کی نیاز میں استاذی مولانا حامد رضا خاں

صاحب خود پوکھریرا رونق افروز ہوئے اور مولانا محمد ولی الرحمٰن صاحب کو سلاسل کی اجازت دی اور جبہ پہنایا۔ باوثوق ذریعہ سے خبر ملی کہ مولانا ولی الرحمٰن صاحب نے جون پور، غازی پور، پیلی بھیت، بریلی میں درس نظامی کی تعلیم پائی اور غازی پور میں حضرت مولانا شاہ حکیم عبد العلیم آسی قدس سرہٗ سجادہ نشیں خانقاہ مولانا عبد الرشید جون پوری مصنف 'رشیدیہ' سے بیعت حاصل کی۔" (رجسٹر تاثرات)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جمعہ مبارک کا دن تھا اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام پوکھریرا شریف میں قیام پذیر تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کرنے کی خواہش لیے اہلِ سنّت و جماعت کا ایک سیلاب پوکھریرا کی جامع مسجد میں امنڈ پڑا اور احاطہ مسجد کا دامن تنگ ہو گیا۔ سارے لوگوں کی نگاہیں شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی دید کو ترس رہی تھیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نماز جمعہ سے قبل تشریف لائے اور خطبہ جمعہ سے قبل اپنے نورانی ایمان افروز بیانات سے سبھوں کے قلوب کو ایمان کی توانائی عطا فرمائی۔ تقریر کے اختتام پر آپ نے سارے حضرات کو متوجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے پوکھریرا و نواحی پوکھریرا والو! اگر تم لوگوں کو مولانا ولی الرحمٰن کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا موقع مل جائے تو سمجھ لینا کہ حامد رضا کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے۔"

آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں جس کے چشم دید گواہ آج بھی بقید حیات ہیں۔ حضرت موصوف عام طور پر تعویذ وغیرہ بہت کم ہی تحریر فرماتے بلکہ حضرت کی مبارک نگاہ کے جلوؤں سے آنے والا شفایاب ہو جاتا تھا۔ امین شریعت مفتی اعظم ہالینڈ علامہ عبد الواجد رضوی قادری دربھنگوی تحریر فرماتے ہیں:

"آج بھی آپ کی کرامات کا شہرہ ہے۔ آم کے چند قاشوں سے عورت کا صاحب اولاد ہو جانا، خاک کے ذروں سے شکم کے منجمد پتھر کا دفع ہونا اور دردِ شکم سے نجات پا جانا، چائے کی ایک پیالی سے دائم المریض کا شفایاب

ہونا اور کثافت روحانی یکسر ختم ہو جانا وغیرہ کرامت نہیں تو طب یونانی کا کون سا جزیہ ہے۔ واقعی مقام روحانیت کی منزل صفا پر آپ فائز ہو چکے تھے جنہیں سیف لسانی کہا جاتا ہے اور جس پر جنبش لب کو قضا و قدر خوش آمدید کہتی ہے۔'' (سہ ماہی 'رفاقت' پٹنہ)

مولانا قدس سرہ کو وعظ و تقریر میں کافی مہارت حاصل تھی۔ آپ جس جلسہ میں یا میلاد پاک میں تقریر فرماتے بہت مؤثر ثابت ہوتی۔ مجمع پر رقّت کا ایک عجیب سماں بندھ جاتا۔ انہیں تبلیغی سرگرمیوں کے سبب آپ کو تصنیفات و قلمی خدمات کا موقع کم نصیب ہوا۔ پھر بھی اپنے مصروف اوقات میں سے کچھ نکال کر آپ نے نہایت ہی مفید کتاب ''توضیح المصادر'' تصنیف کی جس میں صرف ونحو کے قاعدے بڑے سہل انداز میں تحریر فرمائے۔

جہاں آپ بہت ساری خوبیوں کے جامع تھے وہیں آپ شعر و شاعری میں بے نظیر حیثیت رکھتے تھے۔ اور اعلیٰ درجہ کی نعت پاک فرمایا کرتے تھے۔ نعتیہ کلام میں سے ایک نعت پاک کا مطلع ملاحظہ ہو:

در مصطفیٰ پر جو بستر رہے گا
تو نارِ جہنم کا کیا ڈر رہے گا

اپنے صاحبزادے محترم حافظ محمد حمید الرحمٰن مدظلہ کی شادی کے موقع پر نوید نظم تحریر فرمایا جس کے دو اشعار کچھ اس طرح ہیں:

بعد حمد کبریا اور نعت احمد مصطفیٰ
خدمت اخواں میں ہے عاصی ولی کی التجا
میری دو آنکھوں کی ٹھنڈک حمید ایک سعید
خدمت قومی کا جن کے سر پہ ہے سہرا بندھا

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی اہلیہ محترمہ سے ان کے وصال کے وقت دو اولاد حیات تھیں: (۱) مولانا عبید الرحمٰن (۲) صاحبزادی بی بی قسر اور محل ثانی سے بھی چند ذکور واناث ہوئیں۔ جن میں تین صاحبزادیوں کے علاوہ صاحبزادہ حافظ محمد حمید الرحمٰن مدظلہ،

حضرت مولانا سعید الرحمٰن مدظلہ اور مولانا عضید الرحمٰن عرف جیلانی مرحوم شامل ہیں۔

عارف باللہ حضرت عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ نے اپنے وصال کے قبل ہی مولانا ولی الرحمٰن کو اپنی بیعت وخلافت سے نواز دیا تھا۔ پھر ۱۹۳۱ء میں حضرت محبّی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کو باضابطہ سجادہ نشیں قرار دیا گیا۔ ویسے خلافت آپ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قدس سرہ سے بھی حاصل ہے۔ اس موقع پر ایک قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام نے اپنی وہ عبا جو سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ سے بوقت خلافت حاصل کی تھی، وہی عبا آپ نے اپنی خلافت عنایت فرماتے وقت مولانا ولی الرحمٰن علیہ الرحمہ کو عطا فرما دیا۔ جو ہنوز تبرکاً خانقاہ میں موجود ہے۔

مولانا موصوف ۶۴ برس کی عمر پا کر یکم جمادی الاول بروز پنجشنبہ ۱۳۷۰ھ کی صبح میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ "فیض عام زندہ باش" ۱۳۷۰ھ تاریخ وصال ہے۔ پوکھریرا میں سرکار محبّی علیہ الرحمہ کے بازو میں مزار ہے۔

۲۹/۳۰ ربیع الثانی کو ہر سال عرس سراپا قدس تزک واحتشام سے منعقد ہوتا ہے۔

(ملخص آفتاب بہار۔ از: آل ولی مولانا سعید الرحمٰن راز علیمی)

OO

ضمیمہ

بعض مشاہیر علمائے شمالی بہار ونیپال

جن کے علمی وروحانی اثرات براہ راست سیتامڑھی پر پڑے

الف

شاہ محمد ابراہیم تیغی علیہ الرحمۃ والرضوان

(وصال: ۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)

اسم گرامی: شاہ محمد ابراہیم، لقب: قطب الارشاد و امین و امانت شیخ المشائخ، وطن مالوف: کرجاں چین پور ضلع مظفر پور، سنِ ولادت: ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۳ء ہے۔

حضرت شیخ المشائخ سرکار سرکانہی علیہ الرحمہ کی نگاہ عاطفت میں رہ کر آپ نے دینیات کی تکمیل فرمائی اور خود سرکار کانہی نے سجادہ نشین مقرر کر کے خلافت و اجازت سلسلہ قادریہ آبادانیہ فریدیہ اور سلسلہ قادریہ وارثیہ مجیبیہ کی عطا کی۔

حضرت قطب الارشاد علیہ الرحمہ اپنے اخلاق و عادات میں اولیائے متقدمین کے صحیح نمونہ، خدائے بزرگ و برتر کے سچے اطاعت گذار، رسول مختار کے صحیح معنوں میں فرماں بردار اور تعلیمات دین مصطفوی کے علمبردار تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اتباعِ رسول، حق گوئی، عشقِ الٰہی اور اطاعت مرشد میں یکتائے روزگار تھے۔ اپنے شیخ کے متعلق ایک بار ارشاد فرمایا کہ: مجھے حضرت شیخ المشائخ (شاہ تیغ علی شاہ) علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت سے جو نصیب ہوا وہ ہزار کتاب کے مطالعہ میں بھی نہ مل سکا۔

۱۳۸۹ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ تقریباً نصف صدی تک اپنے فیوض و برکات کے گوہر آبدار لٹانے کے بعد ۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء کو یہ آفتاب ہدایت غروب ہوا۔ خلف مکرم و سجادہ نشین آستانہ حضرت علامہ جید القادری مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دائرہ تیغیہ سرکانہی شریف متصل روضہ مبارکہ حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمہ والرضوان مدفون ہوئے۔ (حضرت قطب الارشاد کے تفصیلی حالات کے لیے 'حیات قطب الارشاد' مرتبہ: محمد عبد اللہ علوی اور 'انوار صوفیا' مرتبہ: حضرت جید القادری کا مطالعہ کیا جائے۔)

مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی

(ولادت: ۱۹۴۸ء)

ولادت و خاندانی پس منظر: فخرِ نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی کی ولادت باسعادت ترائی نیپال کی مردم خیز آبادی موضع بھمری، ضلع مہوتری میں ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔ آپ کا خانوادہ پورے ترائی نیپال میں ہمیشہ معزز علمی، سماجی اور اسلامی امور میں اہمیت کا حامل سمجھا جاتا رہا ہے۔ نیپال ہندو راشٹر اور وہاں کے اہلِ اسلام کی غربت وافلاس کی بنا پر خال خال وہاں پختہ مساجد کا وجود تھا۔ ۱۹۵۹ء میں مولانا موصوف کے جد کریم الحاج برکت اللہ مرحوم نے اپنی آبادی میں ایک پختہ مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا۔ حاجی صاحب کے اس عمل کو وہاں کے برہمنوں اور علاقہ کے راجپوتوں نے بے حد ناپسند سمجھا اور انھوں نے ہزاروں ہزار کی تعداد میں یہاں کی مسلم آبادی پر حملہ کردیا جس کی پاداش میں مسلمانوں کو خوب لوٹا اور زیرِ تعمیر مسجد کو شہید کردیا۔ جب حاجی صاحب نے پورے شد و مد کے ساتھ مومنانہ شان کا مظاہرہ کیا تو بلوائیوں نے ان کو بری طرح زد و کوب کرکے بے ہوش کردیا اور داڑھیاں نوچیں۔ علاقہ کا مشہور راجپوت پہلوان بڈول سنگھ اپنے اپنے جوتوں سمیت آپ کے سینۂ پرنور پر اس طرح بار بار کودا کہ آپ ان تکلیفوں کی تاب نہیں لاسکے اور اسی وقت اپنی قیمتی جان جانِ آفریں کے حوالہ کردی اور آپ شہید راہِ اسلام ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا موصوف کے عمِ محترم جناب عبدالوہاب صاحب اس دیار کی مسلم قیادت و رہنمائی کے ایک روشن چراغ تھے۔ انھوں نے اپنے والدِ ماجد کی شہادت کا بدلہ لینے کی غرض سے منظم طور پر ایسی قانونی چارہ جوئی کی کہ وہاں کے برہمنوں کی کبر و انانیت کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملادیا اور عالیشان مسجد کی تعمیر کراکر وہاں اسلام و سنّیت کا علم لہرادیا۔

جناب عبدالوہاب صاحب پورے نیپال میں اپنے علاقے کے مسلم نمائندے سمجھے جاتے رہے ہیں اور وہ تاحینِ حیات ترائی نیپال کا قدیم ترین جامعہ مصباح المسلمین علی پٹی کے ناظم الامور رہے۔ مولانا موصوف کے والدِ گرامی جناب صوفی عامل حاجی عبدالرحیم مرحوم

بھی بہت ساری خصوصیات کے حامل تھے۔ انھوں نے ہمیشہ اسلامی کاموں میں بڑھ چڑھ حصہ لیا اور مدارس و مساجد کے تحفظ و بقا کے لیے جان کی بازی لگادی۔ اپنے برادرِ بزرگ جناب عبدالوہاب کے وصال کے بعد آپ نے بہت حد تک جامعہ مصباح المسلمین کے نظام کو سنبھالا اور آخر دَم تک اس سے وابستہ رہے۔

تعلیم و تربیت: مولانا موصوف نے ہوش سنبھالنے کے بعد گاؤں کے دینی مکتب میں اُردو و ناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۹۷۸ء میں باضابطہ نیپال کی مشہور و معروف دینی درسگاہ جامعہ مصباح المسلمین علی پٹی آگئے اور وہاں کے اساتذۂ وقت خاص طور پر طبیبِ حاذق حافظ عبدالشکور عزیزی، مولانا زاہد حسین قادری اور ممتاز المدرّسین مولانا محمد کلیم الدین قادری سے فارسی اور ابتدائی عربی سے لے کر شرح جامی تک باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ چوں کہ آپ ایامِ طفولیت سے ہی زیرک، ہوش منداور ذہین تھے اس بنا پر آپ کے اساتذہ نے اپنی آغوشِ تربیت میں رکھ کر آپ کو خوب سنوار اور سنوار کر علم وفن کا مکمل کندن بنادیا۔ پھر آپ نے اپنے مشفق استاذ مولانا محمد کلیم الدین کے ایما پر ۱۳۸۶ھ میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (یوپی) کا رُخ کیا اور یہاں مایہ ناز متبحر اساتذۂ کرام خصوصاً جلالۃ العلم حضرت حافظ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بافیض سرپرستی میں چار سال رہ کر ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں سند اور دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

خدمتِ دین و سنّت: فراغت کے سال ہی حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ کے حکم پر تبلیغِ دین و سنّیت کے لیے کشمیر تشریف لے گئے۔ پھر ۱۹۷۱ء میں جامعہ مصباح المسلمین علی پٹی میں بحیثیت نائب صدر المدرّسین آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور ۱۹۷۸ء میں صدر المدرّسین کے عظیم عہدہ پر فائز ہو گئے۔ آپ نے کمال تدبّر اور دانش مندی کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی کو کچھ اس طرح انجام دیا کہ پورے نیپال میں آپ کے حسنِ تدبّر اور خدمتِ اسلام و سنّیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ آپ اِن دنوں درجنوں مدارس اور تنظیم وانجمن اور ملّی تحریکات خاص طور پر آل نیپال تنظیم المدارس، آل نیپال سنّی جمعیۃ العلماء، اور دارالقضاء، مرکزی روایت ہلال نیپال اور علامہ فضلِ حق ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سربراہ اور رکن ہیں۔

۱۳۹۹ھ میں آل نیپال تاجدارِ مدینہ کانفرنس میں اکابر علمائے اہلِ سنّت ہند و نیپال خاص طور پر بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان مبارکپوری، محدثِ کبیر حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری، ممتاز الاساتذہ مفتی محمد کلیم الدین قادری، مولانا حافظ زاہد حسین قادری، شیرِ نیپال مفتی جیش محمد صدیقی کی موجودگی میں قائدِ اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی دینی و اسلامی اور علمی و مسلکی خدمات سے متاثر ہو کر آپ کو 'فخرِ نیپال' کے اعزازی لقب سے نوازا۔

ماشاء اللہ درس و تدریس، وعظ و خطابت اور شمالی بہار و نیپال کی جماعتی قیادت کے ساتھ تحریر و تصنیف کا بھی ذوقِ گراں مایہ رکھتے ہیں۔ کتاب 'اجماع اور قیاست کی شرعی حیثیت'، 'مشکل کشا'، 'گلشنِ علم و ادب' اور 'آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت' آپ کی تحریری و تحقیقی یادگار ہیں۔

بیعت و ارشاد: آپ کی چھ صاحبزادیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں اور ایک اولادِ نرینہ جن کا اسم گرامی مولانا فضل یزدانی ہے جو جامعہ امجدیہ سے فارغ التحصیل ہو کر بیرونِ ہند خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ بہار صوبائی سنّی کانفرنس، سیوان کے موقع پر ۱۳۸۸ھ میں تاجدارِ اہلِ سنّت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۲۰۰۶ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ چشم و چراغِ خانوادۂ برکات حضرت علامہ سید محمد یحییٰ برکاتی علیہ الرحمہ اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کی کئی اہم شخصیتوں سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں آپ بیعت فرماتے ہیں۔ ہزاروں ہزار تلامذہ اور مریدین آپ کے دامنِ علم و روحانیت سے وابستہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں مفتی محمد نجم الدین قادری (کانپور)، مفتی محمد عثمان (نیپال)، مولانا محمد عباس نوری (نیپال)، مولانا خلیل الرحمٰن (نیپال) مفتی عبدالکریم (نیپال) مولانا مصلح الدین (نیپال) مولانا محمد منور عالم منانی قابلِ ذکر ہیں۔ ان دِنوں آپ جامعہ مصباح المسلمین، علی پٹی، نیپال کے صدر المدرّسین و شیخ الحدیث اور سربراہِ اعلیٰ کی حیثیت سے تشنگانِ علوم کو سیراب فرما رہے ہیں۔

شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

نام: محمد اسلم رضوی۔ والد کا نام: شیخ محمد اقبال بن دلجان علی۔ والدہ کا نام: لطیف النساء بنت نواب شیخ محمد۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ (جس کا عدد 'باغِ فردوس' سے نکلتا ہے) مطابق ۱۹۳۴ء کو آبائی گاؤں، مہوارہ، بلاک اورائی ضلع مظفر پور، بہار میں ہوئی۔

عہد طفولیت اور دور طالب علمی: آپ کی پرورش بہت خوشحالی میں ہوئی۔ آپ کے دادا جان ایک زمیندار تھے۔ اور نانا جان علاقے کے نواب میاں کہلاتے تھے، گھرانہ خوشحال اور فارغ البال تھا۔ جب ہوش سنبھالا تو گاؤں ہی کے مکتب میں آپ کی تعلیم شروع کردی گئی۔ آپ کے پہلے باضابطہ استاذ مولوی نثار الدین صاحب مرحوم تھے۔ جنہوں نے آپ کو قاعدہ بغدادی پڑھایا۔ اس کے کچھ دنوں بعد موضع بھوارہ، ضلع سیتامڑھی بہار میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں آپ کے چچازاد بھائی مولوی عبد السلام صاحب مرحوم جو دارالعلوم چشمۂ رحمت غازی پور میں منشی تھے۔ انہوں نے آپ کا داخلہ مذکورہ ادارہ میں کروا دیا۔ اسی ادارے میں آپ نے فارسی کی متداول کتابوں کا درس لیا اور عربی کی اعلیٰ تعلیم دار العلوم مئو (یوپی) دارالعلوم رُڑکی ضلع فتح پور (یوپی)، جامعہ اشرفیہ مبارک پور (یوپی) اور دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے حاصل کی۔

فتوی نویسی: فتویٰ نویسی کا فن آپ نے مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفی رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمۃ والرضوان سے سیکھا۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہ' کی نگاہِ عنایت اور خصوصی توجہ نے آپ کو اس فن کا شہسوار بنا دیا۔ آپ کے فتاویٰ میں مفتی اعظم ہند کے فتوؤں کی جھلک نظر آتی ہے۔ فتوی نویسی کی تین سالہ تربیت کے بعد آپ مظہر اسلام بریلی شریف کے ایک عظیم الشان اجلاس میں ۱۹۵۷ء میں ایک ساتھ فضیلت وافتاء دونوں کی سند سے سرفراز کیے گئے۔

اساتذہ: شیر بہار علیہ الرحمۃ والرضوان نے جن علما سے اکتساب علم کیا وہ آسمان

علم وہدایت کے آفتاب وماہتاب تھے۔ آپ کی علمی پیاس بجھانے میں مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام کا نمایاں دخل تھا:

(۱) مولانا شعیب فرنگی محلی (۲) مولانا سراج الدین (۳) ماسٹر سعید الرحمٰن (۴) مولانا محمد حنیف، پرنسپل دار العلوم چشمۂ رحمت غازی پور (۵) حافظ ملّت علامہ عبد العزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (۶) مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی (۷) مولانا غلام جیلانی اعظمی (۸) مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا قادری بریلی شریف (۹) مفتی سید افضل حسین مونگیری (۱۰) مولانا معین الدین خاں فتحپوری (۱۱) مولانا ثناء اللہ اعظمی مئو (۱۲) مولانا ابراہیم رضا قادری بریلی شریف علیہم الرحمۃ والرضوان۔

بیعت و خلافت: آپ کو شرف بیعت حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا قادری قدس سرہٗ سے حاصل تھا اور مفتی اعظم ہند سے ہی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔ مفتی اعظم ہند کے علاوہ قطب مدینہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا ہوئی۔

نکاحِ مسنون: آپ کا عقد مسنون زمانۂ طالب علمی میں ہی ماموں جان جناب محمد الیاس مرحوم ساکن ددری (ضلع سیتامڑھی) کی صاحبزادی محترمہ عزم النسا سے کردیا گیا تھا۔ اور نکاح کے تین سال بعد رخصتی ہوئی۔

تدریسی خدمات: مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ کے حکم پر سب سے پہلے آپ کی تقرری جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف میں ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں ہوئی۔ وہاں آپ کے علاوہ علامہ تحسین رضا خاں، مفتی افضل حسین مونگیری، علامہ عبد مبین الدین امروہوی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، علامہ ثناء اللہ محدث مئوی علیہم الرحمۃ والرضوان، علامہ معین الدین خاں فتحپوری وعلامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی دام ظلہ بھی تدریسی خدمات پر مامور تھے۔ حضرت شیر بہار نے تین سال تک ان جید علما کے ساتھ تدریسی فریضہ انجام دیا۔ زیر درس کتابوں میں فن تفسیر کی مشہور کتاب، جلالین بھی شامل تھی۔ جامعہ مظہر اسلام کے بعد آپ نے گجرات کے قدیم اور معروف دینی ادارہ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی

میں تدریسی خدمات اور دار الافتا کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لیے دوبارہ مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اور پھر اپنے پڑوسی مولانا نعیم الدین صاحب (بانیٔ دار العلوم نعیمیہ چھپرہ بہار) کے شدید اصرار پر آپ نے دار العلوم نعیمیہ چھپرہ کو زینت بخشی۔ اور وہاں تقریباً ایک سالہ قیام سے ہی جامعہ کا رنگ و روپ بدل دیا۔ دار العلوم نعیمیہ چھپرہ کے بعد آپ نے پاسبان ملّت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی محبتوں کی بنیاد پر جامعہ عربیہ سلطان پور (یوپی) کو اپنی خدمات سے منور فرمایا، جہاں آپ کے ساتھ امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی اور علامہ معین الدین خاں فتح پوری بھی تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔ جامعہ عربیہ سلطان پور (یوپی) کے بعد آپ نے جامعہ فاروقیہ بنارس (یوپی) میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

جامعہ قادریہ کی بنیاد: اپنے علاقے (مظفر پور، بہار) کی تعلیمی پسماندگی کو دیکھ کر شیر بہار علیہ الرحمہ والرضوان کو شدید قلق ہوا اور آپ نے یہیں ایک دینی قلعہ بنانے کا عزم کرلیا۔ ہمت مرداں مددِ خدا کے بموجب اللہ کے مخلص و نیک بندوں نے بلا حیل و حجت دست تعاون دراز کیا اور ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۶۸ء کو مقصود پور اورائی ضلع مظفر پور (بہار) میں ایک عظیم الشان جامعہ قادریہ کی بنیاد ڈال دی۔ اس وقت سے تاحین حیات جامعہ آپ کی سرپرستی و اہتمام میں تعلیمی اور تعمیری اعتبار سے مسلسل بلندی کی جانب رواں دواں رہا۔ آپ نے یہاں تدریسی خدمات بھی انجام دیں اور یہاں سے ایک سے بڑھ کر ایک لعل و گہر قوم کے سپرد کیے۔ شیر بہار علیہ الرحمہ تاحینِ حیات اس جامعہ کے سربراہ اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔

وصال اور تجہیز و تکفین: ۱۱؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ؍۶؍جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارکہ کی شب تقریباً ۲؍بجے آپ کی روح مبارک دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ؍۷ جنوری ۲۰۱۲ء بروز سنیچر ڈیڑھ بجے دن آپ کے جسد خاکی کو لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں جامعہ قادریہ کے شمالی پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ حاضرین کے مطابق نماز جنازہ میں تقریباً تین لاکھ لوگوں کا جم غفیر تھا۔

تصانیف: گوناگوں اور مختلف الجہات مصروفیتوں کے باوجود شیر بہار رحمۃ اللہ

علیہ نے مختلف فنوں پہ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تفصیل یہ ہے:
(۱)اسلم الحواشی شرح اصول الشاشی۔(۲)بوئے سخن ملا حسن۔(۳)چالیس احادیث مطبوعہ۔(۴)انتخاب از فتاویٰ اسلمیہ مطبوعہ۔(۵)فتاویٰ برکات نوری کی ایک جھلک (مطبوعہ)(۶)فتاویٰ برکات نوری، غیر مطبوعہ۔(۷)حسام الحرمین پر اعتراضات کے جوابات

تلامذہ: شیر بہار علیہ الرضوان کی بافیض بارگاہ سے ہزاروں تشنگان علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفادہ کیا اور اپنے وقت کے جید عالم دین بن کرابھرے۔ہم ذیل میں سے چند ایسے اسماذ کر کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک علم وفضل کے ستارے ہیں:

(۱)مفتی اشرف القادری، خانقاہ امانت شرعیہ نیپال (۲)مولانا سید محمد ہاشمی میاں، کچھوچھہ شریف (۳)مفتی امان الرب گونڈوی (۴)مولانا قمر عالم، شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی (۵)مفتی ظہیر الدین قادری، ممبئی (۶)مولانا محمد سلیمان، سرکارنہی شریف مظفر پور (۷)مولانا عالمگیر، چھپرہ بہار (۸)مفتی محمد مرتضیٰ رضوی مصباحی ناندیڑ، مہاراشٹر (۹)مولانا قمر الزماں مصباحی، رائے پور، چھتیس گڑھ (۱۰)مولانا سید کلیم اشرف جائسی (۱۱)مولانا عبد الطیف کٹیہاری (۱۲)مفتی حسن رضا، ادارہ شرعیہ پٹنہ (۱۳)مولانا قاری مستقیم، ویشالی (۱۴)مولانا معراج احمد بغدادی، استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی (۱۵)ڈاکٹر مفتیا مجد رضا امجد، ادارۂ شرعیہ پٹنہ (۱۶)مولانا مفتی وجہ القمر نانپوری، کٹک، اڑیسہ (۱۷)خطیب شہیر مولانا اظہر القادری پوکھریروی (۱۸)مفتی شاہد رضا، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف (۱۹)مولانا پھول حسن سوتیہاروی (۲۰)پروفیسر احتشام الدین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

مفتی اشرف القادری (نیپال)

آپ کی ولادت تقریباً ۱۳۷۳ھ میں آپ کے آبائی وطن موضع نینہی ضلع مہوتری نیپال کے ایک معزز اور نامور خاندان میں ہوئی، آپ کے مورث اعلیٰ جناب لالی میاں مرحوم دینی ودنیوی وجاہت، شجاعت، سخاوت، اور عظیم شان وشوکت رکھنے کے ساتھ قریب پچاس بیگھہ اراضی کے مالک تھے۔ اور نیپال کے سابق ۳ دور حکومت میں تحصیلدار کے عہدے پر رہے۔ انہیں کی اولاد میں محمد عیسیٰ انصاری مکھیا بڑے نامور عقلمند مانے گئے۔

مولانا اشرف القادری کے طلب علمی کا کاروانِ سفر مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا سے شروع ہوکر جامعہ قادریہ مقصود پور اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ہوتا ہوا جامعہ عربیہ سلطان پور پر منتہی ہوا۔ ماہ شعبان ۱۳۹۴ھ میں علوم درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد سند فضیلت تفویض ہوئی۔

فراغت کے بعد کئی مدارس اہلِ سنّت کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز کیا جن میں قابلِ ذکر ادارہ جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی شریف ضلع مظفرپور شامل ہے یہیں کے زمانہ قیام میں ۷؍ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ کو جلالۃ الارشاد حضرت شاہ محمد نمازی تیغی خلیفہ شیخ المشائخ سرکار سُرکاہی شریف نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ مجددیہ فریدیہ آبادانیہ تیغیہ کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔

۱۳۸۹ھ میں سرزمین کنہواں کے تاریخی اجلاس میں مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ فی الوقت دارُالعلوم قادریہ رشیدیہ جلیشور صدر مقام ضلع مہوتری نیپال میں منصبِ وتدریس وافتا اور دعوت وارشاد پر فائز ہیں۔

مولانا اشرف القادری کو قاسم نعمت نے فہم وذکاوت، شرافت وفطانت، اعلیٰ مومنانہ فراست، تفقہ فی الدین، حلقۂ یاراں میں ریشم کی سی نرمی، رزم حق وباطل میں فولاد کی سی گرمی، مروّجہ علوم وفنون میں یکساں دسترس اور شعروسخن کے میدان کی شہسواری نہ جانے کیسے کیسے الطاف خسروانہ سے مالامال فرمایا ہے۔ آپ اپنی تحریر وتقریر سے ہمیشہ دین حق کی دعوت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت فرماتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات ۲۰ سے متجاوز ہیں جن میں سے بیشتر غیر مطبوعہ ہیں جب کہ (۱) کفر اور اسلام (۲) مشکوٰۃِ نبوت (۳) مسلکِ محققین (۴) الحجۃ القاہرہ (۵) مصباح الدجیٰ وغیرہ رسائل شائع ہوکر مقبول عام ومنظور انام ہوچکے ہیں اور ایک نعتیہ مجموعۂ کلام ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

ابوسہیل مفتی محمد انیس عالم قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۱؍شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ — وصال: ۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

امینِ شریعت دوم مفتی محمد انیس عالم ابن مولانا حافظ شاہ محمد سلیمان ۱۱؍شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز دوشنبہ بوقت گیارہ بجے شب اپنے آبائی مکان واقع رسول پور نستہ ضلع

دربھنگہ میں پیدا ہوئے۔ کنیت 'ابوسہیل' اور لقب 'مفتی اعظم نیپال' ہے۔

ابتدا سے شرح جامی تک کی تعلیم اپنے والد گرامی اور مولانا حافظ محمد اسحاق خان جالوی وغیرہما سے حاصل کرنے کے بعد بہ اجازت والد دارُ العلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور حسب نصاب معقولات ومنقولات کی تمام درسی کتابیں مؤقر ومعتمد اساتذۂ عظام صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی (مصنف: بہارِ شریعت)، حضرت مولانا نورالحسین فاروقی مجددی، حضرت مولانا عبدالعزیز خاں بجنوری، حضرت مولانا رحم الٰہی مظفر نگری اور محدث احسان علی مظفر پوری سے پڑھ کر ۱۳۵۶ھ میں دستار فضیلت وسند تکمیل حاصل کی۔

فراغت کے بعد حضرت حجۃ الاسلام ومفتی اعظم ہند کی اجازت وحکم سے مؤطا امام محمد وجلالین وغیرہ کی تدریس اور دارالافتاء کی خدمت پر معمور ہوئے اور قیام بریلی کے ایام میں متعدد بار مذکورہ دونوں بزرگوں کے ہمراہ پوکھریرا، فیض پور، باتھ، پوپری، گنگٹی، اور مرغیا چک وغیرہ مواضعاتِ شمالی بہار کا دورہ فرمایا۔ علاوہ ازیں حضرت مفسّر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ اجلاس سنگ بنیاد مدرسہ قادریہ رضویہ مرغیا چک سیتامڑھی میں بھی شرکت فرمائی اور کئی بار کٹماں، پرسونی، ملنگواں، گہردھن پور وغیرہ مقامات پر تشریف لائے اور بکثرت رجال وخواتین مرید ومستفیض ہوئے۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمۃ تاجدار اہلِ سنّت جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے خلیفہ ومجاز مطلق ودست گرفتہ تھے، جب کہ حضرت سید شاہ محمد ایوب ابدالی اسلام پوری علیہ الرحمۃ سے آپ کو خلافت واجازت مطلقہ حاصل تھی۔

۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو وصال پر ملال ہوا۔

○○

ت

شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی مظفر پوری علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ اس دیار کے ایک بڑے بافیض بزرگ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۰ھ میں بمقام گوریارہ ضلع مظفر پور میں ہوئی۔ علوم ظاہری حضرت شاہ صوفی سبحان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کرنے کے بعد صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت مولانا سمیع احمد مونگیری علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے۔ مرشد کامل نے بکشف جوہر مخفیہ کو بھانپ کر اپنے فیضان نظر سے سونے کو کندن اور سینہ کو مدینۂ مصطفی گنجینہ بنادیا۔ پھر حیاتِ مستعار کے آخری ایام میں اپنے محبوب نظر عارف باللہ مولانا علی لال گنجی (متوفی ۹ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ) کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم ان کے پاس آتے جاتے رہنا۔ تمہاری تکمیل سلوک انِ شاء اللہ انہیں سے ہوگی۔ چنانچہ ان سے خرقہ ہائے خلافت واسناد اجازت حاصل ہوئی۔ پھر حضرت حافظ شاہ محمد علیہ الرحمہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ وخانقاہ فریدیہ آرہ وحضرت مولانا سید محی الدین قادری سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری، اور حضرت سید شاہ جلال الدین جڑھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶۶ھ میں اپنے اپنے سلاسل مقدسہ سے سرفراز فرمایا۔ سرکار غوثیت مآب رحمۃ اللہ علیہ کے اشارۂ کرم اور مخلصین اہل سلسلہ کے مشورہ پر گوریارہ شریف سے ہجرت فرماکر بمقام سرکاہی شریف ضلع مظفر پور خانقاہ آبادانیہ کی تعمیر کرائی اور رشد وہدایت کی شمع جلاکر دور دراز تک خلق خدا کو خالق حقیقی سے قریب کرنے لگے۔ شمع ہدایت کی لو تیز کرنے کی غرض سے ۱۹۴۳ء میں خانقاہ سے متصل ایک ادارہ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم قائم فرمایا جو اس وقت ضلع مظفر پور کے چند قابل قدر ادارہ میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ بلاشبہ واقف رموز شریعت، امیر کاروان اہل طریقت، غواصِ بحرِ معرفت مجمع البحرین، منبع رشد وہدایت، قائم اللیل، سالک بلازادوخیل، بڑی پاکیزہ زندگی

کے مالک تھے۔

ہزاروں گم گشتگان راہ کو اپنی تبلیغ وارشاد کے ذریعہ رہرو راہ مستقیم بنا کر ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء کو رشد ہدایت کا یہ آفتاب روپوش ہو گیا۔ نماز جنازہ حافظ شاہ نور محمد علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار پر انوار سرکا نہی شریف ضلع مظفر پور میں منبع برکات وانوار ہے۔ آپ کے خصائل وشمائل کے تعلق سے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

”حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حد درجہ راست باز، مسکین، متواضع اور قناعت پسند تھے۔ دوست تو دوست دشمن بھی ساری زندگی آپ کے اخلاق کریمانہ سے شرمندہ رہے۔ ارباب حاجات اور مصیبت زدوں کے لیے ہر وقت آپ کے کرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ اور بیواؤں کی خدمت آپ کی زندگی کا بہترین معمول تھا۔ اپنی بزرگانہ شوکت اور عرفان وتقویٰ کے شکوہ کا بھی اظہار نہیں فرماتے۔ سادگی اور مسکنت جسم کے پیراہن کی طرح زندگی کے ساتھ رہی۔ علمائے اہلِ سنّت کا اعزاز اور اکابرین کی توقیر وتکریم میں کبھی اپنی ذاتی عظمت کو حائل نہیں ہونے دیا آپ کے قائم کردہ دائر العلوم کا سالانہ اجلاس ہمیشہ آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوتا تھا۔ لیکن ازراہ احترام علما مسندِ صدارت سے نیچے بیٹھتے تھے۔ سفر وحضر میں اپنے جملہ نیاز مندوں کا خاص خیال رکھتے۔ لغزشوں پر نہایت شفقت ونرمی کے ساتھ اشارے کنائے میں تنبیہ فرماتے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ گیارہویں شریف نہایت تزک واحتشام سے کرتے تھے۔ آپ کا دستر خوان نہایت وسیع تھا ہمیشہ مہمانوں کی آمد ورفت رہی۔ ہر وارد وصادر کے ساتھ نہایت مسرت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔“ (’جام نور‘ کلکتہ تیغی نمبر)

(آپ کی مفصل سوانح کے لیے ’انوار صوفیہ المعروف بہ تحفہ قادریہ‘ مرتبہ: علامہ جید القادری مدظلہ‘ کا مطالعہ کریں)

○○

ج

مفتی محمد جیش صدیقی برکاتی

حضرت مولانا محمد جیش برکاتی ۸ ربیع النور ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۷ء شب جمعہ موضع بھنگاواں (جو کہ آپ کا نانیہال ہے) میں پیدا ہوئے۔ نام محمد جیش رکھا گیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا محمد جمشید صاحب سے حاصل کی اور انہیں کی نگرانی میں تکمیل حفظ کے بعد اردو، ہندی وغیرہ کی تعلیم مدرسہ قادریہ برکاتیہ لہنہ (نیپال) سے حاصل کیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے صوبۂ بہار کی عظیم دینی درسگاہ دارُالعلوم علیمیہ دامودر پور، مظفر پور میں داخلہ لیا۔ جماعت ثانیہ سے خامسہ تک کی کتابیں وہاں کے مؤقر اساتذۂ کرام سے پڑھیں۔ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۳ء میں ہندوستان کی مرکزی درسگاہ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور ایک سال رہ کر تکمیل عالمیت کیا۔ بعض مخلص اساتذہ کے مشورہ پر ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۸ء میں مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا رُخ کیا۔ یہاں دو سال رہ کر ۱۰ رشعبان المعظم ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۵ء کو صرف اٹھارہ برس چھ ماہ کی عمر میں بموقعہ جلسہ دستار بندی دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ آپ جن اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں کفش برادار رہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ جلالۃ العلم، حافظ ملّت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت علامہ عبدالرؤف، نائب شیخ الحدیث اشرفیہ مبارکپور

۳۔ حضرت علامہ سید حامد اشرف کچھوچھوی، مبارکپور

۴۔ بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مبارک پوری

۵۔ حضرت مفتی محمد جہانگیر فتح پوری، منظر اسلام بریلی شریف

۶۔ حضرت مولانا محمد کاظم علی بستوی، مظفر پور

۷۔ حضرت مولانا قاری محمد ظہیر الدین اعظمی، مظفر پور
۸۔ حضرت مولانا مولانا محمد شفیق احمد گورکھپوری
۹۔ حضرت مولانا محمد جمشید علی صدیقی، لہنہ، نیپال

درس وتدریس: بعد فراغت مادرِ علمی دارُ العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور، مظفر پور ہی میں ۱۰ ر شوال المکرم ۱۳۸۶ھ کو صدر مدرس کے عہدہ پر آپ کی تقرری ہوئی۔ جہاں آپ نے درس وتدریس کے ساتھ انتظامی امور کو بھی سال بھر تک بحسن وخوبی انجام دیا۔ لیکن تعطیل کلاں کے بعد دوبارہ وہاں تشریف نہیں لے جاسکے۔ اسی درمیان مدرسہ اصلاح المسلمین جنک پور، نیپال کے اراکین کے پیہم اصرار کرنے پر وہاں صدر مدرس کے عہدہ کو قبول کیا اور ۲۳ ر شعبان ۱۳۸۷ھ سے اب تک اُسی مدرسہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آج وہ مدرسہ جامعہ کی شکل میں ملک اور بیرون ملک میں بین الاقوامی شہرت یافتہ ہو چکا ہے۔ یہ سب آپ کی بے لوث مساعی جمیلہ، بلندیِ کردار کی عکاس ہے۔ ادارے میں طالبانِ علوم نبویہ اپنی تشنگی علم بجھانے کی خاطر ہر چہار جانب سے آتے ہیں اور سیرابی کے بعد شمعِ علم کو فروزاں کر رہے ہیں۔

جن خوش نصیب کفش برداروں کو آپ سے کسب علم کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مفتی عبد الحفیظ (قاضی جے نگر، مدھوبنی بہار)
۲۔ خطیب شہیر مولانا محمد حسین ابو الحقانی (لوکہا بازار، مدھوبنی)
۳۔ نائب شیر نیپال مفتی احمد حسین (نائب شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ، جنکپور دھام
۴۔ مفتی مجیب الرحمٰن (شیخ الحدیث جامعہ حضرت بلال، بنگلور)
۵۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ ازہری (جنک پور، نیپال)
۶۔ مفتی اظہار عالم، دارُ العلوم غوثیہ (بھیمواں)
۷۔ نائب ابو الحقانی مولانا صابر القادری (لوکہا)
۸۔ مولانا مصلح الدین (قاضی جے نگر، مدھوبنی)
۹۔ مولانا عارف حسین مصباحی (لوہنا)

۱۰۔ مولانا ساجد حسین مصباحی (لوہنا)

۱۱۔ مولانا علی منظر (خطیب وامام کشمیری مسجد، کاٹھمنڈو) وغیرہم

بیعت وارادت: قدوۃ السالکین حضرت مولانا مفتی سید آلِ مصطفیٰ مارہروی سجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

خلافت واجازت: آپ کو جن عظیم المرتبت مشائخ عظام وپیران طریقت نے بیعت وارشاد کی خلافت واجازت عطا فرمائی ہے اُن بزرگوں کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

۱۔ سید العلماء حضرت سید شاہ آلِ مصطفیٰ سجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

۲۔ احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ والرضوان مارہرہ شریف

۳۔ حضرت مولانا آلِ رسول حسنین میاں نظمی، مارہرہ مقدسہ

۴۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، مدینہ شریف

۵۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری، بریلی شریف

۶۔ حضرت مولانا الحاج مفتی سید عارف میاں صاحب قبلہ، صدر مفتی بریلی شریف

۷۔ حضرت مولانا سید احمد علی رضوی، گلی اجمیر شریف، راجستھان

حج وزیارت: آپ پہلی دفعہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں حج وزیارت کی عظیم سعادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے ساتھ اس بابرکت سفر میں علمائے اہلِ سنّت آپ کے مریدین ومعتقدین کی بھی ایک علاوہ بھی جماعت تھی۔ اُن سبھوں نے آپ کو اپنا سرپرست بنایا اور معلم الحج نے آپ کو 'امیر الحجاج' کے لقب سے ملقب کیا۔ واپسی پر عقیدت مندوں نے پرزور خیر مقدم کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی مرتبہ حج ادا کیے ہیں۔

شیر نیپال کا خطاب: ضلع مدھوبنی بہار کے باسوپٹی گاؤں میں ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۳۱ رجنوری ۱۹۷۳ء میں ایک تاریخی مناظرہ ہوا، جن میں علمائے اہلِ سنّت کے شمس وقمر موجود تھے۔ مثلاً حضرت مفتی رفاقت حسین مظفر پوری (مفتی اعظم کانپور)، حضرت مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی (سابق صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور) شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم اعظمی رضوی (مقصود پور)، حضرت

مفتی محمد محبوب رضا وغیرہ۔ سبھوں نے باتفاق رائے آپ ہی کو مناظر منتخب فرمایا اور دیوبندیوں کی جانب سے مولوی عین الحق سلفی، بلکٹوا مناظر بنا۔ الحمدللہ! اس مناظرہ میں اہلِ سنّت کو فتحِ مبین حاصل ہوئی۔ اُسی کے بعد تمام علمائے اہلِ سنّت نے آپ کو 'شیرِ نیپال' کے خطاب سے نوازا اور آج یہ خطاب علَم کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

تعمیری خدمات: آپ نے ملک و بیرون ملک متعدد مدارس اسلامیہ کی بنیاد ڈالی ہے اور ان مقامات پہ خاص کر جہاں آپ نے مناظرہ کیا اور فتح حاصل ہوئی تو بطور علامتِ فتح وہاں آپ نے مدارس اسلامیہ کی بنیاد رکھی، جو کہ آج بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان بن کر دین وسنّیت کے قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ ان مدارس کے نام یہ ہے:

۱۔ الجامعۃ البرکاتیہ، نارائن گھاٹ، نیپال
۲۔ مدرسہ تنظیم المسلمین، لوکہا، مدھوبنی بہار
۳۔ مدرسہ حنفیہ لہان بازار، نیپال
۴۔ مدرسہ برکات العلوم، جے نگر مدھوبنی بہار
۵۔ مدرسہ برکاتیہ جیش ملت، بہرہ، مدھوبنی بہار

اسی طرح آپ نے ملک اور بیرون ملک میں مسجدوں کی بنا رکھی اور بے شمار مساجد کو وہابیوں دیوبندیوں کے قبضہ سے آزاد کرا کر مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار کو امام مقرر فرمایا۔

تبلیغی خدمات: آپ کی ذات نابغۂ روزگار، فقید المثال ہے۔ آپ اپنے کردار و عمل، آداب و اخلاق، تقویٰ وطہارت، رشد و ہدایت، تدریس و تعلیم احقاقِ حق، حق گوئی اور بے باکی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر و تصلب فی الدین میں نمونہ اسلاف ہیں۔ آپ تبلیغ دین و مذہب کی راہ میں بلاخوف لومۃ لائم پروانہ وار منہمک اور ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور جہاں کہیں بھی ضرورت پیش ہوتی ہے احقاقِ حق کے لیے چلے جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے آپ کو علمائے کرام و مشائخ زمانہ نے 'مناظرِ اہلِ سنّت' کے لقب سے بھی نوازا۔ آپ نے کئی ایک مناظرے بدمذہبوں سے کیے اور فتح و کامرانی نے قدم چوما۔

مناظرہ:

۱۔ باسوپٹی، ضلع مدھوبنی بہار میں اہلِ سنّت کی جانب سے مناظر مقرر ہوئے اور فتح

مبین ہوئی۔

۲۔ سمیرہ، ضلع مظفر پور بہار کے مناظرہ میں بعنوان ''اقامت میں کس وقت کھڑے ہوں'' آپ علمائے اہلِ سنّت کی جانب سے مناظر بنائے گئے، جب کہ وہابیوں نے مولوی مطیع الرحمٰن کو منتخب کیا۔ اس مناظرہ میں بھی اہل حق کی جیت ہوئی، تو وہابیوں نے ہی اپنے مناظر کی جوتے اور چپل سے تواضع کیا۔

۳۔ شہر جنک پور، دھنوشہ نیپال جہاں آپ ہمیشہ دعوت وارشاد فرمایا کرتے تھے وہابیوں نے آپ سے چیلنج مناظرہ کیا اور تاریخ مناظرہ مقرر کیا گیا۔ اس مناظرہ میں وہابی کی طرف سے مولوی شمس الحق سلفی منتخب ہوا۔ جب کہ اہلِ سنّت کی نمائندگی آپ نے فرمائی اور کامیابی کا سہرہ آپ کے سر بندھا۔ اُسی کے بعد شہر جنکپور میں لاتعداد وہابی بریلوی سنی ہو گئے۔

ملکی وغیر ملکی اسفار: تبلیغ اسلام کی خاطر ملک نیپال کے قصبات ودیہات کے علاوہ آپ نے غیر ملکوں کا بھی دورہ فرمایا، جن میں ہندوستان، پاکستان، بحرین، عمان، حجاز مقدس اور مصر وغیرہ شامل ہیں۔

تصنیفی خدمات: تصنیف وتالیف سے بھی آپ کا رشتہ ہمیشہ استوار رہا ہے۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی قلمی یادگار ہیں:

۱۔ فتاویٰ برکات: جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اور ۸۷۳/ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن دو جلدوں پر اکابر اہلِ سنّت کے تقریظات جلیلہ موجود ہیں۔

۲۔ ۲۰/ رکعت تراویح کا ثبوت: یہ کتاب مولانا محمد حسین ابوالحقانی کی فرمائش پر تصنیف کی گئی۔

۳۔ مختصر سوانح عربی: جسے جامعہ ازہر مصر نے شائع کیا ہے۔

۴۔ مختصر سوانح اردو

۵۔ تحفہ برکات: جسے اخلاق احمد بنارسی نے شائع کیا ہے۔

خلفا: آپ کو چونکہ اپنے پیر خانہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے بایں وجہ آپ نے اپنے سلسلہ برکاتیہ کے فیوض وبرکات کی ترسیل کے لیے ۳۱/ مارچ ۲۰۱۲ء تک جن

شخصیات کو اجازت وخلافت سے نوازا ہے اُن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مفتی عبدالحفیظ برکاتی
۲۔ حضرت مفتی محمد مسلم، جمشید پور
۳۔ حضرت مولوی صوفی محمد شفیق احمد برکاتی، سمیرہ مظفر پور
۴۔ حضرت مولانا رحمت اللہ، بہیڑا، مہوتری نیپال
۵۔ حضرت مولانا محمد حسین صدیقی ابوالحقانی
۶۔ حضرت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن، بنگلور
۷۔ شہزادۂ شیرِ بہار حضرت مولانا ارشد علی رضوی

خانقاہ: آپ نے اپنے آبائی قصبہ لوہنا میں خانقاہ برکاتیہ حیشیہ کی تعمیر کرائی ہے۔ جہاں آپ کے مریدین ومتوسلین عقیدت مند لوگ ہر سال حاضری دیتے ہیں اور ہر سال جلسہ سیرت النبی کا ۲۰/۲۱/اپریل کو انعقاد بڑے تزک واحتشام کے ساتھ کیا جاتا ہے اور لنگر وغیرہ بھی تقسیم ہوتا ہے۔

(ماخوذ: حیات شیر نیپال، از مفتی محمد عمران رضا خان برکاتی اشاعت ۲۰۱۲ء ۱۴۳۱ھ)

○○

ح

مولانا حنیف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

مولانا حنیف القادری کی ولادت اپنے آبائی وطن بیلا اکڈارا ضلع مہوتری نیپال میں ۱۹۲۵ء میں ہوئی آپ کا خاندان دیہاتی ماحول کے اعتبار سے خوشحال تھا۔ آپ کے والدین صوم وصلوٰۃ کے پابند اور مذہبی امور میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔

مولانا نے اپنے والد گرامی محمد عبداللہ مرحوم سے دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت سے فارغ ہوکر مرکزی درسگاہ رضاء العلوم کنہواں پہنچے اور یہاں متوسطات تک کی تعلیم بحسن وخوبی حاصل کی اور فاضل بہار حضرت مفتی عظیم الدین علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے فیض الغرباء آرہ میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں مدرسہ فیض الغرباء کے سالانہ اجلاس میں محدث اعظم ہند اور ملک العلماء جیسی اکابر شخصیات کے مقدس ہاتھوں سے دستار وسند فراغت سے نوازے گئے۔

حضرت حنیف ملّت کو شرف بیعت تو حضرت علامہ خلیل الرحمٰن قادری نندن پوری علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئی البتہ خلافت وسند اجازت تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری میاں اور حضرت قمر میاں سے ملی۔ ۱۹۸۴ء میں ایک جلسہ عام میں دستار خلافت باندھ کر حضرت تاج الشریعہ نے آپ کو خلافت عطا کی۔

آپ کا عقد مسنون براہی، ضلع سیتامڑھی کے جناب محمد حسین کی دختر نیک اختر زینب خاتون سے ہوا جن سے چار صاحبزادے اور چار ہی صاحبزادیاں ہوئیں۔ آپکے صاحبزادگان میں حضرت علامہ مفتی نجم الدین مصباحی ایک اہم ترین شخصیت کے مالک اور باصلاحیت عالم دین ہیں آپ کے جانشین ہونے کے ساتھ خلیفہ تاج الشریعہ بھی ہیں۔ اور اس وقت کانپور کے مدرسہ تعلیم القرآن میں مفتی کے عظیم عہدے پر فائز ہیں۔

علم و فضل، زہد و تقویٰ کا یہ روشن ستارہ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۱؍فروری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ مبارکہ بوقت ۶؍بجے مالک حقیقی سے جاملا۔ جنازہ میں تقریباً پانچ ہزار سے زیادہ لوگ شریک تھے۔ حضرت علامہ قمر رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ مظہر العلوم کٹیا کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔ ہر سال آپ کے تیجے کی تاریخ ۱۶؍شعبان کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ آپ کا عرس پاک منعقد ہوتا ہے۔

حضرت حنیف ملّت علیہ الرحمہ کی دینی، مذہبی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نیپال کے ساتھ ضلع سیتامڑھی کے دیار و امصار تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ اپنی زندگی کی آخری سانس تک مذہب و ملّت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی بے لوث اور پر خلوص خدمات انجام دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج علاقہ کی سنّیت کی جو عظیم بہاریں ہیں وہ آپ ہی کی ہمہ گیر خدمات کا ثمرہ ہیں۔

حضرت حنیفِ ملّت علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی یادگار مدرسہ مظہر العلوم سسوا کٹیا ہے جو ہند و نیپال کے سرحد پر اہلِ سنّت کی مرکزی درسگاہ ہے۔ اس ادارہ کا سنگ بنیاد آپ کے استاذ حضرت مفتی عظیم الدین فاضل بہار علیہ الرحمہ کے دست اقدس سے ۱۹۵۱ء مطابق ۱۳۷۲ھ میں رکھا گیا اور تاحین حیات آپ اسی ادارہ میں بحیثیت صدر المدرسین کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے۔

○○

ر

مولانا شاہ رفاقت حسین مظفر پوری علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کی ولادت طیبہ ہندی مہینہ کارتک ۱۳۱۷ فصلی میں اسلام آباد بھوانی پور، ضلع مظفر پور میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام مولوی عبدالرزاق ہے۔ شجرۂ نسب حضرت مخدوم سید شاہ جلال الدین چشتی قدس سرہ مدفون چک جلال حاجی پور جڑھوا سے وابستہ ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ عزیزیہ بہار شریف، مدرسہ حنفیہ جونپور پھر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس پہنچے اور ۱۳۵۰ھ میں درسیات کی تکمیل فرمائی۔ اساتذہ میں حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن بہار۔ مفتی عبدالمتین۔ حضرت مولانا عبدالغنی۔ حکیم سید عبدالحیٔ افغانی۔ مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی اور صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (وصال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) قدس اللہ اسرارہم قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے ۱۳۷۰ھ میں حضرت الحاج سید شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر آپ کے استاذ معظم حضرت صدرالشریعہ نے بھی تمام سلاسل کی اجازت عامہ عنایت فرمائی۔ ڈھائی لاکھ سے زیادہ افراد آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

بریلی شریف میں دارالافتاء کے صدر مفتی مقرر ہوئے۔ پھر دارالعلوم محمدیہ، جائس، ضلع رائے بریلی میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے تقریباً اٹھارہ سال قیام رہا۔ یہاں مدرسہ تاج المدارس قائم فرمایا۔ پھر جامع مسجد سلطانپور میں تقریباً آٹھ سال رہے۔ پھر ۱۹۵۰ء میں مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں تشریف آوری ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے ایک عظیم جلسہ میں مفتیِ اعظم کانپور کا منصب رفیع سپرد ہوا۔ قیام کانپور کے دوران دو سال کے لیے دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد اور ایک سال کے لیے مدرسہ مسکینیہ، دھوراجی،

ضلع راجکوٹ تشریف لے گئے۔اس کے بعد مستقلاً مدرسہ احسن المدارس قدیم کے سرپرست رہے۔آپ کے قیام کی برکتوں سے کانپور مرکز اہلِ سنّت بن گیا۔

آپ نے دوبار زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔پہلے سفر حج ۱۳۷۴ھ میں علیحدہ نماز باجماعت کے متعلق نجدی علما سے مناظرہ ہوا۔آپ کامیاب اور وہ سب خائب وخاسر ہوئے۔بعدہٗ دربار نبوی میں حاضری دی۔حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی قدس سرہ (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) نے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔پھر ۱۳۷۸ھ میں بغداد مقدس، کربلائے معلیٰ وغیرہ مقامات مقدسہ کی حاضریاں دیتے ہوئے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت امینِ شریعت اوّل علیہ الرحمہ کی دینی، تبلیغی وجماعتی سرگرمیوں سے پورا ملک سرفراز تھا۔مئی ۱۹۶۸ء کی آل بہار صوبائی سنی کانفرنس سیوان میں پانچ سو اکابر علما ومشائخ نے آپ کو'امینِ شریعت' کا خطاب دیا اور ادارہ شرعیہ بہار کے محکمہ شرعیہ ودارالقضاء کے صدرِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔جماعت رضائے مصطفیٰ کے نائب صدر، کل ہند تبلیغ سیرت کے ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے سرپرست، کل ہند سنی تبلیغی جماعت کے سربراہ اعلیٰ اور سرپرست رہے۔

مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور، مدرسہ تاج المدارس، جائس، ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار، جامعہ غوثیہ سمستی پور اور مدرسہ غوث اعظم، احمد آباد، آپ کی عظیم یادگاریں ہیں۔جب کہ تصانیف میں (۱) تفسیر سورۂ بقرہ (۲) قادیانی کذاب (۳) طریقہ حنفیہ (۴) الیاسی جماعت (۵) مجموعہ فتاویٰ، دوضخیم مجلّات اور (۶) عورت کی نماز قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا محمود احمد رفاقتی، مصنف تذکرۂ علمائے اہلِ سنّت اور مولانا مسعود احمد صاحب اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

مورخہ ۳؍ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ ۱۹؍جنوری ۱۹۸۳ء بروز بدھ وصال ہوا۔مذکورۃ الصدر صاحبزادے نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور خانقاہ اشرفیہ رفاقتیہ، بھوانی پور، مظفر پور میں مدفون ہوئے۔

(تفصیلی حالات کے لیے 'سوانح رفاقتی' مصنفہ مولانا محمود احمد رفاقتی کا مطالعہ کریں)

مولانا ریحان رضا انجم مصباحی

نام: محمد ریحان رضا رحمانی عرف انجم مصباحی۔ ولدیت ونسب: محمود عالم ابن عبدالشکور ابن شارت علی، سکونت: پوکھرٹولہ، علی نگر بسفی، ضلع مدھوبنی۔ تاریخ پیدائش: ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۹۷ھ/ ۴ر مارچ ۱۹۷۷ء بروز جمعہ مبارکہ۔

ابتدائی تعلیم دار العلوم رحمانیہ حامدیہ، پوکھریرا میں ہوئی، جہاں اپنے نانا جان حضرت مولانا حمید الرحمٰن مدظلہ سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا۔ پھر مدرسہ قادریہ سلیمیہ، چھپرہ میں اپنے عم محترم حضرت مولانا فاروق احمد مصباحی کے زیر سایہ ابتدائی کتب، نحو وصرف وادب کا درس لیا۔ بعدہٗ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۸ء وہاں مشغول تعلیم وتعلّم رہے۔ اور ساتذۂ امجدیہ سے متوسطات کی ٹھوس تعلیم پائی۔ پھر دیارِ حافظ ملّت علیہ الرحمہ میں حاضر ہوئے اور ۱۹۹۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں داخلہ لے کر منتہی کتابوں کی تعلیم حاصل کی اور علوم وفنونِ مروجہ متداولہ سے فراغت پاکر اگست ۲۰۰۱ء مطابق یکم جمادی الاخر ۱۴۲۲ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ واضح رہے کہ اس پورے دورِ طالب علمی میں آپ کے عم محترم مولانا فاروق احمد مصباحی آپ کی تعلیمی سرپرستی فرماتے رہے۔

تعلیم کے دوران ۱۶ر اپریل ۲۰۰۶ء میں مشہور عالم دین حضرت مفتی وجہ القمر رضوانی، نانپور، ضلع سیتامڑھی کی صاحبزادی سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔

فراغت کے بعد جامعہ فاروقیہ، میرا روڈ ممبئی سے تدریس کا آغاز کیا۔ پھر وہاں سے جامعہ رضویہ برکات العلوم، گوونڈی چلے گئے اور کچھ دنوں تدریسی کام کرنے کے بعد جامعۃ الصغریٰ للبنات، باندرہ ممبئی سے منسلک ہوئے۔ لیکن یہاں بھی قیام زیادہ طویل نہیں رہا اور یہاں سے اپنے قائم کردہ ادارہ دار العلوم قادریہ رحمانیہ، پوکھرٹولہ، بسفی، ضلع مدھوبنی میں آگئے۔ جہاں تادم تحریر تدریس، تنظیم، تصنیف ہر شعبہ جات کا اہتمام آپ ہی کے دوشِ گراں بار پر ہے۔

آپ دار العلوم قادریہ رحمانیہ کے ساتھ سرکار مجبیؔ اکیڈمی، بسفی کے بھی بانی وسربراہ ہیں، جس کے ماتحت سرکار مجبی علیہ الرحمہ کی تصنیفات وجواہر پارے جدید ترتیب وتحشیہ کے

ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔

تصنیفات: ۲۰۱۳ء تک آپ کی تحریری خدمات حسب ذیل ہیں:

۱۔ سرکار محبیؒ کا گوشۂ حیات

۲۔ محبوب الاولیاء کا نقشِ حیات

۳۔ مسلمانوں کی اخلاقی پستی اور اس کا سدِّباب

۴۔ امام احمد رضا اور سرکار محبیؒ

ترتیبات:

۱۔ خطباتِ مفکرِ اسلام

۲۔ حکمتِ نماز

۳۔ بانی رضا اکیڈمی اور جہانِ علم و دانش

۴۔ گوشہ شیر بہار (مشمولہ سالانہ مجلہ ضیائے محبیؒ)

تصنیفاتِ محبیؒ کی ترتیب جدید:

۱۔ اثباتِ تقلید شرعی

۲۔ عظمت امام اعظم

۳۔ مجموعۂ کلام محبیؒ

۴۔ غیر محرم کا شرعی حکم

مولانا ریحان رضا انجم مصباحی ایک فعال و متحرک العمل شخصیت کے حامل ہیں۔ ابھی چھوٹی سی عمر میں ہی انہوں نے اپنے کارہائے نمایاں کے ذریعہ اکابر علما سے خراج محبت وصولنا شروع کر دیا ہے۔ ذیل میں پیش ہیں کچھ علماء و مشائخ کے خیالات و تاثرات، جن سے مولانا موصوف کی حیات و خدمات، فعالیت اور صالح رجحانات کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

(۱) شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی قدس سرہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا ریحان رضا انجم خانوادۂ محبیؒ کے وہ شگفتہ ریحان ہیں، جن کی علمی، فکری خوشبوئیں اُن کی کتابوں میں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ حضرت محبیؒ اور خانوادۂ محبیؒ پر اب تک جس قدر قلمی کام ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں سب

اُنہیں کی خوشگوار کوششوں کا نتیجہ ہے۔ (نقشِ حیات، ص ۲۲)

(۲) کتاب 'نقشِ حیات' پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے مفتی اعظم ہالینڈ علامہ مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

''مقام مسرت ہے کہ کتب سیر وسوانح کے مصنّفین ومرتبین کی پیروی کرتے ہوئے جواں سال وجواں فکر عالمِ دین مولانا ریحان رضا صاحب انجم مصباحی زید مجدہٗ نے اپنی والدہ مرحومہ مغفورہ کے آباواجداد کی دینی ومسلکی خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے اپنے قلم سوانح رقم کو مہمیز کیا اور اس طرح انہوں نے مادری آباد واجداد کے روحانی عطا و بخشش کا اعتراف کرتے ہوئے اسوۂ حسینی کو سلام کیا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو۔'' (ص ۹/ ایضاً)

(۳) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ اپنی دُعاؤں سے اس طرح نوازتے ہیں:

''لائق ستائش ہیں عزیز گرامی ریحان رضا سلّمہٗ، جو سرکارِ محبیؒ کے علمی جواہر پارے کو منصۂ شہود پر لانے کا عزم محکم کیے ہوئے ہیں، رب قدیر انہیں اور جذبۂ صادق عطا فرمائے۔ آمین۔'' (اثبات تقلید شرعی، ص ۱۴)

(۴) حضرت مولانا عبدالشکور عزیزی مصباحی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

''مولانا ریحان رضا مصباحی لائق تعریف ہیں کہ وہ اپنے بزرگ نانا سرکار محبیؒ کے مفید تصانیف کو جدید ترتیب وتحشیہ سے شائع کر رہے ہیں۔''

(عظمتِ امام اعظم، ص ۱۵)

(۵) پیرِ طریقت حضرت مولانا حمید الرحمٰن قادری نبیرۂ سرکار محبیؒ تحریر کرتے ہیں:

''عزیز گرامی (مولانا ریحان رضا انجم) کی طبیعت میں شروع ہی سے جستجو اور بزرگانِ دین کی عقیدت ہے۔ اِسی کا نتیجہ ہے کہ موصوف کو سرکارِ محبیؒ علیہ الرحمہ کی مبارک حیات وخدمات پر تحقیق کا خیال ہوا۔ اور اللہ کا نام لے کر انہوں نے اس کام کا آغاز کیا۔ محنت شاقہ، سعی پیہم کے ذریعہ جلد

اُنہیں کامیابی ملی۔'' (گوشۂ حیات، ص ۵)

''عزیزی انجم رحمانی کوسرکار محبیؒ کی تصنیفات وتعلیمات کو عام کرنے کا جذبہ دیوانگی کی حد تک ہے۔ اورانہوں نے برسوں کے جمود تعطل کوتوڑنے میں مجاہدانہ کرداراداکیا ہے۔'' (عظمتِ امام اعظم، ص ۹-۱)

(۶) مولانا ظفر الحسین حامدی پوکھریروی فرماتے ہیں:

''مولیٰ تعالیٰ عزیزی ریحان رضا انجم کی اِس نیک کوشش کوقبول فرمائے، جواپنے بزرگ نانا سرکار محبیؒ علیہ الرحمہ اور حضرت ولی علیہ الرحمہ ومولانا حمید الرحمٰن مدظلہ النورانی کی زندگی کے درخشندہ وتابندہ نقوش کو یکجا کر کے تاریخ کی پیشانی کا جھومر بنارہے ہیں۔'' (نقشِ حیات، ص ۲۶)

(۷) مولانا قمر الزماں مصباحی لکچرار محسن ملّت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور رقم طراز ہیں:

''مولانا ریحان رضا انجم مصباحی ہماری جماعت کے اخلاص پیشہ عالم دین ہیں۔ درس وتدریس کے ساتھ لوح وقلم سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ اور کچھ کرگزرنے کی تڑپ ہمہ دم اُنہیں تڑپائے رکھتی ہے۔ (ایضا، ص ۳۹)

○○

س

مولانا سعید حسن خاں مصباحی بستوی

حضرت مولانا سعید حسن بن خاطر علی مرحوم بن حاجی عبد الغنی مرحوم موضع بسڈیلہ پوسٹ چائی کلاں، ضلع بستی میں ۱۲؍فروری ۱۹۴۸ء کو ایک دینی وعلمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

رسم بسم اللہ خوانی مکتب تدریس الاسلام میں ماسٹر منشی دار صاحب نے کرائی۔ بعد کی تعلیم شرح جامی تک مولانا عبد الحفیظ اعظمی، مولانا معین الدین خاں بستوی، مولانا اعجاز احمد خاں اعظمی، مولانا ظہیر حسن اعظمی اور ابو للیث اعظمی سے حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں دار العلوم صمدیہ بھیونڈی چلے گئے۔ جہاں زیادہ دن نہ رہ سکے۔ درجہ شرح جامی کے مابقیہ اسباق کے علاوہ نور الانوار بھی یہیں حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی اور قاری محب الدین گیاوی سے پڑھی۔ ۱۹۶۴ء میں ہندوستان کی عظیم درسگاہ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور پہنچے۔ پھر کچھ دنوں کے لیے مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ چلے آئے۔ اور یہاں کے اساتذہ مولانا اعجاز احمد مبارکپوری اور مولانا عبد العزیز مبارکپوری سے ہدیہ سعیدیہ، ہدایہ اولین، مشکوٰۃ شریف کا درس لیا اور یہیں سے سررشتہ تعلیم اتر پردیش سے ۱۹۶۵ء میں مولوی کا امتحان بھی پاس کیا۔

۱۹۶۵ء میں دار العلوم اشرفیہ جا کر دو سال تک مصروف تعلیم رہے۔ اور حافظ ملّت علیہ الرحمہ، مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی، حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی مبارکپوری، حضرت مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی سے درسِ نظامی کی بقیہ کتابوں کا درس لیا۔ اور حضرت حافظ وقاری عبد الحکیم عزیزی سے قرأت سیکھی۔ ۱۹۶۷ء میں سند فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۵ء تک آپ نے یوپی کے اضلاع رائے بریلی، گورکھپور اور بستی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اور پھر ۱۲؍اپریل ۱۹۷۵ء میں مدرسہ

رضاء العلوم، قصبہ، کنہواں، ضلع سیتامڑھی میں صدر المدرسین ہوکر آئے۔ اور تقریباً ۳۸ر برس تک اُسی ادارہ میں رہ کر اشاعت علم دین میں مصروف رہے۔ آج یہ ادارہ ترقی کی جس راہ پر گامزن ہے، اس میں آپ ہی کی کوششوں کا دخل ہے۔ فی الحال دار العلوم رضائے مصطفیٰ، مچھکونی، ضلع سیتامڑھی میں تشریف رکھتے ہیں۔

مولانا سعید حسن خاں کو علوم متداولہ میں تفسیر وحدیث سے گہرا ربط ہے۔ ادب سے آپ کا ذوق اچھا ہے۔ تدریسی صلاحیت کے علاوہ فن خطابت سے بھی خوب آشنا ہیں۔ یوپی بہار کے اکثر اضلاع میں بحیثیت خطیب دورے کرتے رہتے ہیں۔ سیتامڑھی کے شمال میں عمومی طور پر جلسے و کانفرنس آپ کی ہی صدارت میں ہوتے ہیں۔ ۱۳۸۰ھ میں جب آپ شرح مأۃ عامل کے طالب علم تھے۔ حضور شیر بیشۂ سنّت حضرت مولانا حشمت علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

OO

ص

مولانا محمد صفی اللہ قادری

محمد صفی اللہ قادری ابن جناب محمد عین الحق انصاری (مرحوم)، گلاب پور سسوا کٹیا ضلع مہوتری نیپال۔

ناظرہ، اردو، فارسی، اور ابتدائی عربی کی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور سسوا کٹیا میں ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی علمی پیاس ہندوستان کی مندرجہ ذیل درسگاہوں سے بجھایا۔ مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ گوپال گنج ضلع الہ آباد یوپی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی، دارُ العلوم اہلِ سنّت خیریہ فیض عام مداپور گھوسی ضلع مئو یوپی، بحر العلوم عملہ ٹولہ کٹیا بہار، دارُ العلوم غریب نواز الہ آباد، سے ۱۹۹۰ء میں تکمیل دورۂ حدیث کے بعد پاسبان ملّت حضرت مہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر ہندوستان کے جلیل القدر علما فضلا نے آپ کے سر پر فضیلت کی دستار باندھ کر سند فضیلت عطا کیں۔

اساتذہ:

(۱) حنیف ملّت علیہ الرحمہ
(۲) مفتی مصلح الدین قادری گلاب پوری
(۳) مولانا رضوان احمد شریفی اعظمی
(۴) مولانا اکرام الحق نقشبندی
(۵) حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ نقشبندی گھوسی
(۶) مولانا بلال احمد پورنوی
(۷) حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی پلاموی
(۸) مفتی شفیق احمد شریفی، الہ آباد

آپ نے درس نظامیہ کے علاوہ عربی فارسی بورڈ اتر پردیش سے منشی کامل، مولوی، عالم، فاضل دینیات، فاضل طب۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم، اردو یونیورسیٹی بھوپال سے مولوی سال اول، مولوی سال دوم، عالم سال اول، عالم سال دوم، کے امتحانات دے کر سندیں حاصل کیں۔

جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری سے شرف بیعت حاصل ہے۔ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء میں مفتی مصلح الدین قادری صاحب گلاب پوری نے سلسلہ قادریہ رضویہ برہانیہ کی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

تصنیف وتالیف: اصول نظامت، بہار نظامت، سوانح حنیف ملت، سوانح مصلح ملت، آئینہ نیپال۔

شعروشاعری: دور طالب علمی سے میں آپ کو شعروشاعری سے رغبت تھی۔ آپ نے صرف اسلامی ومذہبی شاعری ہی کو اپنے لیے مخصوص کیا۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

حبیبِ خدا آئے بزم جہاں میں
ضیا حق کی پھیلی زمین و زماں میں
میں پڑھنے لگا جب صفی نعت سرور
صدا گونجی تحسین کی آسماں میں

تحصیل علم کے ساتھ ہی اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مندرجہ ذیل اداروں میں علوم درسیہ کی تعلیم دی۔

دارُ العلوم غوثیہ ریوا۔ ایم، پی۔ مدرسہ حضرت غوث اعظم دہلی۔ دارُ العلوم باز اشہب برئی کنڈہ ضلع پرتاپ گڑھ یو، پی۔ ان دنوں مدرسہ حبیب اسلامیہ لعل گوپال گنج میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث ہیں۔

OO

ظ

مولانا قاری ظہیر القادری

مولانا قاری ظہیر القادری بن عبد الرؤف مرحوم مقام و پوسٹ بسپٹی وارڈ ضلع مہوتری نیپال کی پیدائش ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔

اپنے گاؤں کے مکتب میں ۷؍ پارے قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں داخلہ لیا، جہاں حضرت مولانا منظور احمد بسوریاوی، مولانا حامد حسین کنہواں، مفتی محبوب رضا روشن القادری وغیرہم اساتذہ سے ہدایت النحو، علم الصیغہ تک کی تعلیم پانے کے بعد دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور آگئے اور وہاں مولانا اسحاق، مولانا کاظم علی بستوی، اور مفتی عبد القادر غوث منزل مظفر پور سے متوسطات تک کی درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر انجمن اسلامیہ گورکھپور، مدرسہ حنفیہ جونپور ہوتے ہوئے آپ کا کاروانِ علم وشوق ۱۹۷۲ء میں منظر حق ٹانڈہ میں ٹھہر گیا، جہاں حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور مدتوں ان کی صحبت میں رہ کر جملہ علوم وفنون کی تحصیل کی نیز وہاں کے دیگر اساتذہ مولانا تجمل ہدیٰ گیاوی مولانا محمد ایوب رضوی وغیرہما سے اکتساب فیض کے بعد ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔

اسی دوران اپنے استاذ ومربی حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر بہت سے اوراد ووظائف کی اجازت بھی حاصل کی۔

تحصیلِ علوم وتکمیل فراغت کے بعد درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا تقریباً نو سال تک مدرسہ فیض الغرباء محلہ میر گنج آرہ بہار میں درس وتدریس ونظامت کے فرائض انجام دینے کے بعد ارکان کمیٹی کی بے توجہی اور آپسی چپقلش سے بددل ہو کر ۱۹۸۴ء میں مستعفی ہو گئے، اور اسی سال ۱۰؍ جولائی کو قصبہ پریہار میں رضا بکڈپو کے نام سے ایک کتب خانہ کھولا، اور کاروبار

سے لگ گئے تاہم اس دوارن مدرسہ مظہر العلوم سسو اکٹیا میں ۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۷ء ۱۴ سال تک بلا معاوضہ رضا کارانہ درس وتدریس کا کام انجام دیا۔

قاری صاحب موصوف نے رضا بکڈپو پر یہار میں قیام پذیر رہ کر فروغ سنّیت کے لیے کئی کارنامے انجام دیے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے ۱۹۸۶ء میں ''انجمن فروغ اہلِ سنّت'' قائم کیا جس کے بینر تلے کئی ایک فلاحی و اصلاحی کام ہوئے۔ قصبہ پریہار جو علاقہ کا بڑا بازار اور تھانہ ہونے کی وجہ سے مرکزی مقام ہے، اور بظاہر بدمذہبوں کے زیر نگیں ہے، قلب شہر میں ان کی ایک مسجد اور مدرسہ بھی ہے اس لیے ایک سنی ادارہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے جنوبی پریہار کے مسلم محلہ میں یتیم خانہ ومدرسہ کی تعمیر آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔ جس سے بحیثیت مدرس وناظم اعلیٰ گذشتہ ۱۲ سالوں سے آپ کی وابستگی ہے نیز ایک سال سے زائد عرصہ تک آپ الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم کنہواں سے بھی بحیثیت ناظم تعلیمات وابستہ رہے۔

قاری ظہیر القادری ایک خاموش طبع، متحرک العمل، اور ملّت کا درد رکھنے والے داعی اسلام ومبلغ مسلک اعلیٰ حضرت ہیں۔ ابھی حال ہی میں قاری صاحب کی معیت میں ''سنی علماء کونسل'' کے زیر اہتمام اور حافظ محمد ابرار عالم جگدروی کی محنت و کاوش سے ۱۲ر مئی ۲۰۱۳ کو پریہار کے جانب شمال محلہ ''فضل حق'' (قدیم نام پاسی ٹولہ) میں ڈیڑھ کٹھہ زمین حاصل کرکے ایک مدرسہ بنام ''دارُ العلوم محبوب سبحانی'' قائم کرنے کی تجویز پاس ہوئی ہے اور ساتھ ہی ایک جامع مسجد بنام ''سنی ازہری مسجد'' کی تعمیر ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ یہ زمین جناب سیٹھ منظور احمد ساکن رین پور ٹولہ (جگدر) نے وقف کی ہے اور فی الوقت انھیں کے مکان میں آفس کھول کر تعلیم کا کام شروع کردیا گیا ہے۔

○○

ع

مفتی عبدالواجد نیّرؔ قادری

پیدائش: حضرت امین شریعت کی پیدائش ۱۹؍فروری ۱۹۳۴ء میں ان کے نانی ہالی گاؤں دوگھرا جالے ضلع دربھنگہ بہار میں ہوئی۔ اور یہی ان کی اصل تاریخ پیدائش ہے مگر جب مڈل اسکول کمتول ضلع دربھنگہ کے پانچویں درجہ میں داخلہ ہوا تو ہیڈ ماسٹر نے اسکول کے رجسٹر میں بجائے ۱۹۳۴ء کے ۱۹؍فروری ۱۹۳۷ء درج کردیا پھر وہی تاریخ دربھنگہ میونسپل کارپوریشن میں درج ہوگئی اس کے بعد جتنی بھی سندیں بنیں یا دیگر کاغذات بنے سبھی میں مؤخر الذکر تاریخ درج ہوتی رہی۔

وطن: علیم آباد اھیاری نزد کمتول، ضلع دربھنگہ، بہار

مقیم حال: قادری منزل، قلعہ گھاٹ کالونی، دربھنگہ، بہار

ابتدائی تعلیم: حضرت امین شریعت کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت کے والد ماجد کے علاوہ مولوی محمد ادریس دوگھروی، مولوی عزیز الرحمٰن نمرولی، ماسٹر عبدالمجید چھوٹا ہیں۔ جن سے قاعدہ بغدادی سے ختم قرآن تک اور اردو کے قاعدہ سے اردو کی چوتھی تک پھر فارسی کی پہلی، آمد نامہ، قصد الصیغہ اور ابتدائی تاریخ وجغرافیہ اور حساب وغیرہ مذکورہ اساتذہ سے پڑھا۔ پرائمری مکتب چھوٹا کے بعد آٹھ سال کی عمر میں مڈل اسکول کمتول میں داخلہ لیا جہاں پانچویں درجہ تک پڑھنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کرنے کے غرض سے دوسرے صوبوں کا سفر شروع فرمایا۔

تعلیمی اسفار: حضرت امین شریعت نے سب سے پہلا سفر اپنے عزیز ساتھی حافظ محمد عباس نجمی مرحوم کے ہمراہ الٰہ آباد ہوتے ہوئے فتح پور تک کا کیا۔ وہاں مدرسہ

اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ جس کے تمام مدرسین سوائے درجۂ حفظ کے دیو بندی تھے۔ حافظ عباس صاحب چونکہ شعبۂ حفظ میں تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت کا نام بھی درجۂ حفظ میں لکھوا دیا۔ وہاں ایک سال چند مہینے میں نو سپارے یاد کیے اور وہاں کے ناگزیر حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت نے مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے الٰہ آباد روانہ ہونے کا عزم کیا اور وہاں مدرسہ سبحانیہ میں درجۂ حفظ میں داخلہ لیا۔ جس کے مدرس حافظ محمد شفیع صاحب تھے۔ درجۂ قرأت کے مدرس نامور قاری حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب تھے جن کے درجہ میں مشاقی کے لیے جاتے رہے۔ حافظ محمد شفیع صاحب کی پیرانہ سالی کی وجہ سے درجۂ حفظ کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ حضرت مجاہدِ ملّت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ نے بھی مدرسہ کو خیر باد کہہ دیا اور مسجد اعظم دریاباد کو آباد کیا۔ جہاں جامعہ حبیبیہ کے نام سے درسگاہ کی بھی ابتداء ہو گئی۔ بہت سارے طلبہ مدرسہ سبحانیہ سے جامعہ حبیبیہ میں منتقل ہو گئے۔ مگر آپ نے مدرسہ سبحانیہ میں درجۂ حفظ کو چھوڑ کر درجۂ نظامیہ میں داخلہ لے لیا جہاں حضرت علامہ حکیم نظام الدین حبیبی، مولانا نعیم الدین بہاری، مولانا عبد الرب حبیبی اور علامہ مشتاق احمد نظامی وغیرہم تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے میزان منشعب سے لے کر کافیہ، علم الصیغہ اور قدوری تک انہی اساتذہ کے زیرِ شفقت رہ کر پڑھا۔ پھر آپ مدرسہ فاروقیہ بنارس آ گئے۔ جہاں مولانا عبد الرشید چھپراوی اور مولانا باقر علی گیاوی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ اچھی تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ منشی، کامل کے امتحانات الٰہ باد بورڈ سے دیا پھر مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا جو دیو بندی مکتبہ فکر کا مدرسہ تھا۔ وہاں حضرت کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہوتی رہی تا آنکہ دستار بندی کا موقع آ گیا۔ دستار بندی کے موقع پر مدرسہ کی جانب سے دیو بندیوں کے کھدر پوش حسین احمد مدنی، قاری طیب، مولوی ابو الفا، مولوی محمد قاسم شاہ جہاں پوری، مولوی نجم الدین اصلاحی کو بھی مدعو کیا گیا اور پہلے ہی دن کے جلسہ میں اس کھدر پوش کی تعریف میں مولوی نجم الدین اصلاحی سرائے میر نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ جس کے سبب حضرت اور ان کے ایک ساتھی (جن کی بھی فراغت حضرت کے ساتھ ہی ہونی تھی) کو قلبی اذیت پہنچی ان دونوں نے رات ہی میں ایک اشتہار بعنوان

'علمائے دیوبند کی نیرنگیاں' ترتیب دیا اور اس میں مطالبہ کیا کہ جن کی زبانیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں میں ہروقت ملوّث رہتی ہیں وہ آج کل کے مولویوں کی تعریف کرتے کرتے تھکتی نہیں، آخر یہ کیا معاملہ ہے؟

اسی طرح کے چند سوالوں کو لکھ کر اشتہار کی شکل میں پورے شہر بنارس کی گلیوں میں چسپاں کر دیا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آخری دن کا جلسہ جو صبح تک ہونا تھا وہ گیارہ بارہ بجے تک ختم ہو گیا۔ عوام ان کے عقیدوں سے آگاہ ہونے پر متنفر ہو گئی اور اس سے جلسہ پر بہت برا اثر پڑا۔ حضرت کو اس کاروائی کا نتیجہ معلوم تھا۔ دونوں حضرات کو مدرسہ کے صدر مولوی عبدالمجید کے گھر کی آفس میں طلب کیا گیا۔ حسین احمد مدنی و دیگر اکابر علمائے دیوبند وہاں بیٹھے ہوئے تھے حضرت اور ان کے ساتھی کو غصہ سے گھور رہے تھے گویا کھا جائیں گے۔ حسین احمد مدنی نے حضرت سے پوچھا کہ تمہیں دستار چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کل تک تو چاہیے تھا لیکن آج نہیں۔ پوچھا گیا کیوں؟ حضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا ہے یا تو اسے غلط ثابت کیا جائے یا اس کا جواب دیا جائے۔ عدم جواب کی صورت میں مجھے پانچ گز کے کپڑے سے محبت نہیں بلکہ اپنے ایمان سے محبت ہے اپنے آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو پامال کرنے والوں سے پانچ گز چادر لے کر اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتا۔ اور ''والسلام علی من اتبع الھدیٰ'' کہتے ہوئے حضرت مدرسہ سے مع ساز و سامان کے نکل گئے اور شہر بنارس ہی میں کرایہ کے کمرہ میں رہنے لگے۔

اتفاقاً ان ہی ایام میں منظر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے صاحب سجادہ اور نبیرۂ اکبر حضرت مفسّر اعظم ہند اور حضور سیدنا ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بنارس آنا ہوا۔ جب ان بزرگوں کو حضرت کے اس جرأت مندانہ کام کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت کو بلایا اور دعائیں دیں۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا: ''واللہ میں آپ کی مثال آسمان والوں سے نیچے نہیں پاتا۔ جنہوں نے عظمت نبی کی خاطر عزازیل کو ٹھکرا دیا اور آپ نے عظمت مصطفیٰ کی خاطر اپنی دستار کو قربان کر دیا اور انہیں ٹھوکر مار دی۔'' پھر مفسّر اعظم ہند نے اپنے جیب خاص سے بیس روپیہ نکالا

اور فرمایا اسے لیجیے اور پہلی فرصت میں آپ بریلی شریف پہنچ جائیے۔ اس طرح آپ کی قسمت کا ستارہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں قسمت کی بلندی آپ کی منتظر تھی۔

دستار فضیلت: آپ حضرت مفسر اعظم ہند کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بریلی شریف پہنچے اور منظر اسلام میں دورہ کی جماعت میں داخلہ لیا اور قیام کا انتظام مزار شریف اعلیٰ حضرت کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر کیا گیا۔ ایک سال تین مہینہ رہ کر دورہ حدیث پاک سے شرفیاب ہوتے رہے۔ اس وقت آپ کے درجہ میں چار پانچ طلبہ ہوا کرتے تھے جن میں مولانا حکیم نعیم الدین گورکھپوری، مولانا عبدالصمد مظفر پوری، مولانا محمد مبین پٹنوی، مولانا حسیب الرحمٰن دربھنگوی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۳۷۶ھ مطابق مارچ ۱۹۵۷ء بموقع عرس حامدی حضرت مفسّر اعظم شیخ الحدیث، محدث اعظم ہند، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی وغیرہم کے ہاتھوں آپ کو دستار فضیلت سے مشرف کیا گیا کیونکہ انہی حضرات نے آپ کے دورۂ حدیث پاک کا امتحان لیا تھا۔

تربیت افتاء: آپ جب بریلی شریف تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ کی ملاقات مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ سے ہوئی تھی۔ اور پہلی ہی ملاقات میں مفتی اعظم ہند نے حضرت کو اپنے تپائی سے متصل بٹھا کر تاکید فرمائی کہ آپ جب تک بریلی میں رہیں میرے پاس تشریف لایا کیجیے۔ چنانچہ حضرت جب تک بریلی شریف میں مقیم رہے مفتی اعظم ہند سے تربیت افتاء وفتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کرتے رہے۔ اس دوران فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دیتے۔ مفسّر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ سے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ: ہمیشہ مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بیٹھا کرو۔ ان سے فتویٰ نویسی کے گر سیکھا کرو اور اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کی اصلاح لیتے رہو۔ چنانچہ مسلسل گیارہ مہینے تک مفتی اعظم ہند کی صحبت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل فرمائی اور اپنے تحریری جوابات پر اصلاحیں لیتے رہے۔ اس درمیان مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شفقت ومہربانی کی موسلا دھار بارش آپ پر ہوتی رہی۔

درس وتدریس و خدمت افتا: دستارِ فضیلت کے بعد مفسّرِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایماء پر پچاس روپیہ ماہوار کے ساتھ آپ منظر اسلام میں بحیثیت نائب مدرس مقرر ہوئے۔ شرح وقایہ، شرح جامی اور نور الانوار کے طلبہ کی تکرار فرماتے اور نحومیر، صرف میر اور گلستاں کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔

فتویٰ نویسی کا ذوق دورِ طالب علمی سے تھا ہی لیکن اس کا باضابطہ آغاز ۱۳۷۶ھ میں مفتی اعظم ہند اور مفسّر اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازتوں سے ہوا۔ آپ کے نام کی پہلی مہر افتا ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف کے اندر تیار ہوئی۔ جس کو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ملاحظہ فرما کر آپ کے حوالہ کیا پھر مفسّر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مہر مذکور کو دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور چند ہدایات بھی دیے۔ اسی سال بریلی شریف میں ایسا فساد ہوا کہ لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ اشیائے خورد و نوش کا ملنا مشکل ہو گیا۔ چونکہ حضرت کا قیام خانقاہِ رضویہ کے بالائی حصہ (کتب خانہ حامدی) میں تھا۔ اکثر و بیشتر مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ بنفس نفیس خود کھانا، ناشتہ لے جا کر حضرت کو کھلایا کرتے اور فسادات کے درمیان ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے۔ فسادات کے درمیان (تقریباً ایک ہفتہ تک) مسجد رضا میں صرف تین افراد (مفتی اعظم ہند، حضرت ساجد میاں اور حضرت امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری) پر مشتمل پنج وقتہ جماعتیں ہوتی رہیں۔ اس بیچ آپ کو مفتی اعظم ہند سے بہت کچھ استفادہ کا موقع ہاتھ آیا۔

منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مفسّر اعظم کے ایما و رضامندی اور حضرت مولانا حافظ حمید الرحمٰن صاحب سجادہ حضرت محبؒ ولی علیہما الرحمہ ناظم اعلیٰ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ کے اصرار پیہم پر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی (سابق ضلع مظفر پور) میں صدر المدرسین کے منصبِ علیا پر فائز ہوئے اور پھر وہاں سے اپنے علم و عرفان کی روشنی پورے بہار میں پھیلاتے رہے۔

مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں ایک عرصہ پڑھانے اور افتاء نویسی کے بعد مختلف مدارس میں آپ نے خدمات انجام دیں۔ لیکن جہاں بھی گئے افتاء کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔

آپ نے بعض مساجد میں بھی امامت وتدریسی خدمات انجام دی مثلاً جامع مسجد بالوترا باڑھ میر راجستھان، جامع مسجد کشمیری کاٹھمنڈ و نیپال وغیرہ تو وہاں بھی امور افتا کو انجام دیتے رہے۔ لیکن افسوس کہ ان فتاوٰوں کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی جاسکیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض فتاوٰوں پر مفتی اعظم ہند اور ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مصنف 'جامع الرضوی' المعروف بہ 'صحیح البہاری' کے تائیدی وتوثیقی دستخط بھی ثبت تھے۔ علم المیراث کے بعض جوابات کی تائید وتوثیق اس علم کے عظیم ماہر استاذ حضرت مولانا شاہ عظیم الدین صاحب مکنپوری ثم پوکھریروی نے فرمائی یہ وہ وقت تھا کہ پورے علاقہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سروے ہورہا تھا اور آپ اپنی علمی لیاقت اور سوجھ بوجھ سے تیرہ تیرہ چودہ چودہ بطنوں کا مناسخہ نکالا کرتے تھے۔

آپ نے جامعہ معینیہ (معین العلوم) اجمیر شریف میں بھی تدریسی خدمات انجام دی۔ اور وہاں کے افتاء کی ذمہ داری کو بھی سنبھالا۔ وہاں سے ایک ماہنامہ بھی شائع ہوا کرتا تھا سلطان الہند جس کی عملی ادارت بھی آپ ہی کے مضبوط کندھوں پر رکھی گئی۔ کئی برسوں تک اس رسالہ کے ذریعہ مذہب حق کی تبلیغ واشاعت کرتے رہے۔

مدرسہ ضیاء العلوم میں تدریسی خدمات: اجمیر شریف سے واپس ہوکر اپنے آبائی وطن علیم آبا اہیاری نزد کمتول ضلع دربھنگہ، بہار میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ”ضیاء العلوم“ ہے اور پھر وہاں سے اپنے علم وعرفان کا دریا بہانا شروع کیا۔

پھر آشاپور، دربھنگہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین جناب صابر بابو کے ایما اور پیہم اصرار پر آپ نے اپنے سامانِ تجارت کو اونے پونے کے دام ہٹا کر ۱۳۹۲ھ میں دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ بہار تشریف لے آئے اور نائب صدر کے منصب پر فائز ہوئے۔

ادارۂ شرعیہ بہار کی ”انسداد فسادات کانفرنس“ کی شرکت کے بعد جب مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن رئیس التارکین اڑیسہ اور رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی شاہ رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور وامین شریعت اول مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار، دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کے صدر و مہتمم حضرت مولانا مقبول احمد خان کے اصرار پر صوفیِ باصفا حضرت

مولانا سید الزماں حمدوی اور مولانا مفتی عبد الحفیظ کے ہمراہ دربھنگہ مدرسہ حمیدیہ میں تشریف لائے۔ دورانِ قیام حضرت رئیس المناظرین اور حضرت رئیس التارکین نے حضرت کے فتاوٰوں کی نقول کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر دونوں حضرات بہت خوش ہوئے خاص کر مفتی اعظم کانپور نے قضاء وافتا سے متعلق ضروری اور مفید ہدایتیں دیں اور دربھنگہ کمشنری کا باضابطہ قاضیِ شرع بھی مقرر فرمایا اور تاکید فرمائی کہ مرکزی دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں۔

۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں ادارۂ شرعیہ کے عظیم محرک وبانی رئیس القلم، قائدِ اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اور ادارۂ شرعیہ کے مہتمم علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی جب دربھنگہ کے بعض پروگرام میں تشریف لائے تو دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ میں بھی رونق افروز ہوئے اور آپ کے کارِ افتاء کا جائزہ لیا۔ پھر ان دونوں حضرات نے حالات کا واسطہ دیتے ہوئے حضرت کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار، سلطان گنج پٹنہ آنے کی دعوت دی۔ جہاں ادارۂ شرعیہ بہار کے ارباب حل وعقد نے حضرت علامہ الحاج مفتی ارشد القادری جمشید پوری اور حضرت امین شریعت اول حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی رفاقت حسین مظفر پوری علیہما الرحمۃ والرضوان کی رہنمائی وسربراہی میں آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے مرکزی دار الافتاء کے صدر الصدور کے منصب پر فائز کیا۔

ادارۂ شرعیہ میں آپ جہد پیہم اور یکسوئی کے ساتھ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء کے اخیر تک مسلسل پانچ سال صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔

ادارۂ شرعیہ سے آپ کے صادر شدہ فتاوے نہ صرف مسلم عوام وخواص میں مقبول ہوئے بلکہ ان فتاوٰوں کو اس وقت کے کلکٹر اور ججوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا اور کورٹ وکچہری میں بھی آپ کے فتاوے پر مسلم نزاعات کے فیصلے ہوئے۔

ادارۂ شرعیہ میں آپ کے لکھے گئے فتاویٰ کی تعداد تو معین نہ ہوسکیں البتہ جہازی سائز کے بڑے بڑے پانچ رجسٹروں میں آپ کے فتاوٰوں کے نقول موجود ہیں۔ جو بحمدللہ حضرت نے خود سے نقل کیا ہے اور دار الافتاء مرکزی ادارۂ شرعیہ کی الماری میں محفوظ ہیں۔

امینِ شریعت کا منصبِ جلیلہ: آپ کی علمی لیاقت اور افتا و قضاء کی مہارت پورے ہندوستان میں مسلّم مانی جاتی رہی۔ چنانچہ جب امینِ شریعت ثانی حضرت مولانا انیس عالم سیوانی علیہ الرحمہ کا انتقالِ پُرملال ہوا تو ادارۂ شرعیہ میں اس منصبِ جلیلہ پر کسی باصلاحیت شخصیت کی تلاش شروع ہوئی۔ چونکہ یہ منصب ادارہ کا سب سے بڑا اور ذمہ دار منصب ہے لہٰذا اس منصب پر کوئی ایسی ہی شخصیت جلوہ بار ہوسکتی تھی جو ادارہ کا رازدار بھی ہو اور وفاشعار بھی۔ تلاشِ بسیار کے بعد تمامی علمائے اہلسنّت کی نگاہ آپ پر مرکوز ہوگئی۔ لیکن آپ نے اپنی مصروفیت کو سامنے رکھ کر اس منصبِ جلیلہ سے معذرت چاہی لیکن اصرار بسیار پر آپ مجبور ہوئے اور اس منصبِ علیا کی ذمہ داریوں کو قبول فرمالیا۔

ادارۂ شرعیہ کے بعد ۱۹۸۵ء کے شروع میں مفکرِ ملّت ریحان رضویت حضرت علامہ ریحان رضا خان عرف رحمانی میاں علیہ الرحمہ کے اصرار پر آپ پھر جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے جنوری ۱۹۸۵ء تا اکتوبر ۱۹۸۵ء خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔

ہالینڈ کا سفر: اسی درمیان ہانگ کانگ اور ہالینڈ سے ایک عالم دین کا شدید مطالبہ ہوا۔ چونکہ ریحان ملّت نے ان دنوں امریکہ، یورپ اور جنوبی امریکہ کا تبلیغی واشاعتی دورہ فرمایا تھا تو انہوں نے حضرت کو مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو کچھ دنوں کے لیے ہالینڈ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آپ ”نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی“ کے ذریعہ ہالینڈ آگئے۔ یہاں تبلیغ واشاعت اور امامت وخطابت کے علاوہ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

ہالینڈ میں قاضی القضاۃ اور مفتیِ اعظم کا لقب ودستار: ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء میں قائد اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریک پر جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان عرف ازہری میاں قاضی القضاۃ فی الہند کی قیادت اور عراق وترکی نیز مغرب کے سفراء اور کانسلرز کی نمائندگی موجودگی میں عمائد ملک وملّت نے آپ کے سر پر دستارِ افتا وقضا باندھ کر ملک بھر کے کار اق

وقضا کی ذمہ داری وجوابدہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دار الافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ قرار دیا گیا۔

پھر ۱۹۹۹ء میں اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ (تنظیم القرآن) اور مجلس رضا نیدرلینڈ کے قیام ورجسٹریشن کے بعد ان دونوں تنظیموں کے دار الافتاء اور دار القضاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سر آ گئی۔ اور جب مجلسِ علما کے دار القضاء نیدرلینڈ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے بھی افتا وقضا کی ذمہ داری آپ کے سر آ گئی۔

اس طرح سے تقریباً ساٹھ سالہ خدمات افتاء کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے ماہر ومشاق خادم افتاء شاید باید ہی نظر آتے ہیں۔

اسفار عالم: ہالینڈ کے سفر سے پہلے آپ کو 'سیر وافی الارض' کے تحت سفر وسیاحت برائے تبلیغ واشاعت بہت ہی محبوب رکھتے تھے۔

اسی شوق کو اللہ نے قبولیت کا شرف بخشا اور آپ ہالینڈ جا پہنچے۔ پھر تو سفر کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ جرمنی، فرانس. پیرس، لندن، سوئٹزرلینڈ، فین لینڈ، برلن، پولینڈ، اسپین، پرتگال، روم، ترکی، مراکش، عراق، لیبا، سعودیہ، دبئی، بحرین، انڈونیشیا، ملیشیا اور نہ جانے کتنے ایسے ممالک ہیں جن کا سفر آپ نے فرمایا اُن اسفار کے نصیحت آموز واقعات کو آپ نے اپنی تصنیف لطیف 'کائناتِ آرزو' میں تحریر فرمایا ہے۔

زیارتِ حرمین شریفین: سب سے پہلا حج آپ نے ۱۹۸۲ء میں کیا۔ اس وقت لوگ ہوائی جہاز سے حج کے سفر پر کم جاتے تھے۔ نسبتاً پانی جہاز سے اکثر جایا کرتے تھے۔ پندرہ بیس دنوں کے سمندری سفر کو طے کرنے کے بعد آپ جدّہ پہنچے۔ اثنائے سفر آپ نے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی 'حیاتِ مفسّر اعظم' جو مفسّر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر سب سے پہلی تصنیف ہے، طبع ہو کر مقبولِ خواص وعوام ہوئی۔

تصنیفی وتالیفی خدمات: آپ تحریری میدان میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق بچپنے ہی سے تھا۔ دور طالب علمی میں

جب بھی کبھی تحریری مقابلہ ہوتا تو آپ اس میں ضرور شرکت فرماتے اور اکثر انعاموں کے مستحق ہوتے۔ چنانچہ دورِ طالب علمی میں آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام رکھا 'شبستانِ دیوبند' جواب محفوظ نہیں ہے۔ آپ کو نعت گوئی میں بھی کافی دلچسپی ہے اور اس فن میں آپ کو استاذ الشعراء کا لقب بھی حاصل ہے۔ جب کہ آپ نے فنِ شاعری میں شرفِ تلمذ کسی سے حاصل نہیں فرمائی۔

جب آپ دارالعلوم مشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ میں مقیم تھے تو ایک کمبخت دیوبندی سرپھرے شاعر (رندر جیمی) نے ایک کتاب بنام 'بریلویت: اپنی کتابوں کے آئینے میں' لکھی جو پوری نظم پر مشتمل تھی۔ اس شاعر نے توہینِ رسالت میں اور بزرگانِ دین کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ساتھ میں اس شاعر نے یہ بھی دعویٰ اور چیلنج کیا کہ ہے کوئی سنی عالم جو اس کتاب کا جواب لکھ سکے۔ تو آپ نے اس بدزبان کے منہ میں لگام دینے کے لیے اتنے بہترین اسلوب میں نظم کی ایک جوابی کتاب تحریر فرمائی کہ دشمنانِ رسول انگشت بدنداں ہو گئے اور آج تک اس کتاب 'تازیانہ' کا جواب نہ دے سکے۔ اس کتاب پر تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں نے دعائیہ کلمات کی مہر بھی ثبت فرمائی ہے۔

نیپال کے دوران قیام راجہ برندر بیر بکرم شاہ دیب کی تاجپوشی کے موقع پر مختلف نظموں پر مشتمل ایک کتاب بنام پھلواری آپ نے ترتیب دی جس کا نیپالی زبان میں تربھون یونیورسٹی کے زبان و ادب کے پروفیسر نے ترجمہ کیا اور جس کتاب پر اردو ادب کے مشہور شاعر فراق گورکھپوری نے تقریظ لکھی۔ نیپال کے سابق راجہ مہندر بیر بکرم شاہ دیب نے ذوق و شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا اور ایک مخصوص خط میں اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور انعام کی خوشخبری دی۔

آپ نے بہت سارے ماہنامے کی بھی ادارت سنبھالی مثلاً اجمیر شریف سے شائع ہونے والا 'سلطان الہند' کلیر شریف سے شائع ہونے والا ماہنامہ 'کاشانۂ صابری' ادارۂ شرعیہ پٹنہ سے شائع ہونے والا 'رفاقت' پندرہ روزہ وغیرہ۔

ویسے تو آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے اکثر چھپ چکی ہیں یا چھپنے کے

لیے تیار ہیں لیکن جو ابھی تک مسودہ کی شکل میں ہیں ان کی بھی تعداد درجنوں تک ہے۔آپ کی تحریر کو لوگوں نے اتنا پسند کیا کہ وہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔اور کتنوں پر ترجمہ کا کام ہنوز جاری ہے۔آپ کی تصانیف لطیفہ کی ایک فہرست ناظرین کرام کے استفادہ کے لیے پیش کی جارہی ہے۔

نثر میں بزبان اردو:

۱۔ قرآنی تعلیم حصہ اول
۲۔ قرآنی تعلیم حصہ دوم
۳۔ قرآنی علوم
۴۔ ضیائے تصوف
۵۔ فتویٰ نویسی کے رہنما اصول
۶۔ مکالمۂ حق و باطل
۷۔ مسائلِ حج وزیارت
۸۔ کائناتِ آرزو المعروف بہ زیارات مقدسہ
۹۔ قادیانی دھرم
۱۰۔ کتاب الدعوات المعروف بہ قرآنی عملیات
۱۱۔ حج وزیارت کی دعائیں
۱۲۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین شریفین (مع تحقیق، تخریج وتصاویر)
۱۳۔ غوث بنگالہ
۱۴۔ سوانح غوث بنگالہ (جدید ترتیب اور مزید حذف واضافہ کے ساتھ)
۱۵۔ حیات مفسّر اعظم ہند (مختصر)
۱۶۔ حیاتِ مفسّر اعظم (تفصیلی حیات وخدمات)
۱۷۔ تعویذات سیفی
۱۸۔ نقوش قادریہ (جدید ترتیب اور بیاض حامدی کے اضافہ کے ساتھ)
۱۹۔ جبینِ امامت کا آخری سجدہ (امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ)
۲۰۔ فتاویٰ یورپ
۲۱۔ فتاویٰ شرعیہ (سات جلدوں میں)
۲۲ نیت نامہ (کلاں)
۲۳۔ فتاویٰ واجدیہ (زیر طباعت)
۲۴۔ تمہید ایمان
۲۵۔ قرآنی ترجموں کا تقابلی جائزہ
۲۶۔ شرح حجۃ اللہ
۲۷۔ شرح نعمۃ اللہ
۲۸۔ شرح فضائل درود شریف
۲۹۔ پنج گنجِ ولایت

نظم میں بزبان اردو:

۱۔ تنویرِ نیّر ۲۔ نقش دوام

۳۔ تازیانہ ۴۔ پھلواری (ترجمہ بزبان نیپالی)

خلافت واجازت: آپ کو مختلف سلاسل کے بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مفسّرِ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

(۲) مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی الشاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان

(۳) شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان

(۴) مخدوم زماں حضرت الشاہ الصوفی سیدنا احمد شاذلی عورفی علیہ الرحمۃ والرضوان

ان سبھی بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت ایسے مشائخ عظام ہیں جنہوں نے اپنے سلاسل طریقت کی خلافت اور اد وظائف کی اجازت مرحمت فرما کر آپ کو سرفراز فرمائی ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت: آپ اپنی کم عمری سے اب تک مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار اکابر علمائے اہلِ سنّت میں ہوتا ہے۔ جب کبھی بھی مسلک اعلیٰ حضرت کو کسی بد مذہب سے نقصان پہنچتا ہے تو آپ اس کے لیے شمشیر بے نیام نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ کی تصانیف وتالیفات سے واضح ہوتا ہے اور نیچے کی تحریر سے قارئین پر واضح ہوگا کہ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے کتنے سچّے، پکّے اور وفادار سپاہی ہیں۔

چنانچہ آپ وصایا واجدیہ میں فرماتے ہیں:

”میں اپنی اولاد، اولاد در اولاد، مریدوں، شاگردوں اور مذہبی رابطہ رکھنے والوں کو تاکید شدید کرتا ہوں کہ وہ مذہب حق اہلِ سنّت وجماعت پر تاحین حیات مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ اور مسلک امام احمد رضا بریلوی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ دنیاوی ودینی تمام مسائل میں علمائے اہلِ سنّت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا کریں۔

مولانا عبدالوحید سرلاہی

مولانا عبدالوحید بن نوازش علی بن مطیع الرحمٰن، ضلع سیتامڑھی کی شمالی سرحد سے متصل مشہور ومعروف گاؤں بھانڑسر، ضلع سرلاہی نیپال میں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے کافیہ تک کی تعلیم بھانڑسر میں حضرت مولانا محمود حسن باتھوی اور حافظ محمد جان بھبدے پوری سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور متوسطات اور منتہی کتابوں کا درس مندرجہ ذیل اساتذہ سے لیا۔

۱۔ حضرت محدث احسان علی فیض پوری، مظفر پور، بہار

۲۔ حضرت مولانا فضل غنی افغانی

۳۔ حضرت مولانا ابرار شاہجہاں پوری

۱۹۴۴ء میں درس نظامی کی تکمیل کرکے سند فضیلت حاصل کی اور دستار وسند سے نوازے گئے۔ فراغت کے بعد ہی اپنے مادرِ علمی الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء دھرمپور، بھانڑسر میں مسند تدریس کو سنبھالا اور تقریباً نصف صدی تک تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے، چنانچہ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزار سے متاوز ہے۔ جن میں بیشتر ضلع سیتامڑھی سے تعلق رکھتے ہیں۔

چند سال قبل بھانڑسر چھوڑ کر مدرسہ اسلامیہ رضویہ ملنگواں کے اراکین کی فرمائش پر ملنگواں تشریف لے گئے۔ تادم آخر وہیں مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

آپ کو مفتی اعظم سے شرف بیعت حاصل ہے۔ یکم ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں وصال ہوا۔ نماز جنازہ شیر نیپال حضرت مفتی محمد جیش برکاتی نے پڑھائی۔

مفتی محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت: ۱۹۳۶ء — وصال: ۲۲ر ربیع النور/ ۲۵ر فروری ۲۱۱ء)

غزالیِ دوراں، رازیِ زماں، جنیدِ وقت حضرت مفتی حافظ محمد کلیم الدین ابراہیمی رضوی صوبۂ بہار اور نیپال کے متبحر اور جید عالمِ دین کا نام ہے۔ آپ ۱۹۳۶ء میں بمقام

رحمن پور مہدیا، ضلع مہوتری، نیپال میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔
آپ کے والد ماجد نہایت صوفی مزاج اور متموّل تھے۔ بڑے ناز و نعم کے ساتھ آپ کی پرورش ہوئی۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو والدِ ماجد نے گاؤں کے میاں جی کے مکتب میں داخل کردیا۔ علاقہ کی تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے وہاں عرصہ دو سال تک پڑھنے لکھنے کے باوجود آپ کی خاطر خواہ تعلیم نہیں ہوسکی۔ بالآخر آپ کے والد ماجد صوفی عبدالرحیم انصاری نے ۱۹۴۹ء میں اس دیار کے شہرۂ آفاق ادارہ مدرسہ مصباح المسلمین لاکر مولانا حافظ زاہد قادری کے حلقۂ درس میں آپ کو شامل کردیا۔ انھیں دنوں ایک متحرک و فعال حافظ و قاری اور نوجوان عالمِ دین حافظ عبدالشکور فیضی مدرسہ فیض الغرباء آرہ سے فارغ التحصیل ہوکر مدرسہ مصباح المسلمین میں استاذ ہوئے تھے، جن کی آمد کی وجہ سے علاقہ کے تشنگانِ علوم کا رجحان اس ادارہ کی طرف زیادہ تھا۔ یہاں آپ نے سات سال رہ کر مکمل اُردو فارسی سے لے کر شرح جامی تک کمال توجہ اور پوری دل جمعی اور محنت و مشقت کے ساتھ درسِ نظامیہ میں متوسطات تک تعلیم مکمل فرمائی۔ چوں کہ آپ کے اساتذہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ کے فیض یافتہ تھے اور ان دِنوں پورے صوبۂ بہار اور مشرقی یوپی میں اسی درسگاہ (مدرسہ فیض الغرباء) کا عام چرچا تھا اس بنا پر یہ طے پایا کہ اب اعلیٰ تعلیم کے لیے ان کو فیض الغرباء (قائم کردہ مفتی رحیم بخش خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ) بھیج دیا جائے۔ باہمی مشورہ کے بعد ۱۹۵۷ء میں بہ نفس نفیس حافظ حکیم مولانا عبدالشکور عزیزی ان کو فیض الغرباء لے گئے اور وہاں ان کا داخلہ کرادیا۔ آپ نے وہاں کامل چار سال رہ کر اساتذۂ وقت خاص طور پر شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ فاضل لوذعی عالم المعی حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر صحبت رہ کر چار سال تعلیمی کورس مکمل کیا اور ۱۹۶۰ء میں آپ دستارِ فضیلت اور سندِ مستند سے سرفراز ہوئے۔ تاجدارِ اہلِ سنّت، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بموقع عظیم الشان کانفرنس دارالعلوم رضاء العلوم کنہواں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل فرمایا۔
آج سے ۴۳ سال پیشتر مدرسہ مصباح المسلمین کی تاریخ و خدمات پر بنام گلشنِ

علم وادب' ایک تفصیلی جائزہ شائع ہوا ہے۔ اس جائزہ میں مرتب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت مفتی محمد کلیم الدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعارف پیش کیا ہے، جس کو من وعن یہاں نقل کیا جارہا ہے:

''آپ کا وطنِ مالوف رحمن پور مہدیا نیپال ہے۔ آپ نے دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین ہی میں متوسطات تک تعلیم حاصل کی اور شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہ کر دارالعلوم فیض الغرباء آرہ سے تکمیلِ درسِ نظامیہ فرمائی۔ حضرت استاذ العالی کے مشاہیر تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ علومِ اسلامیہ پر کامل دسترس اور مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ حدیث وتفسیر اور فقہ وکلام پر گہری نظر ہے۔ آپ کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ بلا کسی استاذ ومعلم کے کلامِ الٰہی اپنے سینے میں محفوظ فرمالیا۔ ملک نیپال میں علمائے اہلِ سنّت کی قیادت وسیادت آپ کو حاصل ہے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم ہٰذا ہی کو آپ نے مرکزِ علم وفن سمجھا اور یہیں صدر المدرّسین کے منصبِ جلیل پر فائز المرام رہے۔ آپ کے دَور میں یہاں سے متعدد علما فارغ ہوئے اور آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ دارالعلوم کو علمی دُنیا میں متعارف کرانے والی شخصیت آپ ہی ہیں۔ اِدھر کچھ دنوں سے اچانک مستعفی ہو کر دارالعلوم فیضان العلوم داراپٹی، مظفر پور شیخ الحدیث کے عہدہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کا جانا دارالعلوم قادریہ کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔'' (حاشیہ گلشنِ علم وادب، ص ۲۹-۳۰)

فراغت کے سال ہی آپ مدرسہ مصباح المسلمین میں بحیثیت صدر المدرّسین مقرر فرمائے گئے اور ۱۹۷۸ء تک آپ پوری علمی شان وشوکت کے ساتھ مدرسہ مصباح المسلمین سے وابستہ رہے۔ پھر آپ مشاہیر علمائے اہلِ سنّت کے اصرارِ شدید پر دارالعلوم فیضان العلوم، داراپٹی، مظفر پور میں منصبِ شیخ الحدیث کو قبول فرمالیا اور اپنی عمرِ مستعار کے آخری حصے میں ۲۰۱۰ء تک اسی ادارے میں اپنی خداداد علمی، فقہی اور تحقیقی وتدریسی جولانیت کا

مظاہرہ فرماتے رہے۔ اسی سال آپ حج وزیارت کی دولتِ بے بہاسے بھی سرفراز ہوئے۔
اسی سال آپ شدید ترین علالت سے دوچار ہوئے اور تقریباً ایک سال تک اپنے ہی درِ دولت پر صاحبِ فراش ہوکر ۲۲ر ربیع النور/ ۲۵ر فروری ۲۰۱۱ء کو اپنے ہزاروں تلامذہ اور عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر سفرِ آخرت کی طرف ہمیشہ کے لیے جادۂ پیما ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدمات:

(۱) فراغت کے بعد ہی آپ نے مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی میں اپنے استاذِ گرامی حضرت حافظ حکیم مولانا عبدالشکور عزیزی کی زیرنگرانی نہایت خاموشی اور پوری دل جمعی کے ساتھ اپنی درسگاہِ درس وتدریس کو ایسا بافیض اور معیاری بنادیا کہ دُور دُور تک اس درسگاہِ فیض کی عظمت وشہرت محسوس کی گئی اور کشاں کشاں متلاشیانِ علم آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے، جس کے نتیجے میں آپ کے باصلاحیت تلامذہ کی تعداد سینکڑوں پر مشتمل ہے، جس میں کچھ حضرات کے اسمائے گرامی ایسے ہیں جن کا مختصر تذکرہ بھی آپ کی شوکتِ علمی کو جاننے اور سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) فخرِ نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی، نیپال (۲) مناظرِ اعظم مفتی عبدالمنان کلیمی، ضلع سیتامڑھی (۳) مفتی محمد مصلح الدین، مصنف 'شانِ خطابت' الہ آباد (۴) مفتی محمد نجم الدین قادری، کانپور (۵) مفتی محمد عثمان رضوی، کماں، سیتامڑھی (۶) مولانا عبدالمعید، علی پٹی (۷) مولانا صداقت حسین، علی پٹی (۸) مولانا عبدالشکور کوثر جمالی، مدھوبنی (۹) مولانا عبدالقیوم، بریلی (۱۰) مولانا عبدالغفور، ملیوارہ (۱۱) مولانا غلام یٰسین، مہدیا۔

(۲) اسلام وسنّیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تحفظ وبقا اور فروغ وترقی نیز نیپال میں اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے آپ نے نیپال کے تمام علمائے اہلِ سنّت کا ایک متحرک وفعال پلیٹ فارم تشکیل دیا، جس کا نام آپ نے 'آل نیپال جمعیۃ العلماء' رکھا، جس کے آپ سرپرستِ اعلیٰ مقرر ہوئے اور آپ کی نگرانی میں تمام علمائے اہلِ سنّت نیپال نے اس پلیٹ فارم کے ذریعے خاطر خواہ کارہائے علمی وعملی نمایاں طریقہ پر انجام دیے۔

(۳) اسی جمعیت کے زیر اہتمام ’آل نیپال دارالقضا مرکزی رویت ہلال کمیٹی‘ کی تشکیل عمل میں آئی تاکہ مسلمانانِ نیپال کے تمام تر فقہی و عائلی مسائل کو بحسن وخوبی انجام دیا جاسکے۔ اس کی پہلی مجلسِ شوریٰ میں آپ ’امینِ شریعت‘ اور ’قاضی القضاۃ‘ بنائے گئے اور تادم حیات ان پُروقار عہدوں پر قائم رہے۔ خاص طور پر عہدۂ ’امینِ شریعت‘ کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ایسی شہرت ملی کہ یہ آپ کا علم بن گیا۔

(۴) ۱۹۷۹ء میں مدرسہ مصباح المسلمین کے زیر اہتمام ’آل نیپال تاجدارِ مدینہ کانفرنس‘ کا انعقاد ہوا جس میں بحر العلوم مفتی عبدالمنان مبارک پوری، محدثِ کبیر مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری، قائدِ اہلِ سنّت علامہ ارشد القادری جمشید پوری، شیخِ طریقت مولانا جید القادری مظفر پوری، فاضلِ بلیل مولانا قمر الدین قمر اشرفی گھوسی، حنیفِ ملّت مفتی محمد حنیف قادری کٹیاوی، عالمِ نبیل مولانا سعید حسن خاں کنہواں، سیتامڑھی وغیرہ جیسی علمی و جماعتی شخصیات نے شرکت فرمائی۔ اسی موقع سے قائدِ اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری کی تحریک پر ’آل نیپال تنظیم المدارس‘ کا قیام عمل میں آیا، جس کا آپ کو سرپرست نامزد کیا گیا۔ اس تحریک کی پوری تفصیل صاحبِ ’گلشنِ علم وادب‘ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی اس تاریخی کتاب میں رقم فرمائی ہے۔ ذیل میں اس کی مختصر تلخیص دی جارہی ہے:

”حضرت علامہ موصوف (ارشد القادری) کی قیادتِ عظمیٰ میں جملہ اربابِ علم وفکر نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ خوشگوار ماحول میں حصہ لیا اور اپنے اپنے ذہن کے مطابق مشورے دیے۔

خلاصۂ گفتگو: کافی غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد مذکورہ تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع و معقول ضابطہ ترتیب دیا گیا اور اس ضابطہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک تنظیم بنام ’تنظیم المدارس‘ کی تشکیل بھی عمل میں آئی جس کی نگرانی میں سارے کام انجام پائیں گے۔ تنظیم المدارس کے ارکان وعہدہ داران مندرجہ ذیل ہیں:

- حضرت علامہ حافظ زاہد حسین، علی پٹی — سرپرست

- استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد کلیم الدین رضوی، مہدیا سرپرست
- شیرِ نیپال حضرت علامہ مفتی محمد جیش، جنک پور صدرِ اعلیٰ
- راقم الحروف (مولانا محمد اسرائیل رضوی)، بھمر پور ناظم اعلیٰ

(ملخص از گلشن علم و ادب، ص ۵۴-۵۵)

(۵) استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد کلیم الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم علمی خدمات کا ایک روشن باب یہ بھی ہے کہ آپ نے زبردست علمی انداز اور حکمتِ بالغہ کے ساتھ اس طرح ردّ غیر مقلدیت فرمایا کہ اس پورے علاقے سے غیر مقلدیت کا خاتمہ ہو گیا۔ چوں کہ مولوی شمس الحق سلفی، شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس اور ان کے برادرِ کلاں مولوی عین الحق سلفی اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اور تقریباً اکثر گاؤں میں ان کی قدیم رشتہ داریاں تھیں۔ یہ دونوں اور ان کے حواریان یہ چاہتے تھے کہ اس سنّی علاقے میں بھی نمایاں طریقہ پر غیر مقلدیت پھیل جائے، جس کی پاداش میں ان (مولوی عین و شمس) کے اور مولانا زاہد حسین اور مولانا محمد یوسف (فارغ التحصیل جامعہ منظرِ اسلام) کے درمیان تقلیدِ شخصی، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ کے موضوعات پر کئی اہم مناظرے ہوئے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ شیرِ نیپال حضرت مفتی محمد جیش صاحب صدیقی برکاتی نئے نئے جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل ہو کر جامعہ حنفیہ جنک پور دھام میں بحیثیت صدر المدرّسین مقرر ہوئے۔ آپ نے پورے شد و مد اور اسلامی ہمت و جرأت کے ساتھ غیر مقلدین کا ردّ فرمایا اور ان کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا۔ شدہ شدہ یہ بات مولوی شمس الحق سلفی تک پہنچ گئی۔ وہ اپنی پوری ذرّیت کے ساتھ شہر جنک پور دھام آ گئے اور انھوں نے کچھ سوالات پر مشتمل عربی زبان میں ایک تحریر حضرت شیرِ نیپال کی خدمت میں بھیج کر عربی زبان میں اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ ان ایام میں استاذ الاساتذہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ حضرت شیرِ نیپال نے علی الفور اپنے ایک فرستادہ کو بھیج کر علامہ کو بلا لیا۔ آپ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے جذبۂ بے کراں سے سرشار ہو کر علی الفور حضرت شیرِ نیپال کے

پاس آگئے۔ حضرت شیرِ نیپال نے مولوی شمس الحق سلفی کی تحریر آپ کو دی اور فرمایا: حضرت آپ ہی اس کا جواب قلمبند فرمائیں۔ حضرت علامہ نے قلم اُٹھایا اور برجستہ عربی زبان میں اس تحریر کا دنداں شکن جواب کچھ سوالات کے ساتھ حضرت شیرِ نیپال کے حوالہ کر دیا اور اس تحریر پر مجیب کی جگہ اپنا اسم گرامی رقم فرما دیا۔ جب یہ تحریر مولوی شمس الحق سلفی کے پاس پہنچی تو بوکھلا گیا اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں کہا کہ: ہم مولوی جیش محمد سے مناظرہ کرنے آئے ہیں، یہ کلیم الدین کون ہیں؟ میں ان کو نہیں جانتا۔ مولوی شمس الحق سلفی کا یہ کہنا تھا کہ علی الفور علامہ کلیم الدین نے جواب دیا کہ میں مولانا محمد جیش کا بہت جونیئر بلکہ شاگرد ہوں۔ پہلے مجھ سے کیا اُردو، کیا فارسی، مکمل عربی زبان وادب میں جس زبان میں چاہیں مناظرہ کرلو۔ جب میں شکست خوردہ ہو جاؤں تو مولانا محمد جیش سے مناظرہ کر لینا۔ یہ سن کر وہ بلبلاتا اور دُم ہلاتا ہوا شہر جنک پوردھام سے ایسا فرار ہوا کہ پھر کبھی اس کو یہاں آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

(۶) آپ کے علمی متروکات میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہایت معلوماتی ذخیرہ ہے جس میں تفسیر وحدیث، فقہ وافتا، درس وتدریس اور صرف ونحو کے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اِن شاء اللہ بہت جلد یہ ذخیرۂ علمی ترتیب واشاعت کے مرحلہ سے گزرنے والا ہے۔ (اِن شاء اللہ)

علمی خصوصیات: اللہ ربّ العزت نے آپ کا حافظہ اس قدر بلند فرمایا تھا کہ بڑی سے بڑی قرآنی آیات، طویل احادیث، فقہی وکلامی عبارات، تاریخ وسیر اور فقہ و تصوف کے الفاظ کے دوبار کے وِرد سے یاد ہو جاتی تھیں۔ چناں چہ میدانِ درس وتدریس علمی مجالس، جلسہ تقریر وخطابت میں آپ ہر موقع پر ایسا استشہاد فرماتے کہ سامعین یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ حافظِ قرآن بھی ہیں اور مفسرِ جلیل بھی، محدث بھی ہیں اور اپنے وقت کے عظیم فقیہ ومفتی بھی اور صوفی باصفا بھی۔ جب موڈ میں ہوتے تو صرف حدیث ہی پڑھتے اور جب طبیعت چاہتی تو پوری مثنوی مولانائے روم، شاہنامہ اسلام اور قصیدہ بردہ سنا ڈالتے۔ جب مزاج ناگوار ہوتا تو فکر وتصوف کے دریا بہا ڈالتے۔

ان ساری علمی خصوصیات کے باوجود وضع قطع، رہن سہن، رفتار وگفتار اور نشست و

برخاست میں اپنے اوپر عجز وانکساری اور سادگی وفروتنی کی ایسی دبیز چادر اوڑھ رکھی تھی کہ پہلی ملاقات میں کوئی ان کو عالم ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا جب کہ وہ اپنی جلیل القدر علمی وعملی حصوصیات کی بنیاد پر غزالیِ دوراں، رازیِ زماں اور جنیدِ وقت تھے۔

اولادو امجاد: آپ کے تین صاحبزادے ہیں، جن میں مولانا نجم الدین کلیمی عالمِ دین ہوکر اپنے والدِ گرامی کے علمی وروحانی مشن کو زندۂ جاوید بنائے ہوئے ہیں۔

مولانا علی احمد جید القادری تیغی

مخدوم طریقت علامہ الحاج الشاہ مفتی علی احمد جید القادری کی ولادت یکم شعبان ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۲ء میں بمقام چین پور کرجاں ضلع، مظفر پور میں ہوئی۔ سلسلہ قادریہ کے معروف بزرگ شیخ المشائخ شاہ محمد تیغ علی سرکانہی علیہ الرحمہ نے علی احمد نام رکھا۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے: حضرت علی احمد جید القادری ابن حضرت قطب الارشاد الشاہ محمد ابراہیم قادری علیہ الرحمہ ابن حضرت نور محمد ابن شاہ رمضان علی قدست اسرارہم۔ تخلص جید اور نسبت قادری فرماتے ہیں۔

۱۹۶۲ء میں بریلی شریف سے فاضل درس نظامیہ ہوئے اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تنظیم مدارس اور تبلیغ دین متین میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۷۶ء میں والد گرامی حضرت قطب الارشاد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد سے مرکزی خانقاہ عالیہ قادریہ آبادانیہ تیغیہ براہیمیہ ماری پور کے سجادہ نشیں ومرجع خلائق ہیں۔

علامہ جید القادری ایک باوقار عالم وفاضل علوم اسلامیہ وفنون ادبیہ میں ید طولیٰ رکھنے کے ساتھ علوم جدیدہ میں طرّۂ امتیاز رکھتے ہیں۔ آپ کی سربراہی میں اسلامی درسگاہ دارالعلوم تیغیہ انوارالعلوم کے ہمراہ تیغیہ ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر انتظام ایک درجن سے زائد مختلف تعلیمی تصنیفی، تبلیغی، تکنیکی اور سائنسی شعبہ جات مصروف عمل ہیں۔

علامہ موصوف نثر ونظم کے حسین سنگم ہیں۔ جہاں آپ کی نثری تالیف 'انوارِ صوفیہ' نے علمی ثروتوں میں قیمتی اضافہ فرمایا ہے وہیں آپ کے مجموعہائے کلام 'جذباتِ جید' اور

'انوارِ جید' نے ندرت خیال لطافت زبان، حلاوت بیان، مضامین کی بلندی، اور اسلوب کی رعنائی سے نعتیہ شاعری کو فردوس بداماں بنادیا ہے۔

۱۹۵۲ء میں دورِ طالب علمی سے ہی آپ نے نعت گوئی کا آغاز کیا۔ کسی استاذ فن سے اصلاح لیے بغیر ایسی شستہ وشگفتہ اور استادانہ شاعری کے گیسوئے آبدار کو سنوارنا ضرور اس شعر کی مصداق ہے:

کسی مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی

اپنے ذوق سخن کے بارے میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں کہ:

"بچپن سے اپنا ذوق یہی ہے کہ اصناف شاعری میں صنف حمد ونعت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ عاشقان رسول اسی شغل نوری سے شغف دوام رکھیں۔" (انوارِ وحید)

ادارہ تبغیہ ماری پور کے زیر اہتمام مسلسل ۵۰ رسالوں سے کل ہند طرحی مشاعرہ نعت کا انعقاد اور اس کے توسط سے اردو ادب میں لاکھوں کی تعداد میں نعتیہ کلام ومناقب کا ذخیرہ جمع ہونا آپ کی ادبی کاوشوں کا ایک تاریخی باب ہے۔ (انوارِ صوفیہ)

○○

م

مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری

محمد مصلح الدین قادری ابن حضرت حافظ محمد تسلیم قادری مرحوم ابن محمد امیر الدین مرحوم۔

گلاب پور سسوا کٹیا پوسٹ جلیشور ضلع مہوتری نیپال میں ۱۱ر ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء کو تولد ہوئے۔

آپ نے مندرجہ ذیل مدرسوں میں تعلیم حاصل کی: (۱) مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور کٹیا (۲) مدرسہ شمس العلوم باڑا ضلع سیتامڑھی (۳) مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری نیپال (۴) مدرسہ انوار العلوم کماں ضلع سیتامڑھی (۵) دار العلوم اشرفیہ مبارکپور (۶) مدرسہ منظر حق ٹانڈہ (۷) جامعہ عربیہ سلطان پور۔

آخر الذکر مدرسہ سے آپ نے ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ مطابق جولائی ۱۹۷۷ء میں رسمی تعلیم و تربیت سے فراغت پائی اور درس نظامیہ کی دستار و سند سے علمائے اہلِ سنّت کی موجودگی میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سرفراز فرمائے گئے۔ حالات زمانہ کے پیش نظر آپ نے مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ (عربی فارسی بورڈ الٰہ باد) سے منشی، کامل، عالم، فاضل دینیات، فاضل طب کے امتحانات بہت اچھے نمبروں سے پاس کیے۔

آپ کے اساتذہ کرام میں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مفتی محمد حنیف قادری بیلاوی علیہ الرحمہ (۲) والد محترم حضرت حافظ محمد تسلیم قادری مرحوم (۳) حضرت علامہ شمس الحق رضوی باڑا (۴) حضرت مولانا محمد شعیب رضوی باڑا (۵) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کھرساہا (۶) حضرت مفتی محمد ایوب رضوی پنڈول بزرگ (۷) حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسی (۸) حضرت علامہ عبد المصطفیٰ

اعظمی گھوسی (۹) حضرت علامہ معین الدین اعظمی فتح پور (۱۰) رئیس المدرسین حضرت علامہ کلیم الدین رحمٰن پوری۔

مشغلہ کے طور پر آپ نے مندرجہ ذیل مدرسوں میں اپنی تعلیمی خدمات انجام دیں:
(۱) مدرسہ مخدومیہ لطیفیہ بھدرسہ فیض آباد (۲) دارالعلوم اہلِ سنّت جبل پور (۳) مدرسہ بحر العلوم مئوناتھ بھنجن (۴) الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی (۵) مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج الہ باد۔ موخر الذکر مدرسہ میں ہنوز آپ تدریسی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اور مفتی وشیخ الحدیث کے عظیم عہدہ پر فائز المرام ہیں۔

تصنیف وتالیف: آپ نے اصلاح عوام وفیضان انام کے لیے بہت سی نایاب کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جنھیں علمائے کرام، خطبائے عظام، طلبۂ اسلام بہت پسند کرتے ہیں۔ ۱۹۸۷ء سے اپ کا سلسلہ تالیفات وتصنیفات رواں دواں ہے بالخصوص (۱) شان خطابت (۲) روح خطابت (۳) جان خطابت (۴) نور خطابت (۵) تاج خطابت۔ علاوہ ازیں سیرت النبی کے دل نواز موضوع پر مفصل ومدلل کتاب بنام 'حیات النبی' لکھنے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ اس کے تمام مواد فراہم ہیں البتہ انہیں یکجا کر کے ترتیب وبندش الفاظ کی خالی تصویر میں الفت کبریا، حب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بھرنا باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ آپ میں مختلف طرح کی علمی خصوصیات، روحانی عملیات، خانقاہی حزم واحتیاط ودیعت فرمادی ہیں از پہلی فارسی تا دورحدیث تمام کتب متداولہ مروجہ پر آپ کو عبور حاصل ہے اور رات دن اس کی تعلیم وتدریس کے ساتھ روحانیات پر خاصی توجہ مبذول کر رکھی ہے اور خانقاہی حیات کو ترجیح دینے لگے ہیں چونکہ آپ بیدار مغز ہیں لہٰذا اس میں بھی بہت حد تک کامراں نظر آتے ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی ماشاء اللہ کافی وافی ہے یہ مبارک کام آپ نے اپنے گھر گاؤں جوار سے شروع فرمایا ہے اور رفتہ رفتہ یہ سلسلہ دور بہت دور تک پھیل رہا ہے۔

○○

احوالِ مرتب وناشر

حافظ شمس الحق رضوی

صوبۂ بہار کا مردم خیز ضلع سیتامڑھی وہ تاریخی اور علمی خطہ ہے جو معاشی کمزوریوں کے باوجود اہلِ علم اور صاحبانِ فکر ونظر کی آماجگاہ ہے۔ دینی و مذہبی تاریخ کے لحاظ سے یہ شہر جلیل القدر اور باوقار علما ومشائخ کا گہوارہ رہا ہے۔ علما کی کثرتِ تعداد اور دینی و مذہبی بیداری کے لحاظ سے اس شہر کو مدینۃ العلما اور طیبۃ العلما کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی مردم خیز ضلع کا ایک معروف قصبہ 'دھرہروا' ہے جو محبوب العلما حضرت حافظ وقاری محمد شمس الحق رضوی کی جائے ولادت ہے۔

مصلحِ قوم وملّت حضرت مفتی محمد مصلح الدین قادری شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد ''دھرہروا'' کی جغرافیائی حیثیت کو بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''صوبۂ بہار کے مردم خیز ضلع سیتامڑھی کا معروف موضع دھرہروا، شہر سیتامڑھی سے جانب شرق وشمال میں تیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، جس کی چوحدی یہ ہے کہ غرب میں تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قصبہ پریہار ہے، مشرق میں ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ضلع مہوتری نیپال کا مردم خیز قصبہ گلاب پور سِسوا کٹیا (یہاں حضرت حنیف ملّت وتسلیم ملّت علیہ الرحمہ کے دو آستانے عوام وخواص کو فیضانِ محبت تقسیم کرتے ہیں۔ یہی قصبہ میرا آبائی وطن ہے) ہے۔ شمال میں قصبہ سِرسیا اور جنوب میں چار کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ براہی وقصبہ سُرسنڈ ہے۔''

(چار شہروں کا نوری رابطہ: بقلم مفتی مصلح الدین رضوی گلاب پوری (کٹیا، نیپال) شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ حبیبیہ لال گوپال گنج، الہ آباد۔ مشمولہ 'مارہرہ سے بریلی تک'، ص ۱۶۔ مطبوعہ مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ، پنجاب، انڈیا۔ طبع اوّل ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲)

حضرت حافظ شمس الحق رضوی اسی معروف قصبے کے ایک دیندار، متشرع اور بزرگوں و اسلاف کے معتقدات و معمولات پر سختی کے ساتھ کاربند ایک متصلّب اور خوش عقیدہ گھرانے میں یکم مئی ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ اہلِ سنت و جماعت کی مرکزی خانقاہ 'خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ بریلی شریف' سے نہایت مضبوطی کے ساتھ وابستہ ہے۔ آپ کے والدین کریمین (اللہ ان کو درازیِ عمر اور صحتِ دوام عطا فرمائے) اور سارے بھائی خانوادۂ رضویہ سے بیعت ہیں، اور اپنی اس نسبتِ روحانی پر فخر و مسرت بھی فرماتے ہیں۔ محبوب العلما حافظ محمد شمس الحق رضوی کے اہلِ خانہ اور ان کی خانوادۂ رضویہ بریلی شریف سے عقیدت مندانہ و والہانہ روابط کو بتاتے ہوئے حضرت مفتی مصلح الدین قادری تحریر فرماتے ہیں:

”موضع 'دھرہروا' (سیتامڑھی) میں ایک خاندان آباد ہے۔ اس کے موجودہ ارکان و اہلِ خانہ ہیں: جناب الحاج عبدالغفور انصاری صاحب، آپ کی اہلیہ محترمہ تجمن جمیلہ خاتون اور ان کے لائق و فائق صاحبزادگان (۱) محمد سلیمان رضوی، (۲) محمد عثمان رضوی، (۳) محمد حسین رضوی (مالک رضا ہوزری لدھیانہ)، (۴) مولانا عبدالجلیل رضوی (سرپرست: مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ)، (۵) حافظ محمد شمس الحق رضوی (بانی و ڈائرکٹر: مجلس فکرِ رضا لدھیانہ)...... اللہ تعالیٰ (ان حضرات کو) اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے علم و عمل کی دولتوں سے مالا مال فرمائے اور مزید ترقیات کے زینے پر لے جائے۔ عرصہ سے یہ حضرات خانوادۂ بریلی سے مربوط ہیں اور خانوادۂ قادریہ رضویہ برکاتیہ سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھتے ہیں۔“ (ایضاً، ص ۱۶-۱۷)

تعلیم و تربیت: عالی جناب حاجی عبدالغفور انصاری صاحب کے صاحبزادگان میں حضرت حافظ شمس الحق رضوی صاحب سب سے چھوٹے ہیں۔ اس لیے والدین اور دیگر برادرانِ گرامی کی دیرینہ خواہش تھی کہ آپ دینی عالم بنیں۔ چنانچہ آپ کی رسمِ بسم اللہ خوانی گاؤں ہی کے

ایک مکتب میں دادا عبدالرحیم کی زیرنگرانی ہوئی اور انھیں کے پاس رہ کر پوری ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مزید تحصیلِ علم کے لیے نیپال کے مردم خیز قصبہ گلاب پور کٹیّا کے معروف دینی و علمی ادارہ 'مدرسہ مظہر العلوم' میں داخلہ لیا اور یہاں حنیفِ ملّت حضرت علامہ حنیف القادری علیہ الرحمہ والرضوان خلیفہ تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری بریلی شریف کے زیر سایہ رہ کر جماعتِ اُولیٰ تک کی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوئے۔ اس کے بعد پھر سیتامڑھی کی مرکزی درسگاہ مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں داخلہ لیا اور یہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم اہلِ سنّت اشاعت الاسلام جھریا میں داخلہ لیا جہاں رابعہ (درجۂ مولویت) کی پوری تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد والدِ گرامی اور برادرِ مکرم عالی جناب محمد حسین رضوی کی خواہش و فرمائش پر درجۂ مولویت سے حفظِ قرآن کریم کی جانب راغب ہوئے اور حفظ قرآن کریم کی تحصیل کے لیے مدرسہ اصدقیہ بہار شریف میں داخلہ لیا اور یہاں کچھ سپارے قرآن کریم کے حفظ کیے، پھر مراد آباد کے ایک قدیمی ادارہ جامعہ اکرم العلوم لال مسجد (بانی فخرِ ملّت مفتی شاہ نذیر الاکرم نعیمی علیہ الرحمہ تلمیذ و خلیفہ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ) میں داخلہ لیا اور تکمیلِ حفظ و قرأت کیا اور سند و دستار سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے مشاہیر اساتذہ میں مندرجہ ذیل حضرات کا نام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے: (۱) عالی جناب عبدالرحیم صاحب (۲) حنیفِ ملّت حضرت مولانا حنیف القادری علیہ الرحمہ کٹیّا نیپال (۳) قاری عظیم الدین قادری بہار شریف (۵) سعدیِ زماں مولانا حامد حسین عظیمی کنہواں (۶) مولانا عبدالحمید نوری کنہواں (۷) حافظ عبدالرؤف نعیمی (۸) مناظرِ اہلِ سنّت حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی مفتی شہر مرادآباد و شیخ الحدیث مدرسہ اکرم العلوم مرادآباد۔

درس و تدریس:

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ مدت تک آپ نے درس و تدریس کا کام کیا، لیکن اپنے بڑے بھائی محمد حسین رضوی کے خواہش و حکم پر ان کی تجارتی مصروفیات میں ہاتھ بٹانے کے لیے لدھیانہ چلے آئے اور اب تک آپ ان کے ساتھ کاروبار و تجارت سے لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ کاروباری زندگی سے وابستہ ہونے کے

باوجود اپنی مذہبی شناخت کو کسی بھی طرح کم نہیں ہونے دیا بلکہ خدمتِ دین کے لیے آپ مختلف ذرائع ووسائل کا استعمال کرتے ہیں۔ شب وروز نئے نئے طریقے پر غور فرماتے ہیں اور جو بھی بہتر راستہ نظر آتا ہے اس کے ذریعے سے آپ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں جس کی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبۂ خدمتِ دین کو یوں ہی توانا رکھے اور آپ کو دین وسنیت واشاعتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بیش بہا خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بیعت وارادت:

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرشدِ برحق تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت فیوضہ کے دستِ حق پرست پر آپ نے ۱۹۸۷ء میں بیعت کی اور 'رضوی' نسبت کو اپنے نام کا جز بنالیا۔ فجزاہ اللہ خیرَ الجزاء۔

اپنے ایک انٹرویو میں بیعت کا واقعہ آپ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''۱۹۸۷ء میں رسولِ اعظم کانفرنس منعقدہ کٹیا نیپال میں میں نے مرشدِ برحق تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوا۔ اسی مناسبت سے میں اپنے نام کے ساتھ 'رضوی' لکھتا ہوں۔'' (ماہنامہ ماہِ نور دہلی، شمارہ فروری ۲۰۱۰ء)

ایک دوسری تحریر میں آپ تحریر کرتے ہیں:

''راقم السطور کو مرشدِ برحق، پیرِ طریقت سیدی وسندی تاج الاسلام حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی زیارت کا شرف سب سے پہلے ۱۹۸۷ء میں کٹیا نیپال کے عظیم الشان 'رسولِ اعظم کانفرنس' میں حاصل ہوا اور اسی جلسہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی ہوا۔ پہلی ہی نظر میں آپ کی علمی جلالت، تقویٰ وطہارت اور عظمت وبزرگی کا سکہ میرے دل پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد سے تو سینکڑوں بار دور وقریب سے حضرت کی زیارتِ بافیض سے مشرف ہوا۔ اسی جلسہ

میں نیپال سے تعلق رکھنے والی ہندوستان کی معروف دینی و علمی شخصیت، استاذ العلما، حنیفِ ملّت حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف القادری علیہ الرحمہ و الرضوان کو خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا جنھوں نے نیپال اور قرب وجوار کے علاقے میں زبردست علمی و تبلیغی خدمات انجام دیں۔"

(تاج الشریعہ: ایک فقید المثال شخصیت۔ از حافظ محمد شمس الحق رضوی مشمولہ 'تجلیاتِ تاج الشریعہ' ص ۱۸۲، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء)

خلقِ خدا میں اپنے پیرو مرشد حضرت تاج الشریعہ کی بے پناہ مقبولیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"مرشدِ گرامی حضور ازہری میاں صاحب قبلہ دامت فیوضہ بھی متعدد بار ضلع سیتامڑھی میں اپنے تبلیغی دورے اور پروگرام کے تحت تشریف لائے۔ پورے علاقے میں آپ کے ہر ہر پروگرام میں آپ کی آمد پر مسرت اور خلقِ خدا کا ہجوم دیدنی تھا۔ اس ضلع کے سینکڑوں مواضعات تو ایسے ہیں جہاں کی پوری پوری آبادی آپ کی زیارت کے بے تابانہ اشتیاق اور دست بوسی و قدم بوسی کے لیے اُمنڈ آئی اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئی۔ یہاں تک کہ علاقہ کے اکثر غیر مسلم بھی آپ کے نورانی چہرے کی زیارت کے بعد بہت اچھے الفاظ سے آپ کو یاد کرتے نظر آئے۔ خلقِ خدا کا جس قدر بے ساختہ ہجوم میں نے ان علاقوں میں حضرت قبلہ ازہری میاں کے لیے مشاہدہ کیا وہ کسی اور کے تعلق سے آج تک دیکھنے کو نہ ملا۔ اس قدر مقبولیت فی الخلق یقیناً آپ کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت پہ شاہدِ عدل ہے۔" (ایضاً)

محبت و عقیدتِ مرشد:

طریقت کا یہ محکم اصول ہے کہ پیرو مرشد سے سچی وابستگی رکھی جائے اور ان کے حکم و ارشاد کو ہمیشہ حرزِ جاں بنائے رکھے، ورنہ حرماں نصیبی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس اصول کی کسوٹی پر حضرت حافظ شمس الحق رضوی صاحب پورے طور سے کھرے نظر آتے

ہیں۔ مرشدِ طریقت سے یہ والہانہ وابستگی ان کو ورثے میں ملی ہے۔ چناں چہ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت و محبت اور نیاز مندانہ تعلقات و روابط میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبۂ فداکاری کو مزید استحکام عطا فرمائے اور فیضِ مرشد سے زیادہ سے زیادہ سرفرازی عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کا یہ وصف بھی لائقِ ذکر ہے کہ آپ اپنے مرشدِ طریقت کے ساتھ دیگر خانوادۂ طریقت کے بزرگوں سے بھی بے پناہ محبت رکھتے ہیں اور ان کے احترام و اکرام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ راقم الحروف (مولانا ارشاد عالم نعمانی مصباحی) نے آپ کے اس وصفِ خاص کا تذکرہ ایک جگہ یوں کیا ہے۔ قندِ مکرر کے طور پر اسے یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

"حافظ شمس الحق رضوی کا یہ وصف میرے لیے سب سے زیادہ متاثر کن ہے کہ وہ ان دونوں خانوادوں (خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ شریف) سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے ہیں۔

سلسلۂ بیعت کے اعتبار سے تو یہ حضرت ازہری میاں سے وابستہ ہیں۔ مرشدِ گرامی سے ان کی عقیدت و وارفتگی قابلِ رشک بھی ہے اور لائقِ احترام بھی۔ لیکن مشائخِ مارہرہ سے ان کی عقیدت و محبت بھی کچھ کم نہیں۔ راقم سے اکثر گفتگو میں وہ حضرت ازہری میاں کے ساتھ حضرت امینِ ملّت کا ذکر بڑے جذباتی انداز میں کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ امینِ ملّت کی خدمات اور اہلِ سنّت و جماعت کے لیے ان کے فکر انگیز خیالات و احساسات کا بڑی دلچسپی سے تذکرہ کرتے ہیں اور مسرور ہوتے ہیں۔ جامعۃ البرکات کو دین و دانش کے فروغ کے لیے امینِ ملّت کا تاریخی کارنامہ سمجھتے اور مانتے ہیں۔ جامعۃ البرکات کے تعلیمی و انتظامی امور سے وہ اتنے متاثر ہیں کہ کثرتِ مصروفیات کے باوجود ایک بار انھوں نے اس کی زیارت اور وہاں کے تعلیمی و انتظامی اور تعمیری سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے کے لیے علی گڑھ کا سفر بھی کیا۔ اس سفر میں انھوں نے باصرار راقم الحروف سے کہا کہ میں بریلی شریف جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپسی میں جامعۃ البرکات بھی جانا ہے۔

آپ بھی وہاں آیئے اور دیکھیے کہ حضرت امینِ ملّت نے مسلمانوں کو اعلیٰ عصری تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کتنا عظیم قلعہ تعمیر کیا ہے۔

اس کو ذکر کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ موصوف کی مشائخِ مارہرہ اور ان کے کام سے کس قدر دلچسپی ہے۔ مولیٰ عزوجل ان کے اس جذبہ کو قائم رکھے اور مشائخِ مارہرہ و بریلی کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔ اس طرح وہ حضرت ازہری میاں کی مرکز الدراسات جامعۃ الرضا کی تعلیمی خدمات سے بے پناہ متاثر ہیں اور اسے ازہری میاں کا تاریخی کارنامہ سمجھتے ہیں۔''

(پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ۔ از محمد ارشاد عالم نعمانی مشمولہ مارہرہ سے بریلی تک، ص ۴۰، طابع وناشر: مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء)

اجازت اور اد و وظائف:

پیر و مرشد سے والہانہ وابستگی کا ثمرہ ہے کہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ نے انھیں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء بموقع عرس رضوی بریلی شریف آپ کو اور آپ کے برادرِ مکرم حضرت مولانا عبدالجلیل رضوی منظری (سرپرست: مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ) کو اپنے کاشانۂ اقدس پر ایک مخصوص مجلس میں مولانا مفتی محمد شعیب رضا نعیمی، مولانا عاشق حسین رضوی کشمیری اور دیگر بہت سے اہلِ علم کی موجودگی میں 'دلائل الخیرات' اور دیگر اوراد و وظائف کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

عقدِ مسنون و اولاد: ۲۷/ مارچ ۱۹۹۷ء میں محلہ خواجہ نگر سُرسنڈ، ضلع سیتامڑھی میں حافظ محمد داؤد مرحوم کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا، جن سے دو بچے ایک صاحبزادہ محمد محامد رضا عرف 'مزمل' اور ایک صاحبزادی خورشیدہ جمال آرا عرف 'خوشبوئے جہاں' ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے اقبال میں بلندیاں عطا فرمائے، آمین۔

تحریر و قلم:

دورانِ طالب علمی ہی سے لوح و قلم سے آپ کا رشتہ قائم ہے۔ طالبِ علمی کے زمانے ہی سے آپ نے مختلف موضوعات خصوصاً اصلاحِ معاشرہ کے تعلق سے آپ کی

تحریریں چھپ رہی ہیں۔ دورانِ طالب علمی چند تحریریں آپ کی ماہنامہ ’جامِ شہود‘ کلکتہ میں شائع ہوئیں۔ لیکن بعد میں تجارت وکاروبار سے پورے طور سے وابستگی کی وجہ سے یہ سلسلہ ایک دم سے منقطع ہوگیا تھا لیکن اسی دور کے کچھ مسودات حال میں کتابی شکل میں سامنے آئے ہیں جو سب کی سب اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر ہیں۔ ان کے علاوہ وقتاً فوقتاً آپ کی تحریریں، تاثرات، تعزیت نامے، اظہارِ خیالات سامنے آتی رہتی ہیں۔ ایک اہم تحریر تاج الشریعہ کی شخصیت پر ’تجلیاتِ تاج الشریعہ‘ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی میں نظر سے گزری جو انھوں نے حضرتِ تاج الشریعہ سے اپنی وابستگی اور اصلاح وموعظت کے واقعات کو سپردِ قرطاس کیا ہے۔ آپ کی تالیفات میں تین اہم کتابیں: (۱) ’مبارک راتوں کے فضائل وبرکات اور معمولات ومسائل پر بنام ’فضائل ومسائل‘ (۲) ’فریضہ روزہ وزکوٰۃ‘ اور (۳) ’انوارِ تاج الشریعہ‘ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

ذوقِ مطالعہ:

کثیر تجارتی مصروفیات کے باوجود دینی ومذہبی کتابوں سے دلچسپی قابلِ رشک بھی ہے اور لائقِ ذکر بھی کہ انھوں نے اپنے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے ایک اچھی سی لائبریری بھی بنا رکھی ہے اور ان کی تلاش وجستجو رہتی ہے کہ جب بھی کوئی نئی کتاب مارکیٹ میں سامنے آتی ہے تو اُسے حاصل کرتے ہیں اور بعدِ مطالعہ لائبریری کی زینت بناتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں انھوں نے مجلسِ فکرِ رضا کی شاخ سیتامڑھی کے لیے اپنے آبائی وطن دھرہروا میں ایک دفتر اور ایک شاندار لائبریری کا خاکہ بھی تیار کیا ہے، جس کے لیے تیاری چل رہی ہے، اور کتابوں کی فراہمی کا سلسلہ بھی شروع کردیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ علاقے کی ایک مثالی لائبریری ہوگی جس میں کتابوں کا ذخیرہ یہاں کے ہر طبقہ کے لوگوں کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کا باعث ہوگا۔

کاروبار وتجارت:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیاری سنت تجارت بھی ہے۔ یہ بھی دین کی خدمت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد آپ ایک عرصے سے باضابطہ کاروبار وتجارت سے وابستہ ہیں۔ خلوصِ نیت کا ثمرہ ہے کہ اللہ ربّ

العزت نے آپ کو کاروبار اور تجارت میں ترقیوں کے اہم زینہ پر فائز فرمایا ہے۔ آپ کی تاجرانہ زندگی کے تعلق سے یہاں آپ کے انٹرویو کے چند اہم اقتباسات کا ذکر مناسب ہے جس کے ذریعے یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ تجارت سے کیوں وابستہ ہوئے؟ نیز تجارت سے وابستہ ہونے کے کیا مقاصد ہیں؟ ایک خصوصی انٹرویو جس کے ملاقاتی افضل مصباحی (سابق مدیر ماہنامہ ُماہِ نور، دہلی) ہیں، کے ایک سوال ''کس چیز نے آپ کو کاروبار کی جانب راغب کیا'' کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''ہر چیز کے لیے سرمایہ کا ہونا ضروری ہے۔ بغیر سرمایہ کے کچھ نہیں ہوتا۔ اور سرمایہ کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ تجارت ہے۔ ہمارے برادرِ گرامی محمد حسین صاحب رضوی کا خود کا کاروبار تھا، جسے سنبھالنے کے لیے کسی ذمہ دار شخص کی ضرورت تھی۔ تو جب انہیں ہماری ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے ہمیں بلوایا اور کاروباری امور کی ذمہ داریاں میرے سپرد کردیں۔ تعلیمی و تدریسی زندگی سے ادھر آنے کا جو بنیادی مقصد ہمارے پیش نظر تھا وہ یہ کہ ہم تجارت میں ترقی کریں اور اس کے ذریعہ جہاں ہم اپنی دنیا سنواریں وہیں آخرت کا بھی کام کریں۔'' (ماہنامہ ُماہِ نور، دہلی، فروری ۲۰۱۰ء)

امورِ تجارت کی دشواریوں اور تجارت میں کامیابی کے اہم عناصر کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مجھے کام کے سلسلے میں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ میرے بڑے بھائی عالی جناب محمد حسین صاحب انصاری جو ۱۹۸۱ء سے لدھیانہ میں کاروبار سے جڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے کافی محنت، لگن اور جدو جہد سے کاروبار کو ترقی دی تھی۔ میں اپنی تعلیمی زندگی نیز کچھ مدت تدریسی امور کی انجام دہی کے بعد یہاں بھائی جان کی طلبی پر حاضر ہوگیا اور پھر کیا تھا کاروبار کے معاملے اور دیگر امور میں اپنے بھائی کا دست و باز بننے کے لیے پورے طور سے لگ گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں ان کے یقین و اعتماد پر کھرا اترا۔ کاروباری معاملات کو بڑی دلچسپی سے انجام دیا اور

دے رہا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ نیک نیتی اور خلوص نیز پورے حوصلہ کے ساتھ کوئی کام کیا جائے تو کامیابی اللہ کی جانب سے ضرور ملتی ہے۔"

کاروباری مصروفیات کے باوجود تبلیغِ دین کی جانب متوجہ ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"دین کی تبلیغ واشاعت تو ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ قرآن وسنت سے جو اس سلسلے میں حکم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے ہر فرد پر اس قدر دعوتی ذمہ داری ہے جس قدر وہ قدرت رکھتا ہے۔ چونکہ ابتدا ہی سے میری ساری تعلیم مسجد اور مدرسہ کے ماحول میں ہوئی، اس لیے علم وتعلیم کی اشاعت اور دیگر دینی خدمات کے تعلق سے دلچسپی فطری تھی۔ نیز یہ جذبہ بھی کارفرما رہا کہ مسلم معاشرہ بہت حد تک اب بھی جہالت زدہ ہے۔ (لدھیانہ پنجاب) جہاں ہم (بغرضِ تجارت) رہ رہے ہیں سوائے مالیر کوٹلہ کی مسلم آبادی کے کوئی بھی مسلم آبادی یہاں کی اصل آبادی نہیں ہے۔ سب بہار، یوپی اور ہندوستان کے دیگر علاقوں سے کام وتجارت کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں جو آباد بھی ہو رہے ہیں اور کرایہ کے مکان میں بھی رہ رہے ہیں۔ یہاں کی شرحِ خواندگی انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ اردو پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ اس لیے میں نے "مجلسِ فکر رضا" کے اشاعتی منصوبے میں اردو اور ہندی دونوں زبانوں کو لازم کیا ہے۔ میں نے محسوس یہ کیا ہے کہ ہر جگہ کچھ لوگ صرف ہندی جانتے ہیں اور کچھ لوگ صرف اردو جانتے ہیں تو اگر کوئی کتاب ان دونوں زبانوں میں دستیاب کرائی جائے تو اس کی افادیت بھی بڑھ جائے گی اور مقبولیت میں بھی اضافہ ہوگا۔"

اہم خدمات:

ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی حیثیت وصلاحیت کے مطابق خدمتِ دین کا اہم فریضہ انجام دے۔ نام ونمود اور ستائش سے بچے اور رضائے الٰہی اس کی فکر کا محور

ہو۔ اس نقطۂ نظر سے جب 'مجلسِ فکرِ رضا' کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آئے گی کہ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی بساط کے مطابق خدمتِ دین کے ہر ممکنہ ذرائع اور وسائل کا استعمال کرتے ہوئے پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دینی کام انجام دے رہے ہیں اور اس میدان میں قابلِ کار افراد کا تعاون فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبۂ خدمتِ دین کو سلامت رکھے اور مزید پیش قدمی کی توفیق مرحمت فرمائے۔

حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی چشتی (سجادہ نشین خانقاہِ اصدقیہ بہار شریف) آپ کی اہم خدمات کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی خوش حال زندگی میں اپنی زندگی خوشگوار بنانے کے ساتھ ساتھ نفعِ خلق کے کام کا بیڑا اُٹھاتے ہیں اور بندگانِ خدا کو اسلام وسنّیت کی راہ پر لگانے کا سامان مہیّا کرتے ہیں اور اس مشکل کام کے لیے وقت اور پیسے کی قربانی دینے کے لیے ہمہ دَم تیار رہتے ہیں۔

ان ہی خوش نصیبوں میں ایک نام عزیز گرامی حافظ محمد شمس الحق رضوی سلمہ اللہ کا بھی ہے، جنھوں نے تعلیمی دور سے باہر آنے کے بعد تجارتی دُنیا میں قدم رکھا اور ترقی کا دور شروع ہوتے ہی اپنے دین دار بھائیوں کی مدد سے اسلام وسنّیت کی خدمت کے لیے متعدد طریقے اپنائے۔ جلسہ وجلوس کے ذریعہ، رسائل وجرائد کا تعاون کرکے، اشتہارات وکلینڈر نکال کر اور اب لدھیانہ شہر میں ''مجلسِ فکرِ رضا'' قائم کر کے کتبِ دینیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے، اور مختصر سی مدت میں اشاعت کے کئی مرحلوں سے گزر چکے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ افادۂ عامہ کے پیشِ نظر اس ادارہ کے تحت ایسی دینی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام فرماتے ہیں جو عوام کی معلومات میں اضافے کا باعث ہوں اور لوگوں کے قلوب واذہان کی پراگندگی دور کرنے کا سامان بن سکیں۔'' (اظہارِ حقیقت۔ از مولانا سید رکن الدین اصدق چشتی، مشمولہ بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی

حاضری، مطبوعہ مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ۔ سالِ طبع: ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء)

آپ کی اہم خدمات میں مجلسِ فکرِ رضا کا قیام اور اس کے ذریعے معیاری دینی و علمی اور اصلاحی کتابوں کی طباعت واشاعت خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ متعدد اداروں کے سرپرستِ اعلیٰ اور کئی ایک مساجد و دینی اداروں کے بانی رکن ہیں۔

مجلسِ فکرِ رضا کا قیام:

یہ آپ کی قلمی و فکری تحریک ہے جس کا ہیڈ آفس (مرکزی دفتر) لدھیانہ (پنجاب) ہے۔ دیگر جگہوں پر اس کی ذیلی شاخوں کے قیام کا منصوبہ بھی ان کے پیشِ نظر ہے۔ اس تنظیم کے قیام کی ضرورت کو بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''چوں کہ لدھیانہ صوبہ پنجاب کا ایک مشہور شہر ہے جو اپنی مخصوص صنعت و حرفت (گرم کپڑے) کے لیے مشہور رہا ہے۔ خاص تجارتی و صنعتی شہر میں بھی مسلمانوں کی آبادی کم نہیں یہاں کی زیادہ تر مسلم آبادی اہلِ سنّت و جماعت ومسلک سوادِ اعظم سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ آبادی مقامی نہیں ہے بلکہ غیر مقامی ہے جنہیں بزرگانِ دین اور مذہبی معمولات ومراسم سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ رسول اور عشق رسول کے لیے یہ سب کچھ کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔ مذہبی جوش وجذبہ بھی قابلِ تحسین ہے لیکن اتنی بڑی آبادی کے اندر اہلِ سنّت وجماعت کی کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں تھی۔ وقتاً فوقتاً پورے ہندوستان سے جو علمائے اہلِ سنّت یہاں آتے ہیں ان کے اندر بھی یہاں کی مسلم آبادی میں مذہبی بیداری اور دینی فکر وشعور کو بیدار کرنے کے لیے برسوں سے کسی فعّال تنظیم کے قیام کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔ چنانچہ کچھ احباب نے میری مذہبی دلچسپی کو دیکھ کر یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے چند مخصوص اور متحرک افراد کے ساتھ ایک ایسی تنظیم کا قیام کریں جو اہلِ سنت کے مسلکِ عشق وعرفان کا ترجمان ہو۔ اس کے پلیٹ فارم سے فکرِ رضا کی یہاں کی آبادی میں اشاعت کی جاسکے اور تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کو ہر ممکنہ ذرائع سے عام کیا جاسکے۔ چنانچہ ہم نے رجب ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۱۰ء

میں اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ کرتے ہوئے 'مجلسِ فکرِ رضا' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اس مختصر عرصے میں اس کے ذریعہ کئی کتابیں بھی یہاں کے عوامی ذہن کو ملحوظ رکھتے ہوئے شائع کی جاچکی ہیں۔ ان کتابوں کی بحمد اللہ یہاں بے پناہ پذیرائی بھی ہوئی۔ جن جن حضرات تک وہ کتابیں پہنچیں، انھوں نے مجلسِ فکرِ رضا کے اس قدم کو بہت سراہا، ہماری حوصلہ افزائی کی۔ نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ مجلسِ فکرِ رضا کے اغراض ومقاصد تو بہت ہیں لیکن بنیادی مقصد یہاں کی آبادی میں مذہبی بیداری اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے فکر ومشن اور تعلیمات کی اشاعت ہے۔ نیز یہاں کی سنی آبادی کو باطل افکار وتحریکات سے محفوظ رکھنا ہے۔"

ہندوستان کی اس مشہور تاریخی سرزمین اور صنعتی شہر میں مجلسِ فکرِ رضا کا قیام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ جب اس کے قیام سے علما واحبابِ اہلِ سنت واقف ہوئے تو ہر طرف سے آپ کے اس قدم کو تاریخی اور فعال قرار دیا گیا اور اس مبارک قدم کو سراہا گیا۔

OO

مولانا محمد الیاس مصباحی اندولوی

از قلم: مولانا محمد رفیق احمد الحسینی
صدر المدرسین حمایت العلوم، گج پور گرنٹ

ولادت:

شیخ الادب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مصباحی ایک دینی وعلمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کی ولادت باعتبار سند ۲۶؍اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ضلع سیتامڑھی کے معروف گاؤں ''اندولی'' میں ہوئی۔

سلسلۂ نسب:

محمد الیاس بن حافظ وقاری محمد جمیل اختر ابن محمد فوجدار علی بن شیخ محمد عظمت علی بن معصوم علی جو ''غوثی'' کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔

تحصیل علم:

والد ماجد حضرت حافظ الحاج محمد جمیل اختر صاحب نے جو خود بھی ایک شریف الطبع وسیع النظر اور مؤقر عالم دین ہیں آپ کو تحصیل علم کی خاطر گاؤں کے مکتب میں داخل کیا۔ اردو، ناظرہ، قرآن مجید حافظ عبد الجلیل مرحوم سے پڑھنے کے بعد ۱۹۷۲ء میں مدرسہ شمس العلوم باڑا میں داخل ہوئے، جہاں حضرت مولانا محمد جابر حسین صاحب باڑاوی کے زیر سایہ فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر اپنے عم محترم حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی شبیر احمد صابر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جو اُن دِنوں بھیرہ میجر گنج میں تدریسی خدمات پر مامور تھے فارسی کی دیگر کتابوں کی تکمیل کی۔

پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اپنے چھوٹے چچا مولانا جابر حسین عزیزی مصباحی کے

ہمراہ عالمی شہرت کی حامل عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں تشریف لے گئے اور از جماعت اولیٰ تا ثامنہ آٹھ سال تک وہاں رہ کر نامور اساتذہ کی بارگاہوں میں زانوئے ادب تہہ کیا۔ جن میں خاص کر بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، محدثِ جلیل حضرت علامہ عبدالشکور عزیزی مصباحی، شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا عبداللہ خاں عزیزی اور رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی حفظہم اللہ کی خاص عنایتوں کے زیر سایہ آپ کے شوق طلب کا کارواں اپنی منزلِ مطلوب کو جادہ پیمارہا۔ بالآخر یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء کو بہ موقع عرس سراپا قدس حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ سند فراغت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اس طرح سولہ سال کی عمر میں درس نظامیہ کی تکمیل ہوئی۔ اُدھر سال بہ سال شرشتہ تعلیم اتر پردیش لکھنؤ سے درجات عالیہ کے امتحانات منشی تا ڈبل فاضل کے امتحانات دیئے۔ یونہی پٹنہ ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات فوقانیہ تا فاضل اردو، سبھی امتحانات اعلیٰ درجے سے کامیاب ہوئے۔

۱۹۷۹ء میں جامعہ اشرفیہ میں تعلیم کے دوران عارف باللہ ابوالبرکات محی الدین آلِ رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان نوری مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل ہوا، نیز جماعت سابعہ میں تعلیم کے دوران ۲۰ رمئی ۱۹۸۰ء کو رشتے کی پھوپھی زاد بہن سے آپ کا عقد نکاح ہوا اور ۲۰۰۹ء میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے مابعد ۱۳ رستمبر ۱۹۸۱ء کو صوبہ اتر پردیش کی مشہور دینی درسگاہ دارُالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری و عزیز ملّت مولانا عبدالحفیظ مصباحی کے حکم پر تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ مذکورہ دونوں شخصیات نے جو تحریر صدرالمدرسین دارُالعلوم علیمیہ کے نام بھیجا اس میں آپ کی قابلیت واستعداد کو اِن الفاظ میں سند عطا کی۔

محدث کبیر نے اپنے خط میں تحریر فرمایا:

”میں مولانا محمد الیاس سلّمہٗ کو آپ کی خدمت تدریس کے لیے بھیج رہا ہوں۔ ان کی استعداد مناسب ہے۔ آپ اُن سے بخوبی عالیہ کا کام بھی لے سکتے ہیں اور آپ زیادہ تر اُن کو مناسب کتابیں عنایت فرمائیں گے تاکہ یہ

مستقبل میں بہت لائق مدرّس کی حیثیت سے آپ کے کام آسکیں۔“

(مورخہ ۶ رذی قعدہ ۱۴۰۱ھ مکتوب محدث کبیر بنام مولانا غلام ربانی فائق اعظمی)

اور اسی طرح کے مضمون پر مشتمل دوسرا خط حضرت عزیز ملّت نے بھی تحریر فرما کر جمدا شاہی بھیجا۔ آپ نے وہاں نہایت ہی حسن وخوبی ومحنت شاقہ سے درسیات کے امور انجام دیے کہ علامہ فائق اعظمی اور دیگر اراکین ادارہ آپ کی صلاحیت کے قائل ہو گئے اور چند سال کی قلیل مدت میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بہار کے طلباء کی اولین پسند بن گئی اور موجودہ تعلیم متوسطات سے دورۂ حدیث تک پہنچ گئی۔ انہیں کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۹۰ء میں آپ کو خازنِ ادارہ الحاج عبدالسلام صاحب ودیگر اراکین کی جانب سے دارالعلوم علیمیہ کے عہدۂ پرنسپل کی پیش کش کی گئی، لیکن آپ نے نامنظور کردی تاہم بعد میں کچھ متعصب وتنگ نظر اربابِ اقتدار کے تسلط کی بنا پر حضرت موصوف کی خدمات کو یکسر بھلا دیا گیا۔ کہیں بھی اُن کا بھولے سے بھی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

بہرحال آپ جمدا شاہی میں ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۷ء تقریباً سات سال رہے۔ پھر کچھ نامساعد حالات کے پیش نظر حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی کے ایما پر دارالعلوم حمایت العلوم، گجپورگرنٹ میں مسند صدارت پر فائز ہوئے۔ وہاں آپ کی آمد کے بعد مدرسہ حمایت العلوم شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گیا اور کوردہ علاقہ جہاں کے راستے ہموار نہ تھے وہاں طلباء کے ازدہام کے سبب ’جنگل میں منگل‘ کی کہاوت صحیح ودرست ثابت ہوگئی آپ نے وہاں مسلسل ۲۰ ر سال ۱۹۸۸ء سے ۲۰۰۸ء تک دارالعلوم حمایت العلوم کی تعمیر وترقی میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

پھر ۲۰۰۸ء کے اواخر میں شہر بنارس کے مدرسہ خانم جان عربک اسکول میں جو عربی فارسی بورڈ یوپی لکھنؤ سے ملحق ادارہ ہے، آپ نے حمایت العلوم کے ارباب حل وعقد کی اجازت ورضامندی کے بعد جوائن کرلیا اور شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہوئے اور تاحال اسی ادارہ میں اپنے نورِ علم کی روشنی بکھیر رہے ہیں۔

تنظیمی خدمات:

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے دوران قیام ۱۹۸۲ء میں ایک تصنیفی واشاعتی ادارہ بنام

'المجمع النورانی' قائم کیا اور متعدد کتابیں اس ادارہ سے شائع کیں اور کئی کتابیں اس دور میں تالیف کیں۔ 'تحفۂ مرضیہ نوٹ وشرح ہدیہ سعیدیہ' اور عربی مضامین وغیرہ اِسی دور کی تالیفات ہیں۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق نظامی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی، مولانا محمد ادریس بستوی اور سیٹھ شمس الحق علیمی وغیر ہم علما وصلحا نے المجمع النورانی کے قیام پر مبارکبادیاں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا بلکہ آخر الذکر نے تو اپنے خط میں مالی تعاون کی بھی پیش کش کی مگر افسوس کہ ان کی حیات نے وفا نہ کی اور اُسی سال رمضان المبارک ۱۴۰۳ء میں واصل بحق ہو گئے۔

پھر حمایت العلوم، گجپور گرنٹ میں ایک اشاعتی ادارہ قائم کر کے چند ایک کتابیں شائع کیں، کلینڈر وجنتری نکالیں اور کئی مفید کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔

اسی دوران ضلع سیتامڑھی کے صدر مقام پر سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی کوئی مسجد نہ ہونے سے جو پریشانیاں درپیش تھیں اُس کو محسوس کر کے حضرت مولانا عبدالہادی خان حبیبی کی معیت میں جو تحریک چلائی گئی اُس کی پہلی میٹنگ کے بنیادی رکن آپ بھی تھے۔ الحمد للہ! نتیجہ ظاہر ہے کہ رکاوٹوں کے باوجود امام احمد رضا جامع مسجد کی پر شکوہ عمارت تیار ہو چکی ہے۔

تصنیفی خدمات:

شیخ الادب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مصباحی نہ صرف ایک مدرس ومربی ہیں بلکہ تدریسی وتعلیمی فرائض کی انجام دہی کے باوجود تصنیفی وتالیفی دنیا میں بھی آپ کی عبقری شخصیت کا بول بالا ہے۔ آپ نے تقریباً ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں۔ جن میں مضامین کی جدت، مفاہیم کی ندرت اور انداز بیان کا تفرد مصنف کی جودت فکر وتبحر علمی، پر دلالت کرتے ہیں۔

آپ کی مطبوعہ کتب حسب ذیل ہیں:

۱۔ عربی مضامین
۲۔ مصباح الادب (ترکیب وترجمہ فیض الادب)
۳۔ شمع خطابت
۴۔ بزم خطابت
۵۔ لطائف اعظمی
۶۔ اسلامی تاریخی نام
۷۔ مناقب بخشش
۸۔ تذکرہ علماء سیتامڑھی

جب کہ غیر مطبوعہ قلمی خدمات اس طرح ہیں:

۹۔ سیر چمن (مجموعہ مضامین اُردو)
۱۰۔ جدید عربی مضامین دوم
۱۱۔ فارسی مضامین مع اردو مضامین
۱۲۔ یہودی قرآن کی نظر میں (عربی سے ترجمہ)
۱۳۔ تحفہ مرضیہ نوٹ وشرح ہدیہ سعیدیہ
۱۴۔ ترجمہ معلقہ امراء القیس
۱۵۔ تذکرہ شیخ علیمی (شمس الحق علیمی بانی مدرسہ علیمیہ جمدا شاہی)
۱۶۔ مصباح الاربعین (چالیس احادیث کا مجموعہ)

تبلیغی خدمات:

آپ تحریر وتقریر دونوں ہی میدانوں کے شہسوار ہیں۔آپ کا انداز تفہیم بڑا نرالا ہے جو درسگاہ کے علاوہ آپ کے مواعظ میں بھی محسوس کیا جاتا ہے۔آپ کی تقریر وخطابت سے عوام وخواص دونوں مستفیض ومستنیر ہوتے ہیں۔

تلامذہ:

آپ سے فیض یافتہ تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔میری یادداشت کے مطابق چند نام یہ ہیں:

۱۔ محمد رفیق احمد الحسینی (صدر المدرسین مدرسہ حمایت العلوم، گجپور گرنٹ (راقم السطور)
۲۔ مفتی محمد ظہیر الدین (سیب نگر، پھولہٹہ، ضلع سیتامڑھی)
۳۔ مولانا محمد کلیم اللہ قادری (خطیب وامام جامع مسجد قدم نگر بہرام باغ، جوگیشوری، ممبئی)
۴۔ مفتی حسن رضا (صدر مفتی، مرکزی ادارہ شرعیہ، سلطان پور، پٹنہ، بہار)
۵۔ مولانا افتخار اللہ مصباحی (صدر، سنی دعوت اسلامی شاخ باندرہ، ممبئی)
۶۔ مولانا معراج احمد بغدادی (استاذ، دارُ العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی)
۷۔ مولانا سالک القادری مصباحی (استا،ذ دارُ العلوم مخدومیہ، اوشیورہ، ممبئی)
۸۔ مولانا محمد رضا صابری مصباحی (مدرس، دارُ العلوم قادریہ مدینۃ العلوم، اندولی سیتامڑھی)
۹۔ مولانا ضمیر الدین سوتیہاروی (استاذ، مدرسہ فیض الرضا، ضلع فیض آباد، یوپی)

○○

مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ کے اغراض و مقاصد

- قرآنِ حکیم و سُنّتِ نبی کریم کی تعلیمات و ہدایات کی ہر ممکن ذریعے نشر و اشاعت
- اتّباعِ سُنّتِ نبوی و اطاعتِ سیرتِ نبوی کے صحیح جذبات و رجحانات مسلم معاشرے میں عام کرنے کی کوشش۔
- سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے مشاہیر علما، و مشائخ کرام کے احوال و آثار اور ان کے مذہب حق سے اہلِ سُنّت کو مسلسل روشناس کراتے رہنے اور ان سے وابستہ رکھنے کی ہمہ جہت تدبیر۔
- چودھویں صدی ہجری کے اکابر و اسلافِ اہلِ سُنّت بالخصوص امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے مسلکِ عشق و عرفان کی ترویج۔
- جدید تعلیم یافتہ اور عام اُردو خواں، ہندی خواں طبقہ کے لیے آسان زبان میں اصلاح عقائد و اعمال اور مختلف ضروری مسائل پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت۔
- ضرورت مند اور نادار طلبہ کی دینی و عصری تعلیم کے لئے مناسب تعلیمی وظائف کا انتظام۔
- فسادات کے مظلومین کی مالی اعانت کے لئے ریلیف فنڈ کی تشکیل۔
- نوجوانوں کے درمیان قومی، ملی و اجتماعی شعور اور احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی تحریک۔
- دینی و علمی اور ملی و اجتماعی مسائل پر وقتاً فوقتاً سمینار و سمپوزیم کا انعقاد
- اُردو زبان و ادب کے فروغ کی عملی جدوجہد۔

مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ (پنجاب)

MAJLIS-E FIKR-E-RAZA

1090 Basti Jodhewal, Gujran .Ludhiana Mob. : 9815130892-9417049590